الہامِ منظوم

دفترِ ششم

الہام منظوم

ترجمۂ اردو

مثنوی مولانا روم

دفتر ششم

مرتبہ

خانصاحب مولوی فیروز الدین مصنف و مؤلف
یادگار دربار اسلام - یادگار سعدی - کشف المحجوب
تجرید بخاری - حقوق و فرائض اسلام - فیروز اللغات
اردو - عربی - فارسی و متعدد کتب نصاب تعلیم

۱۳۵۰ھ مطابق ۱۹۳۱ء

فہرست مضامین الہام منظوم مثنوی مولانائے روم

دفتر ششم

الہامِ منظوم

ترجمۂ اُردو

مثنوی مولانائے رُومؒ

دفترِ ششم

اے حیاتِ دل حسام الدینؒ بسے	میل می جوشد بقسمِ سادسے
اے حسام الدین رح دل کی زندگی	ہے چھٹے دفتر پہ اب رغبت مری
گشت از جذبِ چو تو علامۂ	در جہاں گرداں حسامی نامۂ
تجھ سے علامہ کا یہ اک جذب تھا	جو حسامی نامہ پھیلا جا بجا
پیشکش بہرِ رضایت میکنم	در تمام مثنوی قسمِ ششم
پیشکش تیری رضا کو کر دیا	مثنوی کا خاتمہ دفتر چھٹا
پیشکش مے آرمت اے معنوی	قسمِ سادس در تمام مثنوی
نذر کرتا ہوں تجھے اے معنوی	یہ چھٹا دفتر ہے ختمِ مثنوی
شش جہت را نور دہ زیں شش صحف	کی یطوف حولہ من لم یطف
شش جہت چھ دفتروں سے جگمگا	وہ فدا ہوں جو نہیں اب تک فدا

عشق را با پنج و با شش کار نیست / مقصد او جز کہ جذب یار نیست

عشق کو ہے پنج و شش سے کام کیا / جذب کرنا یار کا ہے مدعا

بو کہ فیما بعد دستوری رسد / رازہای گفتنی گفتہ شود

اذن شاید بعد اس کے مل سکے / راز جو کھلنے کے لائق ہو کھلے

با بیانی کہ بود نزدیک تر / زین کنایات دقیق مستتر

ہو بیان ایسا جو ہو نزدیک تر / ان کنایوں سے کہ جو ہیں مستتر

راز جز با رازدان انباز نیست / راز اندر گوش منکر راز نیست

راز کو ہمراز ہی سے ہے نیاز / گوش منکر میں نہیں ہے راز راز

لیک دعوت وارد است از کردگار / با قبول و ناقبول او را چہ کار

دینا دعوت ہادیت حق سے ہے مدام / رد ہو یا مقبول کیا ہے اس سے کام

نوح نہصد سال دعوت می‌نمود / دمبدم انکار قومش می‌فزود

نوح نے نو سو برس دیں دعوتیں / پر بڑھا انکار ان کی قوم میں

ہیچ از گفتن عنان واپس کشید / ہیچ اندر غار خاموشی خزید

باز کوئی بھی نہ آیا کہنے سے / کب ہوئے خاموش چلاتے رہے

زانکہ از بانگ و علالای سگان / ہیچ وا گردد ز راہے کاروان

جیسے کتے بھونکتے ہیں بے گماں / اور چلا جاتا ہے دھن میں کارواں

یا شب مہتاب از غوغای سگ / سست گردد بدر را در سیر تگ

چاندنی میں یا ہیں کتے بھونکتے / چاند پر کتا نہیں ہے بے خبر

مہ فشاند نور و سگ عو عو کند / ہر کسے بر خلقت خود می‌تند

مختلف نادان ہیں تو نور افشاں قمر / سب کیے ہیں کام اپنی اپنی اصل پر

[illegible]

ہر کسے را خدمتے دادہ قضا	در خور آں گوہرش در ابتلا
سب کو اک خدمت قضا[1] نے سے دی	اصل ہی سے سب کو جیسے واسطے
چونکہ نگذارد سگے آں بانگ سقم	من مہ سیرانِ خود را چوں ہلم
جبکہ سگ چھوڑے نہ آواز زبوں	چاند ہو کر دیں یہ کیونکر چھوڑ دوں
چونکہ سرکہ سرکگی افزوں کند	پس شکر را واجب افزونی بود
جبکہ سرکہ لائے ترشی بڑھائے	کیوں شکر اپنی نہ شیرینی بڑھائے
قہر سرکہ لطف ہمچوں انگبیں	کایں دو باشد رکن ہر اسکنجبیں
قہر سرکہ اور کرم ہے انگبیں	بنتی ان ہی دونوں سے ہے سکنجبیں
انگبیں گر پائے کم آرد ز خل	آید آں اسکنجبیں اندر خلل
روکتا ہے گر شہد[2] اپنے ہی خل کو	ہو خلل اسکنجبیں میں کیوں نہ ہو
قوم بر وے سرکہا مے ریختند	نوح را دریا فزوں مے ریخت قند
قوم سرکہ ڈالتی کشتی نوح پر	نوح کا دریا بڑھاتا تھا شکر
قند او را بد مدد از بحر جود	پس ز سرکہ اہل عالم مے فزود
قند تھیں ملتا تھا بحر جود سے	ترشی اہل جہاں پر چھا سکے
واحد کالالف کہ بود آں ولی	بلکہ صد قرن[3] است آں عبد العلی
اک ولی ہو جیسے سال یک ہزار	بلکہ ہے سو قرن میں اک دینہ دار
خم کہ از دریا درو راہے بود	پیش او جیحونہا زانو زند
قسمت جس خم کی کہ دریا سے ملے	ہوں سمندر ہیچ اس کے سامنے
خاصہ آں دریا کہ دریاہا ہمہ	چوں شنیدند آں مثال و دمدمہ
اور وہ دریا کہ جب دریاؤں نے	تذکرے اور غلغلہ اس کے سنے

۱ حکم خدائے تعالیٰ ۔ ۲ شہد ۔ ۳ ایک قرن سو یا اسّی یا تیس سال کا ہوتا ہے مگر یہاں زمانۂ دراز سے مراد ہے ۔

شد دہان شاہ ز پیش شرم خجل — کز قرین شد نام اعظم با اقل
شرم سے منہ ان کا سوتیں ہو گئیں — کیونکہ چھوٹا تھا بڑے کا ہم نشیں

در قران این جہان با آن جہان — این جہان از شرم میگردد جہان
اس جہاں سے یہ جہاں جس دم ملے — یہ جہاں بس بھاگ نکلے شرم سے

این عبارت تنگ و قاصر رتبت ست — ورنہ خس را با اخص چہ نسبت است
تنگ و قاصر یہ عبارت ہے فقط — ورنہ خس کو خاص سے نسبت ہے کیا

زاغ در رز نعرۂ زاغان زند — بلبل از آواز خوش کے کم کند
کوا انگوروں میں گر کاں کاں کرے — بلبل اپنے نغمہ کو کیوں چھوڑ دے

پس خریدار است ہر یک را جدا — در مراد یفعل اللہ ما یشاء[۱]
مشتری ہر اک کا ہے ہر اک جدا — یعنی وہ کرتا ہے جو چاہے خدا

نقل خارستان غذائے آتش ست — بوئے گل قوت دماغ سرخوش ست
یہ اگر جھاڑ کا غذا ہیں آگ کی — بوئے گل سے ہیں دماغ و دل قوی

گر پلیدی پیش ما رسوا بود — خوک و سگ را شکر و حلوا بود
ہر پلیدی اپنے آگے جو ہے خوار — خوک و سگ کو شکر و حلوا ہے پیار

گر پلیدان این پلیدیہا کنند — ابرہا بر پاک کردن مے تنند
جب ہیں پھیلاتے پلیدی یہ پلید — پاک کر دیتے ہیں بادل اے سعید

در جہانے پُر شود از خار و خس — آتشے محوش کند در یک نفس
گر جہاں پُر ہو خس و خاشاک سے — صاف کر دے آگ اک دم میں اسے

گرچہ ماران زہر افشان میکنند — ور چہ تلخان را پریشان میکنند
سانپ اگرچہ زہر افشانی کریں — اور یہ وجہ پریشانی بنیں

لہ خدائے تعالےٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہے گا کرے گا۔

نحلہا بر کوہ و کندو و شجر — مے تنند از شہد انبار شکر

نحلیاں لیکن درخت و کوہ پر — شہد سے کرتی ہیں انبارِ شکر

زہرہا ہر چند زہرے مے کنند — زود تریاقات شاں بر مے کنند

زہر ہر چند اپنی خاصیت دکھائے — پہ اثر تریاق سب اس کا مٹائے

ایں جہاں جنگ است چوں کل بنگری — ذرہ ذرہ ہمچو دیں با کافری

یہ جہاں اک جنگ کا میدان ہے — ذرہ ذرہ کفر اور ایمان ہے

آں یکے ذرہ ہمے پرد بچپ — واں دگر سوئے یمیں اندر طلب

ایک ذرہ بائیں جانب ہے رواں — دوسرا سیدھی طرف کو ہے رواں

ذرۂ بالا و آں دیگر نگوں — جنگ فعلی شاں ببیں اندر رکوں

ایک اوپر سرنگوں ہے دوسرا — فعلی حملہ دیکھ ان کے میل کا

جنگ فعلی ہست از جنگ نہاں — زیں تخالف آں تخالف را بداں

جنگِ فعلی جنگِ پوشیدہ سے جان — وہ تخالف اس تخالف سے تو مان

ذرۂ کو محو شد در آفتاب — جنگ او بیروں شد از وصف و حساب

ہو گیا جو ذرہ محو آفتاب — جنگ اس کی ہو رہے بے وصف و حساب

چوں ز ذرہ محو شد نفس و نفس — جنگش اکنوں جنگ خورشید است و بس

محو جب ذرہ کے ہوں نفس و نفس — جنگ ہے سورج کی اب وہ جنگ بس

رفت ازو جنبش و طبع و سکون — از چہ از اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن[1]

مٹ گئی وہ جنبش و طبع و سکوں — از رہ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

ما بہ بحر تو ز خود راجع شدیم — وز رضاع اصل مسترضع شدیم

ہم گئے لوٹ سمت تیرے بحر کے — اصل سے اب اپنی قائم ہم ہوئے

[1] یعنی تحقیق ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں ۔

در فروع راہ اے اندر زِ غول — لاف کم زن از اصول اے بے اصول

غول سے رستہ بھلایا ہے اگر — ناز اصول سے بے اصولی پر نہ کر

جنگ ما و صلح ما در نور عین — نیست از ما ہست بین الاصبعین

ہے یہ صلح و جنگ آنکھ سے با یقین — ہم سے کب ہے۔ دیکھ بین الاصبعین[1]

جنگ فعلی جنگ طبعی جنگ قول — در میان جزوہا حربیست ہول

جنگ فعلی جنگ طبعی جنگ قول — جنگ یہ اجزا میں ہے پُر خوف و ہول

این جہان زین جنگ قائم می بود — در عناصر در نگر تا حل شود

یہ جہاں قائم ہے ایسی جنگ سے — تو عناصر دیکھ تا عقدہ کھلے

چار عنصر چار استون قوی ست — کہ بر ایشان سقف دنیا مستوی ست

چار عنصر چار تھم ہیں یہ قوی — جن پہ ہے دنیا کی چھت ٹھہری ہوئی

ہر ستونے اشکنندہ آن دگر — استن آب اشکنندہ ہر شرر

ہر ستون ہے دوسرے کی تاک پر — جیسے پانی ہے شکست ہر شرر

پس بنائے خلق بر اضداد بود — لاجرم جنگی شدند از ضر و سود

یوں بنائے خلق ہے اضداد پر — اس لئے ہے حملۂ سود و ضرر

ہست احوالت خلاف یکدگر — ہر یکے باہم مخالف در اثر

حالتیں تیری ہیں سب باہم خلاف — اور اثر میں بھی ہے سب کے اختلاف[2]

چونکہ ہر دم راہ خود را میزنی — با دگر کس سازگاری چون کنی

چونکہ اپنی راہ تو ہے مارتا — دوسروں کے کام دیتا ہے بنا

[1] حدیث: قلب المؤمنین بین الاصبعین من اصابع الرحمٰن - یعنی مومن کا دل خدا کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان میں ہے۔

[2] یعنی ضد ہونا یہ کہ ایک شے دوسری شے کی مخالف ہے۔

فوج لشکرہائے احوالت ببیں	ہر یکے با دیگرے در جنگ و کیں
تو خود اپنی حالتوں پر غور کر	جنگ اور جھگڑے میں ہیں باہم دگر
مے نگر در خود چنیں جنگ گراں	پس چہ مشغولی بجنگ دیگراں
دیکھ اپنی ذات میں جنگ گراں	جنگ میں اوروں کی پھنستا ہے کہاں
تا مگر زیں جنگ حقت واخرد	در جہان صلح یکرنگت برد
دے رہائی تو خدا دے جنگ سے	صلح یکرنگی عطا کرے تجھے
آں جہاں جز باقی و آباد نیست	زانکہ ترکیب او از اضداد نیست
وہ جہاں باقی بھی ہے آباد بھی	اس میں ترکیبیں نہیں اضداد کی
ایں تفانی از ضد آید ضد را	چوں نباشد ضد نبود جز بقا
ہے فنا ہر ضد کو ضد سے برملا	گر نہ ہو ضد پھر فقط ہے اک بقا
نفی ضد کرد از بہشت آں بے نظیر	کہ نباشد شمس و ضدش زمہریر[1]
خلد میں رکھا نہ ضد کو بیگماں	سمجھو کہ سورج ہے نہ سردی سخت وہاں
ہست بیرنگی اصول رنگہا	صلحہا باشد اصول جنگہا
صرف بیرنگی اصول رنگ ہے	صلح کی صورت اصول جنگ ہے
آں جہانست اصل ایں پر غم وثاق	وصل باشد اصل ہر ہجر و فراق
وہ جہاں اصل ہے اس غمخانہ کی	اصل ہر فرقت کا ہے بس وصل ہی
ایں تخالف از چہ آید و ز کجا	وز چہ زاید وحدت ایں اضداد را
اس تخالف کی ہے وجہ و اصل کیا	وحدت اضداد کیوں ہے اس فنا
زانکہ ما فرعیم و چار اضداد اصل[2]	خوے خود در فرع کرد ایجاد اصل
کیونکہ ہم ہیں فرع چار اضداد اصل	خو کرے گی فرع میں ایجاد اصل

[1] لقولہ تعالیٰ عزوجل: لَا یَرَوْنَ فِیْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِیْرًا۔ یعنی نہ تو اس میں سورج دیکھیں گے اور نہ سرد طبقہ [2] یعنی آگ پانی خاک اور ہوا

گوہر جاں چوں ورائے فصلہاست
خوئے آں ایں نیست خوئے کبریاست

روح ان فصلوں سے مطلق ہے جدا
اس لئے ہے اس کی خو خوئے خدا

جنگہا بیں کاں اصول صلحہاست
چوں نبیؐ کہ جنگ او بہر خداست

دیکھ جنگیں جن میں ڈھب ہے صلح کا
جیسے لڑتے تھے نبیؐ بہر خدا

طرفہ آں جنگے کہ اصل صلحہاست
شاد آں کایں جنگ وبہر خداست

ہو جو اصل صلح ۔ طرفہ ہے وہ جنگ
بہر حق جو ہے ۔ خجستہ ہے وہ جنگ

غالب ست و چیر بر ہر دو جہاں
شرح ایں غالب نگنجد در دہاں

دو جہاں پر وہ ہے غالب ۔ برملا
شرح اس غالب کی ہو سکتی ہے کیا

آب جیحوں را اگر نتواں کشید
ہم ز قدر تشنگی نتواں برید

گو ہے ناممکن سمندر کھینچنا
پیاس اس سے تو بجھا اپنی یہاں بجھا

گر شدی عطشان بحر معنوی
فرجہ کن در تمام مثنوی

ہے جو تشنہ کام بحر معنوی
کر ذرا سیر تمام مثنوی

فرجہ کن چندانکہ اندر ہر نفس
مثنوی را مثنوی دانی و بس

اس قدر کر سیر تا ہر سانس میں
مثنوی کی ہے مثنوی عقدے کھلیں

باد کہ را ز آب جو چوں وا کند
آب یکرنگی خود پیدا کند

آب جو سے جب ہوا سبزہ اگائے
اپنی یکرنگی کا عالم دکھائے

شاخہائے تازہ مرجاں ببیں
میوہ ہائے رستہ ز آب جاں ببیں

تازہ شاخیں دیکھئے مرجان کی
دیکھ میوے ہیں سبھی اس کی تازگی

چوں ز حرف و صوت و دم یکتا شود
آں ہمہ بگذارد و دریا شود

دم جو حرف و صوت سے یکسو ہوا
چھوڑ سب کو اور دریا ہو گیا

؎ بمصداق ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ یعنی جس چیز کا کل دریافت نہ کر سکے تو اس کو بالکل چھوڑ دینا بھی نہ چاہئے ؎

حرف گوئے و حرف نوش و حرفہا	ہر سہ جاں گردند اندر انتہا
قائل و سامع و حرف اے جان جان	ہوتے ہیں تینوں بالآخر ایک جان
نان دہ و نان ستان و نان پاک	سادہ گردند از صور گردند خاک
دے جو روٹی اور جو لے اور نان پاک	چھوڑ کر ہر شکل بن جاتے ہیں خاک
لیک معنی شان بود در سہ مقام	در مراتب ہم ممیز یا ہم مدام
ہیں مگر تینوں اُن کے معنی کے مقام	مرتبے میں فرق ہے اُن کے مدام
خاک شد صورت ولے معنی نشد	ہر کہ گوید شد تو گویش نی نشد
خاک صورت ہو گئی، معنی نہیں	اس کے منکر کا نہ کر ہرگز یقین
در جہان روح ہر سہ منتظر	گہ ز صورت ہارب و گہ مستقر[1]
عالم بالا میں ہیں سب منتظر	بھاگتے ہیں اور کبھی ہیں مستقر
امر آید در صور رو در رود	باز ہم ز امرش مجرد مے شود
حکم ہو، صورت میں جا، جائے وہاں	حکم سے پھر ہو مجرد ہے کہاں
پس لہ الخلق لہ الامرش بدان	خلق صورت امر جان راکب بر آں
اس کی خلقت ہے۔ اسی کا حکم ہاں	خلق صورت ۔ امر جاں اس پر سوار
راکب و مرکوب در فرمان شاہ	جسم بر در گاہ و جاں در بارگاہ
راکب و مرکوب ہیں خدام شاہ	جسم ہے در، اور جدا ہے بارگاہ
چونکہ خواہد کآب آید در سبو	شاہ گوید جیش جاں را کارکبوا
چونکہ وہ چاہے سبو میں آب آئے	روح جاں کو حکم چڑھنے کا سنائے
باز جانہا را چو خواہد بر علو	بانگ آید از نقیباں کانزلوا
اور جب جانوں کو دینا ہے علو	تو پھر آتی ہیں صدائیں کہ انزلوا[2]

[1] قرار لینے والا ۔ [2] یعنی پہلے تو روحوں کو جسموں کے گھوڑوں پر سوار ہونے کا حکم دیتا ہے ۔ اور پھر اترنے کا انزلوا یعنی اترو ۔

بعد ازیں باریک خواہد شد سخن
کم کن آتش ہیزمش افزوں مکن
بات ہوئے گی نازک بعد ازیں
آگ کم کر لکڑیاں نا مناسب اب نہیں

تا نجوشد دیگہائے خرد زود
دیگ ادراکات خردست و فرود
تا ابل جائیں نہ چھوٹی ہانڈیاں
دیگ ادراک ایسے چھوٹی بیگماں

پاک سبحانے کہ سیبستاں کند
در غمام حرف شاں پنہاں کند
پاک ہے وہ پیدا جو سیبستاں کرے
ابر میں باتوں کے پھر پنہاں کرے

زیں غمام صوت و حرف و گفتگو
پردہ کن سیب تا ناید ظاہر او
ابر ہے یہ حرف و صوت و گفتگو
تا کہ ظاہر سیب ہستے ہو جس سے وہ

باری افزوں کش تو ایں پوزش
تا سوئے اصلش برد بگرفتہ گوش
ہوش سے تو سو نگہ اس پر کر مگر
تا کہ لے جائے سوئے اصل اسے پھر

گفتگو وار و بپرہیز از زکام
تن بپوش از باد و بود سرد عام
بات کر سوچ کہ اور تو بچ از زکام
تا نہ کھائے باد و بود سرد عام

تا نبندد ایں دماغہا ست از اثر
اے ہوا شاں از زمستاں سرد تر
تا دماغوں پر نہ آئے کچھ اثر
ہے ہوا سردی سے ان کی سرد تر

چوں جمادند و فسردہ تن شگرف
مے جہد انفاس شاں از تل برف
ہیں جمادی برف سے اُن کا بدن
برف سے آتی ہیں سانسیں بے سخن

چوں زمیں زیں برف در پوشد کفن
تیغ خورشید حسام الدین بزن
جب زمیں ہوں برف سے ہو مردہ وار
تیغ خورشید حسام الدین تو مار

ہیں برآر از شرق سیف اللہ را
گرم کن زاں شرق ایں درگاہ را
مشرق سے لے آ تو سیف اللہ کو
گرم کر پھر اس سے اس درگاہ کو

برف را خنجر زند آں آفتاب
سیل ہا ریزد ز کہہا بر تراب
کاٹ دے گا برف کو وہ آفتاب
کوہ سے برسائے گا وہ سیل آب

زانکہ لا شرقی و لا غربی ست او	با منجم روز و شب حربی ست او
کیونکہ شرقی ہے نہ غربی وہ عجب	ہے منجم سے لڑائی روز و شب
کہ چرا جز من نجوم بے ہدیٰ	قبلہ کردی از لئیمی و دغا
ان نجوم نحس کو میرے سوا	قبلہ کیوں بخل و دغا سے کر دیا
ناخوش است آید مقارن آں امین[1]	در سبق کہ لا اُحِبُّ الآفِلِین
اس امیں سے کیوں ترا دل خوش نہیں	کہتا تھا جو لا احب الآفلین
از فرح در پیش مہ بستی کمر	زاں ہمے ترسی ز انشق القمر[2]
چاند کے آگے ہے تو بستہ کمر	خوف انشق القمر بھی ہے مگر
منکرے ایں را کہ شمسش کورت[3]	شمس پیشت ہست عالی مرتبت
ہے منکر اذا الشمس کورت	اس لئے سورج ہے عالی مرتبت
از ستارہ دیدہ تصریف ہوا	ناخوش آید اذا النجم ہویٰ[4]
تاروں سے دیکھا تصرف حرص کا	خوش نہیں آتا اذا النجم ہوا
خود موثر تر نباشد مہ ز ناں	اے بسا نانے کہ برد عرق جاں
ہے اثر میں چاند کمتر نان کا	نان سے اکثر عرق جانوں کا بہا

[1] امین سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ جو فرماتے تھے کہ ڈوبنے والے میرے دوست نہیں۔ یعنی چاند اور سورج وغیرہ جو طلوع ہونے کے بعد غروب ہو جاتے ہیں

[2] کما قولہ تعالیٰ عز و جل:۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ۔ یعنی وہ ساعت نزدیک ہے کہ چاند شق ہو جائے گا۔

[3] کما قولہ تعالیٰ عز اسمہ: اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ۔ یعنی جب آفتاب تاریک ہو جائے گا۔

[4] کما قولہ تعالیٰ عز و جل: وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى۔ یعنی قسم ہے تاروں کی جبکہ وہ گر جائیں گے۔

خود مؤثر تر نباشد زہرہ زآب ‌ ‌ ‌ اے بسا آبا کہ کرد او تن خراب
پانی سے زہرہ مؤثر تر نہیں ‌ ‌ ‌ آب سے جانیں بہت سی بہ گئیں

مہر او در جان تست و پند دوست ‌ ‌ ‌ مے زند بر گوش تو بیرون پوست
دل میں اُس کا عشق ہے اور پند دوست ‌ ‌ ‌ کان تک محدود ہے بیرون پوست

پند یا در تو نگیرد اے فلاں ‌ ‌ ‌ پند تو در ما نگیرد ایں بدان
جب نہیں اپنی نصیحت کارگر ‌ ‌ ‌ ہم پہ تیری پند کا ہو کیا اثر

جز مگر مفتاح خاص آید ز دوست ‌ ‌ ‌ کہ فتحنا ابواب السموٰت آن وست
ہاں جو پائے خاص کنجی دوست کی ‌ ‌ ‌ کنجیاں ہیں چرخ کی جس کو ملی

ایں سخن چوں ستارہ ست و قمر ‌ ‌ ‌ لیک بے فرمان حق ندہد اثر
گو سخن اپنا ہے تارا اور قمر ‌ ‌ ‌ پھر بھی بے حکم خدا کیا ہو اثر

ایں ستارہ بے جہت تاثیر او ‌ ‌ ‌ مے زند بر گوش ہائے وحی او
بے جہت تارا ہے اور اس کا اثر ‌ ‌ ‌ وحی جو کانوں پہ ہو تو کارگر

گر بیابید از جہت تا بے جہات ‌ ‌ ‌ تا ندرانند شمارا گرگ مات
بے جہت ہو کر کرو ترک جہات ‌ ‌ ‌ تا نہ پچھاڑے تم کو وہ گرگ ممات

آں چناں کہ لمعہ در پاش اوست ‌ ‌ ‌ شمس دنیا در صفت خفاش اوست
نور اُس کا اس طرح ضو پاش ہے ‌ ‌ ‌ سورج اس کے سامنے خفاش[1] ہے

ہفت چرخ ازرقی در رق اوست ‌ ‌ ‌ پیک ماہ اندر تپ و در دق اوست
بندۂ در اس کے ہیں ہفت آسماں ‌ ‌ ‌ چاند اس کی جستجو میں ہے رواں

زہرہ چنگ مسئلت در وے زدہ ‌ ‌ ‌ مشتری با نقد جاں پیش شدہ
زہرہ اک سائل ہے اس کے نور کا ‌ ‌ ‌ مشتری نے نقد جاں ہدیہ دیا

[1] چمگادڑ ۔

در هوائے پائے بوس او زحل ۔ لیک خود را مے نہ بیند آں محل

طالب پابوس ہے اُس سے زحل ۔ پر اُسے ملتا نہیں اُس کا محل

دست و پا مریخ چندیں جستہ زو ۔ واں عطارد صد قلم بشکستہ زو

اُس سے پائے دست و پا مریخ نے ۔ سو قلم ٹکڑے عطارد نے کئے

با منجم ایں ہمہ انجم بجنگ ۔ کاسہ رہا کردہ تو جاں بگزیدہ رنگ

ہیں منجم سے ستارے صرف جنگ ۔ جان کو تو چھوڑ کر ہے محو رنگ

جاں ولیست و ما ہمہ نقش و رقوم ۔ کوکب ہر فکر او جان نجوم

جان وہ ہے ہم ہیں سب نقش و رقوم ۔ کوکب اُس کی فکر کا جان نجوم

فکر کو آنجا ہمہ نورست پاک ۔ بہر تست ایں لفظ و فکر اے فکرناک[1]

فکر کیا ۔ وہ ہے سراپا نور پاک ۔ فکر ہے تیرے لئے اے فکرناک[1]

ہر ستارہ خانہ دارد بر علا ۔ ہیچ خانہ در نگنجد جسم ما

ہر ستارے کا ہے خانہ برتر علا ۔ وہ تو کسی خانے میں آ سکتا نہیں

جان بے سو[2] در مکاں کے در رود ۔ نور نا محدود را حد کے بود

روح بے سُو کب مکاں میں رُک سکی ۔ حد کہاں ہے نور نا محدود کی

لیک تمثیلی و تصویرے کنند ۔ تا کہ دریابد ضعیفے دردمند

پر مثالیں اور تصویریں ہیں چند ۔ تا انہیں سمجھیں ضعیف و دردمند

مثل نبود لیک آں باشد مثیل ۔ تا کند عقل محمد را کفیل

مثل کیا ہو اُس کا ہاں لیکن مثیل ۔ جیسی کی ہے عقل محمدؐ اک دلیل

عقل سر تیز است لیکن پاے سست ۔ زانکہ دل ویراں شدست و تن درست

تیز ہیں عقلیں مگر ہیں پاؤں سست ۔ کیونکہ دل ویران ہے اور تن درست

[1] اے فکر سے بھرے ہوئے یعنی اے مبتلائے فکر۔

[2] یعنی بے جہت۔

عقلشان در نقلِ دنیا پیچ پیچ
فکرشان در ترکِ شہوت ہیچ ہیچ

اُن کی عقلیں نقلِ دنیا میں اسیر
اُن کی فکریں ترکِ شہوت سے نفیر

صدرشان در وقتِ دعوی ہمچو شرق
صبرشان در وقتِ تقوی ہمچو برق

اُن کے سینے وقتِ دعویٰ مثلِ مشرق
صبر اُن کا وقتِ تقویٰ مثلِ برق

عالمے اندر ہنرہا خود نماست
ہمچو عالم بیوفا وقتِ وفاست

ہے ہنر میں ایک عالم خود نما
وقت پر ہے مثلِ دنیا بیوفا

وقتِ خود بینی نگنجد در جہاں
در گلو و معدہ گم گشتہ چو ناں

وقتِ خود بینی نہ دنیا میں سمائیں
پھر حلق و معدہ میں سب پچک جائیں

این ہمہ اوصافشان نیکو شود
بد نماند چونکہ نیکو جو شود

نیک ہو جائیں بے شمار اُن کے بُرے
نیکی جو ہوں تو بُرائی کیوں رہے

گر منی گندہ بود ہمچون منی
چون بجان پیوست گردد روشنی

خود منی گندہ ہے گو مثلِ منی
روح سے مل کر ہو پیدا روشنی

ہر جمادے کو کند رو در نبات
از درختِ بخت او روید حیات

جو جمادی رخ کرے سوئے نبات
اس [illegible] سے اُسکے مثلِ حیات

ہر نباتے کو بجان رو آورد
خضروار از چشمۂ حیوان خورد

جو نباتی روح کا پاسے شمار
چشمۂ حیواں سے پی لے خضروار

باز چون جان رو سوئے جانان نہد
رخت را در عمرِ بے پایان نہد

جان پھر جب رخ سوئے جاناں کرے
عمر کو ابدی وہ بے پایاں کرے

ایک سائل کا کسی واعظ سے سوال کرنا

واعظے را گفت روزے سائلے
کاے تو منبر را سنی‌تر قائلے

پوچھا اک سائل نے واعظ سے کہیں
لائقِ منبر ہے تو قائلِ نہیں

گر سؤالم گر است تو لب بیا	اندرین مجلس سؤالم را جواب
پوچھے سوال اک میرا تجھ سے [illegible]	[illegible] اسی مجلس میں تو اس کا جواب
بر سر بازو یکے شد نقش بست	از سر و دمش کرد اثبات سرشت
سر تو اک بیٹھا ہے [illegible]	خوب پیدا اسکی دم سے یا اچھا ہے سر
گفت اگر رویش بشہر و دم بدہ	روی او از دم او میدان که بہ
ہوا منہ ہو شہر کو دم گاؤں کو	اس کے منہ کو دم سے بہتر جان لو
ور سوی شہرست دم رویش بدہ	خاک آن دم باش و از رویش بجہ
منہ جو سوئے قصبہ ہو دم سوئے شہر	خاک ہو اس دم کی منہ کو جان قہر
گر بسوی شہر دمش او بود	دم او بہتر ز روی او شود
شہر کی جانب اگر اس کی ہو دم	شہر سے بہتر دم ہے [illegible] اس کو سمجھ
مرغ را پر می برد تا آشیان	پر مردم ہمت است ای مردمان
مرغ کو لے جائیں پر تا آشیاں	آدمی کے پر ہیں ہمت اے جواں
عاشقی کآلودہ شد در خیر و شر	خیر و شر منگر تو در ہمت نگر
ہو اگر عاشق اسیر خیر و شر	دیکھ ہمت خیر و شر کو ترک کر
باز اگر باشد سپید و بی نظیر	چونکہ صیدش موش باشد شد حقیر
باز اگرچہ ہو سفید و بے نظیر	صید اگر چوہا کرے تو ہے حقیر
ور بود چغدی و میل او بشاہ	او سر بازست منگر در کلاہ
چغد کا میلان ہو گر سوئے شاہ	شاہ بازاں ہے نہ دیکھ اس کی کلاہ
ور بگیرد شیر [illegible] خورد از مرد خر	رنگ او شکل شیرست کم نگر
گر دو خر کا گوشت کھاتا ہے شیر اگر	شکل شیر کی ہیں سے کتا سر بسر

لہ کلاہ وہ تاج جو باز کے سر پہ ہوتا ہے ؂

ور پلنگ و گرگ را افگند سنگ | شیر میداں مرد اے بے ترنگ
لنگڑا چیتے بھیڑیئے کو گرا دے | بے گماں شیر اس کو جان اے نیک رائے

آدمی بسرشته از یک مشت گل | برگذشت از چرخ و از کوکب بدل
ایک مٹھی خاک سے انساں بنا | دل کے ہاتھوں آسماں سے بڑھ گیا

آدمی بر قدر یک طشت خمیر | برفزود از آسمان و از اثیر
آدمی تھا طشتری بھر اک خمیر | ہو گیا بالاتر از چرخ و اثیر[1]

ہیچ کرمنا شنید این آسماں | کہ شنید این آدمی پر غماں
آسمان نے کب ہے کرمنا[2] سنا | جس طرح انسان پر غم نے سنا

بر زمین و چرخ عرضہ کرد کس | خوبی عقل و عبارات و ہوس
کھول کر کس نے دیئے چرخ و زمین | خوبیاں عقل و عبارت کی رکھیں

جلوه کردی ہیچ تو بر آسماں | خوبی روئے و اصابت در گماں
آسمان پر تو نے ڈالی آج تک | خوبروئی و درستی کی جھلک؟

پیش صورتہائے حمام اے لد | عرضہ کردی ہیچ سیم اندام خود
صورتیں حمام میں تھیں ضوفشاں | اپنی سیمینی بھی کی اُن پر عیاں؟

بگذرے تراں نقشہائے ہمچو حور | خلوت آری با عجوزے نیم کور
حور سی شکلوں سے کی قطع نظر | اندھی اک بڑھیا سے خلوت ہے مگر

در عجوزی چیست کاں ایشاں را نبود | کو ترا زاں نقشہا با خود ربود
کیا ہے وہ بڑھیا میں جو اُن میں نہیں | جس نے اُن جلووں سے روکا بالیقیں

تو نگوئی من بگویم در بیان | عقل و حس و درک و تدبیرست و جاں
کیا کہیگا تو میں کرتا ہوں بیاں | اس عجوزہ میں ہے عقل و حس و جاں

[1] کرۂ نار جو تمام کروں سے بلند تر ہے ؛
[2] قولہ تعالیٰ۔ لقد کرمنا بنی آدم یعنی بیشک ہم نے بنی آدم کو عزت دی ؛

در عجوزے جاں آمیزش کنے ست ۔ صورت گرمابہ را روح نیست
جان بڑھیا تک لگا لائی تجھے ۔ اور لیے جاں نقش تھے حمّام کے
صورت گرمابہ گر جنبش کند ۔ در زباں از صد عجوزت بر کند
کرتی جنبش صورت حمّام اگر ۔ تو اُکھڑ جاتا عجوزہ سے پسر
جاں چہ باشد با خبر از خیر و شر ۔ شاد از احسان و گریاں از ضرر
خیر و شر سے باخبر ہوتی ہے جاں ۔ شاد احساں سے، ضرر سے نوحہ خواں
چوں سر و ماہیت جاں مخبر ست ۔ ہر کہ او آگاہ تر با جاں تر ست
راز اور ماہیت جاں ہے خبر ۔ جو ہے واقف تر وہ ہے با جان تر
اقتضائے جاں چو اے دل آگہی ست ۔ ہر کہ آگہ تر بود جانش قوی ست
اقتضائے جاں ہے اے دل آگہی ۔ جو ہے آگہ۔ رُوح اس کی ہے قوی
روح را تاثیر آگاہی بود ۔ ہر کرا ایں بیش اللّٰہی بود
رُوح میں تاثیر ہے عرفان کی ۔ جس کو آگاہی ملی ہے اللّٰہی[١]
خود جہان جاں سراسر آگہی ست ۔ ہر کہ بیجان ست از دانش تہی ست
خود جہان جاں ہے یکسر آگہی ۔ جو ہے بے جاں عقل سے ہے وہ تہی
چوں خبرہا ہست بیروں زیں نہاد ۔ باشد ایں جانہا دراں میدان جماد
ہے جو خالی رُوح سے اس کی نہاد ۔ ہیں یہ اس میدان میں جانیں جماد
جان اول مظہر درگاہ شد ۔ جان جاں خود مظہر اللّٰہ شد
جان اوّل مظہر درگاہ ہے ۔ جان جاں خود مظہر اللّٰہ ہے
آں ملائک جملہ عقل و جاں بدند ۔ جان نو آمد کہ جسم آں شدند
سب فرشتے صرف عقل و روح تھے ۔ جان دیکھی، جسم تیرے بن گئے

[١] یعنی خدا والا۔

از سعادت چون جهان پر زد ولم	پس چو تن آن روح را خادم شدند
جب سعادت سے وہ پیش جہاں تھے	مثل تن خادم ہوئے سب روح کے
آن سلیمان جهان ایمان در پرده بود	پس سلیمان جان که عضو مرده بود
اور سلیمان روح سے پوشیدہ تھا	عضو مردہ تھا نہ جان سے مل سکا
چون که دزد آن حبسے آن شد	دست بشکسته مطیع جان نشد
تھی نہ جہاں اس کیا نہ فرماں ہوئے	تھا شکستہ دست نافرماں رہا
جان نشد نقشی از آن عضو شکست	کان بدست اوست تا گیرد بدست
جہاں نہ ہوتا نقش شکستہ عضو سے	وہ اگر چاہے درست اس کو کرے
سر دیگر هست کو گوش دگر	طوطئی کو مستعد آن شکر
پوشیدہ ایک راز کان ایسے اہاں	طوطیاں شکر کے لائق ہیں کہاں
طوطیان خاص را قندیست ژرف	طوطیان عام از آن خور بسته طرف
طوطیان خاص کو کیا کم ہے قند	طوطیان عام پر ہے راہ بند
کی چشد درویش صورت زان نکات	معنی است آن نه فعولن فاعلات
پاتا ہے کی درویش کیا ہے نکات	معنی ہے یہ کیا ہے فعولن فاعلات
از خر عیسی دریغش نیست قند	لیک خر آمد بخلقت که پسند
ور خر عیسی سے کہا کیا ہے قند	گھاس ہی لیکن گدھے کو ہے پسند
قند خر را گر طرب انگیختی	پیش خر قنطار شکر ریختی
قند سے مسرور خر ہوتا اگر	کون بخبر شکر ہیں رکھتا پیش خر
معنی نختم علی افواههم	این شناس این است رهرو را مهم
پڑھ تو ذرا نختم علی افواھھم	سوچ اس کو ہے یہ رہرو کو اہم

لہ کما قال اللہ تعالی الیوم نختم علی افواھھم وتکلمنا ایدیھم وتشھد ارجلھم
یعنی قیامت کے دن ہم ان کے منہ پر مہر لگا دینگے اور ہم سے انکے ہاتھ گفتگو کرینگے اور انکے پاؤں گواہی دینگے

تا ز راہِ خاتمِ پیغمبراں ۔۔۔ بو کہ برخیزد ز لب ختمِ گراں

تا چلے کر راہِ ختمِ مُرسلاں ۔۔۔ ٹوٹ جائے لب کی یہ مُہرِ گراں

ختم ہائے کانبیا بگذاشتند ۔۔۔ آں بدینِ احمدی برداشتند

اگلے نبیوں نے جو مُہریں چھوڑ دیں ۔۔۔ دینِ احمد سے وہ مُہریں اُڑ دیں

قفل ہائے ناگشادہ ماندہ بود ۔۔۔ از دمِ اِنَّا فَتَحْنَا برگشود

تھے نہ کھلتے قفل قدرت سے پڑے ۔۔۔ اب وہ سب اِنَّا فَتَحْنَا سے کھلے

او شفیع ست ایں جہان و آں جہاں ۔۔۔ ایں جہاں در دین و آنجا در جناں

ہیں محمد ہی شفیعِ دو جہاں ۔۔۔ دین میں اس جا تو جنت میں وہاں

ایں جہاں گوید کہ تو رہ شاں نما ۔۔۔ آں جہاں گوید کہ تو مہ شاں نما

یہ جہاں کہتا ہے تو ہو رہنما ۔۔۔ وہ جہاں کہتا ہے دے مہ کی ضیا

پیشہ اش اندر ظہور و در کموں ۔۔۔ اِھْدِ قَوْمِیْ اِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ[1]

ظاہر و باطن شعار اُن کا ہوا ۔۔۔ قوم نا دانستہ کو میری رہ دکھا

باز گشتہ از دمِ او ہر دو باب ۔۔۔ در دو عالم دعوتِ او مستجاب

کھل گئے دونوں در اُن کے باب سے ۔۔۔ دونوں عالم میں دعا ہے مستجاب

بہرِ ایں خاتم شدست او کہ بجود ۔۔۔ مثلِ او نے بود و نے خواہند بود

ختم یوں پیغمبری اُن پر ہوئی ۔۔۔ کوئی اُن سا تھا نہ پھر ہوگا کوئی

چونکہ در صنعت برد استاد دست ۔۔۔ نے تو گوئی ختمِ صنعت بر تو ست

کرتا ہے استاد جب صنعت کوئی ۔۔۔ کہتے ہیں بس ختم ہے صنعت گری

در گشادِ ختمہا تو خاتمی ۔۔۔ در جہانِ روح بخشاں حاتمی

خاتموں کا صرف خاتم ہے تو ہی ۔۔۔ روح کی دنیا میں حاتم ہے تو ہی

[1] یعنی اے اللہ میری قوم کو ہدایت کر سبب یہ کہ وہ واقف نہیں ۔

هست اشارات محمدؐ المراد ‏— کل کشاد اندر کشاد اندر کشاد
ہیں اشارات محمدؐ المراد ‏— مشکلات ہر دو عالم کی کشاد

صد ہزاراں آفریں بر جان او ‏— بر قدوم و دور فرزندان او
رحمتیں لاکھوں ہوں ان کی جان پر ‏— اور ہوں ان کے دونوں فرزندان پر

آں خلیفہ زادگان مقبلش ‏— زادہ اند از عنصر جان و دلش
وہ خلیفہ زادگاں مقبل جو ہیں ‏— اُن کی جان و دل سے جو پیدا ہوئے[1]

گر ز بغداد و ہری یا از ری اند ‏— بے مزاج آب و گل نسل وے اند
ہوں وہ بغدادی ہراتی یا رئی[2] ‏— ہیں انہیں کی نسل سے بے سب وہی

شاخ گل ہر جا کہ میروید گل ست ‏— خم مل ہر جا کہ میجوشد مل ست
شاخ گل جس جا اُگے بس ہے گلاب ‏— جس جگہ اُبلے خم ہے سب شراب

گر ز مغرب بر زند خورشید سر ‏— عین خورشید ست نے چیز دگر
گو کہ مغرب سے ہو سورج جلوہ گر ‏— عین سورج ہے۔ نہیں چیز دگر

عیب جویاں را ازیں دم کور دار ‏— ہم بستاریٔ خود اے کردگار
عیب جُوؤں کو بنا دے کور وار ‏— اپنی ستاری سے اے پروردگار

گفت حق چشم خفاش بدخصال ‏— بستہ ام من ز آفتاب بیمثال
قول حق ہے۔ چشم بد خفاش کی ‏— نور سے سورج کے میں نے روک دی

از نظرہائے خفاش کم و کاست ‏— انجم و آں شمس نیز اندر خفاست
آنکھ سے چمگادڑوں کی بے گماں ‏— انجم اور سورج بھی ہیں بالکل نہاں

انجم آمد چوں مرید و شمس پیر ‏— شمس آمد در یقیں بدر منیر
ہیں مرید انجم تو ہے خورشید پیر ‏— بالیقیں ہے شمس ہی بدر منیر

[1] یہ اشارہ خلفائے عباسیہ کی طرف معلوم ہوتا ہے۔

[2] اہل رے۔

پوشیدہ ناموسوں کی برائی

اے ضیاء الحق حسام الدینؒ بیا ۔۔۔ اے صقالِ روح و سلطان الہدیٰ

اے ضیاء الحق حسام الدینؒ آ ۔۔۔ اے جلائے روح! اے شاہِ ہدیٰ

مثنوی را مسرح و مشروح دہ ۔۔۔ صورتِ امثال او را روح دہ

مثنوی پر اک نظر کر لطف کی ۔۔۔ دے مثالوں کو تو اس کی روح بھی

تا حروفش جملہ عقل و جاں شوند ۔۔۔ سوئے خلدستانِ جاں پرّاں شوند

تا حروف اس کے ہوں سب عقل اور جاں ۔۔۔ جان کی جنت کو ہو جائیں رواں

ہم بسعیِ تو ز ارواح آمدند ۔۔۔ سوئے دامِ حرف مستحصر شدند

تو ہی لایا عالمِ ارواح سے ۔۔۔ دام میں الفاظ کے پنہاں ہوئے

باد عمرت در جہاں ہمچوں خضر ۔۔۔ جاں فزا و دستگیر و مستمر

پائے عمرِ خضر تو اے مستمر[۱] ۔۔۔ جاں فزا و دستگیرِ ہر بشر

چوں خضر و الیاسؑ مانی جاوداں ۔۔۔ تا زمیں گردد ز لطفت آسماں

مثلِ الیاس و خضر رہ جاوداں ۔۔۔ لطف سے تیرے زمیں ہو آسماں

گفتمے از لطفِ تو جزوے ز صد ۔۔۔ گر نبودے طمطراقِ چشمِ بد

مجھ میں تیرے لطف کا کرتا بیاں ۔۔۔ چشمِ بد میں گر نہ ہوتیں گرمیاں

لیک از چشمِ بد زہراب دم ۔۔۔ زخم ہائے روح فرسا خوردہ ام

ہیں سنے لیکن چشمِ بد کے زہر سے ۔۔۔ روح فرسا زخم کھائے ہیں بڑے

جز برمز ذکرِ حالِ دیگراں ۔۔۔ شرحِ حالت مے نیارم در بیاں

راس ہے اور دل کی مجھ کو داستاں ۔۔۔ حال تیرا کر نہیں سکتا بیاں

[۱] یعنی ہمیشہ ہمیشہ ۔

این بهانه هم ز دستان دلیست ... که از وخیم پای دل اندر گلیست

یہ بہانہ ہے فریب حسن دل ... جس سے دل میرا ہے ڈوبا ہی پا بہ گل

صد دل و جان عاشق صانع شده ... چشم بد یا گوش بد مانع شده

سو دل و جان عاشق صانع ہوئے ... چشم بد اور گوش بد مانع ہوئے

خود یکے بوطالب آن عم رسول ... می‌نمودش شنعت عربان مهول

تھے ابو طالب جو عم مصطفےٰ ... طعنے سے عربوں کے اُن کو خوف تھا

که چه گویندم عرب کز طفل خود ... او بگردانید دین معتمد

کیا کہیں گے یہ کہ اپنے طفل کے ... کہتے ہیں آکر پھرا ہے دین سے

منصب پدرادو آبا را بماند ... در پی احمد چنین بیره براند

منصب اور ادب ترک اس نے کیا ... پیچھے احمد کے یہ بے راہ چل دیا

آن رسول پاکباز مجتبی ... از پی آن تا رهاند مر ورا

وہ رسول پاک باز و مجتبیٰ ... آتش دوزخ سے کرنے کو رہا

گفتش ای عم یک شهادت تو بگو ... تا کنم با حق شفاعت بهر تو

پھر کہا اس نے شہادت دیجئے ... تا شفاعت کا مجھے موقع ملے

گفت لیکن فاش گردد از سماع ... کل سر جاوز الاثنین شاع

وہ یہ کہتے کہ سن لیگا کوئی ... فتنہ سے کی بات اور کو کھول پھری

من بمانم در زبان این عرب ... پیش ایشان خوار گردم زین سبب

دوں گواہی میں اگر عربی ہیں اب ... ہنسا ہنسے اُن سے جو ذلت کا سبب

لیک گر بودیش لطف ما سبق ... کی بدی این بددلی با جذب حق

ہوتا گر لطف ازل اُن پہ کبھی ... یوں نہ ہوتی جذب حق سے بددلی

لہ یعنی کلمہ شہادت أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ
پڑھ لیجئے ۔

الغیاث اے تو غیاث المستغیث	زین دو شاخہ اختیارات خبیث
تجھ سے ہے فریاد اے فریاد رس	ہیں دو شاخہ اختیارات نفس
من ز دستان و ز مکر دل چنان	مات گشتم کہ بماندم از نشان
دل کے ہاتھوں اور حیلوں سے یہاں	مات ہوں ایسا نہیں میرا نشان
من کہ باشم چرخ با صد کار و بار	زین کمین فریاد کرد از اختیار
میں تو کیا ہوں چرخ بھی با صد وقار	اس سے ہے فریادی سے اختیار
کاے خداوند کریم و بردبار	دہ امانم زین دو شاخہ اختیار
اے خداوند کریم و بُردبار	کر نہ مجھ کو ہیں دو شاخہ اختیار
جذب یک راہہ صراط المستقیم	بہ ز دو راہہ تردد اے کریم
سیدھے رستے پہ لے جانا اے خدا	ہے تردد کے دوراہے سے بھلا
زین دو رہ گرچہ ہمہ مقصد توئی	لیک خود جان کندن آمد این دوئی
گو ہے دونوں راہ کا مقصد تو ہی	یہ دوئی لیکن ہے خود اک جاں کنی
زین دو رہ گرچہ بجز تو عزم نیست	لیک ہرگز رزم ہمچوں بزم نیست
دونوں رستوں کا تو ہی مقصد ہے ہاں	رزم لیکن بزم کی مانند کہاں
در نبی بشنو بیانش از خدا	آیۂ أَشْفَقْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا
سن یہ قرآں میں پیام کبریا	بار اٹھانے سے ڈرے ارض و سما
این تردد ہست در دل چون وغا	کاین بود بہ یا کہ آن حالت مرا
یہ تردد دل میں ہے مثل وغا	حال یہ بہتر ہے یا وہ مرا

لہ قولہ تعالیٰ إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا۔ یعنی ہم نے اپنی ایک امانت آسمان و زمین اور پہاڑوں پر پیش کی پس سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور ڈر گئے مگر انسان نے اس کو اٹھا لیا۔ تحقیق وہ ظالم اور نادان ہے۔

آسمان بار امانت نتوانست کشید — قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

ور تردد ماند زند بر همدگر　　خوف و امید بهی در کر و فر
ہیں تردد میں یہ باہم حملہ ور　　خوف پر امید، خوف امید پر

زین تردد عاقبت حال خیر باد　　ای خدا امر جان ما را کن تو شاد
ہو بخیر اس سے مرا انجام کار　　روح میری شاد ہو اے کردگار

مناجات

ای کریم ذوالجلال مهربان　　دائم المعروف وارث جهان
اے کریم ذوالجلال و مہرباں　　ہے تو ہی مشہور سلطانِ جہاں

یا کریم العفو حی لم یزل　　یا کثیر الخیر شاه بی بدل
اے کریم العفو زندہ۔ لم یزل　　نیکیوں والے خدائے بے بدل

اولم این جزر و مد از تو رسید　　ورنه ساکن بود این بحر ای مجید
اولاً اوّل جزر و مد تو نے دیا　　ورنہ ساکن تھا یہ دریا اے خدا

هم از آنجا کین تردد دادیم　　بی تردد کن مرا هم از کرم
جس طرح تو نے تردد دے دیا　　بے تردد کر کرم سے کبریا!

ابتلام می‌کنی آه الغیاث　　ای ذکور از ابتلایت چون اناث
امتحاں سے ہوں ترے نالہ کناں　　مرد عورت ہو گئے تو امتحاں

تا بکی این ابتلا یا رب مکن　　مذهبی‌ام بخش و ده مذهب مکن
امتحاں کی اے خدا حد بھی کوئی!　　ایک مذہب دے نہ کر دہ مذہبی

اشترم لاغر و هم پشت ریش　　ز اختیار همچو پالان شکل کیش
اونٹ ہے زخمی۔ میں ہوں لاغر شتر　　جیسے ہے بھی ہے مرا پالان بتر

این کژاوه گه شود این سو گران　　آن کژاوه گه شود آن سو کشان
یہ کجاوہ ہے کبھی اس سو گراں　　وہ کجاوہ اس طرف کو ہے کشاں

بشکن از من حبل ناہموار را ۔۔۔ تا بہ بینم روشنی انوار را

بوجھ ناہموار یہ میرا ہٹا ۔۔۔ تا کہ میں دیکھوں چمن انوار کا

ہمچو آں اصحاب کہف از راہ جود ۔۔۔ ہمچو ہم ز ایقاظ لے بل ہم رقود[1]

صورت اصحاب کہف اے رب دیں ۔۔۔ دیکھوں بیداری میں سوتے ہیں نہیں

خفتہ باشم بر یمیں یا بر یسار ۔۔۔ بر نگردم جز چو گوئے بے اختیار

بائیں کروٹ سوؤں میں یا داہنی ۔۔۔ گیند کی صورت ہوں وقت بے بسی

ہم بتقلیب تو تا ذات الیمین[2] ۔۔۔ یا سوئے ذات الشمال اے رب دیں

سیدھی کروٹ سے بدلواتا تو ہی ۔۔۔ بائیں کروٹ پر پھر لے آتا تو ہی

صد ہزاراں سال بودم در مطار ۔۔۔ ہمچو ذرات ہوا بے اختیار

میں اڑا لاکھوں برس تک بار بار ۔۔۔ مثل ذرات ہوا بے اختیار

گر فراموشم شدست آں وقت و حال ۔۔۔ یادگارم ہست در خواب ارتحال

گو بھلا بیٹھا ہوں میں اپنا وہ حال ۔۔۔ یادگار خواب ہے اک ارتحال[3]

میرہم زیں چار میخ چار شاخ ۔۔۔ می جہم در مسرح جاں زیں مناخ

چھوڑتا ہوں چار عنصر کی حدیں ۔۔۔ کودتا ہوں مرغزار روح میں

شیر آں ایام ماضیہائے خود ۔۔۔ می چشم از دایہ خواب اے صمد

دودھ تھا جو عہد ماضی میں پیا ۔۔۔ خواب کی دایہ سے ہوں پھر پی رہا

جملہ عالم ز اختیار و ہست خود ۔۔۔ می گریزد در سر سرمست خود

ساری دنیا اختیار ہست سے ۔۔۔ جاتی ہے مستی کی جانب بھاگ کے

[1] قولہ تعالیٰ تحسبہم ایقاظا وہم رقود یعنی گمان کرے تو اُن پر کہ وہ جاگتے ہیں۔ حالانکہ وہ سوتے ہیں

[2] قولہ تعالیٰ نقلبہم ذات الیمین وذات الشمال، ہم اُن کو سیدھی اور اُلٹی طرف بدل دیتے ہیں +

[3] ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ لے جانا +

تا دمے از ہوشیاری وارہند	ننگ خمر و بنگ بر خود می نہند
تا کہ دم بھر ہوشیاری سے بچا	بھنگ پیتے ہیں کبھی گاہے شراب
جملہ دانستہ کہ ایں ہستی فخ است	ذکر و فکر اختیاری دوزخ است
یہ تو جانا سب نے یہ ہستی ہے دام	اختیار و فکر کا دوزخ تمام
می گریزند از خودی در بیخودی	یا بہ مستی یا بہ شغل اے مہتدی
ہے خودی سے دوڑتے بیخودی	شغل ہو کوئی کہ مستی ہو کوئی
نفس را آں نیستی وا می کشد	زانکہ بے فرمان شد اندر بیہشی
نفس تیرا نیستی میں ہے اسیر	بے ہشی سے تھا وہ نافرمان پذیر
نیستی باید کہ او از حق بود	تا کہ بیند اندراں حسن احد
نیستی حق کی طرف سے ہے بھلی	تا کہ دیکھے تو بہار اللہ کی
لیس للجن و لا للانس اَن	ینفذوا من حبس اقطار الزمن
جن میں یا انساں میں یہ طاقت نہیں	قید عالم سے نکل جائے کہیں
لا نفوذ الا بسلطان الہدی	من تجاویف السموات العلی
ہاں مدد سے گر وہ سلطان ہدا	بھاگ نکلو چھوڑ کر جو تہ سما
لا ہدی الا بسلطان یقی	من حراس الشہب روح المتقی
پھر ہدایت کون دے اس کے سوا	ہے شہابوں سے نگہبان روح کا
ہیچ کس را تا نگردد او فنا	نیست رہ در بارگاہ کبریا
کوئی بھی جب تک نہ ہو جائے فنا	جا نہیں سکتا حضور کبریا

سلہ اس آیہ شریفہ کی طرف اشارہ ہے یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض یعنی اے جن و انسان کی جماعتو! اگر تم کو استطاعت نہیں ہے کہ تم زمین و آسمان کے اطراف سے نکل جاؤ۔

هست معراج فلک این نیستی | عاشقان را مذهب و دین نیستی
ہے یہ معراج فلک سب نیستی | عاشقوں کا دین و مذہب نیستی

پوستین و چارق آمد از نیاز | در طریق عشق محراب ایاز
پوستین و جوتا تھا از روئے نیاز | عشق کے مشرب میں محراب ایاز

گرچه او خود شاه را محبوب بود | ظاهر و باطن لطیف و خوب بود
گو کہ وہ خود شاہ کو محبوب تھا | ظاہر و باطن لطیف و خوب تھا

گشته بی کبر و ریا و کینه | حسن سلطان را بر عشق آئینه
چھوڑ کر وہ کینہ و کبر و ریا | حسن سلطان کا بنا تھا آئینا

چونکه از هستی خود مفقود شد | منتهای کار او محمود شد
اپنی ہستی میں جو خود گم ہو گیا | انتہائے کار میں محمود تھا

زان قوی تر بود تمکین ایاز | کو ز خوف از کبر کردی احتراز
تھی قوی تر اس سے تمکین ایاز | کرتا تھا کبر و ریا سے احتراز

او مهذب گشته بود و آمده | کبر را و نفس را گردن زده
وہ مہذب ہو گیا تھا دیکھ لو | ترک کر کے کبر کو اور نفس کو

یا پی تعلیم می کرد آن حیل | یا برای حکمتی دور از امل
یا وہ حیلے از پئے تعلیم تھے | یا کوئی حکمت تھی دور از [illegible]

یا که پیدا کرد فتح آن شاه پسند | کز نسیم نیستی هستی است بند
یا پسند اس واسطے جوتا کیا | بس نسیم نیستی میں ہے بقا

تا کشاید چشم کال بر نیستی است | تا بیابد آن نسیم عیش و زیست
تاکہ کھولے نیستی کی چشم کو | تا [illegible] اس کو عیش و زیست ہو

لہ یعنی جوتا اور پوستین کے حیلے ۔
۲لہ جوتے اور پوستین رکھنے کی حکمت [illegible]

تا نہ بندد دخمہ بر ایں مردگاں | تا بیاید بوئے عیش آں جہاں
تا نہ گور اُن مردہ لوگوں پہ ہو بند | عیش اس عالم کا آجائے پسند

ملک و مال و اطلس ایں مرحلہ | ہست بر جان سبکرو سلسلہ
ملک و مال اور یہ لباس اور یہ مزے | قید ہیں جانِ سبک سر کے لئے

سلسلۂ زریں بدید و غرہ گشت | ماند در سوراخ چاہے جاں ز دشت
دیکھ کر یہ زنجیر زریں ہے مغرور یہ | روح کو وسعت سے کر رکھا ہے دُور

صورتش جنت بمعنی دوزخے | افعی پر زہر و نقشش گل رخے
ظاہری جنت، جہنم باطنی | سانپ زہریلا ہے صورت ہے بھلی

گرچہ مومن را سقر ندہد ضرر | لیک ہم بہتر بود زانجا گذر
گو نہیں دوزخ سے مومن کو ضرر | ہے مگر اس سے گذرنا خوب تر

گرچہ دوزخ دور دارد زاں نکال | لیک جنت بہتر ای کل حال
گرچہ دوزخ سے نہیں کچھ اضطرار | ہے مگر جنت ہی اچھی خوشگوار

الحذر اے ناقصاں زاں گل رخے | کو بگاہ صحبت آمد دوزخے
ناقصو! اُن گلرخوں سے احترز | وقتِ صحبت جو ہوں مانند سقر

الفرار اے غافلاں زاں گلشنے | کو حقیقت بدترست از گلخنے
بھاگو اس گلشن سے دُور اے غافلو | بھاڑ سے بدتر حقیقت میں جو ہو

زینہار اے جاہلاں زاں گل شکر | کو بسوزاند دہاں را چوں شرر
جاہلو! اس گل شکر سے ہوشیار | جو کہ منہ کو دے جلا مثلِ شرار

چند گویم من ترا کایں ابلہیں | زہر قتال ست زاں دوری گزیں
تجھ سے میں کب تک کہوں یہ ابلہیں | زہر قاتل ہے۔ بچ اس سے بالیقیں

لیک تلخ آمد ترا گفتار من | خواب سنگیں تر ز افسانہ من
تلخ لگتی ہیں تجھے باتیں مری | اور فسانے سے ہے آئی نیند بھی

خواجہ آخر یک زماں بیدار شو ۔۔۔ وز حیاتِ خویش برخوردار شو
خواجہ آخر اک ذرا بیدار ہو ۔۔۔ زندگی سے اپنی برخوردار ہو

ہیں روش برگیر و ترکِ ریش[1] کن ۔۔۔ وز فنا و نیستی تفتیش کن
دین پہ چل کر کے ترکِ ریش تو ۔۔۔ کر فنا و نیستی کی جستجو

ایک غلام کا آقازادی سے عشق

خواجۂ را بود ہندو بندۂ ۔۔۔ پروریدہ کردہ او را زندۂ
ایک خواجہ کا تھا اک ہندو غلام ۔۔۔ پال کر اس کو کیا تھا شادکام

علم و آدابش تمام آموختہ ۔۔۔ در دلش شمعِ ہنر افروختہ
علم و آداب اس نے سیکھے سر بسر ۔۔۔ روشن اس کے دل میں تھی شمعِ ہنر

پروریدہ از طفولیت بناز ۔۔۔ در کنارِ لطفش آں اکرام ساز
پالا تھا بچپن سے اس کو ناز سے ۔۔۔ گود میں راحت کی اس باہنر نے

بود ہم ایں خواجہ را یک دخترے ۔۔۔ سیم اندامے گشے خوش گوہرے
ایک لڑکی بھی تھی خواجہ کی حسیں ۔۔۔ خوش خرام و سیم تن گوہر جبیں

چوں مراہق گشت دخترِ طالباں ۔۔۔ بذل می‌کردند کابینِ گراں
جب ہوئی بالغ تو طالب شوق سے ۔۔۔ مہر اس کو قیمتی دینے لگے

می رسید از جانبِ ہر مہترے ۔۔۔ بہرِ دختر ہم پیامِ خواہش گرے
آئے ہر مہتر کی جانب سے ہزار ۔۔۔ دیں پیام اس مہ لقا کے خواستگار

گفت خواجہ مال را نبود ثبات ۔۔۔ روز آید شب رود اندر جہات
بولا خواجہ مال کو کب ہے بقا ۔۔۔ دن کو آئے رات کو جائے چلا

[1] یعنی محض داڑھی بڑھا لینے سے کچھ فائدہ نہیں بلکہ روشِ اسلام پر چلنے سے فائدہ ہے ۔

حسن صورت ہم ندارد اعتبار / کہ شود زرد از یکی تب چہرہ یار

حسن صورت کا بھی کیا ہے اعتبار / زرد پڑ جاتا جو کھائے زخم یار

سہل باشد نیز حسن زادگی / کو بود شہرہ بحال از سادگی

ہے یہ حسن زادگی بھی سہل تر / سادہ لوحی سے ہے نخوت مال پر

اے بسا حسن پسر کہ شود شہر / شد ز فعل زشت خود ننگ پدر

ہیں بہت اپنے ہنر بیٹوں کے بیچ / جو پڑے فعلوں سے باپ ننگ پدر

بے ہنر را نیز اگر چہ شد نفیس / کم بود ... ابلیس

بے ہنر ہر چند ہوتا ہے بھلا / حال شیطان سے ہے گر عبرت کی جا

علم بود و لیک چون نبود عشق دین / و ندید از آدم الا نقش طین

علم تھا اور تھا نہ عشق دین مگر / نقش خاکی آدم آئے نظر

گرچہ والی وقت علم است ای بلی / ز آنکہ کشا باز دید و عیب پنہان

مشکلات علم ہے حق اس کے ایں / کب مگر کھلتی ہے چشم عیب بیں

او ز شیطان ... / از معرفت پیدا ... بیش

... و دستار اس کو آتی ہے نظر / پر وہ ... ہے وہ کی بینشی مگر

عارفا تو از معرفت فارغی / خود ندانی کہ تو ربانی

ہے معرفت سے تو اے عارف بری / نور روشن ذات سے ہے خود ہی تیری

کار تقوی دارد و دین و صلاح / کز دو باشد بود عالم فلاح

کام ہے تقوی سے یا دین و صلاح / جس سے ہے دین اور دنیا کی فلاح

گر رسد یا وصل خواہ اختیار / کز بر او ... و نہار

کر لیا داماد اک آخر اختیار / تھا جو مخصوص ... و باوقار

پس نگہ کن ... اہل البیت / کو ز تقوی و حسن استقلال ...

غور کر ... کہ وہ کتنا کمال ہے / اس میں ہیں کب حسن اور استقلال ہے

گفت اینہا تا نج نہ بیند صد ولیا	بیند او ... سست صد عزیز
بولا خواجہ یہ نہیں سب ناگفتنی دلیا	ہے نہ دی ... وہ ...
چوں بہ پیچد سر زنج و خفتر گشتہ فاش	دست پیاں و نشانی و فراش
کر شتولی سے عقد و ... ہو گیا	سب نشانی اور چڑھاوا آ پہنچا
پس غلام خواجہ کاندر خانہ بود	گشت بیمار و ضعیف و زار زود
پس جو تھا خواجہ کے گھر میں وہ غلام	ہو گیا بیمار و غمگین زار تمام
ناچو بیمار ... و سے گداخت	علت او را طبیب ... شناخت
مثل ... کے وہ گھلنے لگا	چارہ گر علت سے کچھ نہ آشنا
عقل می گفتہ کہ رنجش از دل است	دارویش جز درد غم دل باطل است
عقل کہتی تھی سبب اس کا دل ملول	ہے دوا سے فائدہ غم دل میں فضول
آں غلام خستہ می زد از حال خویش	کہ جہت آمد اندر سینہ ریش
حال اپنا کچھ نہ کہتا تھا غلام	کہ سینہ اس کا نہ تھی ... تمام
گفت خاتوں را شبے شوہر کہ تو	باز پرس اندر خلا احوال او
بیوی سے اک رات شوہر نے کہا	تو پوچھ خلوت میں تو اس کا حال جا
تو بجائے مادرے او را بود	گر غم خود پیش تو پیدا کند
تو تو ہے ماں کی جگہ اس کے لئے	تیرے سے آگے شاید اپنا غم کہے
چونکہ خاتوں کرد در گوش ایں کلام	روز دیگر رفت نزد آں غلام
جب سنا بیوی نے شوہر کا کلام	دوسرے دن وہ گئی پاس غلام
آں چناں کہ مادران مہرباں	نرم کردش تا در آمد در بیاں
جیسے مثال مادر ان مہرباں	اس سے کی نرمی کہ کچھ کر دے بیاں

سلہ یعنی خواجہ نے اپنی بیوی سے کہا ؛

هم سرش را شانه میکرد آن ستی — یاد و صد مهر و دلال و دوستی
اس کے سر میں اس نے کنگھا بھی کیا — سو طرح پیار اور محبت سے کہا

گفت امید من از تو این نبود — کہ دہی دختر بہ بیگانہ عنود
بولا مجھ سے یہ توقع تو نہ تھی — دے گی غیروں کو تو اپنی لاڈلی

خواجہ زادہ ما و ما خستہ جگر — حیف نبود کو رود جائے دگر
خواجہ زادی ہے وہ ۔ ہیں خستہ جگر — حیف ہے جائے اگر اوروں کے گھر

خواست آن خاتون ز خشمے کامدش — کہ زند وز بام زیر اندازدش
اس نے چاہا ۔ آیا جو غصہ اسے — مار کر کوٹھے سے نیچے پھینک دے

کو کہ باشد ہندوِ مادر غرے — کہ طمع دارد ز خواجہ دخترے
ہیں! یہ بچہ زادہ اک ہندو غلام — لے ہوس سے دختر خواجہ کا نام

گفت صبر اولی بود خود را گرفت — گفت با خواجہ کہ بشنو این شگفت
صبر کر کے وہ گئی خاموش ہو — اور کہا خواجہ سے لو طرفہ سنو!

این چنین گرائے خائن را ببین — ما گمان بردہ کہ او باشد امین
کس قدر خائن ہے یہ سفلہ غلام — ہم امیں سمجھے ہوئے تھے لا کلام

حال خود را این چنین گفت او مرا — خواستم کز خشم بکشم مرورا
حال اپنا اس نے کچھ ایسے کہا — چاہتی تھی میں اسے کر دوں فنا

خاتون کو خواجہ کا جواب

گفت خواجہ صبر کن او را مگو — کہ ازو ببریم و بد باشد بتو
بولا خواجہ صبر کر اور کہہ بھی دے — ہم چھڑا کر اس سے دے دینگے تجھے

تا بمکر این ز دلش بیرون کنم — تو تماشا کن کہ دفعش چون کنم
بس کسی حیلے سے کر دوں گا نفور — دیکھ تو کس ڈھب سے کر دیتا ہوں دور

تو دلش خوش کن بگو میداں درست ۔ کہ حقیقت دختر ما آنِ تست

اُس کے خوش کرنے کو کہدے۔ مان لے ۔ ہے مری دختر یہ تیرے ہی لئے

ما ندانستیم اے خوش مشتری ۔ چونکہ دانستیم تو اولیٰ تری

ہم سمجھتے تھے نہ تجھ کو مشتری ۔ اب جو سمجھے ہیں تو ہے اَولیٰ تو ہی

آتشِ ما ہم دریں کانونِ ما ۔ لیلیِ آنِ ما و ہم مجنونِ ما

آگ اپنی اپنے چولہے میں رہی ۔ یعنی لیلےٰ بھی ہماری، قیس بھی

تا خیال و فکر چوں بروے زند ۔ فکرِ شیریں مرد را فربہ کند

جب خیال و فکر ایسا دل میں آئے ۔ فکرِ شیریں اسکو موٹا کر دکھائے

جانور فربہ شود لیک از علف ۔ آدمی فربہ ز عزت و شرف

جانور کی فربہی ہے گھاس سے ۔ آدمی موٹا ہو عزت سے ویسے

آدمی فربہ شود از راہِ گوش ۔ جانور فربہ شود از حلق و نوش

کان کے رستے ہو موٹا آدمی ۔ جانور کھانے سے موٹے ہوں سبھی

گفت آں خاتوں کزیں ننگیں ہیں ۔ خود زبانم مے نجنبد ایں چنیں

بولی عورت ۔ ہیں یہ باتیں شرمناک ۔ پھر زبان آئے کی کیا حرکت میں خاک

ایں چنیں ژاژی چہ خایم بہرِ او ۔ گو بمیر ایں خائنِ ابلیس خو

کیوں میں بیہودہ بکوں اُس کے لئے ۔ خائن و لعین، مرتا ہے، مرے

گفت خواجہ نے مترس و دم دہش ۔ تا رود علت ازو زیں لطفِ خوش

بولا خواجہ، تو نہ ڈر، دم اس کو دے ۔ تا مرض اس لطف سے جاتا رہے

دفعِ او وادہ ببر ابر من نویس ۔ ہاں کہ صحت یابد ایں باریک ریس

پھیرے تو ہے پھر اُس کا دفع حال ۔ پائے تا صحت یہ بیہودہ خیال

چوں بگفت آں خستہ را خاتوں چنیں ۔ شد نگنجید از تبختر بر زمیں

جا کے عورت نے جو سمجھایا اُسے ۔ وہ نہ جامے میں سمایا جوش سے

فربہ و زفت آمد و سرخ و شگفت — چوں گل سرخ و بہاراں شکر گفت

موٹا تازہ سرخ ہو کر کھل گیا — مثل گل اور شکر پھر سے ادا کیا

گر گہے می گفت گلے خاتون من — کہ بیا دا باشد ایں افسون و فن

وہ کبھی کہتا تھا اے بی بی سنو — یہ کہیں حیلہ نہ ہو یہ افسوں یا ٹونا ہو

لیک خاتون چشم از تفتیش کرد با — ور پئے آنیم فارغ باش ما

لیکن عورت اس سے کہتی کہ ہم — ہیں اسی تدبیر میں تو غم نہ کر

خواجہ چوں آں دید کو سرخ و زفت گشت — رفت اندیشہ غلط و آمد بگشت

خواجہ نے دیکھا جو تازہ دم ہے — اور سب دکھ درد اس کے ہمیشہ کو گئے

اودش[ا] ... بتز و ... فسوس — تا فزود بیشد نشاطش چوں دنیا

دم دلاسوں سے کیا پھر شادماں — مثل مرغ اس میں پڑا دوا اور مستیاں

خواجہ جمعیت بکرد و دعوتے — کہ ہمی سازم فرخ را وصلتے

خواجہ نے پھر جمع دونوں کو کیا — اب فرخ کا عقد ہے تا ہم جوڑا

تا جماعت مژدہ دادندش گلی — کاے فرخ بادت مبارک اتصال

مژدہ لوگوں نے دیا ہو کر نہال — اے فرخ تجھ کو مبارک ہو وصال

تا یقیں شد مر فرخ را ایں سخن — علت از وے رفت کل از بیخ و بن

سمجھ فرخ کو جو یقیں سا ہو گیا — دکھ گیا سب اور اچھا ہو گیا

بعد ازاں اندر شب عشرت لگن — از مرے بست حنا چوں زن

رات جب عشرت کی آئی کر کے فن — اونڈے کے مہندی لگائی مثل زن

پس نگارش کرد ساعد چوں عروس — تا کیاں بنمودش و اوش خروس

پھر دلھن کی طرح ہاتھوں کو رنگا — مرغی دکھلا کر اسے مرغا دیا

[ا] غلام کا نام ہے۔

مقنعه و چادر عروسانه نکو | گنگ اس مرد را پوشانید او

چادر اور کپڑے عروسانہ نئے یاں | اک قوی ہیکل تھا کھٹ نکٹ میں نہاں

شمع را آنگاه خلوت کرد و گشت | مانند هندو با چنان گنگ درشت

شمع وہی جلادی سے خلوت میں بجھا | خادم اس مرد قوی کے پاس تھا

هندوک فریاد می کرد و فغان | وز برون نشنید کس از لف نان

کور سا تھا وہ غلام آہ و فغاں | کون سنتا بیچ رہی تھیں تالیاں

ضرب کف و دف نعره مرد و زن | کرد پنهان نعرهٔ آن نعره زن

شہ بجاتے تالی اور دف مرد و زن | غل میں غائب تھی فغان نعرہ زن

تا به روز آن هندوک را می فشارد | چون بود پیش سگ انبان آرد

صبح تک اس نے جھنجھوڑا خوب سا | جیسے کتا چیرے تھیلا آرد کا

روز آوردند طاق و بوق و رفت | رسم آمد و آن فرخ حمام رفت

بھاری جوڑا صبح دم لایا گیا | اور فرخ حمام کو رستا چلا

رفت در حمام بس رنجور جان | کون دریده همچو دلق توبیان

وہ گیا حمام - با صد بیکسی | کون گدڑی رہزنوں کی بن گئی

آمد از حمام در گردک فسوس | پیش او بنشست دختر چون عروس

آیا پھر خرگاہ[2] میں حمام سے | اور دلھن آ بیٹھی اس کے سامنے

مادرش آنجا نشسته پاسبان | که مبادا او کند زو امتحان

ماں بھی بیٹھی پاس بن کر پاسبان | وہ مبادا دن میں کر لے امتحان

ساعتی شد سوی نظر کرد از عناد | وانگهان بر هر دو دستش بر داد

دیکھتا کچھ دیر تک اس کو رہا | کر کے نفرت اس کو پھر دی بددعا

---

۱ [illegible]

۲ حجلہ عروسی کو خرگاہ کہا ہے ۔

گفت خود را کس مبادا اتّصال ۔۔۔ با چو تو ناخوش عروس بد خصال

ہو نہ تجھ سے کوئی مانوس وصال ۔۔۔ اے عروس ناگوار و بد خصال

روز زیبا چون نکویان تتر ۔۔۔ کیر زشتت شب بتر از کیر خر

تو تماری چونکہ دن کو ہے مگر ۔۔۔ رات کو ہے کیر تیرا کیر خر

ہر شخص اس غلام کی طرح ہے

ہمچنیں جملہ نعیم ایں جہاں ۔۔۔ بس خوشست از دور پیش از امتحاں

ہیں یہ سب ایسی ہی لذاتِ جہاں ۔۔۔ دور سے بہتر ہے ان کا امتحاں

می نماید در نظر از دور آب ۔۔۔ چوں روی نزدیک آں باشد سراب

دور سے دیکھو نظر آتا ہے آب ۔۔۔ پاس جب جاؤ تو نکلے گا سراب

گندہ پیر است و از بس چاپلوس ۔۔۔ خویش را جلوہ دہد چوں نو عروس

ہے یہ دنیا اک پرانی چاپلوس ۔۔۔ جلوہ گر ہوتی ہے مانند عروس

ہاں مشو مغرور ایں گلگونہ اش ۔۔۔ نیش نوش آلودہ او را مچش

اس کے گلگونہ پہ تو نازش نہ کر ۔۔۔ نیش[1] نوش آلود ہے چکھنے سے ڈر

تا نیفتی چوں فرج اندر حرج ۔۔۔ صبر کن کالصّبر مفتاح الفرج

تا نہ تو مثل فرج ہو مبتلا ۔۔۔ صبر کر ہے صبر حلّال صد بلا

آشکارا داں نہ پنہاں دام او ۔۔۔ خوش نماید ز اوّلت انعام او

جال ظاہر اس کا ہے پنہاں نہیں ۔۔۔ اوّلاً لذّت ہے اس کی بہتریں

چوں بپیچی در بدام اے بے بہا ۔۔۔ چند نالی در ندامت زار زار

اور جب تو جال میں پھنس جائے گا ۔۔۔ پھر تو روئیگا کبھی اور پچھتائے گا

[1] یعنی نیش پر نوش کا رنگ چڑھا ہوا ہے ؀

نامِ میری و وزیری و شہی | نیست الا درد و مرگ جان دہی

یہ امیری و وزیری اور شہی | درد ہے اور موت ہے یا جان دہی

بندہ باش و بر زمیں رو چوں سمند | چوں جنازہ نے کہ بر گردن نہند

بندہ بن اور چل زمیں پر اسپ سماں | چڑھ نہ سر کندھوں پر جنازہ جیسے ناں

جملہ را حمال خود خواہد کفور | بار بر مردم کشتہ چوں اہل قبور

چاہیں سوار اوروں پہ ناشکرے نفور | بار ہیں مردم صورت اہل قبور

بر جنازہ ہر کرا بینی بخواب | فارس منصب بود عالی رکاب

جو جنازے پہ ہو کوئی بیچ خواب | تو سوار اس کو سمجھ عالی رکاب

زانکہ آں تابوت بر خلق است بار | بار بر خلقاں نہادند ایں کبار

کیونکہ وہ تابوت ہے خلقت پہ بار | بار یاں خلقت پہ رکھتے ہیں کبار

بارِ خود بر کس منہ بر خویش نہ | سروری را کم طلب درویش بہ

بار اپنا جس طرح ہو خود اٹھا | خوب درویشی ہے سرداری ہے کیا

مرکبِ اعناق مردم را مپائے | تا نیاید نقرست اندر دو پائے

تو نہ ہو لوگوں کی گردن پر سوار | تا نہ پیدا درد ہو پاؤں میں یار

مرکبے را کآخرش تو وادہی | کہ بشہرے مانی و ویراں دہی

ہر سواری کو ہے آخر چھوڑنا | شہر دیں کر کیوں ہے ویرانہ بنا

وادہش اکنوں کہ چوں شہرت نمود | تا نباید رخت در ویراں گشود

چھوڑ اسے جو شہر آتا ہے نظر | تا نہ ویرانے میں ہو تیرا گذر

وادہش اکنوں کہ صد بستانت ہست | تا نمانی عاجز و ویراں پرست

چھوڑ اس کو باغ ہیں سینکڑوں | تا نہ تو ویران اور عاجز ہو رہوں

گفت پیغمبر کہ جنت از الٰہ | گر ہمے خواہی ز کس چیزے مخواہ

ایسے سرور نے کہا جنت ہے اگر | تو کسی سے کچھ نہ مانگ اے بےخبر

چون نخواهی من کفیلم مر ترا	جنت المأوی و دیدار خدا
میں ہوں ضامن، پھر تجھے ہوگا عطا	جنت الفردوس، دیدار خدا
آن صحابی زین کفالت شد عیار	تا یکی روزی که گشته بد سوار
اک صحابی نے کیا جب امتحاں	تو سواری پر وہ نکلے ناگہاں
تازیانہ از کفش افتاد راست	خود فرود آمد ز کس چیزی نخواست
ہاتھ سے کوڑا جو اُن کے گر پڑا	خود ہی اُترے اور لیا اس کو اُٹھا
آنکہ از دادش نیاید ہیچ بد	داند او بے خواہشی خود میدہد
جو یہ جانے یہ نہیں داد و عطا	بے طلب دیتا ہے وہ ہے جانتا
ور بامر حق بخواہی ہم رواست	آن چنان خواہش طریق انبیاست
امرِ حق سے مانگنا بھی ہے روا	ایسی خواہش ہے طریقِ انبیا
بد نماند چون اشارت کرد دوست	کفر ایمان شد چو کفر از بہر اوست
بد کہاں؟ جب ہوں اشارے دوست کے	کفر ایماں ہے جو ہو اس کے لئے
ہر بدی کہ امر او پیش آورد	آن ز نیکی ہای عالم بگذرد
جو بدی ہو حکم سے اُس کے عیاں	پست ہیں اُس سے جہاں کی نیکیاں
زان صدف گر خستہ گردد نیز پوست	دہ بدہ کہ صد ہزاران دُر دروست
اُس صدف سے ہو جو خستہ جسم بھی	[illegible] مت - اس میں ہیں موتی لاکھوں ہی
این سخن پایان ندارد باز گرد	سوئے شاہ[1] و ہم مزاج باز گرد
اس سخن کی حد نہیں، پھر لوٹ جا	سوئے سلطان[1] و مزاجِ بے بقا
باز رو در کان چو زر دہ دہی	تا رہد دستان تو از دہ دہی
زرِّ خالص کی طرح مل کان سے	تا تجھے نفریں سے چھٹکارا ملے

[1] سلطان مراد رُوح سے ہے۔ اور بدل جانے والا مزاج "نفس" کو کہا ہے۔

صورتِ بد را چو در دل رہ دہند | از ندامت آخرش ہم وہ دہند
صورت بد کو جو دل میں راہ دیں | ترک پھر اس کو ندامت سے کریں

دزد را چوں قطع کشتی شد ید | ذوق دزدی را چو زاں شد ناپدید
ہاتھ کٹنے کا جو کہ ہو چور کو | ذوق سے چوری کے کیوں تائب نہ ہو

دیدہ وہ داداں از دستِ حزیں | وہ بداون بیں بریدہ دست بیں
ہاتھ سے جاتے ہوئے دیکھا وسے | اب گئے ہاتھوں سے دنیا دیکھ لے

ہمچنین قلاب و توبی در لوشد | وقت تلخی عیش را وہ میدہند
بس یہی خوبی دیکھا بار اور بڑھے | وقت تلخی عیش سے تارک ہو گئے

توبہ ہا آرند ہم پروانہ وار | باز نسیاں میکشد شاں سوئے کار
توبہ کو کرتے ہیں وہ پروانہ وار | بھول کر کرتے ہیں پھر کام اختیار

ہمچو پروانہ ز دور آں نار را | نور دیدہ بستہ آں سو بار را
دور سے پروانوں نے دیکھی جو نار | نور جانا اور ہوئے اس پر نثار

چوں بیامد سوخت پرش اگریخت | باز چوں طفلاں فتاد و ہم ریخت
جب گرے اور پر جلے بھاگے ہیں | پھر گرے طفلانہ رو دھو کر جلے

بار دیگر بر گماں و طمع سود | خویش را زد بر لہیب شمع زود
حرص اور لالچ میں پڑ کر بیچارے | شمع کے شعلوں پہ گرتے ہیں دوان

بار دیگر سوخت ہمچنیں بجست | باز کردش حرص دل ناسی و مست
لوٹ جاتے ہیں جو پھر بھی جلتے ہیں ہمہ | دور کیا پھر حرص نے مستا و دلے [illegible]

آں زماں کز سوختن وا میجہد | ہمچو ہندو شمع را وہ میدہد
جلتے جلتے پھر جو بچتا ہے وہ خام | ہو کے شمع کو [illegible] غلام

کای رخت تاباں چو شمع دلفروز | وی صحبت کاذب غرور سوز
تیرا رخ [illegible] ہے مثل شمع دلفروز | صحبت کاذب ہے غرور سوز

بازِ ازیادش برو و توبہ واشکن	کہ موھن الرحمٰن کید الکافرین
نالہ و توبہ کو پھر سے بھول جا	کید[١] کافر سست کرتا ہے خدا

کُلَّمَا اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ[٢] کی تفسیر

کُلَّمَا هُمْ اَوْقَدُوْا نَارًا لِوَغٰی	اَطْفَاهَا اللّٰهُ نَارَهُمْ حَتّٰی انْطَفٰی
آگ جب روشن لڑائی کی ہوئی	تو اُسے حق نے بجھایا۔ بجھ گئی
عزم کردہ کہ دلا اینجا بایست	گشتہ ناسی عزم زاں عزم نیست
عزم کرتے ہیں نہ رک اے دل یہاں	بھولتے ہیں۔ عزم صادق ہے کہاں
چوں نبودش تخم صدقے کاشتہ	حق براں نسیان او بگماشتہ
راستی کا بیج جب بویا نہ تھا	حق نے اُن پر بھول کو غالب کیا
گرچہ بر آتش زنہ دل میزند	آں ستارہ اش کفِ کل میزند
دل تو ہے لوٹا ہوا چقماق پر	وہ بجھاتے آگ کو اس کی مگر

ایک خواجہ اور ایک چور

رفت دزدے شب بخانہ یک رگ	از رہِ پنہاں درآمد چوں گرگ
چور اک شب کو کسی کے گھر گیا	راہ پوشیدہ سے جیسے بھیڑیا
صرفہ بشنید شب آں معتمد	برگرفت آتش زنہ کاتش زند
کھٹکے کی جب صدا اس نے سنی	روشنی کو خواجہ نے چقماق لی

[١] قولہ تعالیٰ:- اِنَّ اللّٰہَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكَافِرِيْنَ۔ یعنی تحقیق اللہ کافروں کے مکر کو خوار اور سست کر دیتا ہے۔

[٢] قولہ تعالیٰ:- كُلَّمَا اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ۔ یعنی جب کبھی انہوں نے لڑائی کی آگ بھڑکائی۔ اللہ نے بجھا دی۔

می‌زد آتش بہر شمع افروختن	تا سر آواز را بنشاند علن
آگ بہر شمع تھا وہ جھاڑتا	تا بٹھا لے چور کی آواز کا
دزد آمد در زماں پیشش نشست	چوں گرفتے سوختہ کردیش پست
پھر بیٹھا آ کے اس کے سامنے	سوختے کو تا کہ اس کے گل کرے
مے نہاد آنجا سر انگشت را	تا شود استارۂ آتش فنا
رکھ دیا اس جا پہ انگلی کا سرا	جس سے نکلے ہی نہ شعلہ آگ کا
تر ہمے کرد او سر انگشت را	زاں صبح آں استارہ را کردے فنا
تر وہ کر لیتا تھا انگلی کا سرا	اس طرح کرتا تھا شعلے کو فنا
خواجہ مے پنداشت کو خود میمرد	ایں نمے دید آں کہ دزدش میبرد
خواجہ سمجھا بجھ رہی ہے آپ سے	یہ نہ سمجھا ہے بجھاتا چور اسے
خواجہ گفت ایں سوختہ نمناک بود	مے مرد استارہ از تریش زود
خواجہ سمجھا سوختہ شاید ہے تر	روشنی بجھ اس تری کا ہے اثر
بسکہ ظلمت بود تاریکی بہ پیش	مے ندید آتش کشے را نزد خویش
تھی جو ظلمت اور تاریکی بڑی	کچھ خبر گل کرنے والے کی نہ تھی
ایں چنیں آتش کشے اندر دلش	دیدۂ کافر نبیند از عمش
ایسا آتش کش ہے دل میں بھی نہاں	جو نہیں ہے چشم کافر پر عیاں
چوں نمے داند دل دانندۂ	ہست با گردندہ گردانندۂ
جانتا آگاہ دل ہے واقعی	پھیرنے والے کو پھیرا تا ہے کوئی
چوں نمے گوئی کہ روز و شب بخود	بے خداوندے کے آید کے رود
کیوں نہیں کہتا کہ یہ دن اور رات	کیونکر آتے جاتے ہیں بے حکم ذات
گرد معقولات مے گردی ببیں	ایں چنیں بے عقلی خود اے مہیں
گرد معقولات تو پھرتا ہے دیکھ	اپنی بے عقلی پہ کیوں بھولا ہے دیکھ

خانه با بنا بود مفعول تر | با که بے بنا گواست بے ہنر

گھر بنے معمار سے مفعول تر | یا کہ بے معمار ۔ بول اے بے ہنر!

خانه با ایں بزرگی و وقار | کے بود بے اوستادے خواستگار

ایسا گھر اتنا بلند و باوقار | ہوگا بے استاد کیونکر پائیدار

خط با کاتب بود مفعول تر | یا که بے کاتب بیندیش اے پسر

خط تو ہے کاتب ہی سے مفعول تر | یا کہ بے کاتب؟ ذرا سوچ اے پسر

جیم گوش و عین چشم و میم فم | چوں بود بے کاتبے اے محتشم

میم[1] منہ کا ۔ جیم گوش ، عین آنکھ کا | کیسے بے کاتب کے ہے لکھا گیا

شمع روشن بے ز گیرانندهٔ | یا بگیرانندهٔ دانندهٔ

شمع گیرانندہ سے روشن ہوئی | یا بغیر اس کے ۔ سمجھ تو اے اخی!

صنعتے خوب از کفے شل ضریر | باشد اولیٰ یا ز گیرائے بصیر

دستِ نابینا کی صنعت ہے بھلی | یا کسی اہل نظر کے ہاتھ کی

پس چو دانستی که قدرتها کنند | بر سرِ شاں و بوی محنتہا ہمے زنند

پس جو تجھ کو قدر کا احساس ہے | گر ز محنت سے اگر چہ پاس ہے

پس تو کن دفع چو نمرود مے جنگ | سوئے او کش در ہوا تیرِ خدنگ

مثل نمرود اس سے لڑ کر دفع کر | تیر پھینک اس کی طرف با شور و شر

پانچواں قوم مغل بر آسمان | تیر ہے اندازہ ہمہ شرع چال

صورت قوم مغل تا آسمان | تیر پھینک اور اس کی لے اس طرح جان

یا گریز از وے اگر طاقت برد | چوں ندی چوں رکعت او بی گرد

بھاگ سکتا ہے تو اس سے بھاگ جا | ہاتھ میں اس کے ہے تو بھاگے گا کیا

[1] یعنی منہ مثل میم کے ہے کان مثل جیم کے ۔ اور آنکھ مثل عین کے ہے ۔ تو آخر یہ حروف نفیس لکھے کس طرح جسم پر کس طرح نمایاں ہو گئے ۔ [2] جلانے والا ۔

در عدم بودی نرستی از کفش | از کف او چون رہی اے دست خوش

تو عدم میں بھی اسی کا تھا اسیر | ہاتھ سے اس کے نہ ہوگا راہ گیر

آرزو جستن بود بگریختن | پیش عدلش خون تقوی ریختن

آرزو کا ڈھونڈنا ہے بھاگنا | خون تقوی پیش عدل کبریا

این جہان دام است و دانہ اش آرزو | در گریز از دامہا روی آر زود

یہ جہاں ہے دام دانہ آرزو | حرص کے دانوں سے فوراً بھاگ تو

چون چنین رفتی بدیدی صد کشاد | چون شدی در ضد آن دیدی فساد

جب سے چلنے لگا یوں تو پائے گا مراد | پڑ گیا ضد میں تو دیکھے گا فساد

چون شدی قصد پای ضد آں | ضد را از ضد شناسد اے جواں

ضد میں ور کر رنگ ضد ہوگا بیاں | ضد سے ضد کو جانتے ہیں اے جواں

پس پیمبر گفت استفتوا القلوب | گرچہ مفتی شان برون گوید خطوب

قول پیغمبر ہے دل سے پوچھ لے | گو کہ مفتی کہتے ہی خطبے پڑھتے

حدیث استفت قلبک کا بیان

گفتہ است استفت قلبک آں رسول[1] | گرچہ مفتی برون گوید فضول

کہتے ہیں یہ دل سے فتوی مصطفیٰ | گو کہے بیہودہ بھی مفتی تو کیا

آرزو بگذار تا رحم آیدش | آزمودم کاین چنین می بایدش

آرزو چھوڑے تو رحم آتا ہے | آزما کر دیکھا امتحاں یہ چاہیئے

چون نتانی جست پس خدمت کنش | تا روی از حبس او در گلشنش

تو نہیں بچ سکتا تو خدمت اس کی کر | تا کہ چھوٹ زنداں سے گلشن میں گذر

[1] استفت قلبک ولو افتاک المفتون یعنی اپنے دل سے فتوی لے اگرچہ مفتی کیسا ہی مقبول فتوی دے ۔

دمبدم چوں تو مراقب می شوی — داد می بینی تو داور اے غوی

جب توجہ تو کرے گا دمبدم — دیکھے گا اس کے الطاف و کرم

ور ببندی چشم خود را از احتجاب — کار خود را کے گذارد آفتاب

اور اگر آنکھوں پہ ڈالے گا حجاب — کام چھوڑے گا نہ اپنا آفتاب

باز راں سوئے ایاز و رتبتش — واں فضیلت وز کمال رفعتش

کر ایاز اور اس کے رتبے کا بیاں — وہ فضیلت جس سے رفعت تھی عیاں

ایاز و محمود

چوں امیراں از حسد جوشاں شدند — عاقبت بر شاہ خود طعنہ زدند

جب امیروں کو ہوا جوشِ حسد — شاہ کو دینے لگے طعنے وہ بد

کایں ایاز تو ندارد سی خرد — جامگی سی امیر او چوں برد

جب نہ عقلیں تیس ایاز اپنی رکھے — تیس امیروں کا وظیفہ کیوں لے

شاہ بیروں رفت با آں سی امیر — سوئے صحرا و کہستاں صید گیر

نکلے ہمراہ تیس امیر انجام کار — شاہ صحرا کو گیا بہر شکار

کاروانے دید از دور آں ملک — گفت امیرے را کہ رو اے مؤتفک

دیکھا شہ نے دور سے اک قافلا — اک امیرِ بدگماں سے یوں کہا

رو بپرس آں کارواں را بر رصد — کز کدامیں شہر اندر مے رسد

جا کے پتا اس قافلے سے پوچھ لے — وہ ادھر وارد ہوا کس شہر سے؟

رفت و پرسید و بیامد کہ ز رے — گفت عزمش تا کجا درماند وے

وہ گیا۔ آیا۔ کہا "رے سے شہا" — پوچھا "جائیگا کہاں؟" وہ چپ رہا

دیگرے را گفت رو اے بوالعلا — باز پرس از کارواں کہ تا کجا

بھیجا اور اک آدمی، ہاں اسے چولا — قافلے سے پوچھ "جائیگا" کہاں؟

رفت و آمد گفت تا سوئے یمن — گفت رختش چیست آں اے مؤتمن
وہ گیا، آیا، کہا "سوئے یمن" — پوچھا کیا ساماں ہے، بہرہ کر سخن؟
ماند حیراں گفت با میرے دگر — کہ برو وا پرس رخت آں نفر
تھا وہ حیراں، تیسرا بھیجا امیر — دیکھ کیا لاتے ہیں ساماں راہ گیر
باز آمد گفت از ہر جنس ہست — اغلب آں کاسہائے رازیست
ہے ہر اک جنس اس نے آ کر کہدیا — ہیں مگر رستے کے پیالے کچھ سوا
گفت کے بیروں شدند از شہرِ رے — ماند حیراں آں امیرِ سست پے
پوچھا یہ رستے سے ادھر کب تھے چلے؟ — تھا تحیر میں امیر اب کیا کہے
آں دگر را گفت رو وا پرس حال — تا کہ کے بودہ است نقل کارواں
پوچھنے کو بھیجا کہ جا کر پوچھ حال — کب ہوا ہے رستے سے نقل کارواں؟
باز گشت و گفت ہفتم از رجب — گفت در رے چیست تسعیر العنب
لوٹا اور کہنے لگا ہفتم رجب — پوچھا شہ نے نرخ کیا ہے لیتے ہیں اب
چوں نمی دانست دیگر دم نزد — شہ فرستاد آں دگر را زاں عدد
چونکہ وہ واقف نہ تھا بس چپ ہوا — انہیں سے اک اور پھر بھیجا گیا
ہمچنیں تا سی امیر و بیشتر — سست رائے ناقص اندر راہ و فر
اس طرح وہ تیس امیر بے ہنر — عقل میں ناقص رہے بے کر و فر
ہر یکے رفتند بہر یک سوال — ناقص و عاجز ز ادراک کمال
سب نے جا جا کر کیا بس اک سوال — کیونکہ تھا کمتر ان سب کا کمال
گفت میراں را کہ من روزے جدا — امتحاں کردم ایازِ خویش را
بولا شہ اک دن الگ ہوں لے چکا — امتحاں اپنے ایاز چست کا
کہ بپرس آں کارواں را کز کجاست — او برفت و جملہ را پرسید راست
پوچھا کہا - آیا کہاں سے قافلہ؟ — وہ گیا اور آ کے سب کچھ کہدیا

بے حیلت بے اشارت یک بیک | حال شاں دریافت بے ریب و شک
بے کہے اور بے سنے خود یک بیک | پوچھ آیا حال سب بے ریب و شک

ہر چہ زیں سی میر اندر سی مقام | کشف شد وآں یک دم شد تمام
تیس امیروں سے ہوا جو تیس بار | کر دیا دم بھر میں اس نے آشکار

پس بگفتندش امیراں کایں فنیست | از خدائیہاست کار جہد نیست
پس امیروں نے کہا یہ بھی ہے فن | جہد کب ہے یہ ہے فضل ذو المنن

قسمت حق ہست مہ را روئے نغز | داو بخت گل را بوئے مغز
چاند کو چہرہ حسیں قسمت کیا | ہے دیا پھولوں کو خوشبو مغز کا

بلکہ سلطاں چوں عنایت میکند | از تفاخر جیب بر مہ میزند
اور جس پر عنایت شاہ کی | ہو عطا اس کو بلندی ماہ کی

گفت سلطاں بلکہ آنچہ از نفس زاد | ریع تقصیر است دخل اجتہاد
بولا شہ ہے نفس سے گویا مراد | نقص کا محصول ہے دخل اجتہاد

ورنہ آدم کے بگفتے با خدا | ربنا انا ظلمنا انفسنا
ورنہ آدم کیوں یہ کہتے اے خدا | ظلم ہم نے اپنے نفسوں پر کیا

خود بگفتے کایں گناہ از نفس بود | چوں قضا ایں بود جرم ما چہ سود
یوں جو کہتے یہ گناہ نفس تھا | حکم جب یوں تھا تو کیا اپنی خطا

ہمچو ابلیسے کہ گفت اغویتنی | تو شکستی جام و ما را میزنی
تھا کلام اغویتنی ابلیس کا | جام توڑے آپ ہم کو دے سزا

بل قضا حق ہست جہد بندہ حق | ہیں مباش اعور چو ابلیس خلق
حکم حق برحق ہے سعی خلق بھی | ہو نہ کانا مثل شیطاں اے غوی

[1] مطلب یہ کہ سرشت و فطرت کا تصور ہے۔ [2] یعنی تو نے مجھ کو بہکایا۔ [3] یعنی تصویر کا ایک ہی رخ نہ دیکھ بلکہ دونوں آنکھیں کھول کے دونوں پہلوؤں پر غور کر۔

در تردد مانده‌ایم اندر دو کار / این تردد کی بود بے اختیار

ہم دو عملوں میں تردد کرتے پڑتے / ہے تردد اختیار اپنے آپ سے

این کنم یا آن کنم او کی شود / چون دو دست و پائے او بستہ شود

یہ کروں یا وہ کروں کہا آپ کب / دست و پا بستہ تردد کے ہوا کب

ہیچ باشد این تردد بر سرم / کہ روم در بحر یا بالا پرم

یہ تردد کب ہوا ہے دو دلی / کہ پڑوں دریا میں یا اوپر اڑوں

این تردد ہست کہ موصل روم / یا برائے سحر تا بابل روم

یہ تردد ہے کہ موصل جاؤں میں / یا برائے سحر بابل جاؤں میں

پس تردد را بباید قدرتے / ورنہ آن خندہ بود بر سبلتے[1]

پس تردد میں بھی قدرت چاہیے / ورنہ ہے تضحیک سو مونچھوں کے لئے

بر قضا کم نہ بہانہ اے جوان / جرم خود را چون نہی بر دیگران

حکم حق کا لے نہ حیلہ اے جوان / رکھ قصور اپنا نہ اوروں پر یہاں

خون کند زید و قصاص او بہ عمرو / مے خورد عمرو و بر احمد حد خمر[1]

خون کرے زید اور بدلہ لے عمرو / مے پیئے عمرو اور بکر پر حد خمر

گرد خود برگرد و جرم خود ببین / جنبش از خود بین و از سایہ مبین

غور کر اپنے پہ دیکھ اپنی خطا / جنبشیں تجھ میں ہیں سائے میں ہیں کیا

کہ نخواہد شد غلط پاداش میر[2] / خصم را میداند آن میر بصیر

ہو نہیں سکتی غلط پاداش میر[2] / جانتا ہے دشمنوں کو وہ بصیر

چون عسل خوردی نیامد تب بہ غیر / مزد روز تو نیامد شب بہ غیر

شہد تو کھائے ہو تپ اوروں کو کیا / دن کی محنت رات کو تو پائے گا

---

[1] شراب کی قانونی سزا۔

[2] خداوند تعالے سے مراد ہے۔

تو چه کردی جهد کاں با تو نگشت	تو چه کاریدی که نامد ریع کشت
ہو نہ توفیق کی وہ تو نے سعی کیا؟	کب نہ محصول اپنی کھیتی کا ملا؟
فعل تو کان زاید از جان و تنت	ہمچو فرزندے بگیرد دامنت
فعل جو کچھ جان و تن سے ہیں کئے	مثل بچوں کے ہیں دامن کش ترے
فعل را در غیب صورت می کنند	فعل دزدی را بدارے می تنند
فعل کی صورت بدل جاتی ہے یار	فعل دزدی کو بنا دیتے ہیں دار
دار کے ماند بدزدی لیک آں	ہست تصویر خدائے غیب داں
دار چوری سے مشابہ گو نہیں	ہے وہ اک تصویر رب العالمین
در دل شحنہ چو حق الہام داد	کایں چنیں صورت بساز از بہر داد
حق نے یہ الہام شحنہ کو کیا	ایسی صورت داد دینے کو بنا
تا تو عالم باشی و عادل قضا	نامناسب چوں دہد داور سزا
تاکہ تو عالم ہو اور عادل قضا	کب خدا دیتا ہے ناموزوں سزا
چونکہ حاکم ایں کند اندر گزیں	چوں کند حکم احکم ایں حاکمیں
حاکموں میں یہ تناسب ہے یہاں	کیا کرے گا حاکموں کا حکمراں؟ ۱؎
چوں بکاری جو نروید غیر جو	قرض تو کردی ز کہ خواہی گرو
جو اگر بوئے گا تو کاٹے گا جو	قرض کر کے کس سے لیتا ہے گرو ۲؎
جرم خود را بر کسے دیگر منہ	گوش و ہوش خود بدیں پاداش دہ
جرم اپنا تو نہ رکھ غیروں کے سر	ہوشیار اپنی سزا پر غور کر
جرم بر خود نہ کہ تو خود کاشتی	با جزا و عدل حق کن آشتی
تو نے بویا جرم لے خود اپنے سر	اور جزا و عدل حق سے صلح کر

۱؎ یعنی احکم الحاکمین خداوند تعالیٰ۔ مطلب یہ کہ اس کی سزاؤں میں کبھی کچھ مناسبت نہ ہو گی؟

۲؎ زر رہن۔

رنج را باشد سبب بد کردنی — بد ز فعل خود شناس از بخت نی
رنج بدیوں کا سبب ہے بالیقیں — ہے برائی تجھ سے قسمت سے نہیں

آں نظر بر بخت چشم احول کند — قلب را کہدانے و کاہل کند
آنکھ قسمت پر پڑے احول بنے — قلب کو تیرے وہی کاہل کرے

متہم کن نفس خود را اے فتی — متہم کم کن جزائے عدل را
متہم کر نفس کو تو اے پسر! — اور نہ رکھ تہمت جزائے عدل پر

توبہ کن مردانہ سر آور بہ رہ — کہ فمن یعمل بمثقال یرہ[1]
توبہ کر مردانگی کی راہ چل — دیکھے وہ جو کوئی کرے جیسا عمل

در فسون نفس کم شو غرہ — کآفتاب حق نپوشد ذرہ
تو فریب نفس پر کم ناز کر — ذرہ سورج سے نہیں چھپتا پسر

ہست آں ذرات جسمی اے مفید — پیش ایں خورشید جسمانی پدید
جیسے ہر ذرات جسمی ظاہری — جسم کے خورشید پر ہیں منجلی

ہست ذرات خواطر و افتکار — پیش خورشید حقائق آشکار
یوں ہی ذرے خاطر و افکار کے — پیش خورشید حقیقت ہیں کھلے

پیش حق پیدا و پیش تو نہاں — سر غیب ست ایں مکن فکرے فلاں
حق پہ ظاہر ہے مگر تجھ سے نہاں — فکر مت کر یہ ہے راز غیب ہاں

شکاری اور پرندہ

رفت مرغے درمیان لالہ زار — بود آنجا دام از بہر شکار
جب گیا اک مرغ سوئے لالہ زار — جال تھا پھیلا وہاں بہر شکار

[1] قولہ تعالیٰ: فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ
یعنی جو ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا وہ اسے دیکھے گا اور جو ذرہ برابر بھی بدی کریگا وہ اسے بھی دیکھے گا

وانکه چندے نهاده بر زمین | وان پیاده آنجا نشسته غمگین
وہ اپنے گھٹنوں سے زمیں پہ ٹیکے پڑے | پڑے تھے ہیں پیادہ تھا اُس دام کے

خویش را پیچیده در برگ گیاه | وز گل و لاله ورا بر سر کلاه
گھاس پتے جسم پر باندھے ہوئے | سر پہ پھولوں کی کُلہ رکھے ہوئے

در کمیں بنشسته و کرده نگاه | تا در افتد صید بیچاره ز راه
گھات میں وہ کر رہا تھا انتظار | راستے سے گر پڑے کوئی شکار

مرغکے آمد بہ شستہ و از ناشناخت | پس طوافے کرد و سوئے مرد تاخت
اک پرندہ آیا ۔ نہ پہچانا اُسے | اُس طرف پھر کر کہا اُس مرد سے

گفت او را کیستی اے سبز پوش | در بیابان از میان این وحوش
کون ہے اے سبز پوشش اتنا بتا | وحشیوں کے بن میں کیونکر آ گیا

گفت مرد زاهدم من منقطع | با گیاه و برگ اینجا مقنع
بولا وہ اک تارک دنیا ہوں میں | پھول پتوں پر گذر کرتا ہوں میں

زہد و تقوی را گزیدہ دین و کیش | زانکہ میبینم اجل را پیش خویش
زہد و تقویٰ ہے فقط مشرب مرا | سامنے ہوں میں قضا کو دیکھتا

مرگ ہمسایہ مرا واعظ شدہ | کسب و دکان مرا برہم زدہ
مرگ ہمسایہ سے عبرت میں نے لی | سب کمائی اور دکاں چھوڑ دی

چوں بآخر فرد خواہم ماندن | خو نباید کرد با ہر مرد و زن
جب ہے تنہائی مرا انجام کار | مرد و زن سے کیوں رکھوں میں کاروبار

رو سوئے خواہم کرد آخر در لحد | آں بہ آید کہ کنم خو با احد
گور میں آخر میں اک دن جاؤں گا | خوب ہے ۔ ہو جاؤں ہم خوگر خدا

چوں زنخ را بست خواہید اے صنم | آں بہ آید کہ زنخ کمتر زنم
جبکہ ٹھوڑی میری باندھی جائے گی | ہیچ پھر ہرزہ سرائی ہے مری

اے بزرگیت و کمر آمد نہفت	آخر پستت جامۂ نا دوختہ
ایک ہے نور لطف سے آراستہ	پہننے کو آخر کفن ہے بے سلا
روح پاک آریم گرچہ بستہ ایم	دل چہ پیوند بے وفایان بستہ ایم
خاک سے راغب ہوں اگرچہ ہم ہیں	بے وفاؤں سے ہیں ناحق دل لگے
جدۂ خویشان ما قدیمی چار طبع	ما بخویش عاریت بستیم طبع
جد ہمارے چار عنصر ہیں قدیم	عارضی خویشوں سے ہم کیوں ہیں ندیم
سالہا ہم صحبتی و ہمدمی	با عناصر داشت جسم آدمی
ہم نشین و یار صحبت سالہا	جسم انسان ان عناصر سے رہا
روح او خود از نفوس و از عقول	روح اصل خویش را کردہ نکول
روح آئی تھی نفوس و عقل سے	کر لیا اعراض اپنی اصل سے
از نفوس و از عقول با صفا	نامہ آید بجان کاے بیوفا
آن نفوس و عقل سے اب بار ہا	آرہے ہیں خط کہ جان بے وفا
یارگان پنج روزہ یافتی	رو ز یاران کہن بر تافتی
پنج روزہ یار تجھ کو کیا ملے	رخ ترے یاران کہنہ سے پھرے
کودکان گرچہ کہ در بازی خوش اند	شب کشانش سوئے خانہ میکشند
کھیل بچوں کو گوارا ہو تو ہو	کھینچتے ہیں گھر کی جانب رات کو
شد برہنہ وقت بازی طفل خرد	دزد ناگاہش قبا و کفش برد
کھیل میں بچہ برہنہ ہو گیا	چور جوتا اور کپڑے لے اڑا
آنچنان گرم او ببازی در فتاد	کان کلاہ و پیرہن رفتش زیاد
کھیل میں اس درجہ وہ مصروف تھا	ٹوپی کرتا بھی نہ یاد اس کو رہا

لطف یعنی النفاس قدسیہ اور فرشتوں سے ۔

شب شد و بازی او شد بی مدد — رو ندارد کہ سوئے خانہ رود
رات آئی ختم بازی ہو گئی — جائے کس منہ سے وہ اپنے گھر بھلا

نے شنیدی انما الدنیا لعب — باد دادی رخت و گشتی مرتعب
"کھیل ہے دنیا" نہیں کیا یہ سنا — تو ہے غمگیں اور ساماں لٹ گیا

پیش ازاں کہ شب شود جامہ بجو — روز را ضائع مکن در گفتگو
رات سے پہلے ہی ساماں ڈھونڈ لے — دن کو ضائع گفتگو میں کیوں کرے

من بصحرا خلوتے بگزیدہ ام — خلق را من دزد جامہ دیدہ ام
کی ہے یوں صحرا میں خلوت اختیار — چور ہیں کپڑوں کی خلقت بیشمار

نیم عمر از آرزوئے دلستاں — نیم عمر از غصہ ہائے دشمناں
عمر آدھی عشق دلبر میں گئی — دشمنوں کے غم میں آدھی صرف کی

جبہ را برد آں کلہ را ایں ببرد — غرق بازی گشتہ ما چوں طفل خرد
وہ تو کرتا لے گئی اور یہ کلاہ — کھیل میں ہم مثل طفلاں تھے تباہ

نک شبانگاہ اجل نزدیک شد — خل ھذا اللعب بسک لاتعد
اب شبانگاہ اجل ہے سامنے — چھوڑ دے یہ کھیل تا فرصت ملے

ہیں سوار توبہ شو در دزد رس — جامہا از دزد بستاں باز پس
ہو سوار توبہ اور جا چور تک — چھین لے واپس چور سے یک بیک

مرکب توبہ عجائب مرکب است — بر فلک تازد بہ یک لحظہ ز پست
مرکبا توبہ سواری ہے عجیب — پہنچے اک لحظہ میں گردوں کے قریب

لیک مرکب را نگہ میدار ازاں — کو بدزدید آں قبایت ناگہاں
ہاں سواری کو مگر اس سے بچا — جو چرا کر تیرے کپڑے لے گیا

لہ وہی صیاد گل پوش کہہ رہا ہے ؎

تا نہ دزدد مرکبت را نیز ہم ۔ پاس دار ایں مرکبت را دمبدم

وہ سواری بھی چرا کر لے نہ جائے ۔ کر سواری کی حفاظت سے مال رکھئے

ایک مرد اور ایک چور

آں یکے قچ داشت از پس میکشید ۔ دزد قچ را برد و حبل او برید

مینڈھا پیچھے باندھا تھا اک شخص نے ۔ لے گیا چور اس کی رسی کاٹ کے

چونکہ آگہ شد دواں شد چپ و راست ۔ تا بیابد کاں قچ بردہ کجاست

جیسے ہوا معلوم تھا ہر سو دواں ۔ تاکرے دریافت مینڈھا ہے کہاں

بر سر چاہے بدید آں دزد را ۔ در فغان و گریہ و واویلتا

چور وہ اک چاہ پر بیٹھا ملا ۔ روتے چلاتے ہیں ہایا بتلا

گفت نالاں از چہ اے اوستاد ۔ گفت ہمیان زرم در چہ فتاد

پوچھا تیرا رونے کی ہے کوئی وجہ بھی ۔ بولا ہمیانی کنوئیں میں گر پڑی

گر توانی در روی بیروں کشی ۔ خمس بدہم مر ترا با دل خوشی

تو اگر لے آئے باہر کھینچ کے ۔ پانچواں حصہ خوشی سے دوں تجھے

ہست در ہمیان من پانصد درم ۔ گر کنی با من چنیں لطف کرم

پانسو تھیلی میں رکھے ہیں درم ۔ تو اگر مجھ پر کرے لطف و کرم

صد درم بدہم ترا حالے بدست ۔ گفت با خود کایں بہائے دہ قچ است

سو درم تجھ کو ابھی دیدوں یہیں ۔ تھی یہ دس مینڈھا ہوں کی قیمت یہیں

گر درے بربستہ شد صد در کشاد ۔ گر قچے شد در عوض اشتر بداد

بند گو اک در ہوا سو در کھلے ۔ اونٹ مینڈھے کے عوض پہنچا تجھے

جامہ ہا برکند و اندر چاہ رفت ۔ جامہا را ہم ببرد آں زود تفت

چھوڑ کے کپڑے چاہ کے اندر گیا ۔ چور وہ کپڑے بھی لے کر چل دیا

حاذقے باید کہ رہ تا وہ برد　　تا نہ ہم بوشع و طاعون آورد

ہوشیاری ہی سے طے ہو راستا　　ہو نہ ہشیاری تو ہے حرص و وبا

آں بچے زو بیست فتنہ بیچ نے　　چوں خیال او را بہر دم صورتے

فتنہ سیرت چور ہے یہ حرص بھی　　شکل ہے مشکل خیال اس کی نئی

کس نداند مکر او الا خدا　　در خدا بگریز و وا رہ زیں دغا

مکر اس کا ہے خدا ہی جانتا　　مکر سے بھاگ اور پناہ حق میں جا

پرند اور شکاری کا مناظرہ

مرغ گفتش خواجہ در خلوت مایست　　دین احمد را ترہب نیک نیست

مرغ بولا خواجہ خلوت ترک کر　　دین احمد میں ترہب ہے منع

از ترہب نہی فرمود آں رسول　　بدعتے چوں برگرفتی اے فضول

منع کرتے ہیں ترہب سے رسول　　کیوں گوارا تو نے بدعت کی فضول

جمعہ شرط است و جماعت در نماز　　امر معروف و ز منکر احتراز

ہوئے جیسا جمعہ جمعیت مشترو نماز　　حکم ہاں اور منع سے کر احتراز

رنج بدخویاں کشیدن زیر صبر　　منفعت دادن بخلقاں ہمچو ابر

غم بروں کے جھیلنا پھر اس پہ صبر　　نفع دنیا سب کو دینا مثل ابر

خیر ناس آں ینفع الناس اے پدر　　گر نہ سنگی چہ حریفی با مدر

وہ ہے بہتر جو ہو نافع خلق کا　　گر نہیں پتھر تو ڈھیلا کیوں بنا

در میان امت مرحوم باش　　سنت احمد مہل محکوم باش

درمیان امت مرحوم رہ　　ترک سنت کو نہ کر محکوم رہ

ل دنیا چھوڑ دینا۔

چون جماعت رحمت آمد ای پسر — بهر این کز رحمت آری تاج سر

جب جماعت ایک رحمت ہے پسر — کوشش نہیں کرتا ہو رحمت تاج سر

در جوابش گفت صیاد عیار — نیست مطلق این که گفتی پرشمار

یوں جواب اس کا دیا صیاد نے — قول یہ تیرا نہیں ہے قید سے

هست تنهائی به از یاران بد — نیک چون با بد نشیند بد شود

ہاں بُروں سے الگ رہنا بھلا — جب بُروں میں نیک بیٹھے ہو بُرا

زانکه عقل هر کرا نبود رسوخ — پیش عاقل هست چون سنگ و کلوخ

ہو نہ جس کی عقل کو حاصل رسوخ — سامنے عاقل کے ہے سنگ و کلوخ

چون حمار است آنکه نانش امنیت است — صحبت او عین ریبست و سست

آرزو جس کی ہو روٹی ہے گدھا — راہبی ہے پاس اس کے بیٹھنا

همت او سوی علف باشد چو خر — بگذر از وے تا نمانی بے هنر

فکر چارہ کی اُسے ہے مثلِ خر — چھوڑ اس کو تا نہ ہو تو بے ہنر

زانکه غیر حق همه گردد فنات — کل آت بعد حین فهو آت

وہ سب ہے فانی بغیر مولا ہے جو کچھ — ہوگا یقینا موت ہونا ہے جو کچھ

هر چه جز آن چه باشد هالکست[1] — مالک الملک کل شیء هالکست[2]

ہے جو کچھ اس کے سوا ہالک ہے وہ — ملک و مالک سب کا اک مالک ہے وہ

اگرچه سایه عکس شخصست ای پسر — هیچ از سایه نیابی تو رہ بسر

سایہ ہے عکس آدمی کا اے پسر — سائے سے کچھ بھی کسی کو ملتا ہے مگر

هیچ سایه نیست بے شخص روان — اصل سایه رو بجو اے کاروان

کوئی بھی سایہ جسم بن کب ہے رواں — ڈھونڈ اصل سایہ کو اے کاروان

[1] ہلاک ہوجانے والا۔ [2] یعنی اس دنیا میں جو ملک ہیں اور اُن ملکوں کے جو مالک ہیں۔ ان سب کا صرف وہی ایک مالک ہے۔

ہین ز سایہ شخص را میکن طلب — در مسبب و گذر کن از سبب
سائے سے تو جسم کر ہر دم طلب — آ مسبب تک نہ پھر گرد سبب

یار جسمانی بود رویش بمرگ — صحبتش شوم ست باید کرد ترک
ہیں یہ سارے دوست مرنے کے لئے — صحبتیں ان کی بُری ہیں چھوڑ دے

حکم او ہم حکم قبلہ او بود — مردہ اش خواں چونکہ مردہ جو بود
اس کو اور قبلہ کو اس کے ایک مان — ڈھونڈے جو مُردے کو مُردہ اس کو جان

ہر کہ با این قوم باشد راہبست — کہ کلوخ و سنگ او را صاحبست
ان کا جو ساتھی ہے راہب ہے وہی — ڈھیلے پتھر اس کے مالک ہیں سبھی

خود کلوخ و سنگ کس را رہ زند — زین کلوخان صد ہزار آفت رسد
ہیں یہ روڑے سے فی الحقیقت راہ میں — ہیں انہیں ڈھیلوں سے لاکھوں آفتیں

گفت مرغش پس جہاد آنگہ بود — کاین چنین رہزن میان رہ بود
مرغ بولا ہے جہاد اس دم روا — ایسے رہزن سے گھرے جب راستا

از برائے حفظ یاری و نبرد — بر رہ ناآمن آید شیر مرد
رہتے ہیں بہر حفاظت با نبرد — ایسی راہ پر خطر میں شیر مرد

عرق مردی آنگہی پیدا شود — کہ مسافر ہمرہ اعدا شود
ہو تبھی ظاہر رگِ مردانگی — ہمرہ دشمن مسافر ہو کوئی

چون نبی السیف بودہ است آن رسول[1] — امت او صفدرانند و فحول
تھے نبی السیف شاہ بحر و بر — ان کی امت بھی ہے صفدر اور نر

مصلحت در دین ما جنگ و شکوہ — مصلحت در دین عیسیٰ غار و کوہ
مصلحت اس دین میں ہے جنگ و شکوہ — دین عیسیٰ میں تھے افضل غار و کوہ

[1] قال النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم انا نبی السیف ؎

مصلحت آن است ہر یک را جدا	مصلحت جو گر توئی اے مرد خدا
مصلحت ہر ایک کو دی ہے جدا	مصلحت جو ہو ... جو ہے مرد خدا
گفت آری گر بود یاری و زور	تا بقوت بر زند بر شر و شور
بولا صیدی ہاں جو ہو یار او زور	تا کہ قوت سے دبا لے شر و شور
قوتے باید درین رہ مردوار	یار مے باید درین جا فرد وار
قوت مردانہ لازم ہے یہاں	دوست بھی ہو تو ہو سکتا ہے جہاں
چون نباشد قوتے پرہیز بہ	در فرار از لا یطاق آسان بجہ[1]
جب نہ ہو قوت تو بچنا چاہیے	بھاگنا آسانیاں پیدا کرے
صنعت است اے عزیز نامدار	فکر تو کن در نگر انجام کار
یہ ہنر ہے اے عزیز نامدار	فکر کر اور سوچ لے انجام کار
یار باید جو تا بیابی راہ را	ورنہ کے دانی تو راہ و چاہ را
ڈھونڈ رہبر تا کہ پائے راہ کو	ورنہ کیا سمجھیگا راہ و چاہ کو
گفت صدق دل بباید کار را	ورنہ یاران کم نباید یار را
مرغ. بولا صدق دل ہے لازمی	یار کو کیا ورنہ یاروں کی کمی
یار شو تا یار بینی بے عدد	زانکہ بے یاران بمانی بے مدد
یار ہو تا یار پائے بے عدد	کیونکہ بے یاروں کے تو ہے بے مدد
دیو گرگ است و تو ہمچون یوسفی	دامن یعقوب مگذار اے صفی
تو ہے یوسف اور شیطاں بھیڑیا	دامن یعقوب کو مت چھوڑنا
گرگ اغلب آنگہان گیرا بود	کز رمہ شیشک بخود تنہا شود
بھیڑیا کرتا ہے حملہ اس گھڑی	جب جدا گلے سے بکری ہو گئی

[1] حدیث شریف ہے۔ الفرار مما لا یطاق من سنن المرسلین۔ یعنی جس بات کی قوت نہ ہو اُس سے فرار کرنا انبیاء کی سنت ہے +

آنکہ سنت با جماعت ترک کرد ۔۔۔ درچنیں سلخ ز خون خویش خورد

جس نے سنت با جماعت ترک کی ۔۔۔ اُس نے خون اپنا بہایا آپ ہی

ہست سنت با جماعت چوں رفیق ۔۔۔ بے رہ و بے یار افتی در مضیق

راہ ہے سنت جماعت غمگسار ۔۔۔ تنگ ہو بے راہ و رہبر رہگذار

راہِ سنت با جماعت بہ بود ۔۔۔ اسپ با اسپاں یقیں خوشتر رود

راہِ سنت با جماعت ہے بھلی ۔۔۔ خوش ہے گھوڑوں میں گھوڑا لے اٹھی

لیک ہر گمراہ را ہمرہ مداں ۔۔۔ غافلانِ خفتہ را آگہ مداں

راہبر لیکن نہ ہر گمرہ کو مان ۔۔۔ غافلانِ خفتہ کو آگہ نہ جان

ہمرہے را جو کہ تو یابی مدد ۔۔۔ ہمدل و ہمدرد و جویانِ صمد

ایسا ساتھی ڈھونڈلے جو دے مدد ۔۔۔ ہمدم و ہمدرد جویائے صمد

ہمرہے نے کو بود خصم خرد ۔۔۔ فرصتے جوید کہ جامہ تو برد

وہ نہیں جو خود ہو دشمن عقل کا ۔۔۔ پا کے موقع چھین لے جامہ ترا

ہمرہ بد با تو کہ یابد عقبہ ۔۔۔ کہ تو اندر کردت آنجا نہیبہ

گھات میں ہو آڑ کی ہمرہ ترے ۔۔۔ اُس جگہ پر تا کہ تجھ کو لوٹ لے

ہمرہ بد با تو بہر سود خویش ۔۔۔ ہاں منوش از نوش او کاں ہست نیش

فائدے کی ڈھن میں ہے جو ہمراہی ۔۔۔ نوش اُس کا زہر ہے ہرگز نہ پی

یا بود اشتر دلے چوں دید ترس ۔۔۔ گو بپیچد پس رجوع از راہ ورس

یا وہ بزدل ہے کہ جب دیکھے خطر ۔۔۔ لوٹنے کا راہ سے ہو ڈر سا گر

یار را ترساں کند ز اشتر دلی ۔۔۔ ایں چنیں ہمرہ عدو داں بیدلی

بزدلی سے یار کو اپنے ڈرائے ۔۔۔ ایسا ہمراہی ہے دشمن تا تجھے ہائے

یار بد مارست ہاں بگریز ازو ۔۔۔ تا نریزد بر تو زہر آں زشت خو

یار بد ہے سانپ اُس سے بھاگ جا ۔۔۔ تا نہ ڈالے زہر تجھ پر بد بلا

یار را از رہ برد آں راہ زن
مرد نبود آنکہ افتد زیر زن
یار کو رہزن ہٹاتے راہ سے
مرد وہ کب ہے جو عورت سے دبے

راہ جانبازیست در ہر غیشۂ
آفتے در دفع ہر دل شیشۂ
راہ جانبازی ہے بیشوں میں جاوداں
اس میں ہیں آفت کمزور دل پر سختیاں

راہ دیں ہر گمرہے خود کے رود
عارفے باید کہ مرد رہ بود
راہ دیں پر کب کوئی گمرہ چلے
ہاں جو عارف ہو وہ مرد رہ بنے

راہ دیں زاں رو پر از شور و شر است
کہ نہ راہ ہر مخنث گوہر است
راہ دیں ہے اس لئے پر شور و شر
ہر مخنث کا نہیں اس میں گذر

در رہ ایں ترس امتحانہائے نفوس
ہمچو پرویزن بہ تمییز سبوس
خوف اس میں امتحاں کا ہے بڑا
جیسے چھلنی کردے بھوسی کو جدا

راہ چہ بود پر نشان پایہا
یار چہ بود نردبان رایہا
راہ کیا ہے؟ ہے نشان نقش پا
یار کیا ہے؟ ایک زینہ رائے کا

گیرم آں گرگت نیابد ز احتیاط
بے ز جمعیت نیابی در نشاط
بھیڑیا کیوں آئے گر ہو احتیاط
کیا ز جمعیت سے پائے گا نشاط

آنکہ او تنہا براہ خوش رود
با رفیقاں سیر او صد تو بود
وہ جو اپنی راہ پر تنہا چلے
دوست ہوں تو سو گنا پائے مزے

آں غلیظے خر ز یاران اے فقیر
در نشاط آید شود قوت پذیر
ساتھیوں کی جب صدا اک خر سنے
تو بہت مسرور ہو قوت بڑھے

ہر خرے کز کارواں تنہا رود
بروے آں راہ از تعب صد تو شود
جو گدھا ہو قافلے سے دور دور
راستہ دشوار ہو اس پر ضرور

چند زخم چوب سیخ افزوں خورد
تا کہ تنہا آں بیاباں را برد
چھڑیوں سے زخم کھاتا ہے وہی
کاٹتا ہے راہ تنہا دشت کی

مرترا ای گوید آن خر خوش شنو	گر نہ خر با چنیں تنہا مرو
سن کہ تجھ سے کہہ رہا ہے وہ گدھا	گر نہیں ہے تو گدھا تنہا نہ جا
آنکہ تنہا خوش رود اندر رصد	با رفیقاں بیگماں خوشتر رود
جب کوئی تنہا بلندی طے کرے	دوستوں کے ساتھ وہ خوش خوش چلے
ہر نبیے اندریں راہ درست	معجزہ بنمود و یاراں را بجست
ہر نبی نے طے کیا یہ راستہ	ڈھونڈے ساتھی بھی - دکھا کر معجزہ
گر نباشد یاری دیوارہا	کے برآید خانہا و انبارہا
ساتھ دیواریں نہ دے سکتیں اگر	کس طرح انبار بنتے اور گھر
ہر یکے دیوار اگر باشد جدا	سقف چوں باشد معلق بر ہوا
ہو ہر اک دیوار اگر بالکل جدا	کس طرح چھت ہو معلق بر ہوا؟
گر نباشد یاری حبر و قلم	کے فتد بر روئے کاغذہا رقم
ہو نہ گر وصل سیاہی و قلم	کس طرح کاغذ پہ بن جائے رقم
آں حصیرے کہ کسے مے گسترد	گر نہ پیوندد بہم بادش برد
وہ چٹائی جو بچھاتے ہیں کہیں	ہوں نہ گر پیوند رہ سکتی نہیں
حق ز ہر جنسے چو زوجین آفرید	پس نتائج شد ز جمعیت پدید
سب کا جوڑا حق نے ہے پیدا کیا	نکلے جوڑے سے نتائج بر ملا
در میان مرغ و صیاد اے عجب	بس جدال افتاد و شد نزدیک شب
مرغ اور صیاد میں اے بوالعجب	چھڑ گئی اک بحث نزدیک آگئی شب
ایں بگفت آں گفت از اہتزاز	بحثشاں شد اندریں معنی دراز
کچھ کہا اس نے کچھ اس نے جوش سے	رفتہ رفتہ بڑھ گئی بحث اس لیے
مثنوی را چابک و دلخواہ کن	ماجرا را موجز و کوتاہ کن
مثنوی کو چست اور دلخواہ کر	مختصر کر ماجرا ۔ کوتاہ کر

مرغ را چوں دیدہ بر گندم فتاد[۱] — نفس او بے طاقت آمد در کشاد

جب پڑی دانے پہ نظریں مرغ کی — نفس بے طاقت ہوا اور کشد بھی

بعد ازاں گفتش کہ گندم زاں کیست — گفت امانت از یتیم بے وصی ست

پوچھا کس کا ہے یہ دانہ ۔ تو کہا — ہے یتیموں کی امانت با خدا

مال ایتام ست امانت پیش من — زانکہ پندارند ما را مؤتمن

ہے یتیموں کی امانت سامنے — کیونکہ ہیں مجھ کو امیں وہ جانتے

گفت من مضطرم و مجروح حال — ہست مردار ایں زماں بر من حلال

بولا ہیں مضطر ہوں اور ہوں خستہ حال — ہے مجھے مردار بھی اس دم حلال

ہست دستوری کہ زیں گندم خورم — اے امین و پارسا و محترم

دے اجازت کھاؤں دانہ بیش و کم — اے امیں اے پارسا اے محترم

گفت مفتی ضرورت ہم توئی — بے ضرورت گر خوری مجرم شوی

بولا مفتی ہے ضرورت کا تو ہی — بے ضرورت کھاتا ہے جرم اے اخی

ور ضرورت ہست پرہیز است بہ — ور خوری بارے ضمان او بدہ

ہے ضرورت میں بھی بچنا ہی روا — دے ضمانت ہے جو کھانا ہی روا

مرغ بس در خود فرو رفت آں زماں — توسنش سر بستد از جذب عناں

مرغ اسیر غور بہ شکل ... ہوا — توسن نفس اس کا بے قابو رہا

پس بخورد آں گندم و در فخ بماند — چند او یاسین و الانعام خواند[۲]

دانہ کھایا ۔ پھنس گیا پھندے میں بھی — سورۂ انعام اور یسین پڑھی

بعد در ماندن چہ افسوس و چہ آہ — پیش ازیں بایست ایں دود سیاہ

بعد مجبوری فضول افسوس و آہ — اس سے پہلے اٹھتا یہ دود سیاہ

[۱] یعنی صیاد نے کہا۔

[۲] یعنی خدا کا نام لیا۔

آں زماں کہ حرص جنبید و ہوس   دمبدم میگو کہ اے فریاد رس
آ گئی جنبش میں جب حرص و ہوس   دمبدم کہہ اے مرے فریاد رس!

پیش ازاں کایں دانہ زیر تو فخ شود   گرمیِ حرص تو ہمچوں یخ شود
پیشتر اس سے کہ یہ دانہ دام ہو   حرص کی گرمی ہو برف اے نیک خو

آہ و دود و نالہ آں دم کار بند   حرص آوارہ کن اے ہوشمند
آہ اور نالے سے اُس دم کام لے   چھوڑ دے حرص و ہوس کے ولولے

کاں زماں پیش از خرابی بصرہ[1] است   پیش کہ بصرہ وا ماند زاں شکست
بصرہ جب تک خرابی سے رہا   آہ و نالے سے لگا ۔ بصرہ کو بچا

ابک لی یا باکیی ما فاتا کل   قبل ہدم البصرۃ والموصل
رونے والے ساتھ میرے رو تمام   موصل و بصرہ کے قبلِ انہدام

نح علی قبل موتی واغتفر   لا تنح لی بعد موتی واصطبر
چاہ بخشش ، نوحہ قبلِ مرگ کر   بعد مرنے کے نہ رو مجھ پر مگر

ابک لی قبل الثبور فی النوی   بعد طوفان النوی حل البکا
مجھ پہ رو تو قبلِ واویلائے مرگ   پھر نہ رو جب سیل بن کر چھائے مرگ

آں زماں کہ دیو میشد راہزن   آں زماں بایست یاسین خواندن
راہزن شیطان جب آ کر بنے   اُس گھڑی یٰسین پڑھنا چاہیئے

پیش ازاں کاشکستہ گردد کارواں   آں زماں چوبک[2] بزن اے پاسباں
پاسباں! قبلِ شکستِ کارواں   چاہیئے چوبک بجانا بے گماں!

[1] یہ ایک مثل ہے اور اسی سے "بعد از خرابیٔ بصرہ" محاورہ بنا ہے جو اردو میں بھی مستعمل ہو گیا ہے ۔

[2] چوبک زن چوکیداروں کے سردار ہوتے تھے ۔ ایک لکڑی اور تختہ انہیں دے دیا جاتا تھا ۔ وہ اُسے دوسرے چوکیداروں کو ہوشیار کرنے کے لئے بجایا کرتے تھے ۔

قافلے میں چوری ہونا اور پاسباں کا رونا

پاسبانی بود در یک کاروان	حارس مال و قماش آن جهان
قافلے میں تھا کہیں اک پاسباں	حافظ اسباب و مال کارواں
پاسبان شب خفت و دزد اسباب برد	رختها را زیر هر خاکی فشرد
شب کو سویا ۔ چور ساماں لے گئے	دفن کچھ اسباب مٹی میں کئے
روز شد بیدار گشت آن کاروان	رفته دیدند اسپ و سیم و اشتران
دن چڑھے پر جاگے اہل کارواں	اونٹ گھوڑے ۔ مال دیکھا رائیگاں
پاسبان بد هی همی چوبک زنان	گرم گشته خود هم او بد راهزن
تھا ابھی چوبک بجاتا پاسباں	راہزن تھا خود ۔ جو تھا گرم فغاں
پس بدو گفتند کای حارس بگو	تا چه شد این رخت این اسباب کو
پوچھا لوگوں نے پھر اس سے ۔ یہ بتا	کون یہ سب مال و دولت لے گیا
گفت دزدان آمدند اندر نقاب	رختها بردند از پیشم شتاب
بولا ۔ کچھ چور آئے تھے ڈالے نقاب	پھیرے آ کے سے لیا ساماں شتاب
قوم گفتندش که ای چون تل ریگ	پس چه میکردی چه‌ای تو مرده ریگ
پھر کہا لوگوں نے اسے مٹی کے ڈھیر	کر رہا تھا کیا تو اس دم لیے پھیر
گفت من یک کس بدم ایشان گروه	با سلاح و با شجاعت با شکوه
بولا میں تھا ایک ۔ اور وہ تھے کئی	تھے مسلح بھی شجاع و حشمتی
گفت اگر در جنگ کم بودت امید	نعره‌ای زن کای کریمان برجهید
بولے کچھ تجھ کو نہ تھی امید تو	نعرہ کرنا تھا تجھے تو لوگو اٹھو
گفت آن دم کارد بنمودند و تیغ	که خمش ورنه کشیمت بی دریغ
بولا خنجر یاں سے تھے دکھاتے اور تیغ	چپ رہ ورنہ ماریں ہم بیدریغ

آں زماں از ترس من بستم دہاں ॥ ایں زماں فریاد و ہیہائے فغاں
خوف سے منہ بند میں نے کر لیا ॥ اور اب کرتا ہوں فریاد و بکا

آں زماں بستہ دمم کہ دم زنم ॥ ایں زماں چندانکہ خواہی مے کنم
اُس گھڑی دم مار سکتا تھا کہاں ॥ اب کروں گا۔ جتنی چاہو گے فغاں

چونکہ عمرت برد دیو فاضحہ ॥ بے نمک باشد اعوذ[1] و فاتحہ
لوٹ کر جب عمر شیطاں لے گیا ॥ پھر اعوذ اور فاتحہ میں کیا مزا

گرچہ باشد بے نمک اکنوں حنیں ॥ ہست غفلت بے نمک تر از یقیں
بے مزہ گو اب ہے نالہ با یقیں ॥ اس سے غفلت بے نمک تر ہے کہیں

ایں چنیں ہم بے نمک مینال نیز ॥ کہ ذلیلاں را نظر کن اے عزیز
بے نمک رونا ہی اچھا۔ کر دعا ॥ ہم ذلیلوں پر نظر کر اے خدا

قادری بیگاہ چہ بود یا بگاہ ॥ از تو چیزے فوت کے شد اے الٰہ
تو ہے قادر وقت کیا بے وقت کیا ॥ فوت تجھ سے کب کوئی موقع ہوا

گفت لَا تَاْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ ॥ کے شود از قدرتش مطلوب گم
بولا حق۔ غمگیں[2] نہ ہو بگڑی پہ تم ॥ اُس کی قدرت سے ہو کب مقصود گم

مرغ اور صیّاد

گفت آں مرغ ایں سزائے آں بود ॥ کہ فسون زاہداں را بشنود
مرغ بولا ہے یہی اُس کی سزا ॥ جس نے افسون زہد والوں کا سنا

گفت زاہد ایں سزائے آں نشاف ॥ کہ خورد مال یتیماں از گزاف
بولا زاہد۔ یہ تو ہے اس کی سزا ॥ جو یتیموں کی امانت کھا گیا

[1] یعنی اَعُوْذُ بِاللہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم کہنا یا سورۂ فاتحہ پڑھنا۔ جس کے اثر سے شیطان بھاگ جاتا ہے ٭ [2] یعنی جو بات تم سے فوت ہوگئی ہو اُس پر افسوس نہ کرو ٭

بعد ازاں نوحہ گری آغاز کرد — کہ فخ و صیاد لرزاں شد ز درد

بعد ازاں نالے کیئے اس مرغ نے — دام اور صیاد سب ہلنے لگے

کز تناقص ہائے دل پشتم شکست — بر سرم جانا بیا میمال دست

کر دیا دل کے تلوّن نے تباہ — میرے سر پر ہاتھ رکھ اے رشکِ ماہ

زیر دستِ تو سرم را راحتیست — دستِ تو در شکر بخشی آیتیست

سو کو ہے آرام تیرے ہاتھ سے — شکر بخشی عام تیرے ہاتھ سے

سایۂ خویش از سرِ من بر مدار — بے قرارم بے قرارم بیقرار

سائے کو اپنے نہ سر سے زینہار — دور کرنا ہوں نہایت بے قرار

خوابہا بیزار شد از چشم من — در غمت اے رشکِ سرو و یاسمن

نیند میری آنکھ سے بیزار ہے — غم ترا اے غیرتِ گلزار ہے

گر نیم لائق چہ باشد گر دمے — ناسزائے را بپرسی در غمے

گو میں نالائق ہوں۔ لیکن تو ذرا — پوچھ لے مجھ کو تو ہے دشوار کیا

مر عدم را خود چہ استحقاق بود — کہ برو لطفت چنیں درہا کشود

اس عدم کو کب یہ استحقاق تھا — جس پہ تیرے لطف کا در کھل گیا

خاک گرگیں را کرم آسیب کرد — دہ گہر از نورِ حس در جیب کرد

خاک پر جلوے کرم کے جب ہوئے — نورِ حس کے اس کو دس موتی ملے

پنج حسِ ظاہر و پنج نہاں[1] — کہ بشر شد نطفۂ مردہ بداں

پانچ مخفی ، پانچ ہی ہیں برملا — نطفۂ مردہ بشر جس سے ہوا

توبہ بے توفیقت اے نورِ بلند — چیست جز بر ریشِ توبہ ریشخند

بے تری توفیق توبہ کی امید — ریشِ توبہ سے تمسخر ہے شدید

[1] پانچ حسیں ظاہری ہیں یعنی باصرہ۔ سامعہ۔ شامہ۔ ذائقہ۔ لامسہ۔ اور پانچ پوشیدہ یعنی حسِ مشترک۔ حافظہ۔ مدرکہ۔ واہمہ۔ خیال ٥

اسلتان تو به یکدست بشکنی | تو به سایہ ستی و تو ماہ روشنی

جو تجھ میں تو بہ کی یکایک ہوں تباہ | تو بہ سایہ ہے، مگر تو نور ماہ

ای زتو ویران دکان و منزلم | چون ننالم چون بیفشاری دلم

تجھ سے ویراں ہے مرا گھر اور دکاں | تو جو کھاتا ہے دل تو کیا رو کروں فغاں

چونکہ بی تو نیست کارم را نظام | بی تو ہرگز کار کی گردد تمام

بن ترے کیونکر ہو کاموں کا نظام | بے ترے ہر کام کیونکر ہو تمام

چون گریزم زانکہ بی تو زندہ نیست | بی خداوندیت بود بندہ نیست

بھاگوں کیونکر بے ترے زندہ نہیں | بے خداوندی تری بندہ نہیں

جان من بستان تو ای جان را اصول | زانکہ بی تو گشتہ ام از جان ملول

اے اصول جاں تو میری جاں لے | جاں سے بیزار ہوں میں بے ترے

عاشقم من بر فن دیوانگی | سیرم از فرہنگی و از فرزانگی

میں ہوں شیدائے فن دیوانگی | ترک کر دی عقل اور فرزانگی

چون بدرد شرم گویم راز فاش | چند ازین صبر و زحیر و ارتعاش

شرم اٹھ جائے تو راز افشا کروں | جس سے باغشت رنج اور لرزش ہوا ہوں

در حیا پنہان شدم ہمچون سجاف | ناگہان بجہم ازین زیر لحاف

اس کی صورت حیا میں ہوں نہاں | نکلوں اس پردہ سے اک دن ناگہاں

ای رفیقان راہہا را بست یار | آہوی لنگیم و او شیر شکار

راستے روکے ہوئے ہے وہ نگار | لنگڑے آہو ہم ہیں وہ شیر شکار

غیر تسلیم و رضا کو چارۂ | در کف شیر نری خونخوارۂ

غیر تسلیم و رضا چارہ ہے کیا | شیر نر کے ہاتھ میں رہنا پڑا

او ندارد خواب و خور چون آفتاب | روحہا را میکند بی خورد و خواب

اس میں خواب و خور کہاں جوں آفتاب | کر دیا روحوں کو بھی بے خورد و خواب

کہ بیا من باش یا ہمخوی من	**تا ببینی در تجلی روی من**
کرتا ہے آ اور ہم خو ہو مری	تا کہ دیکھے روشنی دیدار کی
ور ندیدی چون چنین شیدا شدی	**خاک بودی طالب احیا شدی**
گر نہیں دیکھا تو شیدا کیوں ہوئی	خاک تھی جینے کی جویا کیوں ہوئی
گر ز بیسو نیست زاد است التفات	**چشم جانت چون بماندست اندر جہات**
گر نہ بے سمتی کی یابی ہے غذا	کیوں نظر ہے اس طرف یہ تو بتا
گربہ در سوراخ ازان شد معتکف	**کہ ازان سوراخ او شد معتلف**
رہتی ہے سوراخ میں بلی کبھی	ہے اسی سوراخ میں خوراک بھی
گربہ دیگر ہمی گردد ببام	**کز شکار مرغ یابید او طعام**
بام پر پھرتی ہے بلی دوسری	ہے غذا اس کی شکار مرغ ہی
آن یکے را قبلہ شد جولاہگی	**وان دگر را پیشہ [illegible]**
ہے جو لاہے کا جو پیشہ ایک کا	پاسبانی میں ہے [illegible] دوسرا
آن یکے بیکار و رو در لامکان	**کہ ازان سو دادش قوت روان**
ایک ہے بیکار تجھ لامکان	مل گئی اس کو وہاں سے قوت جان
کار آن دارد کہ حق را شد مرید	**بہر کار او ز ہر کاری برید**
کام ہے [illegible] کردگار	[illegible] اس کے واسطے [illegible]
دیگران چون کودکان این روز چند	**تا بشب خاک بازی میکنند**
دوسرے بچوں کی مانند اسی لیے	شام تک [illegible] بازی خاک [illegible]
خوابناکی کو ز لقطہ می جہد	**دایہ وسواس عشوہ اش میدہد**
[illegible] ہے کوئی [illegible]	دایۂ وسواس دیتی ہے [illegible]
رو بخسپ ای جان کہ نگذاریم ما	**کہ کسے از خواب بجہاند ترا**
اور کہتی ہے کہ سو جا شوق سے	نیند سے چونکائے گا کون اب تجھے

ہم تو خود را بر کنی از بیخ خواب ۔ ہمچو تشنہ کہ شنود او بانگ آب

لاجرم تو کھود خود ہی بیخ خواب ۔ جیسے اک پیاسا سنے آواز آب

بانگ آبم من بگوش تشنگان ۔ ہمچو باران میرسم از آسمان

ہوں صدائے آب پیاسوں کے لئے ۔ جیسے بارش آرہا ہوں چرخ سے

بر جہ اے عاشق برآور اضطراب ۔ بانگ آب و تشنہ و آنگاہ خواب

اٹھ کہ تو عاشق ہے دکھلا اضطراب ۔ سو سکے پیاسا اور سنے آواز آب

عاشق و معشوق کی حکایت

عاشقی بودہ ست در ایام پیش ۔ پاسبان عہد اندر عہد خویش

عاشق اک اگلے دور میں تھا کوئی ۔ جس کو پچ تھی اپنے قول و فعل کی

سالہا در بند وصل ماہ خود ۔ شاہ مات و مات شاہنشاہ خود

فکر وصل یار کی برسوں رہی ۔ شاہ تھا اور مات شاہنشاہ کی

عاقبت جویندہ یابندہ بود ۔ کہ فرج از صبر زایندہ بود

آخرش جوئندہ یابندہ ہوا ۔ اور ستارہ اس کا تابندہ ہوا

گفت روزی یار او کامشب بیا ۔ کہ بپختم از پی تو لوبیا

شب کو آنا یار نے اک دن کہا ۔ پکا ہے تیرے واسطے ہے لوبیا

در فلان حجرہ نشین تا نیم شب ۔ تا بیایم نیم شب من بی طلب

بیٹھنا اس حجرے میں تا نیم شب ۔ آؤں گا میں نصف شب کو بے طلب

مرد قربان کرد و نانہا بخش کرد ۔ چون پدید آمد مہش از زیر گرد

مرد نے صدقہ دیا خیرات کی ۔ گرد سے چاند اس کا نکلا دفعتاً

لہ یعنی پیاسے کے کان میں پانی کی آواز جائے تو وہ سو نہیں سکتا۔

لہ یعنی کہ خوش تھا کہ اپنے معشوق (بادشاہ) سے مات کھائے ہوئے تھا۔

شب در آں حجرہ ہمے کرد انتظار	بر امید وعدۂ آں یارِ غار
حجرہ میں کرتا تھا شب کو انتظار	تھی امید وعدۂ یارِ نگار
منتظر بنشست و خوابش در ربود	اوفتاد و گشت بیخویش آں عنود
منتظر ہی تھا کہ بس نیند آگئی	بے خبر لیٹا تو غفلت چھا گئی
ساعتے بیدار بد خوابش گرفت	عاشقِ دلدادہ را خوابے شگفت
کچھ گھڑی بیدار تھا پھر سو گیا	اے عجب! عاشق بھی غافل ہو گیا
بعدِ نصف اللیل آمد یارِ او	صادق الوعدانہ آں دلدارِ او
نصف شب کے بعد آیا اُس کا یار	وعدے کا سچا تھا وہ شیریں عذار
عاشقِ خود را فتادہ خفتہ دید	اندکے از آستینِ او درید
دیکھا عاشق کو پڑا سوتا ہوا	چاک کر دی آستینِ مبتلا
گردگانے چند اندر جیب کرد	کہ تو طفلی گیر ایں می باز نرد
جیب میں اخروٹ بھی کچھ رکھ دیئے	تو ابھی بچہ ہے ۔ کھیل اور کودیے
چوں سحر از خواب عاشق بر جہید	آستین و گردگاں را بنگرید
صبح کو عاشق کی جب آنکھیں کھلیں	دیکھے اخروٹ اور چاک آستیں
گفت شاہِ ما ہمہ صدق و صفاست[ل]	آنچہ بر ما می رسد آں ہم ز ماست
بولا سنت سلطاں ہمہ صدق و صفا	ہے کہ ہمیں سے ۔ ہم پہ جو پہنچے بلا
اے دلِ بیخوابِ ما زاں ایمنیم	چوں حرس بر بام چوبک می زنیم
اے دلِ بے خواب ہم ہیں بے خطر	کیونکہ ہاں چوبک بجاتے بام پر
گردگانِ ما دریں مطحن شکست	ہرچہ گوئیم از غمِ خود اندکست
اُس کی چکی میں پسے اخروٹ سب	کم ہے جتنا غم سنائیں باادب

ل اقوالِ مولانا علیہ الرحمۃ ۔

شب در آں حجرہ ہمے کرد انتظار | بر امیدِ وعدۂ آں یارِ غار

حجرہ میں کرتا تھا شب کو انتظار | تھی امیدِ وعدۂ یارِ نگار

منتظر بنشست و خوابش در ربود | او فتادہ گشت بیخویشی آں غنود

منتظر ہی تھا کہ بس نیند آ گئی | بے خبر لیٹا تو غفلت چھا گئی

ساعتے بیدار بد خوابش گرفت | عاشقِ دلدادہ را خوابے شگفت

کچھ گھڑی بیدار تھا پھر سو گیا | اے عجب! عاشق بھی غافل ہو گیا

بعد نصف اللیل آمد یارِ او | صادق الوعدہ آں دلدارِ او

نصفِ شب کے بعد آیا اُس کا یار | وعدے کا سچا تھا وہ شیریں عذار

عاشقِ خود را فتادہ خفتہ دید | اندکے از آستینش او درید

دیکھا عاشق کو پڑا سوتا ہوا | چاک کر دی آستینِ مبتلا

گردگاں چندے اندر جیب کرد | کہ تو طفلی گیر ایں میباز نرد

جیب میں اخروٹ بھی کچھ رکھ دیئے | تو ابھی بچہ ہے کھیل اور کود لے

چوں سحر از خواب عاشق بر جہید | آستین و گردگاں را بدید

صبح کو عاشق کی جب آنکھیں کھلیں | دیکھے اخروٹ اور چاک آستیں

گفت شاہِ ما ہمہ صدق و صفاست[لہ] | آنچہ بر ما میرسد آں ہم ز ماست

بولا سلطاں ہمہ صدق و صفا | ہے ہمیں سے ہم پہ جو پہنچے بلا

اے دلِ بیخواب ما زاں ایمنیم | چوں حرس بر بام چوبک میزنیم

اے دلِ بے خواب ہم ہیں بے خطر | کیونکہ ہاں چوبک بجاتے بام پر

گردگانِ ما دریں مطحن شکست | ہر چہ گوئیم از غمِ خود اندکست

اُس کی چکّی میں پسے اخروٹ سب | کم ہے جتنا غم سنائیں با ادب

لہ اقوال مولانا علیہ الرحمۃ ۔

خانۂ خود را ہمی سوزی بسوز　　کیست آن کس کو بگوید لا تجوز
گھر کو تو اپنے جلاتا ہے۔ بھلا　　کون ہے جو اس کو کہدے ناروا

خوش بسوز این خانہ را اے شیر مست　　خانۂ عاشق چنین اولیٰ ترست
پھونک دے اے مست! یہ گھر دے جلا　　خانۂ عاشق کا جلنا ہی بھلا

بعد ازیں من سوز را قبلہ کنم　　زانکہ شمعم من بسوزش روشنم
سوز کو قبلہ بنا لوں بعد ازیں　　سوز سے روشن ہوں، ہیں شمع حزیں

خواب را بگذار امشب اے پدر　　یک شبے در کوئے بیخوابان گذر
آج کی شب نیند کو چھوڑو اے پدر　　کوئے بے خوابی میں اپنا کر گذر

بنگر اینہا را کہ مجنوں گشتہ اند　　ہمچو پروانہ بوصلت کشتہ اند
دیکھ ان کو جو ہیں مجنوں ہو گئے　　وصل کے پروانے ہیں کر جل بجھے

بنگر ایں کشتی خلقاں غرق عشق　　اژدہائے گشتہ گوئی حلق عشق
دیکھ غرق عشق کشتی جہاں　　حلق عشق اژدر بنا ہے بے گماں

اژدہائے ناپدید دلربا　　عقل ہمچوں کوہ را او کہربا
کیسا اژدر ہے نہاں اور دلربا　　کوہ جیسی عقل کو ہے کہربا

عقل ہر عطار[1] کاگہ شد ازو　　طبلہا را ریخت اندر آب جو
جس کسی عطار نے سمجھا اسے　　اپنے ڈبے پھینک ندی میں دیے

رو کزیں جو برنیائی تا ابد　　لم یکن حقا[2] لہ کفوا احد
جا۔ نہ اس ندی سے نکلے تا ابد　　جو کیا ہے حق سے لا تقسیم احد

اے مزور چشم بکشا و ببیں　　چند گوئی من ندانم آن و ایں
کھول اے مکار آنکھوں کو ذرا　　اب نہ کہنا میں نہیں کچھ جانتا

[1] بعض شارحین کا قول ہے کہ یہ کنایہ شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت کی طرف ہے
[2] یعنی خدا کی قسم وہ بے کفو ہو جاتا ہے یعنی فنا فی اللہ اور بقا باللہ۔

ازو پائے زرق و محرومی بر آ　　در جہان حق و قیومی در آ
مکر و محرومی کے طوفاں سے نکل　　حق و قیومی کے میدانوں میں چل

تا کہ بینم ترا بینم شود　　واں ندانم ہات میدانم شود
تا کہ جو دیکھا نہیں نظروں میں آئے　　اور جو جانا نہیں وہ جان جائے

بگذر از مستی و مستی بخش باش　　زیں تلون نقل کن در استواش
ہو کے مستی بخش مستی سے نکل　　راستی سے اس تلون کو بدل

چند نازی تو بدیں مستی پست　　بر سر ہر کوئے چندیں مست ہست
اپنی مستی پر ہے ناحق افتخار　　ہر گلی میں مست ہیں اس کے ہزار

گر دو عالم پر شود سرمست یار　　جملہ یک باشند و آں یک نیست خوار
دونوں عالم بھی اگر ہوں مست یار　　سب ہوں یکساں اور نہ ہو کوئی بھی خوار

ایں ز بسیاری نیاید خوار سے　　خوار کہ بود تن پرستے نارسے
خوار کب ہوتے ہیں اس کثرت سے مست　　خوار تو ہوتا ہے ناری تن پرست

گر جہاں پر شد ز تاب نور مہ　　کے کساد آید بر صاحب ولہ
گر جہاں بھر جائے نور ماہ سے　　عشق والوں میں خلل کیونکر پڑے

گر جہاں پر شد ز نور آفتاب　　کے بود خوار آں تف نوش التہاب
نور سے سورج کے ہو عالم بھرا　　عشق کی گرمی کو ہے نقصان کیا

لیک با ایں جملہ بالاتر خرام　　چونکہ ارض اللہ واسع بود رام
لیکن ان سب سے کچھ اوپر کر خرام　　وسعتیں دنیا کی جب تیری ہیں رام

گرچہ ایں مستی چو باز اشہب ست　　برتر از وے بر زمین قدس ہست
گرچہ اس مستی کا ہے نایاب دور　　قدس کا مستی کا عالم ہے کچھ اور

مست ابرار و مقرب آں بست　　ہر مقرب شیر او چوں روبہ است
بڑھ کے ابرار و مقرب سے ہے مست　　ہے مقرب شیر اک روباہ پست

رو سرافیلے شو اندر امتیاز — ور دمندہ روح و ہست مست ساز

ہو کے اسرافیل کر کچھ امتیاز — درمیان حق ہست مست ساز

مست کہ چوں کل مزاح اندیشہ شد — ایں ندانم واں ندانم پیشہ شد

مست خوش طبعی ہے جس دم آ گئے — یہ نہ جانوں وہ نہ جانوں بول اُٹھے

ایں ندانم واں ندانم بہر چیست — تا بگوئی آنکہ میدانیم کیست

یہ نہ جانوں وہ نہ جانوں کس لئے — تا تو جانے ہم یہاں کس کو جانتے

نفی بہر ثبت باشد در سخن — نفی بگذار و ز ثبت آغاز کن

نفی ہے اثبات ہی کے واسطے — نفی کو چھوڑ اور چل اثبات لے

نیست ایں و نیست آں ہیں واگذار — آنکہ آں ہست است آں را پیش آر

یہ نہیں اور وہ نہیں سب ترک کر — ہست ہے جو اس پہ اپنی رکھ نظر

نفی بگذار و ہماں ہستی پرست — ایں بیاموز اے پدر زاں ترک مست

نفی کو چھوڑ اور ہو ہستی پرست — سیکھ یہ اس سے کہ جو تو ترک مست

بگذر از نفی اے پسر ہستی طلب — ایں بیاموز اے پسر زاں ترک [illegible]

نفی کو چھوڑ اور ہستی کر طلب — ترک اور بد مست سے یہ سیکھ اب

امیر ترک مخمور کا مطرب کے لئے استدعا کرنا

اے مے کہ تو مے خوری حرام است — ما مے نخوریم جز حلالی

جو تو پیتا ہے بادہ ہے وہ حرام — صرف پیتے ہیں ہم شراب حلال

جہد کن تا ز نیست ہست شوی — وز شراب خدائے مست شوی

سعی کر نیستی سے تا ہست ہو تو
اور شراب خدا سے مست ہو تو

انجمی ترکی سحر آگاہ شد — وز خمار خمر مطرب خواہ شد

صبح دم جاگا جو اک ترک عجم — نشہ میں کی خواہش مطرب بہم

مطرب جان مونس مستاں بود — نقل و قوت و قوت مست آں بود

مستوں کا مونس ہے مطرب جان کا — ہے وہی نقل و گزک بھی برملا

مطرب ایشاں را سوئے مستی کشد — باز مستی از دم مطرب چشد

مطرب اس کو سوئے مستی کھینچ لے — پھر دم مطرب سے وہ مستی چکھے

آں شراب حق بداں مطرب برد — ویں شراب تن ازیں مطرب خورد

وہ شراب حق سے ہوتا ہے مگن — اور یہ[۲] مطرب سے لے صہبائے تن

ہر دو گر یک نام دارد در سخن — لیک فرقست ایں حسن تا آں حسن

نام میں دونوں کے یکساں ہے سخن — پر جدا ہیں یہ حسن[۳] اور وہ حسن

اشتباہے ہست لفظی در بیاں — لیک خود کو آسماں کو ریسماں

ہیں مشابہ لفظا دونوں بے گماں — پر جدا ہیں آسمان و ریسماں

اشتراک لفظ دائم رہزن ست — اشتراک گبر و مومن در تن ست

اشتراک لفظ سے ہوتا ہے شک — گبر و مومن کا بدن ہے مشترک

جسمہا چوں کوزہائے بستہ سر — تا کہ در ہر کوزہ چہ بود در نگر

جسم کوزوں کی طرح ہیں بستہ سر — بند کوزوں میں ہے کیا کس کو خبر

کوزۂ ایں تن پُر از آب حیات — کوزۂ آں تن پُر از زہر ممات

اس بدن کے کوزہ میں آب حیات — اُس بدن میں ہے بھرا زہر ممات

گر بمظروفش نظر داری شہی — ور بظرفش عاشقی تو گمرہی

ہے نظر مظروف پر تو شاہ ہے — ظرف پر عاشق ہے تو گمراہ ہے

[۱] اقوال مولانا علیہ الرحمۃ ۔ [۲] یعنی مستی مجاز ۔ [۳] یعنی حسن بن صباح اور جناب حسن علیہ السلام میں بہت فرق ہے ۔

لفظ را مانندهٔ این جسم دان — معنیش را اندرون مانند جان

لفظ کو اس جسم کی مانند جان — اور معنی کو سمجھ لے اس میں جان

دیدهٔ تن دائما تن بین بود — دیدهٔ جان جان پر فن بین بود

جسم پر ہے دیدۂ تن کی نظر — دیدۂ جاں جان کو دیکھے مگر

پس ز نقش لفظهای مثنوی — صورتی ضال ست و هادی معنوی

ہے نقوش مثنوی بھی اے فتا — ظاہراً گمراہ و معنًا رہنما

در نبی فرمود کین قرآن ز دل — هادی بعضی و بعضی را مضل[1]

نسبت قرآں بھی کہتا ہے خدا — بعض کا ہادی ہے رہزن بعض کا

الله الله چونکه عارف گفت می — پیش عارف کی بود معدوم شی

اللہ اللہ جب کہا عارف نے مے — کب ہے پھر اس کے لئے معدوم شے

فهم تو چون بادهٔ شیطان بود — کی ترا فهم می رحمان بود

فہم تیرا بادۂ شیطاں ہوا — کب تجھے فہم مے رحماں ہوا

این دو انبازند مطرب با شراب — این بدان و آن بدین آرد شتاب

سازشی ہیں دونوں مطرب اور شراب — اس کی جانب وہ لڑی ہے وہ شتاب[2]

پر خماران از دم مطرب چرند — مطربان شان سوی میخانه برند

خوش ہیں دم مطرب سے ہیں اہل خمار — میکدے سے لے جائیں مطرب ہوشیار

آن سر میدان و این پایان دست — دل شده چون گوی در چوگان دست

وہ سرا یہ انتہا میدان کی — اور عاشق گیند اس چوگان کی

در سر آنچه هست گوش آنجا رود — در سر ار صفراست آن سودا شود

سر میں جو کچھ ہے وہ کانوں کو سکے — سر میں جو صفرا ہے وہ سودا ہے

---

[1] قوله تعالى يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ یعنی بہت سے اس سے گمراہ ہوتے ہیں اور بہت سے راہ پاتے ہیں۔ اور جو گمراہ ہوتے ہیں صرف فاسق ہیں

[2] وہ یعنی مطرب اور یہ یعنی شراب

بعد ازاں ایں دو بہ بیہوشی روند | والد و مولود آنجا یک شوند

بے خبر ہوتے ہیں بعد اس کے دیکھ | باپ بیٹے دونوں ہو جاتے ہیں ایک

چونکہ کردند آشتی شادی و درد | مطرباں را ترک ما بیدار کرد

دیکھ کر شادی و غم کو ایک جا | مطربوں کو ترک نے چونکا دیا

مطرب آغازید پیش خوابناک | کہ اتلنی الکاس یا من لا اراک

چھیڑا مطرب نے عجب اک شعر خواب | اے نظر سے دور دے جام شراب

انت وجہی لا عجب ان لا اراہ | غایة القرب حجاب الاشتباہ

تو مری صورت ہے کیا دیکھوں تجھے | ہیں یہ پردے انتہائے قرب کے

انت عقلی لا عجب ان لم ارک | من وفود الالتباس المشترک

عقل ہے تو عقل کیا آئے نظر | ہے لباس مشترک میں جلوہ گر

جئت قربا انت من حبل الورید | کما اقل یا یا ندا للبعید

ہے رگ گردن سے بھی قرب مزید | یا کہوں کیوں یا تو ہے بہر بعید

بل اغالطہم انادی فی القفار | کی اکتم من معی ممن اغار

یہ ہے دھوکا دشت میں میری ندا | تا کہ لوں اغیار سے تجھ کو چھپا

ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز | بشنو اکنوں نکتۂ صاحب تمیز

اور چھوڑ اس بات کو کیا اے عزیز | ایک نکتہ مجھ سے سن اے با تمیز

خانۂ آنحضرت میں ایک لڑکے کا آنا

اندر آمد پیش پیغمبر ضریر | گفت کای نوابخش شور از بہر خمیر

آیا اک اندھا حضور مصطفیٰ | اور کہا تم ہو ولی نعمت بجا

اے تو میر آب و من مستسقیم | مستغاث المستغاث اے ساقیم

تو ہے میر آب میں ہوں تشنہ لب | میرے ساقی تجھ سے ہے فریاد اب

چوں رسید آں ضریر از در شتاب	عائشہؓ بگریخت بہر احتجاب
گھر میں اندھا آیا جب دروازے سے	عائشہؓ تب بھاگیں پردے کے لئے
زانکہ واقف بود آں خاتون پاک	از غیوری رسول رشکناک
کیونکہ واقف تھیں وہ بی بی باصفا	رشک و غیرت سے ہیں مملو مصطفیٰ
ہر کہ زیباتر بود رشکش فزوں	زانکہ رشک از ناز خیزد یا بنوں
رشک زیبا تر سے ہوتا ہے فزوں	رشک پیدا ناز سے ہوتا ہے یوں
گندہ پیراں شوی را قما دہند	چونکہ از پیری و زشتی آمنند
بڈھی عورتوں کو بڑھیاں کھلاتی ہیں دوا	نقص پیری سے ہیں واقف برملا
چوں جمال احمدی در ہر دو کون	کے بدست از فر یزدانیش عون
دو جہاں میں مثل حسن احمدیؐ	فر یزداں سے مدد کس کو ملی
نازہائے ہر دو کون او را رسد	غیرت آں خورشید صد تو را رسد
دو جہاں میں ناز ان کو ہے بجا	غیرت اُس خورشید پنہاں کو روا
کہ درافگندم بکیواں گوئے را	درکشید اے اختراں زو روئے را
کہتی ہے کیواں پہ میں غالب ہوئی	اے ستارو تم چھپا لو شکل ابھی
در شعاع بے نظیرم لا شوید	ورنہ پیش نور من رسوا شوید
نیست ہو جاؤ شعاعوں میں مری	ورنہ پیش آئے گی رسوائی بڑی
از کرم من ہر شبے غائب شوم	کے روم الا نمایم کہ روم
رات کو ہوتا ہوں میں غائب کہیں	فی الحقیقت ہیں مگر چھپتا نہیں
تا شما بے من شبے خفاش وار	پر زناں پرید گرد ایں مطار
تاکہ چمگادڑ کی صورت رات بھر	گرد عالم کے پھرو پرواز کر

لہ فلک ہفتم پر تمام سیاروں سے بلند ایک ستارہ ہے ۞

ہمچو طاؤساں پری عرضہ کنید	باز سست و منکر و معجب شوید
مور کی مانند بن جاؤ پتہ ہی	سست و منکر بن کے پاؤ خود سری
بشکند آں پایہ زشت از امتیاز	ہمچو چارق کہ بود شیخ ایاز
چکنا چور کردے تم پایہ بدکا امتیاز	جیسے چارق شیخ کا تھا ہے ایاز
ور نمایم صبح بہر گوشمال	تا نگردید از منی ز اہل شمال
صبح پھر آؤں گا دینے کو سزا	تا نہ کر دے دوزخی کبر و ریا
ترک کن پرداز ست ایں سخن	نہی کردست از درازی امر کن
چھوڑ دے ہے کیونکہ لمبی داستاں	منع ہے طول سخن اسکا خوش بیاں

آنحضرتؐ کی طرف سے حضرت عائشہؓ کا امتحان

گفت پیغمبر برائے امتحاں	او نمی بیند ترا کم شو نہاں
بولے پیغمبر برائے امتحاں	وہ ہے نابینا نہ ہو اس سے نہاں
کرد اشارت عائشہؓ دستہا	او نہ بیند لیک من بینم ورا
عائشہؓ نے یوں اشارہ سے کہا	میں ہوں بینا گو نہیں وہ دیکھتا
غیرت عقل است بر خوبی روح	پر ز تمثیلات و تشبیہات شروح
عقل کی غیرت ہے بہرہ روح کے	ہے بھری تشبیہ اور تمثیل سے
با چنیں پنہانی کیں روح است	عقل بے او آنچنیں مشکیں چرا است
روح ہے اتنے حجابوں میں مگر	کیوں ہے اس پہ عقل کو رشک اس قدر
از کہ پنہاں میکنی اے رشک خو	آنکہ پوشیدہ است نورش روئے او
کس سے تو اس کو چھپاتی ہے بھلا	نور ہے خود اک حجاب اس روح کا

لہ جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ارشاد فرماتے ہیں کہ خیر الکلام ما قلّ ودلّ یعنی بہترین کلام وہ ہے جو کم ہو اور کثیر پر دلالت کرے۔

میرود بے روپوش آں آفتاب — فرط نور اوست رویش را نقاب

بے نقابی جا رہا ہے آفتاب — کہ ہے فرط نور ہی اس کا نقاب

از کہ پنہاں میکنی اے رشک ور — کآفتاب او را کمی پوشد اثر

کس سے تو اس کو چھپاتا ہے مگر — اس کا سورج بھی نہیں پاتا اثر

رشک از آں افزوں ترست اندر تنم — کز خودش خواہم کہ پنہانش کنم

رشک میرے دل میں ہے یوں بڑھ رہا — خود سے ہوں اس کو چھپانا چاہتا

ز آتش رشک گراں آہنگ من — با دو چشم و گوش خود در جنگ من

آگ سے رشک گراں آہنگ کی — جنگ ہے آنکھ اور کانوں میں چھڑی

چوں چنیں رشکیستت اے جان و دل — پس دہاں بربند و گفتن را بہل

ہاں اگر ہے رشک ایسا ہی تجھے — بند کر منہ بولنا بھی چھوڑ دے[۱]

ترسم ار خامش کنم آں آفتاب — از سوے دیگر بدرّاند حجاب

ڈر ہے گر خاموش ہوگا آفتاب — دوسری جانب سے پھاڑے گا حجاب

در خموشی گفت ما اظہر شود — کہ ز منع آں میل افزوں تر شود

ہے خموشی ترجمان مدعا — روکنے سے بڑھتی ہے خواہش سوا

گر بغرد بحر غرّش کف شود — جوش اَحْبَبْتُ لِاَنْ اُعْرَفْ شود

شور دریا میں جو ہے وہ کف ہے یہ — جوش اَحْبَبْتُ لِاَنْ اُعْرَفْ[۲] ہے یہ

حرف گفتن بستن آں روزن ست — عین اظہار سخن پوشیدن ست

بندش روزن ہے گفتار سخن — ہے چھپانا عین اظہار سخن

۱؎ کیونکہ بولنا بھی تو روح ہی کا پتہ دیتا ہے اور گفتگو بھی تو ایک طرح روح کا اظہار ہے۔

۲؎ نحو سے۔ اَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ۔ یعنی میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں۔ پھر میں نے مخلوق کو پیدا کر دیا۔

بلبلانہ نعرہ زن بر روئے گل ۔ تا کنی مشغول شاں از بوئے گل

روئے گل پر مثلِ بلبل نعرہ مار ۔ بوئے گل سے پھیر اپنی سمت یار

تا بقُل مشغول گردد گوشِ شاں ۔ سوئے روئے گل نپرد ہوشِ شاں

کان کب تک تیری باتوں پہ لگیں ۔ تا نہ ان کے ہوش سوئے گل اڑیں

ظلّ آں خورشید کو بس روشن است ۔ در حقیقت ہر دو لیلی رہزن است

سایۂ خورشیدِ روشن کے طفیلی ۔ ہے حقیقت راہزن ہے ہر دو لیلی

امیر تُرک کی محفل میں مطرب کا غزل گانا

مطرب آغازید نزدِ ترکِ مست ۔ در حجابِ نغمہ اسرارِ الست

الغرض مطرب نے چھیڑا پاس ترکِ مست ۔ پردۂ نغمہ میں اسرارِ الست

مے ندانم کہ تو ماہی یا وثن ۔ مے ندانم کہ چہ مے خواہی ز من

بت ہے تو یا ماہ ہے جانوں میں کیا ۔ کیا خبر تو کیا ہے مجھ سے چاہتا

مے ندانم تا چہ خدمت آرمت ۔ تن زنم یا در عبارت آرمت

میں نہ جانوں کیا کروں خدمت تری ۔ چپ رہوں یا کھول دوں الفت تری

اے عجب کہ نیستی از من جدا ۔ مے ندانم من کجایم تو کجا

گر نہیں مجھ سے جدا تو جانِ جاں ۔ میں نہ جانوں تو کہاں ہے میں کہاں

مے ندانم کہ مرا چوں مے کشی ۔ گاہ در بر گاہ در خوں مے کشی

میں نہ جانوں مارتا ہے کیوں مجھے ۔ کر کے آلودہ بخاک و خوں مجھے

ہمچنیں لب در ندانم باز کرد ۔ مے ندانم مے ندانم ساز کرد

"میں نہ جانوں" تھی یہ مطرب کی صدا ۔ کہہ رہا تھا "میں نہیں کچھ جانتا"

چوں ز حد شد مے ندانم از شگفت ۔ ترک ما را زیں حرارت دل گرفت

"میں نہ جانوں" جب کہا حد سے سوا ۔ ترک کو گرمی سے غصہ آ گیا

بر سر آں ترک دلوے کشید	ما علیہا بر سر مطرب دوید
گزرنے کر ترک بس دوڑا ادھر	تا کہ توڑے اس سے میراثیؔ کا سر
گرز را بگرفت سرہنگے بدست	گفت نے مطرب کشی این دم بدست
اک سپاہی نے لیا وہ گرز تھام	بولا اس کو مارنا اچھا ہے کام
گفت ایں تکرار بیحد و مرش	کوفت طبعم را بکوبم بر سرش
ترک بولا اس کی اس تکرار سے	کوفت ہے مجھ کو نہ کیوں ماروں اسے
قلتبانا مے ندانی گر مخور	تا بچہ مے دانی بگو مقصود بہ
بھڑوے جب لاعلم ہے تو کیوں نہ کہا	کہہ رہی جو کچھ بھی ہے تو جانتا
آں بگو اے گیج کہ میدانیش	مے ندانم مے ندانم در کشش
کہہ وہی نادان جو کچھ ہے جانتا	"میں نہ جانوں" کی نہ ایسی رٹ لگا
چوں بگویم از کجائی اے مریب	تو بگوئی نے ز بلخم نے ہری
تیرا مسکن تجھ سے گر پوچھوں بھی	تو کہے میں ہوں نہ بلخی نے ہری
نہ ز ہندم نہ ز روم و نہ ز چین	نہ ز شامم نہ عراق و یار دیں
ہند کا ہوں اور نہ روم و چین کا	ہوں نہ شامی نے عراقی برملا
نہ ز بغداد و نہ موصل نے طراز	در کشی در نے و نے راہ دراز
ہوں نہ بغدادی نہ موصل میں ہے گھر	بات کو دیتا ہے طول اے بے خبر
خود بگو تا از کجائی باز رہ	ہست منتج مناط اینجا بگر
کیوں نہیں کہتا کہ مسکن ہے فلاں	ہے غرض منتج مطلب ہے یہاں
یا بپرسم کہ چہ خوردی ناشتاب	تا بگوئی نے شراب و نے کباب
یا میں پوچھوں تو نے کیا کھایا ناشتہ	اور کہے تو نے شراب اور نے کباب

سلہ ہرات کا رہنے والا ۔

نہ بقول و نے پنیر و نے بصل ۔ نہ ز شیر و نہ ز شکر نے عسل

ساگ کھایا ہے نہ پیاز اور نے پنیر ۔ شہد کھایا ہے نہ شکر اور نہ شیر

نہ قدید و نے ثرید و نے عدس ۔ آنچہ خوردی آں بگو تنہا و بس

گوشت کھایا ہے نہ ستو نے مسور ۔ کھایا ہے جو کچھ وہی کہہ ہے مشہور

مُوتُوا قَبلَ اَن تَمُوتُوا

ایں سخن خائی دراز از بہر چیست ۔ گفت مطرب زانکہ مقصودم نفیست

کیوں بڑھائی بات تو نے بے تکی ۔ بولا مطرب میرا مقصد ہے نفی

ہست اثبات پیش از نفی تو ۔ نفی کردم تا بری ز اثبات بو

تجھ سے دور اثبات ۔ پائیں نفی ہی ۔ از پئے اثبات میری نفی تھی

در نوا آرم بنفی ایں ساز را ۔ چوں بمیری مرگ گوید راز را

نفی سے چھیڑا کیا میں نے ساز کو ۔ تو جو مر جائے تو سمجھے راز کو

جاں بسے کندی و اندر پردۂ ۔ زانکہ مردن اصل بد ناوردۂ

جاں کھپائی اور پردے میں رہا ۔ اصل تھا مرنا، وہ کب حاصل ہوا

تا نمیری نیست جاں کندن تمام ۔ بے کمال نردبان نائی بہ بام

موت سے پہلے فقط ہے جاں کنی ۔ بام ہے سیڑھی سے ملتا ہے کہ جی

چوں ز صد پایہ دو پایہ کم بود ۔ بام را کوشندہ نامحرم بود

جبکہ سو پایوں سے کم ہوں پایہ دو ۔ بام پر چڑھنے کی کب امید ہو

چوں رسن یک گز ز صد گز کم بود ۔ آب اندر دلو از چہ کے رود

رسی گز بھی کم اگر سو گز سے ہو ۔ کیسے پہنچائیں کنوئیں تک ڈول کو

لہ حدیث شریف ۔ یعنی مرنے سے پہلے مر جاؤ۔

غرق ایں کشتی نہانی اے امیر	تا کہ نہی اندرو من الاخیر
غرق کشتی تیری کیونکر ہو سکے	بوجھ پورا گر نہ تو اس پہ رکھے
من اخیرا صل فاں کاں طائشت	کشتی وسواس غی را غارقست
بوجھ پورے حادثے ہیں واقعی	غرق جو کشتی کریں وسواس کی
آفتاب گنبد ازرق شود	کشتی ہش چونکہ مستغرق شود
گنبد ازرق کا وہ ہو آفتاب	ہوش کی کشتی جو کردے غرق آب
چوں نمردی گشت جاں کندن دراز	مات شو در صبح اے شمع طراز
پہ نہ مرنا ہی ہے طول جاں کنی	ہو فنا اے شمع ضو میں صبح کی
تا نگشتند اختراں ما نہاں	وانکہ پنہان ست خورشید جہاں
جب تلک ہوں نہ یہ تارے نہاں	کس طرح نکلے گا خورشید جہاں
گرز بر خود زن منی بر خود شکن	زانکہ پنبہ گوش آمد چشم تن
گرز خود ہی مار اپنے ما و من	کیونکہ کانوں کی روئی ہے چشم تن
گرز بر خود زن منی ہم اے فتی	عکس تست اندر فعالم ایں منی
گرز اپنے مارتا ہے اے فتی	عکس میرے کیوں ہے تیرا ہی
عکس خود در صورت من دیدۂ	در قتال خویشتن پیچیدۂ
عکس اپنا میرے رخ پہ دیکھ کر	پیچ کھاتا ہے تو اپنے قتل پہ
ہمچو آں شیرے کہ در چہ شد فرو	عکس خود را خصم خود پنداشت او
چاہ میں شیر اک ہوا جیسے فرو	جان کر دشمن خود اپنے عکس کو
نفی ضد ہست باشد بے شکے	تا ز ضد ضد را بدانی اندکے
نفی ضد ہستی کی بیشک ہے	تاکہ ضد کو ضد سے تو پہچان لے
ایں زماں جز نفی ضد اعلام نیست	اندریں نشاۃ دمے بے دام نیست
نفی ضد کا ہے تو بس اعلام سے	اس جہاں کا نقطہ نقطہ دام ہے

سلہ آگاہ کرنا ۔

بے حجابت باید آں اے ذولباب — مرگ را بگزیں و بر در آں حجاب

چاہیے اُس کو دیکھنا گر بے نقاب — موت کا طالب ہو اور کر رفع حجاب

نے چناں مرگے کہ در گورے روی — مرگ تبدیلی کہ در نورے روی

وہ نہیں مرنا کہ ہو خاک گور — ایسی تبدیلی جو ہو وجہ سرور

مرد چوں بالغ شد آں طفلی بمرد — رومی شد صبغۂ زنگی سترد

مرد جب بالغ ہوا طفلی مری — ل پہلے زنگی تھا ہے اب رومی وہی

خاک زر شد ہیئت خاکی نماند — غم فرح شد خار غمناکی نماند

خاک سونا بن گئی کب خاکی رہی — غم ہوا شادی نہ غمناکی رہی

مصطفیٰ زیں گفت کاے اسرار جو — مردہ را خواہی کہ بینی زندہ تو

یہ ہے ارشاد جناب مصطفیٰ — چاہیے جو مردہ کو زندہ دیکھنا

میرود چوں زندگاں بر خاکداں — مردہ و جانش شدہ بر آسماں

جو زمیں پہ مثل زندوں کے چلے — جان اُس کی آسمانوں پر رہے

جانش را ایں دم ببالا مسکنیست — گر بمیرد روح او را نقل نیست

عالم بالا ہے مسکن روح کا — گر وہ مر جائے ہو نقل روح کیا

زانکہ پیش از مرگ او کردست نقل — ایں بمردن فہم آید نے بعقل

منتقل مرنے سے پہلے ہو چکا — موت سمجھائے گی اس کو، عقل کیا!

نقل باشد نے چو نقل جان عام — ہمچو نقلے از مقامے تا مقام

یہ کہاں ہے نقل مثل روح عام — منتقل ہوتے ہیں گو تا گوں مقام

ہر کہ خواہد کو ببیند بر زمیں — مردہ را کو میرود ظاہر چنیں

جو کوئی چاہے زمیں پہ دیکھنا — چلتا پھرتا ایک مردہ ظاہرا

ل یعنی پہلے بے شعور تھا اب ذی شعور ہو گیا۔

مر ابوبکرؓ تقی را گو ببیں / شد ز صدیقی امیر المتقین
وہ ابوبکرؓ تقی کو دیکھ لے / جو امیر المتقین ہیں صدق سے

اندریں نشأہ نگر صدیق را / تا بحشر افزوں کنی تصدیق را
دیکھئے اس عالم میں تو صدیقؓ کو / تا بڑھائے حشر میں تصدیق کو

پس محمدؐ صد قیامت بود نقد / زانکہ حل شد در فنائش حل و عقد
صد قیامت تھے محمدؐ آپ ہی / آستاں پر اُن کے مشکل حل ہوئی

زادۂ ثانیست احمدؐ در جہاں / صد قیامت بود او اندر عیاں
زادۂ ثانی تھے احمدؐ بے گماں / صد قیامت اُن کے اندر تھیں عیاں

زو قیامت را ہمے پرسیدہ اند / کاے قیامت تا قیامت راہ چند
اُس قیامت سے یہ پوچھا بارہا / اے قیامت کا ہے کتنا فاصلہ؟

با زبان حال مے گفتے بسے / کہ ز محشر حشر را پرسد کسے
یوں زبان حال سے تقریر کی / پوچھتا ہے حشر محشر سے کوئی!

بہر ایں گفت آں رسول خوش پیام / رمز موتوا قبل موت یا کرام
مصطفیٰؐ نے اس لئے (روحی فدا) / راز "موتوا قبل موت" کہہ دیا

ہمچنانکہ مردہ ام من قبل موت / زاں طرف آوردہ ام ایں صیت و صوت
جیسے قبل موت میں مُردہ ہوا / اب اُدھر سے یہ مری صوت و صدا

پس قیامت شو قیامت را ببیں / دیدن ہر چیز را شرطست ایں
پس قیامت ہو قیامت دیکھ لے / شرط ہے یہ دیکھنے کے واسطے

تا نگردی ایں ندانی اش تمام / خواہ کاں انوار باشد یا ظلام
ہو نہ کر ایسا نہ ہوگا کچھ عیاں / خواہ تاریکی ہو یا ہو نورِ تاں

۱؎ یعنی مخلوق بعد فنا ۔

عقل گردی عقل را دانی کمال | عشق گردی عشق را بینی جمال

عقل بن تو عقل کا سمجھے کمال | عشق بن تو عشق کا دیکھے جمال

نار گردی نار را دانی یقین | نور گردی ہم بدانی آن و این

نار ہو جا نار کا کر لے یقین | نور ہو جا اور سمجھ لے آن و این

گفتمے برہان این دعوی مبین | گر بدے ادراک اندر خورد این

کہتا اس دعوے پہ اظہار دلیل | ہے کہاں ادراک ایسا اے خلیل

ہست انجیر این طرف بسیار خوار | گر رسد مرغے قنق انجیر خوار

ہیں یہاں انجیر تو کثرت سے خوار | مرغ ہی کوئی نہیں انجیر خوار

در ہمہ عالم اگر مرد و زنند | دمبدم در نزع و اندر مردن اند

مرد و زن دنیا میں ہیں یہ جس قدر | نزع میں اور موت میں ہیں مبتلا

این سخن ہا را وصیت ہا شمر | کہ پدر گوید در آندم با پسر

ہیں یہ باتوں کو وصیت جان لے | باپ جو کہتا ہے اپنے پوت سے

تا بروید رحمت و عبرت بدین | تا برد بیخ بغض و رشک و کین

تا کہ دل سے رحمت و عبرت جاگے | بغض و رشک اور دشمنی کی جڑ کٹے

تو بدان نیت نگر در اقربا | تا ز نزع او بسوزد دل ترا

اقربا کو دیکھ اسی نیت سے تو | تا جلے تو نزع کی مدت سے تو

کل آتٍ آت آنرا نقد دان | دوست را در نزع و اندر فقد دان

آنے والی شے کو جان آیا ہوا | نزع میں تو جان عالم دوست کا

ور غرض ہا زین نظر گردد حجیب | این غرض ہا را برون افکن ز جیب

اور غرض سے ہو جو نظروں کو حجاب | ایسی نظروں سے ہے لازم اجتناب

ور نیارد خشک بر عجزے مایست | زانکہ با عاجز گزیدہ معجزیست

مت کھڑا عجز و نیاز خشک پر | معجزہ [illegible] عاجزی سے ہے مگر

عجز زنجیر است زنجیرت نهاد   چشم در زنجیر نه باید گشاد
عجز اک زنجیر ہے اوپر تیرے   جس کی ہے زنجیر اُس پر غور کر

پس تضرع کن کہ اے ہادی زیست   باز بودم پشہ گشتم این ز چیست
گڑگڑا کر یہ کہ اے مولا یہ کیا!   باز تھا مچھر میں کیونکر ہو گیا

سخت تر افشردہ ام سر در قدم   کہ لگد خسم ز قہرت دمبدم
دب گیا ہوں سر سے قدموں پر مرا   قہر سے تیرے ہوں نقصاں میں پڑا

از نصیحت ہائے تو کر بودہ ام   بت شکن دعوے و بتگر بودہ ام
ہو گیا بہرا نصیحت سے تری   بت شکن تھا کر رہا ہوں بت گری

یاد صنعت فرض تر یا یاد مرگ   مرگ مانند خزان تو اصل برگ
یادِ صنعت فرض تھی یا یادِ مرگ   موت تھی مثل خزاں تو اصل برگ

سالہا این مرگ طبلک می زند   گوش تو بیگاہ جنبش می کند
موت کی بجتی ہے کب سے ڈگڈگی   بے محل سنتے ہیں تیرے کان ہی

نزع میں بیدار ہونے والا غافل

گوید اندر نزع از جان آہ مرگ   این زمان کردت ز خود آگاہ مرگ
نزع میں اب کہہ رہا ہے آہ موت!   کر دیا اب تو نے خود آگاہ موت!

این گلوے مرگ از نعرہ گرفت   طبل او بشکافت از مرگ اے شگفت
موت کا اس شور سے وا یا گلا!   موت نے خود فیصلہ اس کا کیا

در دقائق خویش را در باختی   رمز مردن این زمان دریافتی
نکتے سمجھاتا رہا تا عمر سب   رمز مرنے کی ہوئی دریافت اب

روز عاشورا ہمہ اہل حلب   باب انطاکیہ اندر تا بشب
روزِ عاشورا حلب کے لوگ سب   جا کے تھے باب انطاکیہ

گرد آید مرد و زن جمعے عظیم   ماتمِ آں خانداں دارد مقیم

ہوتے ہیں اُس جا اکٹھے مرد و زن   ماتمِ سادات کا ہے یہ چلن

تا بشب نوحہ کنند اندر بکا   شیعہ عاشورا برائے کربلا

رات بھر کرتے ہیں فریاد و بکا   شیعہ عاشورا برائے کربلا

بشمرند آں ظلمہا و امتحاں   کز یزید و شمر دید آں خانداں

اور کرتے ہیں بیداد و خواری کا بیاں   جو یزید و شمر سے پہنچی وہاں

از غریو نعرہا در سر گذشت   پر ہمے گردد ہمہ صحرا و دشت

گونجتا ہے شور و شیون سر گذشت   جس سے بھر جاتے ہیں سب صحرا و دشت

عاشورا کے دن ایک شاعر کا حلب میں پہنچنا

یک غریبے شاعرے از رہ رسید   روزِ عاشورا و آں افغاں شنید

پہنچا اک بیچارا شاعر بھی وہاں   روزِ عاشورا سنی آہ و فغاں

شہر را بگذاشت و آں سو رائے کرد   قصدِ جستجوئے آں ہیہائے کرد

شہر چھوڑا اور اُدھر وہ بھی چلا   ہاؤ ہُو کا تا لگائے کچھ پتا

پرس پرساں مے شد اندر انقیاد   چیست ایں غم بر کہ ایں ماتم فتاد

پوچھتا پھرتا تھا وہ سب سے وہاں   کیا ہے یہ غم کس کا ماتم ہے یہاں

ایں رئیسے زفت باشد کو بمرد   ایں چنیں مجمع نباشد کار خرد

کیا رئیس اعظم اب کوئی مرا   بھیڑ معمولی ہے یہ مجمع بڑا

نام او و القابِ او شرحم دہید   کہ غریبم من شما اہل دہید

نام اور القاب سمجھاؤ اُس کا کہو   ہیں مسافر ہم تم اہلِ شہر ہو

چیست نام و پیشہ و اوصافِ او   تا بگویم مرثیہ الطافِ او

نام اور پیشہ کیا تھا کیا - اوصاف کیا   تا کہوں میں مرثیہ الطاف کا

مرثیہ سازم کہ مردِ شاعرم	**تا ازینجا برگ و لا لنگے برم**
میں ہوں شاعر، اک لکھوں گا مرثیہ	پاؤں آذوقہ میں تا کوئی صلہ
آں یکے گفتش کہ تو دیوانۂ	**تو نۂ شیعہ عدوّ خانۂ**
ایک بولا، آہ تو دیوانہ ہے	کیا نہیں شیعہ، عدوئے خانہ ہے؟
روزِ عاشورا نمیدانی کہ ہست	**ماتمِ جانے کہ از قرنے بہ است**
روزِ عاشورا ہے، کیا واقف نہیں؟	اُس کا ماتم ہے، جان تھی جو بہترین
پیشِ مومن کے بود ایں قصہ خوار	**قدرِ عشق گوشِ عشق گوشوار**
پیشِ مومن یہ فسانہ کب ہے خوار	عشق کی ہے عاشق ہی کو قدر یار
پیشِ مومن ماتمِ آں پاک روح	**شہرہ تر باشد ز صد طوفانِ نوحؑ**
ماتم اُن کا مومنوں کے واسطے	ہے اہم تر نوحؑ کے طوفان سے

شیعانِ حلب کو شاعر کا جواب

گفت آرے لیک کو دورِ یزید	**کے بُدہ است آں غم چہ دیر اینجا رسید**
بولا شاعر، کب یزیدی عہد تھا	اور کب پہنچا یہاں یہ ماجرا
چشمِ کوراں آں خسارت را بدید	**گوشِ کراں آں حکایت ہا شنید**
دیکھیں اندھوں نے وہ ساری خواریاں	اور بہروں نے سنیں وہ زاریاں
خفتہ بودستید تا اکنوں شما	**تا کنوں جامہ دریدید از عزا**
کیا ابھی تک سو رہے تھے تم پڑے؟	اب جو ماتم میں ہو کپڑے پھاڑتے
پس عزا بر خود کنید اے خفتگاں	**زانکہ بد مرگیست ایں خوابِ گراں**
سونے والو! اپنا خود ماتم کرو	ہے یہ غفلت موت بیشک جان لو
روحِ سلطانی ز زندانی بجست	**جامہ چوں دریم و چوں خاییم دست**
روحِ سلطاں کی جو چھوٹی قید سے	کیوں کریں ہم سوگ کپڑے پھاڑ کے

چونکہ ایشاں خسرو دیں بودہ اند	وقت شادی شد چو بگسستند بند
چونکہ وہ سب دین کے سردار تھے	جب رہائی مل گئی تو خوش ہو گئے
سوئے شادروان دولت تاختند	کندہ و زنجیر را انداختند
قصر دولت کی طرف رخصت ہو گئے	کاٹھ اور زنجیر سب کچھ چھوڑ گئے
دور ملک ست و گروہ شاہنشہی	گر تو یک ذرہ ازیشاں آگہی
دور اب ان کا ہے اور شاہنشہی	کاش ذرہ بھر ہو تم کو آگہی
ورنہ آنگہ برو بر خود گری	زانکہ دور از کار عقل و محشری
گر نہیں آگاہ رو اپنے زشت خو	کیونکہ حشر و نشر کا منکر ہے تو
بر دل و دین خرابت نوحہ کن	چوں نمے بیند جز ایں خاک کہن
دین اور دل پر خود اپنے نوحہ کر	دل کو کیا بجز خاک آتا ہے نظر
ور ہمے بیند چرا نبود دلیر	پشت دار و جاں سپار و چشم سیر
دیکھتا ہے تو نہیں پھر کیوں دلیر	پشت دار اور جاں سپار اور چشم سیر
در رخت کو از مے دیں فرخی	گر بدیدی بحر کو کف سخی
ہے کہاں چہرے پہ دیں کی فرخی	بحر دیکھا۔ تو کہاں دست سخی

حرص دنیا کی تشبیہ چیونٹی سے

آنکہ جو دید آب را نکند دریغ	خاصہ آں کو دید دریا و میغ
جس نے دیکھی نہر پانی کیوں نہ دے	خاص کر جو ابر و دریا دیکھ لے
مور بر دانہ ازاں لرزاں بود	کو ز خرمنگاہ خود عمیاں بود
اس لئے لرزاں ہے چیونٹی دانہ پر	اس کو خرمن کی نہیں کچھ بھی خبر
مے کشد آں دانہ را از حرص و بیم	چوں نمے بیند چناں چاش عظیم
لاتی ہے اک دانہ حرص و خوف سے	جب نہیں خرمن نظر آتا اسے

صاحبِ خرمن ہمیگوید کہ ست — اے کوری پیش تو معدوم شے

صاحب خرمن یہ کہتا ہے کہ ہے — دانہ ناچیز بھی یہ کوئی شے

تو ز خرمنہا ہمہ آں دیدۂ — کاندراں دانہ جہانہا چیدۂ

دیکھا ہے خرمن سے دانہ ایک ہی — اس لئے تو اس میں ہے اٹکی ہوئی

اے بصورت ذرہ کیواں ببیں — مور لنگے رو سلیمان را ببیں

تو تو اک ذرہ ہے کیواں کو بھی دیکھ — لنگڑی چیونٹی ہے جا سلیمان کو بھی دیکھ

تو نۂ ایں چشم بل آں دیدۂ — وا رہی از جسم گر جاں دیدۂ

تو نہیں یہ آنکھ۔ تو ہے وہ نظر — جسم سے چھوٹے، ہو جو جاں اگر

آدمی دیدہ ست و باقی پوست ست — دید آں باشد کہ دید دوست ست

آدمی دیدہ ہے باقی پوست ہے — دید اس کی جس کو دید دوست ہے

آدمی دیدہ است باقی لحم و پوست — ہر چہ چشمش دیدہ است آں چیز اوست

آدمی دیدہ ہے باقی گوشت ہی — جو نظر آتا ہے بہتر ہے وہی

کوہ را غرقہ کند یک خم ز نم — منفذی گر باز باشد سوئے یم

ایک مٹکا بھی ڈبو دے کوہ کو — ہاں سمندر میں اگر اس کی سوت ہو

چوں بدریا راہ شد از جان خم — خم با جیحوں بر آرد اشتلم

راستہ خم کا جو دریا سے ملے — کیوں نہ پھر جیحوں پہ خم غالب ہے

زیں سبب قل گفتۂ دریا بود — گرچہ نطق احمدی گویا بود

اس لئے قل گفتۂ دریا ہوا — گرچہ نطق احمدی گویا ہوا

گفتۂ او جملہ در بحر بود — کہ دلش را بود در دریا نفوذ

گو یہ دریا کا تھا قول مصطفیٰ — ان کا دل دریا میں تھا ڈوبا ہوا

لہ یعنی اس لئے قرآن مجید میں جو جابجا قل کے ساتھ امر آیا ہے وہ گو جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے کہلوایا گیا ہے لیکن حقیقت میں دریا یعنی خدا تعالیٰ کا کہا ہوا ہے ۔

واو دریا چوں ز چشم ما بود ‏ ‏ ‏ چہ عجب گر ماہی دریا بود

وا دریا گر ہمارے چشم سے ہو ‏ ‏ ‏ کیا عجب دریا ہو مچھلی دوستو

چشم حس افسردہ بر نقش قمر ‏ ‏ ‏ تو قمر مے بینی و او مستقر

چشم حس کھٹکتی ہے نقش ماہ پر ‏ ‏ ‏ وہ ہلال[۱] ہے قائم اور تو کہتا ہے قمر

ایں دوئی اوصاف دید احول است ‏ ‏ ‏ ورنہ اول آخر آخر اول است

یہ دوئی ہے چشم احول کا پتا ‏ ‏ ‏ ورنہ جو ہے ابتدا و انتہا

ہیں گذر از نقش خم در خم نگر ‏ ‏ ‏ کاندرو بحریست بے پایان و سر

نقش خم کو چھوڑ خم پر غور کر ‏ ‏ ‏ جس میں اک دریا ہے بے پایان و سر

پاکی از آغاز و آخراں عذاب ‏ ‏ ‏ ماندہ محروماں ز قشر و در عذاب

ابتدا و انتہا سے بے حجاب ‏ ‏ ‏ چھو رہے محروم ہیں صرف در عذاب

ایں چنیں خم را تو دریا داں یقیں ‏ ‏ ‏ زندہ از وے آسمان و ہم زمیں

ایسے مٹکے کو تو دریا کر یقیں ‏ ‏ ‏ اس سے زندہ آسماں ہیں اور زمیں

گشتہ دریائے دوئی در عین وصل ‏ ‏ ‏ شد ز سو در یکسوئی در عین وصل

اب وہ دریائے دوئی سے عین وصل ‏ ‏ ‏ ہو گئے یکسو بے سوئی سے عین وصل

بلکہ وحدت گشتہ او را در وصال ‏ ‏ ‏ شد خطاب او خطاب ذوالجلال

بلکہ اب حاصل ہے توحید وصال ‏ ‏ ‏ ہے خطاب اس کا خطاب ذوالجلال

لا ازاں گوید شیخم منصوروار ‏ ‏ ‏ تا شود بر دار شہرت و سوار

کہنے لگتا ہے وہ حق منصور وار ‏ ‏ ‏ تا کہ ہو شہرت کی سولی پر سوار

تا چنیں سر در جہاں ظاہر شود ‏ ‏ ‏ [illegible] اندر تعجب ماہر شود

تاکہ وہ یہ بھید ظاہر دہر میں ‏ ‏ ‏ تو نہ تعصب اس سے ہوں باہر دہر میں

۱؎ یعنی چاند بحالہ قائم رہتا ہے۔ مگر تو اسے کبھی ہلال سمجھتا ہے کبھی قمر اور کبھی

تا فزاید در جہاد و کوشش او — تا بیشتر گردد کشش دیدار ہو

تاکہ کوشش کی بڑھا دے آرزو — اور بیشتر اس کہ ہو دیدار ہو

اہل دل آنجوں کہ جو در جوئے رواں — بے دوئی یک گشتہ در دریا چناں

اہل دل دریا میں ہیں نہر رواں — بے دوئی دریا میں ہو گر ایک جاں

ہی ز چہ معلوم گردد ایں ز بعث را — بعث را کم جو کن اندر بعث بحث

مر کے جی اُٹھنے سے ہو اس کی خبر — جستجو ئے بعث چھوڑ اور بحث کر

شرط روز بعث اول مردن است — زانکہ بعث از مردہ زندہ کردن است

شرط روز بعث ہے اول فنا — بعث ہے مر کر پھر اُٹھنا مردے کا

جملہ عالم زیں غلط کردند راہ — کز عدم ترسند و آں آمد پناہ

ساری دنیا نے غلط کی اپنی راہ — وہ عدم سے ڈرتے ہیں جو تھا پناہ

از کجا جوئیم علم از ترک علم — از کجا جوئیم سلم از ترک سلم

ہے نشان علم ترک علم سے — دشمنی میں دوستی کے ہیں سبق

از کجا جوئیم حال از ترک حال — از کجا جوئیم قال از ترک قال

حال ترک حال سے ہوگا عیاں — قال ترک قال ہی میں ہے نہاں

از کجا جوئیم ہست از ترک ہست — از کجا جوئیم دست از ترک دست

طالب ہستی ہے ہستی ترک کر — نا توانی سے ہے قوت سے خبر

ہم تو تانی کرد یا نعم المعین[۱] — دیدۂ معدوم بیں را ہست بیں

تو ہی کر سکتا ہے اے نعم المعین — دیدۂ معدوم بیں کو ہست بیں

دیدۂ کو از عدم آمد پدید — ذات ہستی را ہمہ معدوم دید

آنکھ جو نکلی عدم سے ہے ستم — ذات ہستی کو سمجھ بیٹھی عدم

(۱) اے سب سے اچھے مددگار: خداوند تعالےٰ کی طرف اشارہ ہے۔

این جہان منتظم محشر بود ‏ گر دو دیدہ مبدل و انور شود
ہو جہان منتظم محشر اگر ‏ ہو مبدل اور روشن آنکھ اگر

زان نہ پیدا آن حقائق را تمام ‏ کہ برین خامان بود فہمش حرام
اس لئے پنہاں حقائق ہیں تمام ‏ خام لوگوں پہ ہے فہم اس کا حرام

نعمت جنات خوش بر دوزخی ‏ شد محرم گرچہ حق آمد سخی
نعمتیں جنت کی اہل نار پہ ‏ ہیں حرام از بس سخی ہے دادگر

در دہانش تلخ گردد شہد خلد ‏ چون نبود از وفایان عہد خلد
ان کے منہ میں تلخ تر ہے شہد خلد ‏ کیونکر توڑا ہے انہوں نے عہد خلد

مر شما را نیز در سوداگری ‏ دست کے جنبد چو نبود مشتری
اپنی ہی سوداگری کو دیکھ لو ‏ ہاتھ کب ہلتا ہے جب گاہک نہ ہو

کے نظارہ اہل بخریدن بود ‏ آن نظارہ گول گردیدن بود
دیکھنے والے ہیں اہلیت کہاں ‏ ہے حماقت ہی حماقت بے گماں

پرس پرسان کین بچند و آن بچند ‏ از پے تعبیر وقت و ریشخند
پوچھتا ہے دام ہر اک چیز کے ‏ وقت کٹنے اور تمسخر کے لئے

از ملولی کالہ مے خواہد ز تو ‏ نیست آن کس مشتری و کالہ جو
تیری خاطر سے ہے سودا مانگتا ‏ وہ نہیں گاہک نہ جویا اسباب کا

کالہ را صد بار دید و باز داد ‏ جامہ کے پیمود او پیمود باد
مال دیکھا بارہا پھر لوٹا دیا ‏ کپڑا کیا ناپا کہ ناپی تھی ہوا

کو قدوم و کر و فر مشتری ‏ کو مزاح و گنگلی سرسری
اس میں کب ہے کر و فر مشتری ‏ ہنسنا ہے یا مذاق سرسری

چونکہ در ملکش نباشد حبہ ‏ جز پے گنگل چہ جوید جبہ
جب گرہ میں اس کی اک کوڑی نہیں ‏ بجز تمسخر کیا کرے وہ بے نوا

در تجارت نیستش سرمایهٔ — پس چه شخص زشت او چون سایهٔ
مول کیا لیگا کہ بے سرمایہ ہے — جسم یہ اس کا مثال سایہ ہے

مایه در بازار این دنیا زرست — مایه آنجا عشق و دو چشم ترست
پونجی اس بازار دنیا کی ہے زر — اور اس دنیا کا عشق اور چشم تر

هر که او بی مایه در بازار رفت — عمر رفت و بازگشت و خام تفت
جو کوئی بازار سے بے پونجی گیا — عمر بیتی اور ناکارہ پھرا

هی کجا بودی برادر هیچ جا — هی چه پختی بهر خوردن شوربا
پوچھینگے کہ ہیچ اے بھائی کہاں تھا — کیا ہے پکایا کھانے کو پکا تھا شوربا

مشتری شو تا بجنبد دست من — لعل زاید معدن آبستِ من
مشتری ہو تا کہ تا میرے ہاتھ ہلیں — لعل چمکیں تشنہ لبا پوشیدہ ہیں

مشتری گرچه که سست و بارد است — دعوت دین کن که دعوت وارد است
مشتری گو سست ہے اور سرد سا — دعوت دے اُسے دعوت کہ دعوت ہے روا

باز پران کن حمام روح گیر — در ره دعوت طریق نوح گیر
باز اڑا کر لے کبوتر روح کا — یعنی تو دعوت میں طریقہ نوح کا[۱]

خدمتی می کن برای کردگار — با قبول و رد خلقانت چه کار
کر فقط خدمت خدا کے واسطے — کیا قبول و رد سے مطلب تجھے

نی قبول اندیش نی ردای غلام — امر را و نهی را می بین مدام
چھوڑ دے اندیشہ رد و قبول — دیکھ امر و نہی کو ہمیشہ ملول

۱ یعنی جیسے حضرت نوح علیہ السلام باوجود مخالفت نو سو برس تک دعوت توحید میں مصروف رہے تھے ۔

خالی مکان میں ایک سائل کا آنا

آں یکے میزد سحوری بر درے
درگہے بود و رواقِ مہترے

در پر اک سائل تھا سحری مانگتا
تھی وہ اک درگاہ و قصرِ بے بہا

نیم شب میزد سحوری را بجد
گفت او را قائلے کاے مستند

نصف شب تھی سعی سحری کے لئے
کہنے والے نے کہا یہ دیکھ کے

اول آں وقتِ سحر زن ایں سحور
نیم شب نبود گہِ ایں شر و شور

ٹھیک دم آکر تو سحری مانگنا
شور و شر کرنا ہے نصف شب برا

دیگر آنکہ فہم کن اے بوالہوس
کاندریں خانہ درون نیست کس

پھر سمجھنا چاہئے اے بدیقیں
اس مکاں میں کوئی ہے بھی یا نہیں

کس درینجا نیست جز دیو و پری
روزگارِ خود چہ یاوہ مے بری

کون ہے اس گھر میں جز دیو و پری
وقت کیوں کھوتا ہے وحشت ہے کڑی

بہرِ گوشے میزنی دف گوش کو
ہوش باید تا بداند ہوش کو

دف بجاتا ہے ۔ کوئی سنتا بھی ہو
جاننے کو ہوش والا بھی تو ہو

گفت گفتی بشنو از چاکر جواب
تا نمانی در تحیر و اضطراب

بولا سائل کہہ چکا ۔ اب سن جواب
تا نہ ہو حیرت سے تجھ کو اضطراب

گرچہ ہست ایں دم برِ تو نیم شب
نزدِ من نزدیک شد صبحِ طرب

گو ہے تیرے واسطے یہ نیم شب
ہے مگر میرے لئے صبحِ طرب

ہر شکستے نزدِ من فیروز شد
جملہ شبہا پیشِ چشمم روز شد

سب شکستیں فتح ہیں میرے لئے
اب یہ راتیں ہوگئی ہیں دن مجھے

پیشِ تو خون است آبِ رودِ نیل
پیشِ من آب است نے خون اے نبیل

تجھ کو آبِ نیل خوں ہے بالیقیں
سامنے میرے ہے پانی ۔ خوں نہیں

در حق تو آہن ست آن در خام ‌‌ ‌ پیشِ داؤدِ نبیؑ موم ست و رام
تیری نظروں میں ہے لوہا بارِ خام ‌ ‌ سامنے داؤدؑ کے ہے موم و رام

پیشِ تو کہ بس گرانست و جماد ‌ ‌ مطرب ست او پیشِ داؤدؑ اوستاد
منجمد اک کوہ ہے تیرے لئے ‌ ‌ اور ہے مطرب سامنے داؤدؑ کے

پیشِ تو آں سنگریزہ ساکت ست ‌ ‌ پیشِ احمدؐ او فصیح و قانت ست
تیرے آگے سنگریزہ ہے خموش ‌ ‌ پیشِ احمدؐ ہے فصیح و نطق کوش

پیشِ تو استونِ مسجد مردہ ایست ‌ ‌ پیشِ احمدؐ عاشقِ دل بردہ ایست
گو ستونِ مسجد کا مُردہ ہے تجھے ‌ ‌ پیشِ احمدؐ ہے وہ عاشق جان سے

جملہ اجزائے جہاں پیشِ عوام ‌ ‌ مردہ و پیشِ خدا دانا و رام
مُردہ اجزائے جہاں پیشِ عوام ‌ ‌ اور ہیں پیشِ خدا دانا و رام

وانچہ گفتی کاندریں قصر و سرا ‌ ‌ نیست کس چوں میزنی ایں منگ را
کیا کہا تو نے نہیں گھر میں کوئی ‌ ‌ کیوں بجاتا ہے یہاں تو چرخ چوبی

بہرِ حق ایں خلق زرہا مے دہند ‌ ‌ صد اساسِ خیر و مسجد مے نہند
بہرِ حق دیتی ہے خلقت مال و زر ‌ ‌ رکھتے ہیں مسجد کی بنیادیں بشر

مال و تن در راہِ حج دور دست ‌ ‌ خوش ہمے بازند چوں عشاق مست
مال اور تن حج زیارت کے لئے ‌ ‌ صورتِ عشاق دیتے ہیں وارے

ہیچ میگویند کاں خانہ تہی ست ‌ ‌ ایں سخن کے گوید آنکش آگہیست
کوئی کہتا ہے یہ خالی ہیں مکاں ‌ ‌ ہے جو واقف کب ہے یہ اس کا بیاں

پر ہمے بینند سرائے دوست را ‌ ‌ آنکہ از نورِ الٰہستش ضیا
دیکھتے ہیں دوست سے آباد گھر ‌ ‌ ہے جنہیں سوزِ الٰہی کی خبر

سلہ سنگِ مرمر

بس سرائے پر ز جمع و انبہی | پیش چشم عاقبت بیناں تہی

ہیں بہت سے ایسے بھی دنیا میں مکاں | دور بیں آنکھوں میں جو خالی ہیں ہاں

ہر کرا خواہی تو در کعبہ بجو | تا بروید در زماں پیش تو او

ڈھونڈ لے کعبہ میں تو چاہے جسے | دفعتاً وہ ہی نظر آنے لگے

صورتے کو فاخر و عالی بود | او ز بیت اللہ کے خالی بود

ہو جو صورت فاخر و عالی کوئی | کب ہو بیت اللہ سے خالی کوئی

او بود حاضر منزہ از رتاج | باقی مردم برائے احتیاج

ہوتے ہیں حاضر بغیر راہ و در | پوری کرنے کو کسی کے ہے خطر

ہیچ مے گویند کایں لبیک ہا | بے ندائے مے کنیم آخر چرا

کب وہ کہتے ہیں کہ لبیک و دعا | کیوں کہیں ہم جب نہیں سنتے ندا

کو ندا تا خود تو لبیکے دہی | از ندا لبیک تو چوں شد تہی

بے ندا کہتا ہے کیوں لبیک بھی | ہے ندا سے کیوں دعا تیری تہی

بلکہ توفیقے کہ لبیک آورد | ہست ہر لحظہ ندائے از احد

بلکہ جو توفیق ہے لبیک کی | وہ ندائے حق سے ہے جو بھی ہوئی

من چو دانم کایں قصور سر | بزم جاں افتاد و خاکش کیمیا

تو سے سمجھا ہوں کہ یہ قصر و سر | بزم جاں ہے اور مٹی کیمیا

مس خود را بر طریق زیر و بم | تا ابد بر کیمیایش مے زنم

اپنے تانبے کو بطور زیر و بم | کیمیا پر ہوں رگڑتا دمبدم

تا بجوشد زیں چنیں ضرب سبو | در در افشانی ز بخشایش بجو

تا کہ یہ ٹھیکری کے ضرب سے جوش میں | بحر بخشائش کو لائیں جوش میں

۱ یعنی جب حج کی تعداد معینہ میں کمی پڑتی ہے تو رجال غیب شریک ہو جاتے ہیں+

خلق در صفِ قتال و کارزار   جاں ہمے بازند بہرِ کردگار
بندۂ حق درمیانِ کارزار   جان کر دیتے ہیں خالق پر نثار
آں یکے اندر بلا ایوبؑ وار   واں دگر در صابری یعقوبؑ وار
اک بلاؤں میں اگر ایوبؑ ہے   دوسرا بھی صبر میں یعقوبؑ ہے
آں یکے چوں نوحؑ در اندوہ و کرب   واں دگر چوں احمدؐ اندر صفِ حرب
ایک مثلِ نوحؑ ہے غم آشنا   دوسرا میداں میں مثلِ مصطفٰےؐ
ایں ز دنیا چوں ابوذرؓ پُر حذر   واں دگر در استقامت چوں عمرؓ
اک ابوذرؓ کی طرح ہے پُر حذر   دوسرا ہے استقامت میں عمرؓ
صد ہزاراں خلق تشنہ و مستمند   بہرِ حق از طبع جہدے می کنند
لاکھوں بندے بھوکے پیاسے ہیں پڑے   جہد کرتے ہیں خدا کے واسطے
من ہم از بہرِ خداوندِ غفور   میزنم بر در بامیدش سحور
میں بھی از بہرِ خداوندِ غفور   کھٹکھٹاتا ہوں یہ در بہرِ سحور
مشتری خواہی کہ از وے زر بری   بہ ز حق کہ باشد اے جاں مشتری
مشتری سے چاہتا ہے مال و زر   حق سے بہتر مشتری کب ہے پسر
مے خرد از مالت انبانے نجس   میدہد نورِ ضمیرِ مقتبس
مول تجھ سے لیکے اجناسِ حقیر   بخش دیتا ہے تجھے نورِ ضمیر
مے ستاند ایں یخِ جسمِ فنا   میدہد ملکے بروں از وہمِ ما
یہ یخِ جسمِ فنا لیتا ہے وہ   بے قیاس اک ملک دیدیتا ہے وہ
مے ستاند قطرۂ چندے ز اشک   میدہد کوثر کہ آرد قند رشک
مول لے کر چند قطرے اشک کے   دیتا ہے کوثر وہ بہتر قند سے
مے ستاند آہِ پُر سودا و دود   میدہد ہر آہ را صد جاہ و سود
لیکے وہ پُر دود آہیں خلق سے   دیتا ہے ہر آہ کو سو مرتبے

نقد آور تا کنی سودا ازاں	نسیہ بگذار تا نکنی زیاں
نقد لا تا اُس سے کچھ سودا پٹے	چھوڑ نسیہ تا نہ نقصاں میں پھنسے
پادشاہے کابرِ اشکِ چشم ماند	مر خلیلے را بداں اواہ خواند
بادشہ ایسا جو ابرِ اشکِ آنکھ تھا	پھر ابراہیمؑ کو آواہ[1] کہا
ہیں دریں بازار گرم بے نظیر	کہنہ ہا بفروش و ملکِ نو بگیر
گرم یہ بازار ہے بلا مثل دیکھ	بیچ کہنہ لے نیا ملک اے پسر
ور ترا شکے و ریبے رہ زند	تاجرانِ انبیا را کن سند
اور اگر دل میں ہو تیرے شک و ریب	تاجرانِ انبیاء سے لے سند
بسکہ افزود آں شہنشہ بختِ شاں	مے نتاند کہ کشیدن رختِ شاں
بس بڑھایا اُن کا رتبہ شاہ نے	کوہ سے اسباب اُن کا کب اُٹھے

حضرت بلالؓ کا قصہ

تن فدائے خار میکرد آں بلالؓ	خواجہ اش میزد برائے گوشمال
خار سے مجروح تھا جسمِ بلالؓ	مارتا تھا خواجہ بہرِ گوشمال
کہ چرا تو یادِ احمد میکنی	بندۂ بد منکرِ دینِ منی
کس لئے کرتا ہے یادِ مصطفیٰؐ	کیوں ہے میرے دین سے منکر ہوا
میزد اندر آفتابش او بخار	او احد میگفت بہرِ افتخار
دھوپ میں وہ مارتا تھا ان کے خار	اور وہ کہتے تھے "احد" با افتخار
تا کہ صدیق آں طرف میگشت تفت	آں احد گفتن بگوشش در رفت
حضرت صدیقؓ جا نکلے اُدھر	وہ "احد" کہنا سُنا رکتے گئے

[1] قولہ تعالیٰ: اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِیْمٌ یعنی حضرت ابراہیمؑ دردمند اور بُردبار ہیں +

چشم او چوں آب شد دل پر عنا ۔۔۔ زاں احد ہا یافت بوئے آشنا
آنکھ بھر آئی، تو دل غمگیں ہوا ۔۔۔ اُس "احد" سے آئی بوئے آشنا

بعد ازاں خلوت بدیدش پند داد ۔۔۔ کز جہوداں خفیہ میدار اعتقاد[1]
پھر یہ خلوت میں نصیحت ان کو کی ۔۔۔ تو یہودی سے چھپا مذہب ابھی

عالم السرّ ست پنہاں دار کام ۔۔۔ گفت کردم توبہ پیشت اے ہمام
وہ خدا دانا ہے۔ چھپ کر کام لے ۔۔۔ بولے وہ۔ توبہ ہے میری آج سے

روز دیگر از پگہ صدیقؓ رفت ۔۔۔ آں طرف از بہر کارے مے بتفت
دوسرے دن پھر گئے صدیقؓ ادھر ۔۔۔ صبحدم کچھ کام تھا۔ سن کر [illegible]

باز احد بشنید و ضرب زخم خار ۔۔۔ برفروزید از دلش شور و شرار
پھر "احد" اور پھر وہ ضرب زخم خار ۔۔۔ سن کے بھڑکے قلب میں غم کے شرار

بار چندش داد و باز او توبہ کرد ۔۔۔ عشق آمد توبۂ او را بخورد
پھر نصیحت کی انہوں نے توبہ کی ۔۔۔ عشق آیا اور توبہ توڑ دی

توبہ کردن زیں نمط بسیار شد ۔۔۔ عاقبت از توبہ او بیزار شد
توبہ اس صورت جو ٹوٹی چند بار ۔۔۔ توبہ کرنے سے ہوئے وہ رستگار

فاش کرد اسپرد تن را در بلا ۔۔۔ کاے محمدؐ اے عدوئے توبہ ہا
ہیں بلائیں، راز کھولا ہو بہو ۔۔۔ اے محمدؐ! دشمن توبہ ہے تو

اے تن من وائے رگ من پُر ز تو ۔۔۔ توبہ را گنجا کجا باشد درو
جسم کی رگ رگ تجھی سے ہے بھری ۔۔۔ اب کہاں توبہ کی گنجائش رہی

توبہ را زیں پس ز دل بیروں کنم ۔۔۔ از حیات خلد توبہ چوں کنم
توبہ سے توبہ ہے میری، کیا کروں ۔۔۔ کیا حیات خلد سے توبہ کروں؟

[1] یعنی حضرت بلالؓ نے کہا کہ میں توبہ کرتا ہوں۔ آئندہ علانیہ اعلان مذہب و اعتقاد نہ کروں گا۔

عشق قہارست و من مقہور عشق	چون قمر روشن شدم از نور عشق
عشق ہے قہار، ہیں مقہور عشق	جون قمر روشن ہوں، لیکن نور عشق
برگ کاہم پیش تو اے تند باد	من چہ دانم تا کجا خواہم فتاد
اے ہوائے تیز، برگ کاہ ہوں	کیا خبر مجھ کو کہاں جا کر گروں
گر ہلالم گر بلالم میدوم	مقتدی بر آفتابت میشوم
ہوں ہلال اور یا بلال اب اے نبی[ص]	پیروی ہے تیرے ہی خورشید کی
ماہ را با زفتی و زاری چہ کار	در پئے خورشید پوید سایہ وار
چاند کو کیا گریہ و زاری سے کام	دوڑتا ہے پیچھے سورج کے مدام
با قضا ہر کو قراری میدہد	ریشخند سبلت خود میکند
ہے قضا سے جو کوئی اڑ بیٹھتا	اپنی موچھوں کا اڑاتا ہے مضحکا
کاہ برگے پیش باد آنگہ قرار	رستخیزے وانگہانے فکر کار
کاہ ہو پیش ہوا، اور پھر قرار	حشر کا دن سامنے، اور فکر کار
گربہ در انبانم اندر دست عشق	یکدمے بالا و یکدم پست عشق
ہوں میں بلی ہاتھ میں اس عشق کے	پست و بالا پھینکتا ہے وہ مجھے
او ہمے گرداندم بر گرد سر	نے بزیر آرام دارم نے زبر
سر سے اونچا ہے پھراتا بار بار	مجھ کو اوپر ہے نہ نیچے قرار
عاشقاں در سیل تند افتادہ اند	بر قضائے عشق دل بنہادہ اند
تیز طوفاں میں ہیں عاشق سربسر	رکھ دیا ہے دل قضائے عشق پر
ہمچو سنگ آسیا اندر مدار	روز و شب گردان و نالاں بیقرار
مثل سنگ آسیا اندر مدار	روز و شب چکر میں ہیں اور بیقرار

ا؎ چکی تماشہ پہ

گردشش بر جوی جویان شاهد است	تا نگوید کس که آن جو راکد است
گردش اس کو ہے بڑی اک شاہد ہے	رکنے والی تا نہ کوئی کہہ سکے
گر نمی‌بینی تو جو را در کمین	گردش دولاب گردونی ببین
نہر اگر تجھ کو نہیں آتی نظر	دور دولاب فلک پر غور کر
چوں قراری نیست گردون را ازو	ای دل اختروار آرامی مجو
آسماں ہے بے قرار اس سے سدا	دل ہے تارے! پھر سکوں کو ڈھونڈتا کیا
گر زنی در شاخ دستی کی هلد	هر کجا پیوند سازی بگسلد
شاخ اصلی ہے اگر تو کیوں ہلے	شکر کرے پیوند بھی تو فصل پڑے
گر نمی‌بینی تو تدبیر قدر	در عناصر گردش و جوشش نگر
اور جو پوشیدہ ہے تدبیر قدر	گردشوں پر کر عناصر کی نظر
زانکه گردشهای آن خاشاک و کف	باشد از غلیان بحر با شرف
گردشیں خاشاک کی اور جھاگ کی	جوش دریا ہی سے ہیں اے متقی
باد سرگردان ببین اندر خروش	پیش امرش موج دریا بین بجوش
باد سرگرداں میں ہے کتنا خروش	موج دریا کو ہے امر حق سے جوش
آفتاب و ماه دو گاو خراس	گرد می‌گردند و میدارند پاس
چاند سورج بیل ہیں چکی کے دو	گھومتے ہیں وقت ہی پر دیکھ لو
اختران هم خانه خانه میروند	مرکب هر نحس و سعدی میشوند
تارے پھرتے ہیں گھروں میں شوق سے	بنتے ہیں مرکب یہ سعد و نحس کے
اختران چرخ گر دورند هی	وین حواست کاهلند و سست پی
چرخ کے تارے نہیں گر لاتے پاس	اور تیرے سست و کاہل ہیں حواس
اختران چشم و گوش و هوش ما	شب کجایند و به بیداری کجا
تارے چشم و گوش کے اے مہرباں	ہیں کہاں دن میں بوقت شب کہاں

گاه در سعد و وصال و دلخوشی — گاه در نحس و فراق و بیہشی
کہ سعادت ہے خوشی وصل کی — اور جدائی کی نحوست سے بیہوشی

ماہ گردوں چوں دریں گردیدنست — گاہ تاریک و زمانے روشنست
چونکہ اس چکر میں ہے چاند آگیا — اسلئے تاریک اور روشن ہوا

گہ بہار و صیف ہمچوں شہد و شیر — گہ سیاستگاہ برف و زمہریر
ہے کبھی تو فصل گل میں شہد و شیر — اور کبھی سختی برف و زمہریر

چونکہ کلیات پیش او چو گوست — سخرہ و سجدہ کن چوگان اوست
گیند سا ہے اُس کے آگے سب جہاں — سجدے میں ہے اور مسخر ہے گماں

تو کہ یک جزوی دلا زیں صد ہزار — چوں نباشی پیش حکمش بیقرار
تو کہ ہے اک جزو خلق بے شمار — کیوں نہ اُس کے حکم سے ہو بے قرار

چوں ستورے باش در حکم امیر — گہ در آخر حبس و گاہے در مسیر
ہاں گھوڑے کی طرح حکم امیر — تھان پر ہے اور کبھی صرف مسیر

چونکہ بر میخت ببندد بستہ باش — چوں گشاید چابک و برجستہ باش
میخ سے جب باندھ دیں خاموش ہو — کھول دیں تو چست اور پھر جوش ہو

آفتابا چوں بر فلک کژ میجہد — در سیہ روئی کسوفش میدہد
چرخ پر ٹیڑھا چلے گر آفتاب — تو سیہ روئی سے ہوتا ہے خراب

کز ذنب پرہیز کن ہیں ہوش دار — تا نگردی تو سیہ رو دیگ وار
ہوش میں آ چھوڑ بد اقبال کو — تا سیہ روئی نہ مثل دیگ ہو

ابر را ہم تازیانہ آتشیں — میزند کاں چناں رو نے چنیں
آتشیں لگتا ہے کوڑا ابر کے — اس طرح چل، اور نہ ٹیڑھی راہ لے

لہ سیرگاہ ۰

بر فلاں وادی بباراین سو مبار — گر شمالش میدہد کو گوش دار

گر فلاں وادی پہ بارش یاں نہ کر — گر شمالی نہی ہے سن اے پسر

عقل تو از آفتابے بیش نیست — اندراں فکرے کہ نہی آمد مایست

عقل تیری کب ہے سورج سے سوا — پھر تو فکر نہی میں رکتا ہے کیا

کم زنہ اے عقل تو ہم گام خویش — تا نیابد آں کسوفت وبہ پیش

تو کبھی اے عقل اب نہ رکھ ٹیڑھا قدم — تاکہ گہن کا تجھ کو حاصل ہو نہ غم

چوں گنہ کمتر بود از آفتاب — منکسف بینی بنیمے نور و تاب

ہوتے ہیں سورج سے جب کمتر گناہ — نصف روشن نصف رہتا ہے سیاہ

کہ بقدر جرم مے گیرم ترا — ایں بود تقدیر در داد و جزا

ہوں بقدر جرم تجھ کو دیکھتا — ہے یہی اندازہ داد و جزا

خواہ نیک و خواہ بد فاش و ستیر — بر ہمہ اشیا سمیعم و بصیر

نیک ہو یا بد ہو پیدا یا نہاں — دیکھتے سنتے ہیں ہم سب کچھ یہاں

زیں گذر کن اے پدر نوروز شد — خلق از خلاق خوش بد فوز شد

آ گیا ہے نوروز چھوڑ اسکو پدر — خلق ہے خلاق خوش سے نازبر

باز آمد شاہ در کوئے ما — باز آمد آب جاں در جوئے ما

شاہ پھر گلیوں میں اپنی آ گیا — آب جاں ندی میں اپنی پھر چڑھا

مے خرامد بخت و دامن میکشد — نوبت توبہ شکستن مے رسد

ہے خرام بخت با ناز و ادا — وقت توبہ ٹوٹنے کا آ گیا

توبہ را بارید گر سیلاب برد — فرصت آمد پاسباں را خواب برد

توبہ کو طوفاں کی موجیں لے گئیں — پاسباں کی بند اب آنکھیں ہو گئیں

؎ حضرت بلال رضی حضرت صدیق اکبر رض سے کہہ رہے ہیں ؛

هر خماری مست گشت و باده خورد	رخت را امشب گرو خواهیم کرد
مست ہے اب ہر شرابی بیش و کم	آج شب رکھ دینگے رہن اسباب ہم
زاں شراب لعل و لعل جاں فزا	لعل اندر لعل اندر لعل ما
ہے شراب لعل و لعل جاں فزا	لعل میں ہے لعل اسے حشل علی
باز خرم گشت مجلس دل فروز	خیز و دفع چشم بد اسپند سوز
بزم دل افروز ہے صرف سرور	اٹھ جلا دانہ کہ چشم بد ہو دور
نعرهٔ مستانه خوش می آیدم	تا ابد جانا چنیں می بایدم
نعرۂ مستانہ بھاتا ہے مجھے	تا ابد جاناں یہی بس چاہیے
تا هلالے یا بلالے یار شد	زخم خار او گل و گلزار شد
وہ ہلال اب ہو گیا یار بلال رض	زخم خار اس کے ہیں گلزار و نہال
گر ز زخم خار تن غربال شد	جان و جسمم گلشن اقبال شد
جسم زخم خار سے غربال ہے	جان اور تن گلشن اقبال ہے
تن به پیش زخم خار آں جهود	جان من مست و خراب آں ودود
جسم ہے میرا پئے زخم یہود	جان میں ہے مستی عشق ودود
بوئے جانی سوئے جانم می رسد	بوئے یار مهربانم می رسد
بوئے جاناں بدرہی ہے جان سے	بوئے یار مہرباں آئی مجھے

حضرت صدیق رض آنحضرت صلعم کے حضور میں

از سوئے معراج آمد مصطفیٰ ؐ	بر بلالش حبذا آں حبذا
مصطفیٰ ؐ معراج سے لوٹے ادھر	مرحبا اُن کے بلال رض پاک پر
چونکه صدیق از بلال دم درست	ایں شنید از توبه او دست شست
دیکھ کر صدیق رض یہ حال بلال رض	توبہ سے مایوس تھے اُن کی کمال

بعد ازاں صدیق نزدِ مصطفےٰ ۔ گفت حالِ آں بلالؓ باصفا
بعد ازاں پیشِ جنابِ مصطفےٰؐ ۔ کہہ دیا حالِ بلالؓ باصفا

کاں فلک پیمائے میموں بال چست ۔ ایں زماں از عشق اندر دامِ تست
آسماں پیما ہے اک فرخ ضمیر ۔ آپ کے دامِ محبت میں اسیر

بازِ سلطان ست زاں جغداں برنج ۔ در حدث مدفون شدست آں زفت گنج
بازِ سلطاں کو ہے اُن جغدوں سے رنج ۔ دفن ہے کیسی نجاست میں وہ گنج

جغدہا بر بازِ استمہا کنند ۔ پر و بالش بے گناہے میکنند
جغد کرتے ہیں ستم اُس باز پر ۔ بے گنہ نوچے ہیں اُس کے بال و پر

جرمِ او اینست کو بازست و بس ۔ غیر خوبی جرمِ یوسفؑ چیست بس
جرم یہ ہے باز ہے وہ باوفا ۔ جرمِ یوسفؑ ہے سوا خوبی کے کیا

جغد را ویرانہ باشد زاد و بود ۔ ہستشاں بر باز زاں خشم و جحود
جغد کا ویرانہ میں ہوتا ہے گھر ۔ باز سے ہے اس لئے ترچھی نظر

کہ چرا ہے یاد آری تو از آں ۔ لالہ زار و جوئبار و گلستاں
کس لئے کرتا ہے یاد اسے بے زباں ۔ لالہ زار اور جوئبار اور گلستاں

یا چرا یادت بود از آں دیار ۔ یاز قصر و ساعدِ آں شہریار
یاد کیوں آتا ہے تجھ کو وہ دیار ۔ قصرِ شاہی اور دستِ شہریار

در دہِ جغداں فضولی مے کنی ۔ فتنہ و تشویش در مے افگنی
گاؤں میں جغدوں کے یک کر بیہودہ ۔ فتنہ و تشویش دیتا ہے بڑھا

مسکنِ ما را کہ شد رشکِ اثیرؔ ۔ تو خرابہ دانی و خوانی حقیر
گھر ہمارا جو کہ ہے رشکِ اثیرؔ ۔ جانتا ہے تو خرابہ اور حقیر

لہ آسمان ۱۲

تیشہ آوردی کہ تا چشمہ این ما	مر ترا سازند شاہ و پیشوا
دیتا ہے وہ دو کے کہ چشموں کا جتھا	تجھ کو سلطان مان لے یا پیشوا
وہم و سودائے در ایشاں مے تنی	تا ہم این فردوس ویراں مے کنی
وہم و سودا ان میں پھیلاتا ہے تو	خلد کو ویران ٹھہراتا ہے تو
بر سرت چنداں نہیم اینہ صفات	تا بگوئی ترک شد پیر ترہات
اتنی وصولیں سر پہ ماریں گے ترے	تا کہ چھوٹے تو فریب اور مکر سے
پیش مشرق چار میخش مے کنند	تن برہنہ شاخ خارش مے زنند
چار میخہ کر کے وہ شکیل سحر	مارتے ہیں خار ننگے جسم پر
از تنش صد جائے خوں بر مے جہد	او احد مے گوید و سر مے نہد
سو جگہ سے خون ہوتا ہے رواں	وہ "احد" کہتا ہے - ہو کر ناتواں
پند ہا دادم کہ پنہاں دار دیں	سر بپوشاں از جہودان لعیں
کی نصیحت پردے رکھ مذہب بہالہ	ان لعینوں پہ نہ کر اس کو عیاں
عاشق ست و اقیامت آمد است	تا در توبہ برو بستہ شدہ است
وہ ہے عاشق اس پہ ٹوٹا حشر آہ	ہو گیا بند اس پہ در توبہ کا شاہ
عاشقی و توبہ یا امکان صبر	این محالے باشد اے جاں بس سطبر
عاشقی اور توبہ یا امکان صبر	ہیں محالات محبت - اور جبر
توبہ کرم و عشق ہمچوں اژدہا	توبہ وصف خلق واں وصف خدا
توبہ کیڑا - عشق مثل اژدہا	توبہ وصف خلق' وہ وصف خدا
عشق ز اوصاف خدائے بے نیاز	عاشقی بر غیر او باشد مجاز
عشق ہے وصف خدائے بے نیاز	عشق کرنا دوسروں سے ہے مجاز

چار میخ کرنے کی سزا عہد فرعون میں ایجاد ہوئی تھی۔ اس طرح کہ دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں میں میخیں ٹھونک کر چھاتی پر بوجھ رکھ دیا جاتا تھا۔

زانکہ آں مس را زر اندود آمدہ است — ظاہرش نور اندروں دود آمدہ است
کیونکہ اس مس پر ملمع ہے عیاں — باہر اسکے نور اور اندر دھواں

چوں رود نور و شود پیدا دخاں — بفسرد عشق مجازی آں زماں
نور جب رخصت ہو اور چمکے دھواں — ماند ہو عشق مجازی بے گماں

چوں شود پیدا دخان غم فزا — بفسرد آں عشق ماند بے ہوا
جبکہ پیدا ہو یہ دود غم فزا — ہو ہوس باقی نہ عشق ناسزا

وا رود آں حسن سوئے اصل خود — جسم ماند گندہ و رسوا و بد
حسن اپنی اصل کی جانب اڑے — جسم گندہ اور برا باقی رہے

نور مہ راجع شود ہم سوئے ماہ — وا رود عکسش ز دیوار سیاہ
چاند کا جب نور لوٹے سوئے ماہ — عکس جاتے اور ہوں دیواریں سیاہ

سلے دراں نورے بود زے زندگی — سلے جہانش ماند و نے فرخندگی
جبکہ اس میں نور ہو سنے زندگی — حسن ہو باقی نہ کچھ فرخندگی

پس بماند آب و گل بے آں نگار — گردد آں دیوار بے مہ دیو وار
آب و گل رہ جائے باقی بے نگار — گرد اس دیوار کے شیطان وار

قلب را کاں زر ز روئے او بجست — باز گشت آں زر بکان خود نشست
تھا ملمع قلب پر زر کا کیا — لوٹ کر زر کان میں اپنی گیا

پس مس رسوا بماند دود وش — رو سیہ تر زو بماند عاشقش
رہ گیا تانبا بہت رسوا ہوا — رو سیہ تر شیفتہ اس کا ہوا

عشق بینایاں بود بر کان زر — ہر زمانے لاجرم شد تشنہ تر
کان سے کرتے ہیں عشق اہل نظر — جو کہ زر جاتا ہے ہر دم بیشتر

ہ مجازاً یہاں ڈاڑھی سے مراد ہے ؛

زانکہ کانرا در زری نبود شریک ۔ مرحبا اے کان زر لا شک فیک
کان کے زر میں نہیں کوئی شریک ۔ آفریں ہے کان زر لاریب فیک[۱]

ہر کہ قلبے آکند انبار کان ۔ وا رود زر تا بکان از لامکاں
کھوٹے کو گر کان میں کوئی ملا ہے ۔ لامکاں سے دور تر وہ کان جائے

عاشق و معشوق مردہ ز اضطراب ۔ ماندہ ماہی رفتہ زاں گرداب آب
عاشق و معشوق میں ہے اضطراب ۔ رہ گئی مچھلی ۔ گیا طوفان آب

عشق ربانیست خورشید کمال ۔ امر نور اوست خلقاں چوں ظلال
عشق ربانی ہے خورشید کمال ۔ سایہ خلقت امر نور ذوالجلال

آنحضرتؐ کا جناب صدیقؓ کو بیع بلالؓ کے لئے وکیل بنانا

مصطفیٰ زیں قصہ چوں چل برشگفت ۔ رغبت افزوں گشت او را ہم بگفت
کھل گئے سنکر یہ قصہ مصطفیٰؐ ۔ کی نہ ظاہر اپنی رغبت برملا

مستمع چوں یافت ہمچوں مصطفیٰ ۔ ہر سر مویش زبانے شد جدا
مصطفیٰؐ سا سننے والا با کمال ۔ ہو گیا گویا زباں ہر بال بال

مصطفیٰ فرمود کاکنوں چارہ چیست ۔ گفت این بندہ مر او را مشتریست
پوچھا اسے صدیقؓ اب چارہ ہے کیا ۔ بولے میں ہوں مشتری یا مصطفیٰؐ

ہر بہا کہ گوید او را مے خرم ۔ در زیان و حیف ظاہر ننگرم
دوں گا جو کچھ مجھ سے مانگے گا وہ دام ۔ کچھ نہ دیکھوں گا میں نقصان لاکلام

کو اسیر اللہ فی الارض آمدہ است ۔ سخرۂ خشم عدو اللہ شدہ است
وہ اسیر عشق اب پیدا ہوا ۔ دشمنوں میں حق کے آکر گھر گیا

[۱] یعنی جس میں کوئی شک و شبہ نہیں ۔

مصطفیٰ فرمود کای اقبال جو ‏ ‏ اندریں من ہم شوم انباز تو

مصطفیٰ بولے کہ ہے یہ بات ٹھیک ‏ ‏ میں بھی اس احسان میں ہوتا ہوں شریک

تو دلیلم باش و نیمے بہر من ‏ ‏ مشتری شو قبض کن از من ثمن

نصف حصے کے خریدار آپ ہو ‏ ‏ ہول لا نصف قیمت مجھ سے لو

گفت صد خدمت کنم رفت آں زماں ‏ ‏ سوے خانہ آں جہود بے اماں

بولے میں حاضر ہوں اور خدمت کو چلے ‏ ‏ سیدھے گھر پر اُس یہودی کے گئے

گفت با خود کز کف طفلاں گہر ‏ ‏ بس تواں آساں خریدن اے پسر

دل میں سوچا دست طفلاں سے گہر ‏ ‏ مول لے لینا تو ہے آسان تر

عقل و ایماں را ازیں قوم جہول ‏ ‏ مے خرد با ملک دنیا دیو غول

عقل و ایماں کو یہ قوم خود غرض ‏ ‏ بیچتی ہے ملک دنیا کے عوض

آں چناں زینت دہد مردار را ‏ ‏ کہ خرد از ایشاں دو صد گلزار را

دے کے شیطاں زینتیں مردار کو ‏ ‏ مول لے لیتا ہے سو گلزار کو

آں چناں مہتاب پیماید بسحر ‏ ‏ کز خساں صد کیسہ بستاند بسحر

اس طرح ہوتا ہے جادو سے دکھاتا ‏ ‏ تھیلیاں نادانوں سے لیکر جاتے

انبیاشاں تاجری آموختند ‏ ‏ پیش ایشاں شمع دیں افروختند

انبیاء نے تاجری ان کو سکھائی ‏ ‏ اُن کے آگے شمع حکمت کی جلائی

دیو و غول و ساحر از سحر و نبرد ‏ ‏ انبیا را در نظرشاں زشت کرد

ساحر و شیطاں نے کر کے سحر سا ‏ ‏ انبیاء سے ان کو بدظن کر دیا

زشت گرداند بجادوئی عدو ‏ ‏ تا طلاق افتد میان جفت و شو

سحر سے دشمن کے ہوتا ہے نفاق ‏ ‏ درمیان مرد و زن تا ہو طلاق

لہ یعنی دنیا کو

دیدہا شاں را بہ سحرے دوختند　　　تا چنیں گوہر بخس بفروختند

خوب سی دیں اُن کی آنکھیں سحر سے　　　تا کہ تنکے سے گُہر کو بیچ دے

ایں گہر از ہر دو عالم برترست　　　ہیں بخر زیں طفلِ جاہل کو خرست

یہ گُہر کونین سے ہے بے بہا　　　مول لے اس لڑکے سے جو ہے گدھا

نزدِ خر خر مہرہ و گوہر یکیست　　　آں اتاں را در دُر و دریا شکیست

ہے گدھے کو ایک ٹھیکرا اور گہر　　　ہے دُر و دریا میں شک اس کو مگر

منکرِ بحرست و گوہرہائے او　　　کے بود حیواں دُر و پیرایہ جو

منکرِ دریا و گوہر ہے سدا　　　اُس کو خوبی کیا نظر آئے بھلا

در سرِ حیواں خدا ننہادہ است　　　کو بود در بندِ لعل و دُر پرست

سر میں حیواں کے یہ قوّت ہی نہیں　　　لعل و گوہر وہ سمجھتا ہے کہیں

مر خراں را ہیچ دیدی گوشوار　　　گوش و ہوشِ خر بود در سبزہ زار

گوشوارہ کب گدھے کو سازگار　　　اُس کے گوش و ہوش کیا ہیں؟ سبزہ زار

احسن التقویم[۱] در والتیں بخواں　　　کہ گرامی گوہرست اے دوست جاں

احسن التقویم پڑھ والتین میں　　　مرتبے انسان کے تجھ پہ کھلیں

احسن التقویم از فکرت بروں　　　احسن التقویم از عرشش فزوں

احسن التقویم[۲] باہر فکر سے　　　احسن التقویم افزوں عرش سے

گر بگویم قیمتِ آں ممتنع　　　من بسوزم ہم بسوزد مستمع

قیمت اُس نایاب شے کی گر سنے　　　میں جلوں اور سننے والا بھی جلے

۱ سورۂ والتین میں خدا تعالیٰ نے ارشاد فرماتا ہے۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ یعنی بے شک ہم نے انسان کو اچھی صورت اور اچھی حالت پر پیدا کیا۔

۲ یعنی فکر سے بالاتر ہے۔

لب ببند اینجا و آں سو تر مراں
رفت آں صدیق سوئے آں خراں

اس لئے خاموش رہنا چاہئے
پہنچے صدیق رض اُن گدھوں کے سامنے

حلقہ بر در زد چو در را وا کشود
رفت بیخود در سرائے آں یہود

دی جو دستک اور دروازہ کھلا
بیخودانہ گھر میں پہنچے با صفا

بیخود و سرمست پر آتش نشست
از دہانش بس کلام سخت جست

بیخود و سرمست تھے اور گرم تھے
سخت کلمے نکلے منہ سے آپ کے

کایں ولی اللہ را چوں می‌زنی
ایں چہ حقد است اے عدو روشنی

کیوں ولی اللہ کو ہے مارتا
دشمن اسلام یہ کینہ ہے کیا

گر ترا صدقیست اندر دین خود
ظلم بر صادق دلت چوں می‌دہد

ہے اگر تجھ میں صداقت دین کی
ظلم کیوں کرتا ہے صادق پر شقی

اے تو در صدق جہودی مادہ
کایں گماں داری تو بر شہزادہ‌ہا

صدق میں بھی مادہ ہے تو نر کہاں
جو ہے شہزادے سے اتنا بدگماں

در ہمہ آئینہ کژ ساز خود
منگر اے مردود نفرین ابد

تیرے دل کا آئینہ ہے کج نما
دیکھ تو اس میں نہ سب کو ایک سا

آنچہ آں دم از لب صدیق جست
گر بگویم گم کنی تو پا و دست

اس گھڑی صدیق رض نے جو کچھ کہا
گر کہوں۔ تو تجھ کو حیرت ہو سوا

آں ینابیع الحکم ہمچوں فرات
از دہانِ او رواں از بیجہات

چشمہ حکمت سے تھے وہ۔ مثل فرات
چشمے ان کے منہ سے جاری بے جہات

ہمچو از سنگے کہ آبے شد رواں
نے ز پہلو مایہ دارد نے میاں

جیسے اک پتھر سے پانی ہو رواں
بیچ میں کچھ ہو نہ پہلو میں نشاں

اسپر خود کردہ حق آں سنگ را
برگشادہ آب مینا رنگ را

اس کو حق نے کر لیا اپنی سپر
آب مینا رنگ اس سے کھول کر

ہمچناں کز چشمۂ چشم تو نور　　او رواں کردست بے بخل و فتور
جیسے تیری آنکھ کے چشموں سے نور　　کر دیا ہے اس نے جاری بے فتور

نے ز پیہ آں پیہ دارد نے ز پوست　　روئے پوشی کردہ در ایجاد دوست
ہے تعلق اس سے چربی اور پوست　　آڑ ہر ایجاد میں رکھتا ہے دوست

در خلائے گوش باد جاذبش　　مدرک صدق کلام و کاذبش
کان کے پردوں میں رکھ دی ہے ہوا　　جھوٹ سچ دریافت کرتی ہے ہوا

ایں چہ بادست اندراں جزو استخواں　　کہ پذیرد صوت و حرف قصہ خواں
پھر یہ کیسی ہے ہوا جزو استخواں　　جاذب آواز و لفظ قصہ خواں

استخوان و باد روپوش ست و بس　　در دو عالم غیر یزداں نیست کس
ہیں ہوا و استخواں پردہ نشیں　　دو جہاں میں بجز خدا کوئی نہیں

مستمع او قائل او بے احتجاب　　زانکہ الاذنان من الراس اے مثاب
سننے والا ہے وہی ۔ قائل وہی　　کان بھی سر ہی سے ہیں اے متقی

گفت گر رحمت ہمے آید برو　　زر بدہ بستانش اے اکرام خو
بولا وہ کافر، نہیں ہے رحم اگر　　مول لے لو دوست سے مجھ کو بسیم و زر

از غمش وا خر چو بسوزد دلت　　بے منت حل گردد مشکلت
مول لو اس کو اگر جلتا ہے دل　　زر سے حل ہو گی یہ مشکل متصل

گفت صد خدمت کنم پانصد سجود　　بندہ دارم نکو لیکن یہود
بولے سو خدمت کروں میں اور سجود　　ایک خادم ہے مرا جو ہے یہود

تن سپید و دل سیاہ او را بگیر　　در عوض دہ تن سیاہ و دل منیر
تن سپید اور دل سیہ اس کو تو لے　　اس کے بدلے میں مجھے خادم یہ دے

کس فرستاد و بیاورد آں ہمام　　بود الحق سخت زیبا آں غلام
جا کے اک شخص اس کو لایا لا کلام　　تھا وہ بیشک خوبصورت اک غلام

آں چناں کہ ماند حیراں آں جہود | آں دلِ چوں سنگش از جا رفت زود
تھا حسیں ایسا کہ حیراں تھا یہود | دل جو پتھر تھا ہوئی اُلفت نمود

حالتِ صورت پرستاں ایں بود | سنگ شاں از صورتے مومے شود
حال ہے صورت پرست دل کا یہی | دل ہو صورت دیکھ کر پانی سے ابھی

باز کرد استیزہ و راضی نشد | کہ بدیں افزوں بدہ بے ہیچ کد
پھر بھی جھگڑالو نہ راضی ہو سکا | اور کہا کچھ اور دو اس کے سوا

پس نصابِ نقرہ ہم بروے فزود | تا کہ راضی گشت حرص آں جہود
الغرض جب کچھ بڑھی مقدار سیم | ہو گیا راضی یہودیِ لئیم

بیع کرد و داد و بستد بے غرض | داد گوہر سنگ بستد در عوض
بیع کر دادو ستد کی بے غرض | لے لیا پتھر کو گوہر کے عوض

بر خیالِ آنکہ سودے کردہ ام | داد اسود بیضے آوردہ ام
تھا خیال اُس کو کہ پائی منفعت | کالی دے کر لی گئی گوری گھرت

یہودی کا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پر ہنسنا

منعقد چوں گشت بیع اندر میاں | یافت ایجاب و قبول ہر دواں
جب ہوا دادو ستد کا فیصلہ | اور ایجاب و قبول اُن میں ہوا

قہقہہ زد آں جہودِ سنگدل | از سرِ افسوس و طنز و غش و غل
سنگ دل کافر نے مارا قہقہا | خوب ہی طنز و تمسخر سے ہنسا

گفت صدیقش کہ ایں خندہ چہ بود | در جوابِ پرسش او خندہ فزود
بولے صدیق رضہ اس قدر ہنستا ہے کیوں | اور بھی ہنسنا ہوا اُس کا فزوں

گفت اگر جدّت نبودے و اہتمام | در خریداریِ ایں اسود غلام
ہاں اگر کرتے نہ اتنا اہتمام | مول لینے کے لئے زنگی غلام

من ز استیزہ بسے افروختم	خود بہ شر اندیش سے بفروختم
میں نہ ہوتا اس قدر افروختہ	بیچتا دو دوست ... کو ... لا
کہ بنزد من پشیزے بود آں	تو گراں کردی بہایش را بہانگ
میرے نزدیک اس کی قیمت کچھ نہ تھی	آپ نے قیمت بڑھا دی آپ ہی
پس جوابش داد صدیق اے سخی	گوہرے دادی بجوزے چوں صبی
دی جواب اس کو دیا صدیق رضؓ نے	دے دیا کوڑی میں اک موتی بچے
او بنزد من بسے ارزد دو کون	من بجانش ناظرستم نے بلون
دو جہاں ہے اس کی قیمت بے درنگ	میں نے اس کی روح دیکھی ہے نہ رنگ
زر سرخ ست و سیہ تاب آمدہ	از برائے رشک ایں احمق کدہ
سرخ سونا بن کے آیا تھا سیاہ	رشک سے احمق کدہ تا ہو سیاہ
دیدۂ ایں ہفت رنگ جسمہا	در نیابد زیں نقاب آں روح را
رنگ ظاہر دیکھنے والے ہیں جو	کس طرح پردے میں دیکھیں روح کو
گر مکیسی کردۂ در بیع بیش	دادمے من جملہ ملک و مال خویش
بیع میں ہوتی زیادہ گر جدال	میں تجھے دیتا سب اپنا ملک و مال
ور مکیس افزودئی من زاہتمام	دامنے زر کردمے از غیر وام
اور بھی اصرار اگر بڑھتا ترا	قرض لے کر تجھ کو دیتا میں جھولا
سہل دادی زانکہ ارزاں یافتی	دُر ندیدی حقہ را نشگافتی
تجھ کو سستا تھا ملا سستا دیا	موتی دیکھا اور نہ ڈبہ ہی کھلا
حقہ سربستہ جہل تو بداد	زود بینی کہ چہ غبنت اوفتاد
ڈبہ سربستہ دیا تو نے مجھے	اب کھلیگا کیا ہوا نقصاں تجھے
حقۂ پر لعل را دادی بباد	ہمچو زنگی در سیہ روئی تو شاد
کبرو کے ڈبہ موتیوں کا نامراد	مثل زنگی ہے سیہ روئی میں شاد

عاقبت آں سرما کوبی لہ ۔۔۔ بخت و دولت چوں نمود خود کسے

آخر کار ایک دن پہنچا سے لگا ۔۔۔ بخت و دولت کوئی کھونا سکے بتا

بخت با جانہ غلاماں نہ رسید ۔۔۔ چشم بدبخت بجز ظاہر ندید

جیسی ہیں خادم کے دولت آئی تھی ۔۔۔ آنکھ تھی بدبخت ظاہر بیں تری

از جود ست بندگی خویشتن ۔۔۔ خوئے زشت کرد با او مکروفن

بندگی کا حق کیا اُس نے ادا ۔۔۔ تیری خوئے بد نے مکر اس سے کیا

ایں سیاہ اسرار تن اسپید را ۔۔۔ بت پرستانہ بگیرا سے ژاژ خا

پہ سیہ لہ دل اور گورا جسم کا ۔۔۔ بُت پرستانہ تو لے اے ژاژ خا

ایں ترا و آں مرا بردیم سود ۔۔۔ ہین لکم دینکم ولی دین اے جہود

پھر تمہارا وہ میرا ہم اچھے رہے ۔۔۔ دین تیرا تجھ کو میرا دین ہے مجھے

خود سزا اے بت پرستاں ایں بود ۔۔۔ جلش اطلس اسپ او چوبیں بود

بُت پرستوں کی بھی تو ہے سزا ۔۔۔ جھول اطلس کی ہے گھوڑا لکڑی کا

ہمچو گور کافراں پر دود و نار ۔۔۔ وز بروں بربستہ صد نقش و نگار

مثل گور کافراں تاریک و نار ۔۔۔ اور باہر سے بڑے نقش و نگار

ہمچو مال ظالماں بیروں جمال ۔۔۔ وز درونش خون مظلوم و وبال

مال ظالم کی طرح باہر جمال ۔۔۔ اور اندر خون مظلوم و وبال

چوں منافق از بروں صوم و صلوٰۃ ۔۔۔ وز دروں خاک سیاہ بے نبات

جوں منافق ظاہرا صوم و صلوٰۃ ۔۔۔ باطنی خاک سیہ اور بے نبات

ہمچو ابر بے نم پُر قر و قر ۔۔۔ نے دراں نفع زمیں نے قوت بر

خشک بادل جیسے گرجوں سے بھرا ۔۔۔ نفع مٹی کو نہ میووں کو غذا

لہ اُس غلام سے مراد ہے جو حضرت بلالؓ کے عوض میں یہودی کو حضرت صدیق اکبرؓ نے دیا تھا۔

همچو وعده مکر و گفتار دروغ | آخرش رسوا اول با فروغ
مثل وعدہ مکر و گفتار دروغ | اول اول با فروغ آخر ذلیل

بعد ازاں بگرفت دست آں بلالؓ | آں ز دست زخم محنت چوں خلال
ہاتھ پھر پکڑا بلالؓ زار کا | جن کا تن ایذا سے تھا لاغر ہوا

شد خلالے در دہانے راہ یافت | جانب شیریں زبانے مے شتافت
تھے خلال - ان کو ملی راہ دہاں | اور دوڑے وہ سوئے شیریں زباں

آوریدش تا بنزد آں رسولؐ | کہ بجاں او کردہ بد دینش قبول
لائے آخر ان کو نزدیک رسولؐ | جن کا دیں ان کو تھا دل جاں سے قبول

چوں بدید آں خستہ روئے مصطفےؐ | گفت طبتم فادخلوها بابها
جب انہوں نے دیکھا روئے مصطفےؐ | بولے۔ خوش ہو کھل گیا در خلد کا

چوں بلالؓ ایں را شنید از مصطفےؐ | خر مغشیا فتاد او بر قفا
سن کے تقریر رسولؐ ذو الجلال | گر پڑے غش ہو گئے فوراً بلالؓ

تا بدیرے بیخود و بیہوش ماند | چوں بہوش آمد ز شادی اشک راند
دیر تک بیہوش اور بیخود رہے | ہوش میں آئے تو بس رونے لگے

مصطفےؐ اش در کنار خود کشید | کس چہ داند بخششے کو را رسید
مصطفےؐ نے لے لیا آغوش میں | کوئی کیا جانے دیا کیا جوش میں

چوں بود مسے کہ بر اکسیر زد | مفلسے بر گنج پر تو فیر زد
کیا ہو جب اکسیر سے تا بنائے | اور اک مفلس ہو فائز گنج سے

ماہئی پژمردہ در بحر او فتاد | کارواں گم شدہ زد بر رشاد
ماہی پژمردہ دریا میں گری | کارواں گم گشتہ کو منزل ملی

آں خطابائے کہ گفت آں دم نبیؐ | گر زند بر شب برآید از شبی
جو خطاب اس وقت حضرتؐ نے دئے | شب کو مل جائیں تو وہ شب کیوں رہے

روزِ روشن گردد آں شب چوں صحل — من نتانم باز گفت آں اصطلاح

روزِ روشن ہو وہ شب مثلِ سحر — اصطلاح [illegible] وں میں بیشتر

خود تو دانی کافتاب اندر حمل — تا چگوید با نبات و با دقل

جبکہ ہو برجِ حمل میں آفتاب — پیڑ بوٹوں سے ہو پھر کیسے خطاب

خود تو میدانی کہ آں آبِ زلال — مے چگوید با ریاحین و نہال

خود تجھے معلوم ہے آبِ زلال — باغ کو کرتا ہے حد درجہ نہال

صنعِ حق با جملہ اجزائے جہاں — چوں دم و حرفست از افسوں گراں

صنعتِ حق ساری دنیا پہ بہم — ایسی ہے جس طرح جادوگر کا دم

جذبِ یزداں با اثرہا و سبب — صد سخن گوید نہاں بے حرف و لب

جذبِ خالق کا اثر اور ہر سبب — سیکڑوں باتیں کہے بے حرف و لب

نے کہ تاثیر از قدر معمول نیست — لیک تاثیرش ازو معقول نیست

یوں تو تاثیرِ قدر معمول ہے — پر اثر اس کا کہاں معقول[1] ہے

چوں مقلد بود عقل اندر اصول — واں مقلد در فروعش اے فضول

جب اصولاً ہے مقلد عقل تو — پھر فروعاً بھی مقلد مان لو

گر بپرسد عقل چوں باشد مرام — گو چنانکہ تو ندانی والسلام

عقل اگر پوچھے ہوا کس طرح کام — کہہ دو "جیسے تو نہ جانے" والسلام

حضرت صدیقؓ پر آنحضرتؐ کا عتاب

سیدِ کونین سلطانِ جہاں — در عتاب آمد زمانے بعد ازاں

سیدِ کونین سلطانِ جہاں — دفعتاً غصہ میں آئے بعد ازاں

[1] یعنی سمجھ میں نہیں آتا۔

گفت اے صدیقؓ آخر گفتمت — کہ مرا انباز کن در مکرمت

بولے اے صدیقؓ میں نے تھا کہا — میری شرکت میں تو اس کو مول لا

تو چرا تنہا خریدی بہر خویش — باز گو احوال اے پاکیزہ کیش

کیوں خریدا تو نے خود اپنے لیئے — حال اس کا کچھ بتانا چاہیئے

گفت ما دو بندگاں کوئے تو — کردمش آزاد من بر روئے تو

بولے، دونوں ہیں آپ کے در کے غلام — کر دیا آزاد میں نے لا کلام

تو مرا میدار بندہ و یارِ غار — ہیچ آزادی نخواہم زینہار

تو مجھے رکھ اپنا بندہ اور یار — میں نہیں آزادیوں کا خواستگار

کہ مرا از بندگیت آزادی ست — بے تو بر من محنت و بیدادی ست

میری آزادی ہے بس یہ بندگی — ظلم ہے مجھ پر جدائی آپ کی

اے جہاں را زندہ کردہ ز اصطفا — خاص کردہ عام را خاصہ مرا

آپ نے زندہ جہاں کو کر دیا — عام کو خاص اور مجھے مختص کیا

خوابہا میدید جانم در شباب — کہ سلامم کرد قرصِ آفتاب

میں نے دیکھا تھا جوانی میں یہ خواب — کہ سلامیں کر رہا ہے آفتاب

از زمینم بر کشید او تا سما — ہمرہ او گشتہ بودم ز ارتقا

آسماں پر مجھ کو کھینچا خواب سے — ساتھ اس کے بڑھ گئے رتبے مرے

گفتم ایں مالیخولیا بود و محال — ہیچ گردد مستحیلے وصفِ حال

میں نے اس کو خبط جانا اور محال — کیا کبھی ہوتا ہے ناممکن کبھی حال؟

چوں ترا دیدم بدیدم خویش را — آفریں آں آئینہ خوش کیش را

آپ کو دیکھا تو خود آیا نظر — آفریں آئینۂ خوش کیش پر

چوں ترا دیدم محالم حال شد — جانِ من مستغرقِ اجلال شد

حال مجھ کو دیکھ کر ٹھہرا محال — ہو گیا مستغرق جاہ و جلال

چوں ترا دیدم من اے روح البلاد — مہر ایں خورشید از چشمم فتاد
آپ کو دیکھا جو اے شہروں کی جاں — گر گیا سورج نظر سے بے گماں

گشت عالی ہمت از تو چشم من — جز بخواری ننگرم اندر زمن
آپ سے آنکھوں کی ہمت بڑھ گئی — ذلت و خواری ہے دنیا میں بھری

نور جستم خود بدیدم نور نور — حور جستم خود بدیدم رشک حور
نور ڈھونڈا اور دیکھا نور نور — حور کو ڈھونڈا تو پایا رشک حور

یوسفے جستم لطیف و سیم تن — یوسفستانے بدیدم در تو من
ڈھونڈا اک یوسف لطیف و سیم بر — یوسفستاں آپ کو دیکھا مگر

در پے جنت بدم در جستجو — جنتے بنمود از ہر جزو تو
جستجوئے خلد میں تھا میں پڑا — آپ کا ہر جزو جنت بن گیا

ہست ایں نسبت بمن مدح و ثنا — ہست ایں نسبت بتو قدح و ہجا
میری نسبت سے یہ ہے مدح و ثنا — آپ کی نسبت سے ہے ہجو بر ملا

ہمچو آں مرد چوپان سلیم — مر خدا را پیش موسٰے کلیم
جیسے تھا گڈریا کہہ رہا — اس خدا کی پیش موسٰی با صفا

کز تو بینم اشپشت شیرت دہم — چارقت را دوزم و پیشت نہم
جوئیں دیکھوں تیری اور دودھ دوں — سامنے جوتا ترا سی کر رکھوں

قدح او راحق بمدحے برگرفت — گر تو ہم رحمت کنی نبود شگفت
اس کی مدح سمجھا کبریا — آپ بھی رحمت کریں تو ہے بجا

رحم فرما بر قصور فہمہا — اے ورائے فہمہا و وہمہا
رحم اے آقا قصور فہم پر — تو تو فہم و وہم سے ہے دور تر

ایہا العشاق اقبال جدید — از جہان کہنہ نو در رسید
ایہا عشاق اقبال جدید — ہے جہان کہنہ میں دور سعید

ایں جہاں کو چارۂ بیچارہ جو است
صد ہزاراں نادرہ عالم دروست

چارۂ بیچارگاں ہے جو جہاں
ہیں نوادر اس میں اب جلوہ کناں

ابشروا یا قوم اذ جاء الفرج
افرحوا یا قوم قد زال الحرج

مژدہ ہو اے قوم فرحت آ گئی
جشن اے قوم اب سختی گئی

آفتابے رفت در کازہ ہلال
در تقاضا کہ ارحنا یا بلال

آفتاب آیا ہوئے بیت ہلال
یہ تقاضا ہے کہ راحت[1] دے بلال رض

زیر لب مے گفتے از بیم عدو
کوری او بر منارہ رو بگو

خوف سے دیتا تھا زیر لب اذاں
چڑھ کے اب مینار پر دے بے گماں

مے دمد در گوش ہر غمگیں بشیر
خیز اے مدبر رہ اقبال گیر

ہے بشارت از پئے ہر غمزدہ
بد نصیب اقبال کا ہے راستہ

اے اسیر حبس و زیں گندہ پیش
ہیں کہ تا کس نشنود در سنی خمش

چھوڑ کر یہ قید اور یہ گندگی
چپ نکل جاتا نہ واقف ہو کوئی

چوں کنی خامش کنوں اے یار من
کز بن ہر مو برآمد طبل زن

لیکن اب خاموش تو کیونکر رہے
ہر بن مو سے ہیں نقارے بجے

آں چناں کر شد عدو در شک خو
کو بدیں چنبیں دہل را بانگ کو

اس قدر بہرا ہے دشمن بالیقیں
ڈھول کی آواز بھی سنتا نہیں

میزند بر روش ریحاں کہ طیست
او ز کوری گوید ایں آسیب چیست

پھول تازہ تو ہے اس پہ پھینکتا
کہتا ہے اندھا یہ آئی کیا بلا

مے شکنجد حور دستم مے کشد
کور حیراں کز چہ دردم مے کشد

ہاتھ میرا حور کھینچے ہے سدا
کور حیراں ہے کہ ہے یہ درد کیا

[1] مراد یہ ہے کہ اذاں دے کر راحت پہنچا۔

ایں کشاکش چیست بردست صنم — خفتہ ام بگذار تا خوابے کنم

کیا کشاکش ہے یہ میرے جسم پر — سو رہا ہوں سونے دے حیراں نہ کر

آنکہ در خوابش ہمے جوئی ویست — چشم بکشا کاں ہمہ نیکو پیست

خواب میں ڈھونڈتا تھا جس کو ہے یہی — کھول آنکھیں دیکھ صورت چاند سی

زاں بلاہا بر عزیزاں بیش بود — کاں تجمش یار با خوباں نمود

عاشقوں پر یوں بلائیں ہیں سوا — یار گل رویوں پہ شیدا ہو گیا

لاغ با خوباں کند در ہر دمے — نیز کوراں را بشوراند گہے

چھیڑ معشوقوں سے کرے ہر گھڑی — ڈالتا ہے شورش اندھوں میں کبھی

خویش را یکدم بدیں کوراں دہد — تا غریو از کوئے کوراں برجہد

کرتا ہے اُن کے حوالے آپ کو — تا کہ ان اندھوں میں پیدا شور ہو

بلال اور اس کے شوق ایمان کا قصہ

چوں شنیدی بعضے از قصۂ بلال — بشنو اکنوں قصۂ ضعف ہلال

سن چکا تو کچھ حکایت بلال — سن ذرا اب قصۂ ضعف ہلال

از بلال او بیش بود اندر روش — خوئے بد را بیش کردہ بد کشش

یہ روش میں ابھی اُن سے بڑھ گئے — خوئے بد کھو دی سب اپنی ذات سے

نے چو تو پس رو کہ ہر دم پسترے — سوئے سنگے میروی از گوہرے

تجھ نہ ایسے تو ہے جیسا پست تر — سنگ پر مائل ہے گوہر چھوڑ کر

ہمچناں کاں خواجہ را مہماں رسید — خواجہ از ایام سالش بپرسید

جیسے اک خواجہ کا تھا اک میہماں — پوچھا خواجہ نے ہے کیا عمر اے جواں

لہ ان اشعار میں اندھے سے مراد "مجازی عشق" ہے :

گفت عمرت چند سال ست اے پسر ‌ ‌ ‌ باز گوے و در مدزد و بر شمر

کے برس کی عمر ہے اب اے پسر ‌ ‌ ‌ صاف کہہ کوئی فریب اس میں نہ کر

گفت ہجدہ ہفدہ نے شانزدہ ‌ ‌ ‌ اے برادر خواندہ یا کہ پانزدہ

پہلے اٹھارہ کہا پھر سترہ ‌ ‌ ‌ پھر کہا سولہ، بالآخر پندرہ

گفت واپس واپس اے خیرہ سرت ‌ ‌ ‌ باز میراند تا بجس مادرت

بولا خواجہ لوٹ جا اے خیرہ سر ‌ ‌ ‌ کس مادر تک یونہی جا لوٹ کر

آں یکے اسپے طلب کرد از امیر ‌ ‌ ‌ گفت رو آں اسپ اشہب[1] را بگیر

مانگا اک گھوڑا کسی نے ایک سے ‌ ‌ ‌ بولا جا وہ سبزہ گھوڑا کھول لے

گفت آں را من نخواہم گفت چوں ‌ ‌ ‌ گفت او واپس رو است و بس حرون

بولا وہ لوں گا نہیں، پوچھا یہ کیا؟ ‌ ‌ ‌ بولا وہ پس رو ہے اور سرکش بڑا

سخت پس پس میرود او سوئے بن ‌ ‌ ‌ گفت دُمش را بسوئے خانہ کن

ڈالتا ہے جانب بن اپنے سم ‌ ‌ ‌ بولا خواجہ گھر کی جانب کر دے دم

دُم ایں استور نفست شہوت ست ‌ ‌ ‌ زاں سبب پس پس رود آں خودپرست

دُم ہے شہوت نفس کی پہچان لے ‌ ‌ ‌ اس کے پیچھے یہ پڑا ہے اس لئے

شہوت او را کہ دُم آمد ز بن ‌ ‌ ‌ اے مبدل شہوتش را عقبیش کن

نفس کی شہوت کو جو دُم ہے اسے فلاں ‌ ‌ ‌ گر دہ ناک سے بدل دے بے گماں

چوں ببندی شہوتش را از رغیف[2] ‌ ‌ ‌ سر کند آں شہوت از عقل شریف

روکے گا ٹکیا سے شہوت کو اگر ‌ ‌ ‌ عقل بن ہو گی وہ شہوت جلوہ گر

ہمچو شاخے کہ ببری از درخت ‌ ‌ ‌ سر کند قوت ز شاخ اے نیکبخت

جس طرح جب شاخ کاٹیں پیڑ کی ‌ ‌ ‌ شاخ میں پیدا ہو اک قوت نئی

[1] سبزہ - ابلق

[2] کم کھانے سے مراد ہے

چونکہ کردی دُم او را آں طرف ❊ گر رود واپس رود تا مکتنف

دُم جو کر دی اُس طرف لے تو خوش نگاہ ❊ اب وہ لوٹے گا سوئے جائے پناہ

جنس اسپان رام پیش رو ❊ نے سپس رو نے حرونی را گرو

ہیں مبارک پیشرو اسپان رام ❊ جو نہ سرکش ہیں نہ پس رو لا کلام

گرم رو چوں جسم موسیٰ کلیم ❊ تا بہ بحرینش چو پہنائے گلیم

تیز رو ہیں صورت جسم کلیمؑ ❊ مجمع البحرین تھا اُن کو گلیم [1]

ہست ہفصد سالہ راہِ آں حقب ❊ کہ بکرد او عزم در سیران حب

ہفت صد سالہ تھا رستہ بحر کا ❊ جب ارادہ سیر کا اُس کی کیا

ہمت سیر تنش چوں ایں بود ❊ سیر جانش تا بہ علیین بود

جب ہو سیرِ تن کی ہمت اس قدر ❊ سیر جاں کیوں ہو نہ علیین [2] پر

شہسواراں در سباقت تاختند ❊ خربطاں در پایگاہ انداختند

لے گئے سبقت بڑھ کر شہسوار ❊ تھے جو بطخے گندگی میں ہیں نزار

آں چنانکہ کاروانے در رسید ❊ در دہے آمد درے را باز دید

جیسے اک قصبے میں پہنچا قافلہ ❊ دیکھا ہے اک گھر کا دروازہ کھلا

آں یکے گفتا کہ ایں سرمائے سخت ❊ چند روزا ینجا بہ بندیم رخت

ایک بولا اب کہاں سردی میں جائیں ❊ آؤ کچھ دن تک یہیں بستر جمائیں

[1] یعنی حضرت موسیٰؑ جب حضرت خضرؑ کی ملاقات کے لئے مجمع البحرین کی طرف چلے تو گو اس کی مسافت سات سو برس کی راہ تھی مگر شوق و محبت کی وجہ سے ایک پل سے زیادہ نہ تھی۔ کما قال اللہ تعالیٰ وقال موسیٰ لفتٰہ لا ابرح حتی ابلغ مجمع البحرین او امضی حقبا۔ یعنی حضرت موسیٰؑ نے اپنے شاگرد سے کہا کہ میں ہمیشہ اس کی طلب میں رہوں گا۔ چاہے کتنے ہی سال گذر جائیں ٭

[2] بہشت کے اعلیٰ ترین درجے ٭

بانگ آمد کہ نبیند از برون — وانگہانے اندر آ تو اندرون
آئی اک آواز سامان چھوڑ کر — اندر آ آنے کی خواہش ہے اگر

تا ہم برون افگن ہر آنچہ افگنی ست — در ہمیا با آنکہ این مجلس سنی ست
پھینک دے باہر جو تجھ سے پھینکنا — ہے یہ اک محفل بزرگ و پُرضیا

بد بلال استاد دل جاں روشنے — سائس و بندہ امیر مومنے
تھا بلال استاد روشن دل تمام — ایک مومن کا تھا سائیس اور غلام

سائسی کردے در آخر آں غلام — لیک سلطان سلاطین بندہ نام
اصطبل میں گو وہ اک سائیس تھا — شاہوں کا تھا شاہ، بندہ نام کا

سائس اسپان و نفس خویش ہم — از خراوال کس نشدہ در پیش ہم
نفس کا سائیس تھا، گھوڑوں کا بھی — بھیڑ لوگوں کی نہ اس کے در پہ تھی

آں امیر از حال بندہ بے خبر — کہ نبودش جز بلیسانہ نظر
حال سے اُس کے تھا خواجہ بے خبر — بلکہ ابلیسانہ تھی اس کی نظر

آب و گل میدید و در وے گنج نے — پنج و شش میدید و اصل پنج نے
آب و گل دیکھا نہ دیکھا گنج زر — پنج و شش میں اصل سے تھا بے خبر

رنگ طیں میدید و نورے بس نہاں — ہر پیمبر این چنیں بد در جہاں
ظاہرا مٹی تھی اور دیں تھا چھپا — ہر پیمبر دہر میں ایسا ہی تھا

آں ستارہ دید و بد وے مرغ نے — پر ستارہ شاہباز پر فنے
دیکھا ستارہ نہ مرغ آیا نظر — مرغ بھی کیسا کہ تھا عالی گہر

وان دگر میدید مرغ پر زنے — لیک موئے بر دہان مرغ نے
دیکھتا تھا مرغ پر زن دوسرا — بال لیکن مرغ کے منہ پر نہ تھا

آنکہ او بنظر بنور اللہ بود — ہم ز مرغ و ہم ز موئے آگہ بود
ہو جو کوئی ناظر نور خدا — دیکھے بال اور مرغ دونوں برملا

گفت آخر چیستم سوئے موئے نہ	**تا نہ بینی مو نہ بکشاید گرہ**
مرغ و مو دونوں پہ رکھ اپنی نظر	کیا گرہ وا ہو، نہ دیکھے بال اگر
آں یکے گل دید نقشش در وحل	**واں دگر دل دید پر علم و عمل**
دیکھی اس نے کیچ میں نقشین گل	اس نے دیکھا علم سے لبریز دل
تن منارہ علم و طاعت ہمچو مرغ	**خواہ سی صد مرغ گیر و یا دو مرغ**
تن منارہ علم و طاعت مرغ جاں	تین سو لے مرغ یا دو۔ جانِ جاں
مرد اوسط مرغ بین ست و دونیں	**غیر مرغے می نبیند پیش و پس**
مردِ اوسط ہیں وہی ہے جہاں سے	جو نہ دیکھے ما سوا اک مرغ کے
مرغ آں نوریست پنہاں آن مرغ	**کہ بود پایندہ باشد جان مرغ**
بال کیا ہے، نورِ پنہاں مرغ کا	جس سے جانِ مرغ کو ہے اک بقا
مرغ کاں مویست در منقار او	**ہیچ عاریت نباشد کار او**
مرغ جو رکھتا ہے موئے عنبریں	عاریت کاموں میں اس کے کچھ نہیں
علم او از جان او جوشد مدام	**پیش او نے عاریت باشد نہ وام**
ذات سے اس کی ہے جوشِ علم بھی	عاریت کی ہے نہ حاجت قرض کی

بلال رضی کی بیماری اور آنحضرت ﷺ کی بیمار پرسی

از قضا رنجور شد روئے بلال	**مصطفیٰ را وحی شد غماز حال**
ہو گیا بیمار اک دن وہ بلال رض	مصطفیٰ پر وحی نے کھولا یہ حال
بد ز رنجوریش خواجہ بے خبر	**بہر او بد کساد و بے خطر**
خواجہ تھا اس کے مرض سے بے خبر	کیونکہ وہ ناقدرداں تھا سر بسر

لہ تین سو مرغ سے مراد کثرت علم ہے اور دو مرغ یعنی قرآن و حدیث جو اصل علوم دینیہ ہیں ۔

خفتہ نہ روز اندر آخر محسنے ‌ ‌ ‌ ہیچ کس از حال او آگاہ نے
سوتا تھا اصطبل میں نو روز سے ‌ ‌ ‌ لوگ اس کے حال سے واقف نہ تھے

آنکہ کس بود شہنشاہ کساں ‌ ‌ ‌ عقل چوں صد قلزمش ہر جا رساں
مصطفےٰ تھے بادشاہ بیکساں ‌ ‌ ‌ مثل صد قلزم تھی عقل اُن کی رواں

وحیش آمد رحم حق غمخوار شد ‌ ‌ ‌ کہ فلاں مشتاق تو بیمار شد
وحی لائی رحمت ربِّ جلیل ‌ ‌ ‌ وہ جو ہے مشتاق تیرا ہے علیل

مصطفےٰ بہر بلال با شرف ‌ ‌ ‌ رفت از بہر عیادت آں طرف
مصطفےٰ بہر بلال با شرف ‌ ‌ ‌ پہنچے کرنے کو عیادت اُس طرف

در پے خورشید وحی آں مہ رواں ‌ ‌ ‌ واں صحابہ در پیش چوں اختراں
چاند بہر وحی کے پیچھے چلا ‌ ‌ ‌ مثل انجم اُس کے پیچھے اتقیا

ماہ می گوید کہ اصحابی نجوم ‌ ‌ ‌ للسری قدوہ و للطاغی رجوم
تارے ہیں اصحاب - ہے ارشادِ ماں ‌ ‌ ‌ رہبر شب رو - رجوم سرکشاں

میر را گفتند کاں سلطان سید ‌ ‌ ‌ از خوشی بیدل و جانش جہید
آمد سلطاں کی خواجہ کو خبر ‌ ‌ ‌ جب ملی - خوش ہو گیا وہ سربسر

بر گمانِ آں زشادی زد دو دست ‌ ‌ ‌ کاں شہنشہ بہر آں میر آمدہ است
اس خوشی سے تھا بجاتا تالیاں ‌ ‌ ‌ میرے پاس آئے ہیں سلطانِ جہاں

چوں فرود آمد ز غرفہ آں امیر ‌ ‌ ‌ جاں ہمے افشاند پا مزد بشیر
آیا کوٹھے سے اُتر کر وہ امیر ‌ ‌ ‌ جاں چھڑکی بہرِ پا مزدِ بشیر

لے اصحاب کبار رض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمْ اقْتَدَیْتُمْ اِہْتَدَیْتُمْ - یعنی میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں جس کی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے۔ ۲ رات کو چلنے والا ۳ اٹھا ہدکانے والے ۴ خیر مقدم ۔

پس زمیں بوس و سلام آورد او — کرد رخ را از طرب چوں ورد او
پھر زمیں چومی، کہا اس نے سلام — منہ خوشی سے مثلِ گل تھا لا کلام

گفت بسم اللہ مشرف کن وطن — تا کہ فردوسے شود ایں انجمن
بولا بسم اللہ حاضر ہے وطن — غیرتِ فردوس ہو یہ انجمن

تا فزاید قصرِ من بر آسماں — تا کہ دیدم قطبِ دورانِ زماں
گھر یہ رتبے میں ہو رشکِ آسماں — سامنے ہے قطبِ دورانِ زماں

گفتش از بہرِ عتاب آں محترم — من برائے دیدنِ تو نامدم
بولے غصّے سے ایسے سلطانِ دیں — تجھ سے ملنے میں یہاں آیا نہیں

گفت روحم بہرِ تو خود روح چیست — ہاں بفرما کیں تجشّم بہرِ کیست
بولا میری روح حضرتؐ پر فدا — اور بتلائیے ہے باعثِ تکلیف کیا؟

تا شوم من خاکِ پائے آں کسے — کہ بباغِ لطف تستش مغرسے
تا کہ خاکِ پا بنوں اس شخص کی — ہے عنایت آپ کی جس پر بڑی

چوں چنیں گفتا و نخوت را براند — مصطفیٰؐ ترکِ عتابِ او بخواند
جب وہ عاجز ہو کے یوں کہنے لگا — ہو گیا کم تر عتابِ مصطفیٰؐ

پس بگفتش کاں ہلالِ عرش کو — ہمچو مہتاب از تواضع فرش کو
وہ ہلالِ عرش، پوچھا، ہے کہاں؟ — چاندنی کی طرح پامالِ جہاں

آں شہے در بندگی پنہاں شدہ — بہرِ جاسوسی بدنیا آمدہ
ہے جو بندہ میں چھپا وہ بادشاہ — بہرِ جاسوسی جو ہے آیا ہوا

تو مگو کاں بندہ و آخرجیِ ماست — ایں بداں کہ گنج در ویرانہاست
یہ نہ کہہ وہ ہے طویلہ کا غلام — گنج ویرانے میں ہے وہ لا کلام

اے عجب چونست از سقم آں ہلال — کہ ہزاراں بدر ہستش پائمال
کیا ہے بیماری سے اب حالِ ہلالؓ — ہیں ہزاروں چاند جس کے پائمال

گفت از رنجش مرا آگاہ نیست … لیک از روزے چند بر درگاہ نیست

بولا خواجہ رنج سے ہوں بے خبر … وہ کئی دن سے نہیں آیا ادھر

صحبت او با ستور و استر است … سائس است و منزل او آخر است

اس کی صحبت ہیں پالے خچر اور خر … ہے وہ سائیس اور طویلے میں ہے گھر

رفت پیغمبر برغبت بہر او … اندر آخر آمد اندر جستجو

مصطفیٰ صلعم رغبت سے ملنے کو گئے … آ گئے تا اصطبل اس کو ڈھونڈتے

بود آخر مظلم و زشت و پلید … اینہمہ برخاست چوں سیّد رسید

وہ طویلہ تھا نجاست سے بھرا … پہنچے جب سیّد تو بالکل پاک تھا

بوئے پیغمبر ببرد آں شیر نر … ہمچنانکہ بوئے یوسفؑ را پدر

سونگھی بوئے شاہ اس محبوب نے … جس طرح یوسفؑ کی بو یعقوبؑ نے

موجب ایماں نباشد معجزات … بوئے جنسیت کند جذب صفات

موجب ایماں نہیں کچھ معجزات … بوئے جنسیت سے ہے جذب صفات

معجزات از بہر قہر دشمن است … بوئے جنسیت سوئے دل بردن است

معجزے ہیں قہر دشمن کے لئے … بوئے جنسی دلبری کے واسطے

قہر گردد دشمن اما دوست نے … دوست کے گردد ببستہ گردنے

دشمنی مقہور نہ نازاں دوستی … باندھنے سے کون لے گردن دوست کی

اندر آمد او ز خواب از بوئے او … گفت سرگین دان درو اینگونہ بو

آئی بوئے شاہ چونکا خواب سے … بولا خوشبو اصطبل خانہ تو نہ دے

از میان پائے استوران بدید … دامن پاکِ رسولِ بے ندید

پھر دل سے کے وہ یہاں آیا نظر … دامن پاکِ رسول تھر دید

لہ یہاں سے مولانا علیہ الرحمۃ کے اقوال ہیں۔

پس ز رنج آخر آمد عذر خواں | روئے بر پایش نہاد آں پہلواں

پس گھسٹتا لوٹتا آیا اُدھر | رکھ دیا پائے نبی پر اپنا سر

پس پیمبر روئے بر رویش نہاد | بر سر و بر چشم در رویش بوسہ داد

اس کے منہ پر منہ پیمبر نے رکھا | آنکھ سر اور چہرے پر بوسہ دیا

گفت یارا تو چہ پنہاں گوہری | اے غریب عرش چونے خوشتری

بولے کیوں اے دوست اے گوہر چھپے | حال کیا ہے اے مسافر عرش کے؟

گفت چوں باشد خود آں شوریدہ خواب | کہ درآید در دہانش آفتاب

عرض کی میں تو ہوں وہ شوریدہ خواب | جس کے منہ میں گھس گیا ہو آفتاب

چوں بود آں تشنۂ کو گل خورد | آب از سر بنہدش خوش مے برد

کیا کرے وہ تشنہ لب کیچڑ جو کھائے | پانی اس کو سر پہ رکھ کر لے ہی جائے

حضرت عیسیٰؑ کا پانی پر چلنا اور ارشاد آنحضرتؐ

ہمچو عیسیٰ بر سرش گیرد فرات[1] | کایمنے از غرق در آب حیات

جیسے عیسیٰؑ کو اٹھاتا تھا فرات | غرق کرسکتا نہیں آب حیات

گفت احمد[2] گر یقینش افزوں بُدے | خود ہوایش مرکب و ہاموں شدے

قول یہ ہے ۔ گر یقیں ہوتا سوا | خود سواری اُن کی بن جاتی ہوا

ہمچو من کہ بر ہوا راکب شدم | در شب معراج مستصحب شدم

جیسے میں ہو کر ہم آغوش ہوا | صحبت حق میں شب معراج تھا

گفت[3] چوں باشد سگے کور پلید | جست او از خواب و خود را شیر دید

بولا وہ ناپاک کتا کیا کرے | خود کو دیکھے شیر اٹھ کر خواب سے

[1] فرات ایک مشہور دریا کا نام ہے ۔ [2] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے ۔

[3] یہ گفتگو حضرت بلالؓ کی ہے ۔

شیر چناں شیرے کہ کس تیرش زند / بل ز بیمش تیغ و پیکاں بشکند

شیر وہ جو تیر سے مارا نہ جائے / بلکہ اس کے ڈر سے پیکاں تھرتھرائے

کور برا شکم رو تا ہمچو مار / چشم بکشادہ در باغ و بہار

پیٹ کے بل کور سپنے سست یوں مار / جب کھلیں آنکھیں ملے باغ و بہار

چوں بود آں چوں کہ از چونی رہد / در حیاتستان بیچونی رسد

اس کو دیکھو جو کرے ترک مثال / عالم بے چوں میں ہو فرخندہ حال

گشت چونی بخش اندر لامکاں / گرد خوانش جملہ شیراں چوں سگاں

جب ہوا چونیؔ کا قاسم لامکاں / شیر کتوں کی طرح تھے گرد خواں

او ز بے چونی دہد شاں استخوان / در جنابت تن زن ایں سورہ مخواں

اس نے بے چونی سے ہڈی ان کو دی / پڑھ نہ یہ سورت کہ نجس ہے تو ابھی

تا ز چونی غسل ناری تو تمام / ہیں برین مصحف منہ کف اے غلام

غسل جب تک ہو نہ چونی سے ترا / ہاتھ اس مصحف پہ رکھنا ہے برا

گر پلیدم ور نظیفم اے شہاں / ایں نخواہم پس چہ خوانم در جہاں

پاک یا ناپاک میں تیرا ہی ہوں / کیا پڑھوں آخر نہ گر اس کو پڑھوں

تو مرا گوئی کہ از بہر ثواب / غسل ناکردہ مرو در حوض آب

تو یہ کہتا ہے کہ از بہر ثواب / جا نہ قبل غسل سوئے حوض آب

ہر کہ اندر حوض ناید پاک نیست / وز بروں حوض غیر خاک نیست

جو نہ آئے حوض میں ہو پاک کیا / اور باہر ہے سراسر خاک کیا

گر نباشد آبہا را ایں کرم / کہ پذیرد مر خبیث را ہمیدم

ہو نہ پانی میں جو یہ شان کرم / [illegible]

لہ چونی۔ بے چونی کی ضد ہے جس طرح چگونگی سے بے چگونگی کی مقابلہ مثلاً اور عالم

وائے بر مشتاق و بر امید او ۔۔۔ حسرتا بر حسرت جاوید او
حیف ہو مشتاق کی اُمید پر ۔۔۔ حسرت اس کی حسرت جاوید پر

آب ازو صد کرم صد احترام ۔۔۔ کہ پلیداں را پذیرد والسلام
حرمت و بخشش ہے پانی میں مگر ۔۔۔ ہے پلیدوں پر نوازش بیشتر

اے ضیاء الحق حسام الدیں کہ نور ۔۔۔ پاسبان تست از شر الطیور
اے ضیاء الحق ہے تیرا نور ہاں ۔۔۔ طائروں کے شر سے تیرا پاسباں

پاسبان تست نور دار تقاش ۔۔۔ اے تو خورشید مستتر از خفاش
ہے نرمی نور و بلندی پاسباں ۔۔۔ تو ہے چمگادڑ سے خورشید نہاں

چیست پردہ پیش روئے آفتاب ۔۔۔ جز فروغ و شعشع و تیزی تاب
کونسا پردہ ہے پیش آفتاب ۔۔۔ ہے فقط پیش نظر تیزی و تاب

حجب ایں خورشید ہم نورش بست ۔۔۔ بے نصیبان و ہے خفاش ست ظلمت
نور رب پردہ ہے اس خورشید کا ۔۔۔ بے نصیب اس سے ہیں اندھے ۔ بے ضیا

ہر دو چوں در بعد و پردہ ماندہ اند ۔۔۔ یا سیہ رویاں فسردہ ماندہ اند
دونوں دوری سے ہیں پردے میں پڑے ۔۔۔ کل سنہوں کے ساتھ ہیں ٹھٹھرے ہوئے

چوں نوشتی بعضے از قصہ ہلال ۔۔۔ داستان بدر آر اندر مقال
لکھا کچھ قصہ ہلال زار کا ۔۔۔ داستان بدر بھی اب کچھ سنا

آں ہلال و بدر دارند اتحاد ۔۔۔ از دوئی دور اند و از نقص و فساد
ہے ہلال و بدر میں اک اتحاد ۔۔۔ دور رکھتا ہے انہیں نقص و فساد

آں ہلال از نقص در باطن بریست ۔۔۔ آں بظاہر نقص تدریج آوریست
نقص سے ہے پاک باطن میں ہلال ۔۔۔ ہے بظاہر نقص تدریج و کمال

لہ بدفالی اور نحوست سے مراد ہے ۔ جیسا کہ اکثر لوگ بعض پرندوں کی پرواز اور بعض کی آواز مبارک جانتے ہیں ۔۔ دراں سے اپنے اور برے شگون لیا کرتے ہیں +

درس گوید شب بشب تدریج را	ور تأنی برد بد تفریج را
شب کو دیتا ہے سبق تدریج کا	ہے تامل ہی کا پھل فرحت فزا
در تأنی گوید اے عجول خام	پایہ پایہ بر تواں رفتن ببام
کہتا ہے اے جلد باز اب غور کر	چڑھتے ہیں ایک ایک سیڑھی بام پر
دیگ را تدریج و استاد است جوش	کار ناید قلیۂ دیوانہ جوش
دیگ میں آتا ہے آہستہ دانہ جوش	اور رہے قلیہ کا کستا تھانہ جوش
حق نہ قادر بود بر خلق فلک	در یکے لحظہ بکن بے ہیچ شک
کیا نہ تھا قادر خداوند جہاں	کرتا لحظہ میں بنا سے آسماں؟
پس چرا شش روز آں را بر کشید	کل یوم الف عام اے مستفید
کیوں کیا چھ روز میں پھر آشکار	وہ بھی اک دن میں برس کتنے اک ہزار؟
خلقت آدم چرا چل صبح بود	اندر آں گل اندک اندک می‌فزود
خلقتِ آدم میں کیوں چلہ لگا	تھوڑی تھوڑی مٹی بڑھاتا رہا؟
زیں سحر تا آں سحر سالِ ہزار	تا بہ آخر یافت ایں صورت قرار
صبح سے تا صبح تھے سال اک ہزار	پایا یوں آخر کو صورت نے قرار
خلقتِ طفل از چہ اندر نہ مہ است	زانکہ تدریج از سنن ہائے شہ است
بچہ کیوں پیدا ہوا نو ماہ میں؟	ہے تامل سنت اللہ میں
نے چو تو اے خام کا کنوں تاختی	طفلی و خود را تو شیخے ساختی
ورنہ کیا تیری طرح اے خامکار	بن گیا بچپن میں شیخ نامدار
بر دویدی چوں کدو فوق ہمہ	کو ترا پائے جہاد و ملحمہ
تو کدو کی طرح سب سے بڑھ گیا	تجھ میں کیا دم ہے جہاد و جنگ کا
تکیہ کردی بر درختاں و جدار	بر شدی اے قرعک ہم قرع دار
تکیہ سے دیوار اور پیڑوں پہ تو	چڑھ گیا اے سنکھے مانند کدو

اول ارشد سر کبت سرو سہی	لیک آخر گشت بے مغز و تہی
گو کہ سر لب تھا ترا سرو سہی	پر رہا آخر کو بے مغز و تہی
رنگ سبزت زرد شد اے شرع زو	زانکہ آن گلگونہ بود اصلی نبود
سبز رنگ آخر ترا زرد آگیا	کیونکہ وہ اصلی نہ تھا غازہ ترا

نوّے سال کی بڑھیا

بود کمپیرے نود سالہ کلاں	پر تشنج روئے و رنگش زعفران
بوڑھی اک عورت تھی نوّے سال کی	جھریاں منہ پر تھیں، رنگت زرد تھی
چوں سر سفرہ رخ او تو بتو	لیک در سر بود مادہ عشق شو
جیسے دستر خوان تھا منہ سمٹا ہوا	عشق شوہر اس کو تھا لیکن بڑا
ریخت دندانہا و مو چوں شیر شد	قد کمان و ہر حسش تغییر شد
مو سپید اور دانت تھے ٹوٹے ہوئے	قد کماں، ہوش و حواس اس میں نہ تھے
عشق شو و شہوت و حرصش تمام	صید خواہ و پارہ پارہ گشتہ دام
حرص و شہوت، عشق شوہر بار بار	جال بوسیدہ مگر شوق شکار
مرغ بے ہنگام و راہ بے رہی	آتشے پر زور بیخ و دیگ تہی
بجھ وہی سے مرغ بے ہنگام تھی	آگ زیر دیگ خالی تھی بھری
عاشق میدان و اسپ و پائے نہ	عاشق زمر و لب و سرنائے نہ
اسپ و میداں کی ہوس اور پاؤں لنگ	نے نوازی کی تھی دھن بے ساز و چنگ
حرص پیری جہودان را مباد	اے شقی کش خدا این حرص داد
دے نہ حرص ایسی بڑھاپے میں خدا	حرص جس نے کی - شقی وہ ہو گیا
ریخت دندانہائے سگ چوں پیر شد	ترک مردم کرد و سرگیں گیر شد
ٹوٹے جب دندان سگ بڈھا ہوا	آدمی کو چھوڑ، سرگیں پر گرا

این سگان شصت سالہ را نگر	ہر دمے دندان سگشان تیز تر
ساٹھ سالہ ہیں یہ وہ کتے مگر	دانت ان کے ہو رہے ہیں تیز تر
پیر سگ را ریختہ پشم از پوستین	این سگان پیر اطلس پوش بین
گرچہ کتوں کے جھڑ جاتے ہیں بال	پہنے ہیں یہ کتے اطلس اور شال
عشقشان و حرصشان در فرج و زر	دمبدم چون نسل سگ بین بیشتر
فرج و زر کی حرص ہے اور عشق ہیں	نسل سگ کی طرح ہیں افراط ہیں
این چنین عمرے کہ مایہ دوزخ است	مر قصابان غضب را مسلخ است
مایہ دوزخ ہے ایسی عمر بھی	مذبح قہر الٰہی ہے یہی
چون بگویندش کہ عمرے تو دراز	میشود دل خوش دہانش از خندہ باز
جب دعا دیتے عمر دو حسب مراد	باچھیں کھل جاتی ہیں ہو جاتے ہیں شاد
این چنین نفرین دعا پندارد او	چشم نگشاید سرے برنارد او
ایسی لعنت کو دعا کہتے ہیں وہ	بند آنکھوں کو کئے رہتے ہیں وہ
گر بدیدے یکسر مو از معاد	اوش گفتے کاین چنین عمر تو باد
دیکھتے وہ نقش گر انجام سے	کہتے ایسی عمر نہ تجھ کو ملے

خواجہ گیلاں اور ایک بھکمنگا

گفت یک سائلے بخواجہ گیلیے	نان بدہ نے گدا از تیلیے
خواجہ گیلاں سے اک دن بولی کہا	ایک بھکمنگے نے جھگڑالو جو تھا
نان بدہ تا پایدارا تان وہ مرا	تا بگویم مر ترا این یک دعا
[illegible]	تاکہ میں بھی تجھ کو دے دوں اک دعا

لمبی زندگی [illegible] کے فرشتے اور [illegible] ابھی ہی عمر ہیں ان لوگوں کی عذاب و قہر سے
[illegible] ہیں ۔

چون ستد زو نان بگفت ای مستعان	خوش بجان بردن خود بازش رسان
روٹی اس سے لی جب۔ دی یہ دعا	اس کو گھر تک اس کے پہنچا اے خدا
گفت اگر آنست خان که دیده ام	حق ترا آنجا رساند ای دژم
بولا خواجہ میں نے دیکھا ہے جو گھر	ہے اگر وہ ہی تو جائے تو ادھر
هر محدث را خسان بد دل کنند	حرفش ار عالی بود نازل کنند
کرتے ہیں بد دل سخن گو کو کمیں	پست کر دیتے ہیں قول بہتر بھی
زانکه قدر مستمع آید نبا	بر قد خواجه برد درزی قبا
سننے والے کے مطابق ہو سخن	کاٹتا ہے قد پہ درزی پیرہن
چونکه مجلس بی چنین پیغاره نیست	از حدیث پست نازل چاره نیست
طعن سے خالی نہیں مجلس کوئی	اس لئے باتیں بھی ہیں اچھی بری
واستان هین این سخن را از گرو	سوی دستان عجوزه باز رو
رہن باتوں کو چھڑا اے ذی شرف	یعنی چل پھر بڑھیا کے قصے کی طرف

بڑھیا کا قصہ

چون مسن گشت و درین ره نیست مرد	تو بنه نامش عجوز سال خورد
جب مسن مرد ایسے میدان کا نہ ہو	تو پکارو اُس کو بوڑھا تم کہو
نی مر او را رأس مال و مایه‌ای	نی پذیرای قبول و پایه‌ای
اب نہ اُس کے پاس دولت ہے نہ مال	اور ہے اب تو قبولیت محال
نی دهنده نی پذیرنده خوشی	نی درو معنی و نی معنی کشی
اب نہ خود خوش ہے اور نہ خوش کرتا ہے وہ	اُس میں معنی کیا کہ بے معنی ہے وہ

[1] یہ اقوال مولانا علیہ الرحمۃ کے ہیں۔ [2] حدیث شریف میں آیا ہے کہ "تکلموا الناس علیٰ قدر عقولہم" یعنی لوگوں سے اُن کی عقل کے مطابق باتیں کرو

نے زبان نے گوش نے عقل و بصر | نے ہش و نے بیہشی و نے فکر

اب زباں ہے اور نہ عقل و امتیاز | ہوش سے اور بے ہشی سے بے نیاز

نے نیاز و نے جمالے بہر ناز | تو بتو تشویش گندہ مانند پیاز

اب جمال اس میں نہ ہے ناز و نیاز | ہیں پراگندہ نہیں مثل پیاز

نے رہے بہ بریدہ و نے پائے راہ | نے تپش آں قحبہ را نے سوز و آہ

پاؤں ہی باقی نہیں کیا طے ہو راہ | سوز قحبہ میں نہ گرمی ہے نہ آہ

نے تعصب نے ندامت مرد را | نے بدل عزم سلامت مرد را

اب تعصب یا ندامت کچھ نہیں | قلب میں عزم سلامت کچھ نہیں

صاحب خانہ اور سائل

سائلے آمد بسوئے خانۂ | خشک نانے خواست یا تر نانۂ

سائل آیا گھر کے اک دروازے پر | اور کہا دے نان سوکھی ہو کہ تر

گفت صاحب خانہ نان اینجا کجاست | خیرہ ای کہ دکان نانواست

بولا گھر والا یہاں روٹی کہاں | کیا ہے یہ بھی نان بائی کی دکاں؟

گفت آخر پارۂ پیہم بیاب | گفت اینجا نیست دکان قصاب

پھر کہا چربی کا اک ٹکڑا سہی | بولا یہ دکاں نہیں قصاب کی

گفت مشتے آرد دہ اے کدخدا | گفت پنداری کہ ہستم آسیا

پھر کہا اک مٹھی آٹا ہی سہی | بولا کیا چکی نظر آتی ہے تجھے؟

گفت بارے آب دہ از مطہرہ | گفت نے نیست جو یا مشرعہ

پھر کہا پانی پلا دے مشک سے | بولا نہر اس جا نہیں۔ جا راہ لے

ہر چہ او درخواست از نان و سبوس | چربکے میگفت و میکرد فسوس

روٹی یا بھوسی جو مانگی کچھ نہ دی | مسخرہ کرتا رہا بولی دل لگی

آں گدا در رفت و دامن در کشید ـــ واندراں خانہ بجست و خواست رید

وہ گدا دامن اٹھا کر گھس گیا ـــ گھر میں پاخانہ کو بیٹھا یک جا

گفت ہی ہی گفت تن تن اے دژم ـــ تا دریں ویرانہ خود فارغ کنم

بولا گھر والا یہ کیا۔ بولا ٹھہر ـــ فارغ اس ویرانہ میں ہو لوں اگر

خود درینجا نیست و چہ زیستن ـــ در چنیں خانہ بباید ریستن

زندگی کے جب یہاں ساماں نہیں ـــ کیوں نہ پاخانہ کھنڈروں میں ہگیں

چوں نہ بازی کہ گیری تو شکار ـــ دست آموز شکار شہریار

جب نہیں تو باز جو پکڑے شکار ـــ اور ہو پھر زیب دست شہریار

نیستی طاؤس با صد نقش و بند ـــ کہ بنقشت چشمہا روشن کنند

جب نہیں تو مور پر جس کے سجے ـــ تا ہو روشن آنکھ تیرے نقش سے

ہم نہ طوطی کہ چوں قندت دہند ـــ گوش سوے نطق شیرینت نہند

جب نہیں طوطی کہ تجھ کو قند دیں ـــ اور تیرے نغمہ شیریں سنیں

ہم نہ بلبل کہ عاشق وار زار ـــ خوش بنالی در چمن یا لالہ زار

جب نہیں بلبل کہ مثل عاشقاں ـــ لالہ زار و باغ میں ہو نوحہ خواں

ہم نہ ہدہد کہ پیکہا کنی ـــ نے چو لکلک کہ وطن بالا کنی

جب نہیں ہدہد کہ لے جائے پیام ـــ اور نہ لکلک تا ہو پیڑوں پہ قیام

در زمستاں سوے ہندستاں روی ـــ در بہاراں سوے ترکستاں شوی

جب پڑے جاڑے تو ہندستان جائے ـــ جب بہار آئے تو ترکستان آئے

در چہ بازاری و بہر چت خرند ـــ تو چہ مرغی و ترا با چہ خورند

پھر بتا کس کھیت کی مولی ہے تو ـــ کھائیں کس کے ساتھ تجھ کو مشغلہ خو

زیں دکان با مکاسان برتر آ ـــ تا دکان فضل کہ اللہ اشتریٰ

ان دکانوں پر زباں سے باہر آ ـــ جانب دکان اللہ اشتریٰ

کالۂ کہ ہیچ خلقش ننگرید — از خلاقت آں کریم آں را خرید
پوچھتا جس کو نہیں کوئی ندیم — ہے خریدار اُس کا وہ ربّ کریم

ہیچ قلبے پیش او مردود نیست — زانکہ قصدش از خریدن سود نیست
دل نہیں مردود کوئی بہر جود — ہے خریداری مگر بے قصدِ سود

سود او در بیع آں یارِ نکو — کوش نیکو خلق و ہم نیکوش خو
ہے خریداری میں اُس کی سودِ خلق — نیک ہے خوش خلق ہے محبوبِ خلق

ہیچ دست افضال او آتش مشو — سوئے داستانِ عجوزہ باز رو
شمر نہ کر اُس کا کرم ہے بیکراں — پھر عجوزہ کی بیاں کر داستاں

بُڑھیا کا چہرے کو آراستہ کرنا

باز گردم سوئے قصہ عجوز — زانکہ پایانے ندارد ایں رموز
پھر بیاں کرتا ہوں میں بڑھیا کا حال — کیونکہ ہیں یہ بھید بے پایاں کمال

بود در ہمسایہ اش سورِ عجیب — کردہ بودند اے عجب اورا طلب
اُس کے ہمسائے میں اک شادی ہوئی — اور بڑھیا بھی وہاں نوتی گئی

چوں عروسی خواست رفت آں سخیف — پیش رو آئینہ بگرفت آں حریف
الغرض شادی میں جانے کے لئے — آئینہ بڑھیا نے رکھا سامنے

موئے ابرو پاک میکرد آں عجوز — تا بیاراید رخ و رخسار و پوز
بال ابرو کے بڑھیا نے صاف — تا سنوارے چہرہ بالاف و گزاف

چند گلگونہ بمالید از بطر — سفرۂ روئش نشد پوشیدہ تر
تازے گلگونہ کتنا ہی ملا — لیک چہرے پر تھیں شکنیں جا بجا

عشرہائے مصحف از جا ببرید — مے بچسپانید بر رو آں پلید
کاٹ کر قرآں کی دس آیتیں — اُس نے چپکا لیں ہر اک رخسار پہ

تا کہ سفرہ روئے او پنہاں شود
تا نگین حلقۂ خوباں شود

تا کہ شکنیں منہ کی ہو جائیں نہاں
حلقۂ خوباں میں ہو نگینہ سی عیاں

عشرہا بر روئے ہر جا مے نشاند
چونکہ بر مے بست چادر مے فتاد

آیتیں منہ پر وہ چپکاتی تھی جب
اوڑھتی چادر تو گر پڑتی تھیں سب

باز او آں عشرہا با آں خدو
مے بچسپانید بر اطراف رو

لب لگا کر پھر وہ چپکاتی انہیں
چہرے کے جھول کی اطراف میں

باز چادر راست کردے ازمیں
عشرہا افتادے اندرو بر زمیں

اوڑھتی چادر جو پھر وہ بے ہنر
آیتیں گرتیں کھلیں منہ سے چھوٹ کر

چوں بسے مکر و فن آں مے فتاد
گفت صد لعنت بر آں ابلیس باد

ڈھب سے کئے لاکھوں، گر نہ پھر بھی مگر
بولی۔ اس پر لعنتیں ابلیس پر

شد مصور در زماں ابلیس ود
گفت اے قحبہ قدید بے ورود

آ گیا ابلیس فوراً سامنے
اور کہا اس قحبہ سوکھی ڈنٹھل سے

من ہمہ عمر ایں نیندیشیدہ ام
نے ز جز تو قحبۂ ایں دیدہ ام

عمر بھر میں نے نہ ایسی فکر کی
تجھ سی قحبہ بھی نہ دیکھی تھی کبھی

تخم نادر در فضیحت کاشتی
در جہاں تو مصحفے نگذاشتی

بیج بویا ہے فضیحت کا نیا
تجھ سے مصحف کو نہ باقی بچا

صد بلیسی تو خمیس اندر خمیس
ترک من گو اے عجوزۂ دروپیس

لاکھ شیطانوں کی ہے شیطان تو
چھوڑ مجھ کو اے پرانی زشت رو

چند دزدی عشر از ام الکتیب
تا شود رو یت ملون ہمچو سیب

آیتیں چپکاتی کی یوں تا کجا
تا کہ مثل سیب ہو چہرہ ترا

چند دزدی حرف مردان خدا
تا فروشی و ستانی مرحبا

باتیں مردان خدا کی تا کجا
تو چرا کر مول لے گا مرحبا

رنگ بربسته ترا گلگون نکرد　　شاخ بربسته فن عرجون نکرد
رنگ بدلے پر نہ گلگوں ہو سکا　　شاخ باندھی پر نہ قد سیدھا ہوا

عاقبت چون چادر مرگت رسد　　از رخت این عشرها اندر فتد
موت کی چادر سے پھر انجام کار　　آفتیں رخ سے گریں گی بار بار

چونکه آید نعرهٔ خیزان رحیل　　گم شود زان پس فنون قال و قیل
کوچ کا جس وقت آئے گا وبال　　بھول جائے گا یہ ساری قیل و قال

عالمی تا خموشی آید پیش بیست　　وای آنکه در درون انسیش نیست
اک خموشی روک دے گی بس رہا　　حیف اس پہ جس کو انس اس کا نہیں

صیقلی کن یک دو روزی سینه را　　دفتری خود ساز آن آئینه را
صاف کر لے ایک دو دن سینے کو　　پھر بنا لے دفتر اس آئینے کو

که ز سایه یوسف صاحبقران　　شد زلیخای عجوز از نو جوان
یوسف صاحبقراں کے سامنے سے　　پھر زلیخا کے جواں تھے ولولے

می‌شود مبدل بخورشید تموز　　آن مزاج بارد برد العجوز
گرمی کے سورج سے جاتا ہے بدل　　ہو اگر ٹھنڈا مزاج اے بے دخل

می‌شود مبدل ز سوز مریمی　　شاخ یابس سبز و نخل خرمی
سوز مریم سے بدل جاتی ہیں ہاں　　شاخ کی سرسبز ہو کر ٹہنیاں

ای عجوزه چند کوشی با قضا　　نقد جو اکنون رها کن ما مضی
ہو لئے بڑھیا قضا سے جنگجو　　حالت موجودہ پر قانع رہو تو

چون نخست البست در خوبی امید
خوبصورت اب نہ ہوگا منہ ترا
خواه نه گلگونه و خواهی مداد
مل سیاہی یا کہ گلگونہ لگا

ایک بیمار کی حکایت

آں یکے رنجور شد نزد طبیب	گفت نبضم را نگہدار اے لبیب
پاس اس چارہ گر کے بیمار اک گیا	دیکھ میری نبض یہ اس سے کہا
تا ز نبض آگہ شوی بر حال دل	کہ رگِ دست ست با دل متصل
نبض سے معلوم ہوتا حال دل	ہاتھ کی اک رگ ہے دل سے متصل
چونکہ دل غیب ست خواہی زو مثال	زاں بجو کہ با دلستش اتصال
جب دل پوشیدہ ہے چاہیے مثال	متصل جو رگ ہو اس پر ہاتھ ڈال
باد پنہاں ست از چشم اے امیں	در غبار و جنبش برگش ببیں
ہے ہوا پنہاں مگر ہے بے گماں	وہ غبار اور اپنی حرکت سے عیاں
کز یمین ست آں وزاں یا از شمال	جنبش برگت بگوید وصف حال
داہنے سے یا بائیں سے ہے اس کی چال	پتوں کی جنبش سے کھلتا ہے یہ حال
مستی دل را نمی دانی کہ کو	وصفش آں از نرگس خمار جو
مستی دل گر نہ ہو اظہار میں	ڈھونڈ اس کو نرگس خمار میں
چوں ز ذاتِ حق بعیدی وصفِ ذات	باز دانی از رسول و معجزات
ذات حق سے دور ہے تو وصف ذات	تجھ سے کہہ دیں گے رسول اور معجزات
معجزاتے و کراماتے خفی	بر زند بر دل ز پیران صفی
معجزات اور کچھ کراماتیں خفی	ڈالتے ہیں دل میں پیران صفی
کاندرون شاں حیاتِ نقد ہست	کمترین آنکہ شود ہمسایہ مست
ان کے دل میں حشر کے ہیں بند و بست	سب سے کم یہ ہے کہ ہو ہمسایہ مست

صفی یعنی صاف باطن۔

پس جلیس الله گشت آن نیکبخت ‏ ‏ ‏ کو بپہلوے سعیدے برد رخت

بیشک وہ بندہ خدا کا ہے جلیس ‏ ‏ ‏ اُن کے پہلو میں جو ہے اُنکا انیس

معجزہ کان بر جمادی کرد اثر ‏ ‏ ‏ یا عصا یا بحر یا شق القمر

معجزہ پتھر پہ جس کا تھا اثر ‏ ‏ ‏ یا عصا[1] یا بحر یا شق القمر

گر اثر بر جان زند بے واسطہ ‏ ‏ ‏ متصل گردد بہ پنہان رابطہ

گر اثر بے واسطہ جاں پر کرے ‏ ‏ ‏ متصل ہو جائے ربط خاص سے

بر جمادات آن اثرہا عاریہ است ‏ ‏ ‏ آن پے روح خویش متواریہ است

پتھروں پر وہ اثر ہے عارضی ‏ ‏ ‏ ہے برائے روح جو خود ہے چھپی

تا ازان جامد اثر گیرد ضمیر ‏ ‏ ‏ حبذا نان بے ہیولاے خمیر

تاکہ پتھر سے اثر لے ضمیر ‏ ‏ ‏ خوب ہے وہ نان جو ہو بے خمیر[2]

حبذا خوان مسیح بے کمی ‏ ‏ ‏ حبذا بے باغ میوہ مریمی

خوان عیسیٰ خوب ہے جو ہو نہ کم ‏ ‏ ‏ میوہ بے گلشن ہو مریم کو بہم

بر زند از جان کامل معجزات ‏ ‏ ‏ بر ضمیر جان طالب چون حیات

روح کامل سے نکل کر معجزات ‏ ‏ ‏ روح طالب سے ملیں مثل حیات

معجزہ بحرست ناقص مرغ خاک ‏ ‏ ‏ مرغ خاکی سفت در یم شد ہلاک

معجزہ دریا ہے ناقص مرغ خاک ‏ ‏ ‏ مرغ خاکی ہوگا دریا سے ہلاک

مرغ آبی زو شود ایمن از ہلاک ‏ ‏ ‏ ماہیان را مرگ بے دریاست خاک

مرغ آبی ہو نہیں سکتا ہلاک ‏ ‏ ‏ مچھلیوں کی موت ہے دریا سے خاک

[1] یعنی عصاے حضرت موسیٰ عم کا سانپ بن جانا یا بحر نیل کا حضرت موسیٰ کے لئے خشک ہو جانا یا حضور سرور کائنات صلعم کے اشارۂ انگشت سے چاند کا دو نیم ہو جانا وغیرہ

[2] یعنی اللہ تعالیٰ سے ملا دے [3] یعنی بے واسطہ

عجز بخش جان ہر مجرمے ۔۔۔ پاک قدرت بخش جان ہمدمے

عاجزے تا مجرموں کو عجز دیا ۔۔۔ ہمدموں کو بخشتے ہیں قدرتیں

چوں نیابی ایں سعادت در ضمیر ۔۔۔ پس ز ظاہر ہر دم استدلال گیر

پس سعادت سے ہو کر خالی ضمیر ۔۔۔ لے تو ظاہر سے دلیل اے دلپذیر

کہ اثر ہا بر مشاعر ظاہر ست ۔۔۔ وایں اثر ہا از مؤثر مخبر ست

ہیں اثر طاری عبادت گاہ پر ۔۔۔ اور مؤثر کے ہیں مخبر یہ اثر

ہست پنہاں معنی ہر داوری ۔۔۔ ہمچو سحر و صنعت آں سامری

معنی پچھے ہر داوری میں ہیں نہاں ۔۔۔ جیسے سحر سامری کی داستاں

چوں نظر در فکر و آثارش کنی ۔۔۔ گر چہ پنہاں است اظہارش کنی

غور گر ہو فکر اور آثار میں ۔۔۔ جو ہے پنہاں۔ آئے وہ اظہار میں

قوتے کاں در دروں مضمر ست ۔۔۔ چوں بفعل آید گواہ و مظہر ست

قلب میں انساں کے جو قوت ہے نہاں ۔۔۔ دے گواہی فعل جب ہو درمیاں

چوں بآثار ایں ہمہ پیدا شدہ است ۔۔۔ چوں نشد ظاہر بآثار ایزد است

جبکہ یہ سب آثار سے پیدا ہوا ۔۔۔ ہاں نہ ظاہر ہو سکا صرف اک خدا

ایں سبب ہا و اثر ہا مغز و پوست ۔۔۔ چوں بجوئی سر بسر آثار اوست

یہ سبب اور یہ اثر ہیں مغز و پوست ۔۔۔ ڈھونڈئیے تو سب ہیں یہ آثار دوست

دوست گیری چیز ہا را از اثر ۔۔۔ پس چرا ز آثار بخشش بے خبر

تو اثر سے چیز ہا کرتا ہے پسند ۔۔۔ خالق آثار سے پھر کیوں ہے بند؟

۱؎ خدائی۔ یا خدائی دعوے ؎

۲؎ جب موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر تشریف لے گئے۔ تو سامری جادوگر نے ایک سونے کا بچھڑا بنایا اور اس کے منہ میں حضرت جبرئیل کے پاؤں کی خاک ڈال دی تو وہ بولنے لگا۔ ظاہر ہے کہ یہ اثر خاکِ پائے جبرئیل کا تھا۔ اور اس اثر سے مؤثر کا پتہ لگتا تھا ؎

از خیالے دوست گیری خلق را — چون نگیری شاہ غرب و شرق را

دوست ہے مخلوق۱ از راہِ خیال — کیوں نہیں پھر دوستیٔ ذوالجلال

ایں سخن پایاں ندارد اے قباد — حرص ما را اندریں پایاں مباد

یہ ہے بے پایاں سخن سن اے حبیب — حرص کو اس میں نہ ہو پایاں نصیب

باز گرد و قصۂ رنجور خواں — با طبیب آگہ ستّار داں

پھر وہی قصہ سنا بیمار کا — اور اُس چارہ گرِ ہشیار کا

بیمار کا باقی قصہ

نبض او بگرفت و آگہ شد ز حال — کہ امیدِ صحتِ او بد محال

نبض دیکھی حال سے واقف ہوا — یعنی بچنا مشکل و دشوار تھا

گفت ہر چیت دل بخواہد آں بکن — تا رود از جسمت آں رنجِ کہن

بولا جو کچھ دل ترا چاہے وہ کر — تاکہ علت جسم سے جائے گذر

ہر چہ خواہد خاطرِ تو وامگیر — تا نگردد صبر و پرہیزت زحیر

کر وہی باتیں جو تیرے دل میں آئیں — صبر اور پرہیز پیچش بن نہ جائیں

صبر و پرہیز ایں مرض را داں زیاں — ہر چہ خواہد دل در آرش در میاں

صبر اور پرہیز سے نقصانِ جاں — دل جو چاہے کر وہی تو بے گماں

ایں چنیں رنجور را گفت اے عمو — حق تعالیٰ اعملوا ما شئتمو۲

ایسے بیماروں کے حق میں موبمو — قولِ حق ہے اِعْمَلُوا مَا شِئْتُمُوْا

گفت رو ہیں خیر بادت جانِ عم — من تماشائے لبِ جو میروم

بولا اچھا خیر باد اے جانِ عم — سیر کو ندی کی اب جاتے ہیں ہم

۲ قولہ تعالیٰ۔ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّہٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْر رحم سجدہ یعنی جو کچھ تم چاہو کرو۔ خدا تمہارے کام دیکھنے والا ہے ۔

بر مراد دل ہمی زفت و شتاب	تا کہ صحت را بیابد فتح باب
دل کی خواہش پر رواں تھا وہ شتاب	تا کہ ہو صحت پر اپنی فتح یاب
بر لب جو صوفیئے بنشستہ بود	دست و روی شست پاکی مے فزود
صوفی اک ندی پہ تھا بیٹھا ہوا	ہاتھ منہ اپنا وہاں تھا دھو رہا
او قفایش دید چون تکیلے	کرد او را آرزوی سیلیے
پیچھے سے اُس شخص نے دیکھا اُسے	دل نے یہ چاہا کہ اک دھپ مارئے
بر قفائے صوفی آں حیرت پرست	راست میکرد از برائے صفع دست
صوفی کے پیچھے وہ آکر شوق سے	تولتا تھا ہات دھپ کے واسطے
کار زور اگر نراند تا رود	نے طبیبم گفت کان علت شود
کیونکہ گر پوری نہ ہوگی یہ غرض	چارہ گر کہتا ہے دُکھ دیگا مرض
سیلیش اندر برم در معرکہ	زانکہ لا تلقوا بایدی تہلکہ
پھر یہ سوچا بھیڑ میں دونگا جتا	حق نے لا تلقوا بایدیکم کہا
تہلکہ ست ایں صبر و پرہیز اے فلاں	خوش بکوبش تن مزن چوں کاہلاں
بولا دل ہے تہلکہ صبر اے فلاں	خوب مار اور رُک نہ مثل کاہلاں
چوں روش یک سیلی آمد طراق	گفت صوفی ہے ہے اے قواد عاق
زور سے آخر دیا ہی دھپ جما	صوفی چلایا کہ بیہودے یہ کیا!
خواست صوفی تا دو سہ مشتش زند	سبلت و ریشش یکایک برکند
چاہا صوفی نے کہ ڈُک دو تین دے	مونچھ اور ڈاڑھی سب اس کی نوچ لے

لہ اُس سے خیال آیا کہ خدا کا حکم ہے ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکہ یعنی اپنے ہاتھ ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اگر میں اس وقت اس کے دھپا ماروں گا۔ تو یہ سر پڑ جائیگا اور بھیڑ میں ماروں گا تو اسے خبر نہ ہوگی ٭

لیک او را خستہ و رنجور دید ۔۔۔ پس ضعیف و زار و زرد و عور دید

اُس نے دیکھا جس گھڑی بیمار اُسے ۔۔۔ درد کا مارا نحیف و زار اُسے

باز اندیشید او ضعفِ ورا ۔۔۔ گفت اگر تشنیع زنم گردد فنا

ضعف کا اس کے اُسے آیا خیال ۔۔۔ بولا دوں اک وصف تو جینا ہو محال

رنجِ دق از دیو سر آوردہ مار ۔۔۔ دید او را سخت رنجور و نزار

دق نے اس کو خود ہی مُردہ ہے کیا ۔۔۔ یہ ہے خود بیمار ۔ آزار آشنا

خلق رنجورِ دق و بیچارہ اند ۔۔۔ وز خدیعِ دیو سیلی بارہ اند

لوگ ہیں آزارِ دق میں مبتلا ۔۔۔ مکرِ شیطاں سے طمانچہ آشنا

جملہ در ایذائے بیجرماں حریص ۔۔۔ در قفائے یکدگر جویاں قصیص

بے گناہوں کے ستانے پر تلے ۔۔۔ ایک کے پیچھے پڑے ہیں دوسرے

اے زنندہ بیگناہاں را قفا ۔۔۔ در قفائے خود نمے بینی چرا

بے گناہوں کے ہو پیچھے کیوں پڑے ۔۔۔ اپنے پیچھے کیوں نہیں ہو دیکھتے

اے ہوا را طبِ خود پنداشتہ ۔۔۔ بر ضعیفاں صفع را بگماشتہ

تو ہوس کو اپنا سمجھا ہے طبیب ۔۔۔ مارتا ہے بے گنہ کو بد نصیب

بر تو خندد آنکہ گفتت کیں دواست ۔۔۔ اوست کادم را بگندم رہنماست

ہنس رہا ہے جس نے دی ہے یہ دوا[1] ۔۔۔ جس نے آدمؑ کو دیا گیہوں کھلا

کہ خورید ایں دانہ را اے مستعین ۔۔۔ بہرِ دارو تا تکونا خالدین

طالبِ امداد! لے یہ دانہ کھا ۔۔۔ خلد میں دائم ہے رہنے کی دوا

اوش لغزانید و زد او را قفا ۔۔۔ آں قفا وا گشت و شد او را جزا

اُس نے لغزش آکے پیچھے سے دی ۔۔۔ اور پھر اس کی سزا اس کو ملی

[1] یعنی شیطان نے تجھے یہ دوا بتائی ہے ۔ اور وہی تجھ پر ہنس رہا ہے۔

اوش لغزانید سخت اندر زلق	لیک پشت و دستگیرش بود حق
اس نے لغزش دی کہ کر ڈالے تباہ	تھا خدا ان کی مگر پشت و پناہ
کوہ بود آدم اگر پُر مار شد	کان تریاقست و بے اضرار شد
کوہ تھے آدمؑ اگر پُر مار تھے	کان تھے تریاق کی بے ڈر رہے
تو کہ تریاقے نداری ذرہ	از خلاص خود چرا مے غرہ
جب نہیں تریاق تیرے پاس ہی	کیوں ہے آزادی پہ غرہ اے اخی
آں خلیلانہ توکل گو ترا	واں کرامت چوں کلیمت از کجا
وہ خلیلانہ توکل ہے کہاں	ہے کلیمانہؑ کرامت بے نشاں
تا نبرد تیغت اسمٰعیلؑ را	تا کنی شہراہ قعر نیل را
تا نہ کاٹے تیغ اسمٰعیلؑ کو	یا کرے شہراہ بحر نیل کو
گر سعیدی از منارہ اوفتید	بادش اندر جامہ افتاد و رہید
گر پڑے مینار سے گر نیک ذات	تو ہوا کپڑوں میں بھر کر دے نجات
چوں یقینت نیست آں بادِ حسن	تو چرا بر باد وادی خویشتن
جب یقیں تجھ کو نہیں اس باد پر	خود کو کیوں برباد کرتا ہے پسر!
زیں منارہ صد ہزاراں ہمچو عاد	در فتادند و سر و تن باد داد
اس منارے سے بہت مانندِ عاد	گر پڑے اور مٹ گئے سب نامراد
سرنگوں افتادگاں زیرِ منار	در نگر تو صد ہزار اندر ہزار
گرنے والے سرنگوں مینار سے	سیکڑوں ہیں اور ہزاروں دیکھ لے
تو رسن بازی نمی دانی یقیں	شکر پاہا گو و میرو بر زمیں
جب رسن بازی سے ہے ناآشنا	چل زمیں پر شکر ادا کر پاؤں کا
پر مساز از کاغذ و از کہ مپر	کاندریں سودا بسے کشتست سر
اُڑ نہ کہ سے باندھ کر کاغذ کے پر	اس ہوس نے کھو دیئے بے اعداد سر

اگرچہ آن صوفی پر آتش شد ز خشم — لیک ہم بر عاقبت انداخت چشم

تھا وہ صوفی آگ غصے سے مگر — عاقبت پر بھی رہی اس کی نظر

اول صف بر کسے ماند بکام — کو نگیرد دانہ بیند بند دام

سب سے پہلے ہو وہی فائز مرام — جو نہ دیکھے دانہ دیکھے بند دام

حبذا دو چشم پایان بین راد — کہ نگہدارند تن را از فساد

اچھی وہ آنکھیں جو ہیں انجام بیں — رکھتی ہیں جھگڑوں سے جو محفوظ دیں

آنکہ پایان دید احمد بود کو — دید دوزخ را ہم اینجا تو بتو

تھے محمد ناظر انجام کار — تہہ بہ تہہ دوزخ کو دیکھا آشکار

دید عرش و کرسی و جنات را — بر درید او پردۂ غفلات را

عرش و کرسی اور جن دیکھے فتا — پردۂ غفلت اٹھا کر رکھ دیا

گر ہمی خواہی سلامت از ضرر — چشم ز اول بند و پایان را نگر

ہونا چاہے گر ضرر سے رستگار — ابتدا کو چھوڑ، دیکھ انجام کار

تا عدمہا را ببینی جملہ ہست — ہستہا را بنگری محبوس و پست

تا عدم تجھ کو نظر آجائے ہست — ہستیاں آئیں نظر محبوس و پست

این ببین باری کہ ہر کش عقل ہست — روز و شب در جستجوے نیست ہست

عقل کی جس کو ملی ہیں نعمتیں — رات دن ہے جستجوئے نیست میں

در گدائی طالب جودے کہ نیست — بر دکانہا طالب سودے کہ نیست

جود درویشی میں چاہے - جود نیست — سود کا طالب دکاں پر سود نیست

در مزارع طالب غلہ کہ نیست — در مغارس طالب نخلے کہ نیست

کھیت میں حاصل کی دھن حاصل ہے نیست — باغ میں پیڑوں کی دھن نخل ہے نیست

در مدارس طالب علمے کہ نیست — در صوامع طالب حلمے کہ نیست

علم کا طالب ہے تو اور علم نیست — حلم کا عاشق ہے تو اور حلم نیست

ہستہا را سوئے ایں افگندہ اند ۔ نیستہا را طالبند و بندہ اند

ہستیوں کو لوگ پیچھے ڈال کر ۔ نیستی کی ہیں طلب میں بیشتر

زانکہ کان و مخزن صنع خدا ۔ نیست غیر نیستی در انجلا

کیونکہ مخزن صنعت اللہ کے ۔ نیستی ہی میں چمکتے ہیں پڑے

پیش ازیں ہم گفتہ ایم ازیں ۔ ایں و آں را تو یکے داں و ببیں

اس سے پہلے بھی کہے ہیں ہم نے راز ۔ دونوں کو تو ایک جان اے جانِ ناز

گفتہ شد کہ ہر صناعت گر کہ ہست ۔ در صناعت جایگاہ نیست جست

یہ کہا تھا جو بھی صنعت گر ہوا ۔ جستجو میں نیست موضع کی رہا

جست بنا موضعے ناساختہ ۔ گشتہ ویراں سقفہا انداختہ

ڈھونڈیں ویراں منزلیں معمار نے ۔ کچھ چھتیں افتادہ گھر ٹوٹے ہوئے

جست سقا کوزہ کش آب نیست ۔ واں درودگر خانہ کش باب نیست

چاہتے سقا کوزہ بے آب اگر ۔ ڈھونڈتے نجار بے چوکھٹ کا گھر

وقت پیدا نار عدم ہیں جملہ شاں ۔ وز عدم آنگہ گریزاں جملہ شاں

ہیں عدم میں سب ہی ہنگام شکار ۔ پھر عدم سے سب وہ کرتے ہیں فرار

چوں امیدت لاست زو پرہیز چیست ۔ با انیس خویشتن ستیز چیست

تیری حسرت لا[۱] ہے پھر پرہیز کیا ۔ دوست سے اپنے ہے لڑنا ناروا

چوں انیس طبع تو آں نیستی ست ۔ از فنا دیست ایں پرہیز چیست

جب انیس طبع ٹھہری نیستی ۔ پھر فنا سے کیوں ہے پرہیز اے اخی

گر انیس لا نہ اے جان پسر ۔ در کمین لا چرا ای منتظر

نیستی کا گر نہیں ہے خواستگار ۔ کیوں ہے پھر یہ نیستی کا انتظار

۱؎ یعنی نیستی ۔

زانچہ داری جملہ دل برکندۂ ۔ شست دل در بحرِ لا افگندۂ
اپنے دل سے سب کو تو ٹالے ہوئے ۔ بحرِ لا میں شست ہے ڈالے ہوئے

پس گریزت چیست زیں بحرِ مراد ۔ کو بشستے صد ہزاراں صید داد
کیوں تو اس دریا سے کرتا ہے فرار ۔ شست کو جس نے دیئے ہیں سو شکار

ازچہ نام برگ کردستی تو مرگ ۔ جادوئی داں کہ نمودت مرگ برگ
نام رکھا برگ کا کیوں تو نے مرگ ۔ شعبدہ سے ہے نظر میں مرگ، برگ[1]

ہر دو چشمت بست صنعِ صنعتش ۔ تا کہ جاں را در چہ آید رغبتش
دونوں آنکھیں بند صنعت سے ہوئیں ۔ اور ہوئیں رغبت کنوئیں کی جاں نشیں

در خیالِ او ز مکرِ کردگار ۔ جملہ صحرا فوق چہ زہر ست و مار
مکرِ حق سے ہے خیال اُس کا خراب ۔ جز کنوئیں کے دشت ہے سب پر عذاب

لاجرم چہ را پناہے ساختہ است ۔ تا کہ مرگ او را بچاہ انداختہ است
بس کنوئیں کو جانتا ہے وہ پناہ ۔ موت آخر اس سے جھنکوائی ہے چاہ

آنچہ گفتم از غلطہاش اے عزیز ۔ ہمچنیں بشنیدم از عطارؒ[2] نیز
غلطیاں اُس کی بتائیں جو تجھے ۔ ایسی آپ ہیں نے سنیں عطارؒ سے

رحمۃ اللہ علیہ گفتہ است ۔ ذکرِ شہ محمود غازی سفتہ است
رحمتیں اللہ کی اُن پر سدا ۔ ذکر یوں محمودؒ غازی کا کیا

سلطان محمود اور ایک ہندو غلام

گر غزائے ہند پیش آں ہمام ۔ در غنیمت اوفتادش یک غلام
جنگ ہندوستان کی جب کی تمام ۔ لُوٹ میں ایک اُن کے ہاتھ آیا غلام

[1] یعنی ساز و سامان ۔

[2] حضرت خواجہ شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ ہے ۔

پس خلیفہ اش کرد و بر کرسی نشاند	بر سپہ بگزیدش و فرزند خواند
دی اُسے کرسی، خلیفہ کر دیا	کر دیا سردار اور بیٹا کہا
طول و عرض وصفِ قصہ تو بتو	در کلامِ آں بزرگِ دیں بجو
پورا قصہ اور مفصل داستاں	ہے کلامِ پاک میں اُن کے بیاں
حاصل آں کودک بر آں تختِ نضار	نشستہ پہلوئے قباد شہریار
مختصر یہ ہے کہ وہ اُس تخت پر	پہلوئے سلطاں میں بیٹھا بے خطر
گریہ میکرد اشک میراند و بسوز	گفت شاہ اورا کہ اے فیروز روز
اشک اس لڑکے کے جاری تھے مگر	شاہ نے پوچھا کہ اے فرخندہ فر
از چہ گریی دولتت شد ناگوار	فوقِ افلاکی قرینِ شہریار
کیوں ہے نالاں، کیا ہے دولت ناگوار	ہے فلک رتبہ، قریبِ شہریار
تو بریں تخت و وزیران و سپاہ	پیشِ تخت صف زدہ چوں مہر و ماہ
تخت پر تو، اور سردار و سپاہ	سامنے تیرے ہیں مثلِ مہر و ماہ
گفت کودک گریہ ام زانست زار	کہ مرا مادر دراں شہر و دیار
بولا لڑکا۔ ہے یہ زاری اس لئے	جب وطن میں تھا تو میری ماں بیٹھے
از توام تہدید کردی ہر زماں	بینمت در دستِ محمود ارسلاں
یوں ڈراتی تھی کہ میں دیکھوں تجھے	تھا ایک دن ہاتھ میں محمود کے
پس پدر مر مادرم را در جواب	جنگ کردے با وی بخشم و عتاب
باپ میرا ماں کو پھر دیتا جواب	اور لڑتا۔ کیوں ہے یہ خشم عتاب
ہے نیابی ہیچ نفرینِ دگر	زیں چنیں نفرینِ مہلک سہل تر
اور کیا کوئی نہیں ہے کوسنا	ہو جو اس لعنت سے کم اے بے حیا
سخت بیرحمی و بس سنگیں دلی	کہ بچنیں شمشیر او را قاتلی
سخت بے رحم اور سنگیں دل ہے تو	بچے کی تلوار سے قاتل ہے تو

من ز گفت ہر دو حیراں گشتہ‌ام — در دل افتادے مرا بیم و غمے
گفتگو سے دونوں کی حیراں کھڑا ہوں — خوف سے غمگین اور لرزاں کھڑا ہوں

تا چہ دوزخ خوست محمود اے عجب — کہ مثل گشتست در ویل و کرب
کون یہ محمود ہے دوزخ شعار — جس کا نام آتے ہی ہوتا ہوں نزار

من ہمے لرزیدہ‌ام از بیم تو — غافل از اکرام و از تعظیم تو
خوف سے میں آپ کے تھا کانپتا — قابل عظمت نہ سمجھا نام آپ کا

مادرم کو تا ببیند ایں زماں — مر مرا بر تخت اے شاہ جہاں
اب کہاں اماں کہ جو دیکھے مجھے — تخت پہ بیٹھا ہوا پاس آپ کے

یا پدر کو تا مرا بیند چنیں — خوش نشستہ پہلوے سلطان دیں
اب کہاں ابا کہ دیکھیں بالیقیں — وہ مجھے ہم پہلوئے سلطان دیں

فقر آں محمود تست اے کم سنت — طبع از وے دائما ترساندت
فقر وہ محمود ہے اے بے کشاد — جس سے ڈرتا ہے ہمیشہ نامراد

گر بدانی رحم ایں محمود راد — خوش بگوئی عاقبت محمود باد
تو جو دیکھے رحمت محمود کو — دے دعائیں عاقبت محمود ہو

فقر آں محمود تست اے بیم دل — کم شنو زیں مادر طبع مضل
فقر وہ محمود ہے ناداں جان — طبع ہے گمراہ بات اس کی نہ مان

چوں شکار فقر گردی تو یقیں — ہمچو کودک اشک بارے یوم دیں
فقر کر لے شکار سمجھے جس دم شکار — مثل اس لڑکے کے ہوگا اشکبار

گرچہ اندر پرورش تن مادر است — لیک از صد دشمن دشمن تر است
گرچہ مادر پالنے میں تن کا ہے یہ — سیکڑوں میں ایک ہی دشمن ہے یہ

تن چو شد بیمار دارو جست کرد — ور قوی شد مر ترا طاغوت کرد
جب ہوا بیمار تو سے کی دوا — جب قوی تھا تجھ کو شیطاں کر دیا

چوں سرِ کان ایں تنِ پُر حیف را ‌ ‌ ‌ از شتا را نشاید و نے صیف را
تو ذرہ جان اس تن بیکار کو ‌ ‌ ‌ گرمی و سردی کے جو لائق نہ ہو

یار بد نیکوست بہر صبر را ‌ ‌ ‌ کہ گشاید صبر کردن صدر را
یار بد اچھا ہے خوشئہ صبر کو ‌ ‌ ‌ صبر کرنا کھولتا ہے صدر سینہ کو

صبر مہ با شب منور دارد ش ‌ ‌ ‌ صبر گل با خار اذفر دارد ش
صبر سے مہ شب کو جلوہ یار ہے ‌ ‌ ‌ صبر سے گل ہم نشین خار ہے

صبر شیر اندر میان فرث و خون ‌ ‌ ‌ کرد او را ناعش ابن اللبون
صبر ہی سے دودھ گوبر خوں میں یار ‌ ‌ ‌ پرورش کرتا ہے طفل شیر خوار

صبر جملہ انبیا با منکراں ‌ ‌ ‌ کردشاں خاص حق و صاحبقراں
منکروں سے صبر کرکے انبیاء ‌ ‌ ‌ ہو گئے خاصان حق نام خدا

ہر کرا بینی یکے جامہ درست ‌ ‌ ‌ دانکہ او آں را بکسب صبر جست
جس کسی کے پاس دیکھے جامہ چست ‌ ‌ ‌ صبر ہی سے وہ ہوا ہوگا درست

ہر کرا دیدی برہنہ بے نوا ‌ ‌ ‌ ہست بر بے صبری او آں گوا
اور جسے دیکھے برہنہ بے نوا ‌ ‌ ‌ بس سمجھ لے وہ نہیں صبر آشنا

ہر کہ مستوحش بود پر غصہ جاں ‌ ‌ ‌ کردہ باشد با دغائی اقتراں
غصہ کی وحشت ہو جس کی جان پر ‌ ‌ ‌ پُر دغا سے وہ ملا ہوگا مگر

صبر اگر کردے ز الف آں بیوفا ‌ ‌ ‌ از فراق او نخوردے ایں قفا
بے وفا کے ملنے سے کرتا جو صبر ‌ ‌ ‌ یوں جدائی کا نہ ہوتا اس کی جبر

خوے با حق ساختی چوں انگبیں ‌ ‌ ‌ با لبن کہ لا احب الآفلین
حق سے رل جاتا جو مثل انگبیں ‌ ‌ ‌ اور کہتا لا احب الآفلین

۱ سپنجہ ۔

۲ یعنی میں فنا ہو جانے والوں کو پسند نہیں کرتا ۔

لاجرم تنہا نماندی ہمچناں	کہ گشتے ماندہ براہ از کارواں
تو کبھی یوں تنہا نہ رہتا چاہ میں	آگ جیسے قافلے کی راہ میں
چوں زبے صبری قرینت غیر شد	در فراقش پر غم و بے خیر شد
ہو گئے جب بے صبر غیروں سے ملی	ہاجرے نے غم کی مصیبت اس کو دی
صحبتت چوں ہست زر دہ دہی	پیش خائن چوں امانت مے نہی
ہے زر خالص کی جب صحبت تجھے	پاس خائن کے امانت کیوں رکھے
خوئے با او کن کہ امانت ہائے تو	ایمن آید از افول واز عتو
اس کا خوگر ہو امانت جو تری	نیست ہونے سے بچا لے واقعی
خوئے با او کن کہ خو را آفرید	خوہائے انبیا را پرورید
اس کا خوگر ہو جو ہے خو آفریں	انبیا کی عادتیں جس سے بنیں
برہ بدہی رمہ بازت دہد	پرورندہ ہر صفت خود رب بود
برہ اس کو دے وہ گلہ دے تجھے	ہے وہی رب ہر صفت اس سے ہے
برہ پیش گرگ امانت مے نہی	گرگ و یوسف را مفرما ہمرہی
بھیڑیئے کو برہ تو ہے سونپتا	گرگ و یوسف کا بھلا ہو ساتھ کیا
گرگ اگر با تو نماید روبہی	ہین مکن باور کہ ناید زو بہی
بھیڑیا گر تجھ سے مکاری کرے	تو یقیں تجھ کو نہ کرنا چاہیئے
جاہل ار با تو نماید ہمدلی	عاقبت زخمت زند از جاہلی
اگر اک جاہل دکھائے ہمدمی	آخر اس سے ہو گی زحمت واقعی
او دو آلت دارد و خنثیٰ بود	فعل ہر دو بے گماں پیدا شود
اس کے دو آلت ہیں اور خنثیٰ ہے وہ	کام دونوں بالیقیں دیتا ہے وہ
مرد کو را از زناں پنہاں کند	تا کہ خود را خواہر ایشاں کند
عورتوں سے وہ چھپاتا ہے ذکر	کہ بنالے ان کو بہنیں خیرہ سر

شتلہ از مرداں بجفت پنہاں کند — تا کہ خود را او پریشاں کند
شتلہ کو مردوں سے لپیٹ کے چھپا — تا کہ بھائی اُن کا بن جائے ذرا

گفت یزداں زاں کہیں مکتوم او — شتلہ سازیم در خرطوم او
اور خدا کہتا ہے ہم سے مکر کیا — شتلہ اُس کی سونڈ میں دیں گے بنا

تا کہ بینایان ازیں دود لال — در نیفتند از فن او در جوال
دو دیکھیں تا کہ بینا دیکھ کر — مکر سے ہو جائیں اُس کے بے خطر

حاصل آں کہ ہر ذکر نایدزری — ہیں زجاہل تر بیں اگر دانشوری
ہر ذکر میں ہے کہاں مردانگی — بھاگ جاہل سے یہ ہے دانشوری

دوستی جاہل شیریں سخن — کم شنو کاں ہست چوں زہر کہن
جاہل شیریں سخن کی دوستی — ہے پُرانا زہر بچ اُس سے ابھی

جان مادر چشم روشن گویدت — جز غم و حسرت ازو فزود پدت
ماں کہے آنکھوں کی تجھ کو روشنی — ما سوائے غم نہیں حاصل کوئی

مر پدر را گوید آں مادر جہار — کز مکتب بچہ ام شد بس نزار
باپ سے کہتی ہے ماں یوں آشکار — بچہ مکتب میں ہوا بیسرا نزار

از زن دیگر اگر آوردئ — بر وے ایں جور و جفا کم کردئ
سوت سے میری یہ ہوتا ہے اگر — تو بھی ظلم اُس پہ نہ کر تو اس قدر

از جز از تو گر بدے ایں بچہ ام — ایں فشار آں زن گفتے نیز ہم
ہوتا باپ اس کا جو کوئی دوسرا — اُس کی قدرت بھی نہ ہوں ذہنی دبا

ہیں بجہ زیں مادر و تیبائے او — سیلئے بابا بہ از حلوائے او
الہی ماں کے رحم سے کر تو فرار — بہتر اُس کے رحم سے بابا کی مار

سلہ فرج عورت ۔

هست مادر نفس و بابا عقل راد | اولش تنگی و آخر بس کشاد
نفس ماں اور عقل ہے باپ اے فتا | ابتدا تنگی، کشائش انتہا

اے دہندہ عقل ہا فریاد رس | تا نخواہی تا نخواہد ہیچ کس
تجھ سے ہے فریاد اے خالق مری | تو نہ چاہے تو نہ چاہے گا کوئی

ہم طلب از تست و ہم آں نیکوئی | ما کئیم اول توئی آخر توئی
ہے طلب تجھ سے تجھی سے نیکوئی | ہم ہیں کیا اوّل تو ہی آخر تو ہی

ہم تو گوئی و ہم تو بشنو ہم تو باش | ما ہمہ لاشیم با چندیں تراش
تو ہی کہتا اور سنتا ہے بہم | ہے تو ہی موجود اور لاشے ہیں ہم

زیں حوالت رغبت افزا در سجود | کاہلی جبر مفرست و خمود
اس طرح سجدوں کی رغبت کو بڑھا | کاہلی جبر مردگی لے کر نہ جا

جبر باشد پر و بال کاملاں | جبر ہم زندان و بند کاہلاں
جبر پر ہے مرد کامل کے لئے | جبر ہی زنداں ہے کاہل کے لئے

ہمچو آب نیل داں ایں جبر را | آب مومن را و خوں مر گبر را
سمجھ آب نیل جاں اس جبر کو | پانی ہے مومن کو خوں ہے گبر کو

بال بازاں را سوئے سلطاں برد | بال زاغاں را بگورستاں برد
باز کو پر سوئے سلطاں لے گئے | پر سے قبرستاں کو کوّے گئے

باز گرد اکنوں تو در شرح عدم | کو چو پازہرست و پندارش سم
لوٹ جا پھر جانب شرح عدم | زہر کی دافع ہے۔ مت جان اس کو سم

ہمچو ہندو بچہ ہاں اے خواجہ تاش | رو ز محمود عدم ترساں مباش
ہندو بچہ کی طرح اے بے خبر | جا نہ محمود عدم سے خوف کر

از وجودے ترس کاکنوں در ویی | آں خیالت لاشئے و تو لاشیی
ڈر وجود اپنے سے اے فرخندہ فال | تو ہے لاشے اور لاشے یہ خیال[1]

[1] یعنی یہ خیال بھی لاشے ہے کہ تیرا وجود ہی کوئی شے ہے۔

لاشئے بر لاشئے عاشق شد است	ہیچ نے مر ہیچ نے را رہ زدہ است
شیفتہ لاشئے پہ لاشئے ہے یہاں	ہے فنا رہزن فنا کی بے گماں

لیس للماضین ہم الموت[1] کی تفسیر

راست فرمود آں سپہدار بشر	کہ ہر آنکو کرد از دنیا گذر
سچ ہے ارشاد شہ جن و بشر	جن کا اس دنیا سے ہوتا ہے سفر
چوں ز دل رفت ایں خیالاتِ مہیب	گشت نامعقول او پیدا و عیاں
درمیاں سے جب یہ ہٹتے ہیں خیال	امر نامعقول کا کھلتا ہے حال
نیستش درد و دریغ و غبن موت	بلکہ ہستش صد دریغ از بہر فوت
موت کا ان کو نہیں ہوتا ہے غم	فوت ہونے کا وہ کرتے ہیں الم
لیس للماضین ہم الموت گفت	لیک شاں با حسرت فوتند جفت
جانے والوں کو نہیں غم موت کا	فوت کی حسرت مگر ہے غم فزا
کہ چرا قبلہ نکردم مرگ را	مخزن ہر دولت و ہر برگ را
موت کو قبلہ نہ کیوں اپنا کیا	تھی جو مخزن دولت اور ساماں کا
قبلہ کردم من ہمہ عمر از حول	آں خیالاتے کہ گم شد در اجل[2]
عمر بھر قبلہ دو بینی سے کیا	ان خیالوں کو جو تھے زہر فنا
حسرت آں مردگاں از موت نیست	زانست کاندر نقشہا کردیم ایست
موت کا غم کیا یہ غم ہے ناکام	کیوں کیا نقش اور صورت میں قیام

[1] حدیث شریف۔ لیس للماضین ہم الموت وانما لہم حسرت الفوت یعنی گزرے ہوئے لوگوں کو موت کا غم نہیں بلکہ اعمال و کسب حال کے فوت ہو جانے کی حسرت ہے۔

[2] یعنی اجل کے حق میں زہر قاتل تھے۔

ما ندیدیم آنکه این نقش است و کف
کف ز دریا جنبد و یابد علف[1]

یہ نہ دیکھا ہم نے ہیں یہ نقش و کف
کف سے ملے دریا سے اور پائے علف

چونکہ بحر افگند کفہا را ببر
رو بگورستان و کفہا را نگر

جبکہ دریا جھاگ اپنے دے نکال
دیکھ قبرستان میں جا کر ان کا حال

پس کجا کو جنبش و جولان تان
بحر افگندست در بحران[2] تان

اب کہاں وہ جنبش اور ہیجان ہیں
بحر نے ڈالا انہیں بحران میں

تا نگوید شدت بلب نے بل بحال
کہ ز دریا کن نہ از ما این سوال

وہ یہ کہدیں تجھے زبان حال سے
کیا کہیں ہم بحر ہی سے پوچھ لے

نقش چون کف کے بجنبد بے ز موج
خاک بے بادے کجا آید باوج

نقش کف بے موج ہل سکتا نہیں
بے ہوا بھی خاک اڑتی ہے کہیں

چون غبار نقش دیدی باد بین
کف چو دیدی قلزم ایجاد بین

جب غبار نقش دیکھا باد دیکھ
دیکھ کر کف قلزم ایجاد دیکھ

ہین ببین کز تو نظر آید بکار
باقیت شحمی و لحمی پود و تار

اصل ہی کو دیکھنا رہ ہوشیار
باقی ہے سب گوشت چربی پود و تار

شحم تو در شمعہا نفزود تاب
لحم تو مخمور را ناید کباب[3]

شمع نے پائی نہ اس چربی سے تاب
گوشت سے مستوں کو کب پہنچے کباب

[1] چارہ۔ غذا یعنی سرمایۂ زندگی۔

[2] اصطلاح طب میں بحران وہ حالت ہے۔ جب طبیعت مرض کی مدافعت میں مصروف ہوتی ہے۔

[3] یعنی بعض چربیاں تو ایسی ہیں کہ اُن سے شمعیں بنتی ہیں اور محفلوں میں روشنی ہوتی ہے مگر تیری چربی سے تو کوئی شمع جلنے کی اُمید نہیں۔ بعض جانوروں کے کباب بنائے جاتے ہیں۔ جو مست و مخمور لوگ کھاتے ہیں اور لذت پاتے ہیں۔ مگر تیرا گوشت اس کام بھی نہ آسکے گا۔

درگذار این جملہ تن را در بصر | در نظر رو در نظر رو در نظر

چھوڑ دے نظارہ کرنا جسم کا | تو فنا نظروں میں، نظروں میں سما

یک نظر دو گز ہمی بیند ز راہ | یک نظر دو کون دید و روئے شاہ

اک نظر دو گز ہی طے کرتی ہے راہ | اک نظر دیکھے دو عالم روئے شاہ

در میان این دو فرقے بے شمار | سرمہ جو واللہ اعلم بالسرار

فرق ان نظروں میں بھی ہے بے شمار | ڈھونڈ سرمہ۔ جانتا ہے کردگار

چوں شنیدی شرح بحر نیستی | کوش تا دائم بدیں بحر ایستی

شرح بحر نیستی تو نے سنی | سعی کر اس بحر میں ٹھہراؤ کی

چونکہ اصل کارگاہ این نیستیست | کو خلا و بے نشانست و تہیست

اصل ہے ہستی کی مطلق نیستی | جو ہے خالی اور نہیں جس کا خودی

جملہ استادان پے اظہار کار | نیستی جویند و جائے انکسار

کرتے ہیں آغاز کاریگر جو کام | ڈھونڈتے ہیں وہ کوئی خالی مقام

لاجرم استاد استادان صمد | کارگاہش نیستی و لا بود

ہے جو استادوں کا وہ استاد اللہ | نیست کا عالم ہے اس کی کارگاہ

ہر کجا این نیستی افزوں ترست | کار حق و کارگاہش آں سرست

ہے جہاں جتنی زیادہ نیستی | کار حق اور کارگہ ہے وہیں ہی

نیستی چوں ہست بالایین طبق | از ہمہ بردند درویشاں سبق

نیستی کے طبقے بالاتر جو تھے | اس لئے درویش سبقت لے گئے

خاصہ درویشے کہ شد بے جسم و مال | کار فقر جسم دارد نے سوال

خاص کر وہ جو ہوا بے جسم و مال | فقر رکھتا ہے۔ نہیں کرتا سوال

سائل آں باشد کہ جسم ہم گداخت | قانع آں باشد کہ مال خویش باخت

ہے وہ سائل جسم کو جو دے گھلا[1] | وہ ہے قانع مال جس نے کھو دیا

[1] یعنی مال کی خواہش میں جسم گھلا دے۔

پس ز درد اکنوں شکایت بر مدار	کو سوئے نیستی است این راہوار
درد کی اپنے شکایت کر نہ یار	درد سوئے نیستی ہے راہوار
این قدر گفتیم باقی فکر کن	فکر اگر جامد بود رو ذکر کن
اتنا ہم نے کہہ دیا۔ اب فکر کر	فکر اگر افسردہ ہو تو ذکر کر
ذکر آرد فکر را در اہتزاز	ذکر را خورشید این افسردہ ساز
ذکر جنبش میں ہے لاتا فکر کو	آفتاب فکر کر اے ذکر کو
اصل خود جذبہ است لیک اے خواجہ تاش	کار کن موقوف آں جذبہ مباش
اصل گو جذبہ ہے لیکن اے پسر	صرف جذبہ پہ نہ رہ۔ کچھ کام کر
زانکہ ترکِ کار چوں نازے بود	ناز کے در خورد جانبازے بود
کیونکہ ترک کار خود اک ناز ہے	ناز چھوڑ، کب عادت جانباز ہے
نے قبول اندیش نے رد اے غلام	امر را و نہی را مے بیں مدام
نہ قبول اور نہ رد پر جا اے غلام	رکھ تو امر و نہی پر نظریں مدام
مرغ جذبہ ناگہاں پرد ز عش	چونکہ دیدی صبح شمع آں دم بکش
آشیاں سے مرغ جذب اڑ جائے گا	جب تو دیکھے صبح شمعیں دے بجھا
چشمہا چوں شد گذارہ نور اوست	مغزہا مے بیند او در عین پوست
نور جب کرتا ہے آنکھوں میں گزر	پوست میں بھی مغز آتا ہے نظر
بیند اندر ذرہ خورشید بقا	بیند اندر قطرہ کل بحر را
دیکھتا ہے ذرے میں سورج عیاں	قطرے میں دریا نظر آتا ہے ہاں

ندی پر بیٹھنے والے صوفی کی باقی حکایت

گفت صوفی در قصاصِ یک قفا	سر نشاید باد دادن بر عمی
سوچا صوفی نے کہ اک ٹھڈے کے لئے	اندھے پن سے سر نہ دینا چاہئے

ا۔ یعنی پھر ذکر و فکر کی حاجت نہیں ؎

خرقۂ تسلیم اندر گردنم
بر من آساں کرد سیلی خوردنم

ہے گلے میں خرقہ جو تسلیم کا
اُس نے لین تا وحب کا آساں کر دیا

دید صوفی خصم خود را سخت زار
گفت اگر مشتش زنم من خصم وار

دیکھا صوفی نے کہ دشمن ہے نزار
مشل دشمن گر کیا گھونسے کا وار

او بیک مشتم بریزد چوں رصاص
شاہ فرماید مرا زجر و قصاص

ایک ہی گھونسے سے وہ مر جائے گا
اُس کا بدلہ مجھ سے لے گا پھر خدا

خیمہ ویران ست و بشکستہ وتد
او بہانہ مے کند تا در فتد

خیمہ ویراں میخ ٹوٹی ہے لا
وہ ہے کر لے کا بہانہ تو ڈھونڈتا

بہر ایں مردہ دریغ آید دریغ
کہ قصاصم افتد اندر زیر تیغ

ایک مردہ کے لئے ہے یہ دریغ
اپنا سر بدلے میں دیا دوں زیر تیغ

چوں نمے تانست کف بر خصم زد
عزمش آمد کش بر قاضی برد

بدلہ لینے سے ہوئی جب اُس کو یاس
سوچا اس کو لے چلوں قاضی کے پاس

کہ ترازوئے حق ست و کیل او
زاں سوئے حق ست اعلم کیل او

کیونکہ قاضی ہے ترازوئے خدا
اس لئے رہتا ہے سوئے حق جھکا

مخلص است از مکر دیو و حیلہ اش
مخلص است از قید دیو و حیلہ اش

مکر شیطاں سے وہ ہے بالکل پناہ
اس کی قید و قول سے ہے امن گاہ

ہست او مقراض احقاد و جدال
قاطع جنگ و خصومت قیل و قال

وہ ہے قینچی کینے کی اور جنگ کی
دور کر دیتا ہے جنگ و دشمنی

دیو در شیشہ کند افسون او
فتنہا ساکن کند قانون او

دیو شیشہ بند افسوں سے تو ہے
فتنے ساکن قانون سے اُس کے ہے

چوں ترازو دید خصم پرستیز
سرکشی بگذارد و گردد نتیج

جب ترازو آئے دشمن کو نظر
سرکشی اپنا جھکا دیتی ہے سر

ور ترازو نیست گر افزون و بیش — از قسم راضی نگردد دادکیش

بے ترازو گر اُسے زائد ملے — بے وقوفی سے نہ راضی ہو سکے

کے شود راضی ز تو طبع تہیش — از پئے بے دانشی و ابلہیش

تجھ سے کب راضی ہو وہ طبع تہی — اُس میں ہے بے دانشی و ابلہی

ہست قاضی رحمت و تیغ ستیز — قطرہ از بحر عدل رستخیز

قاضی و تیغ جنگ کرنے والا ہے — عدل کے دریا کا بس اک قطرہ ہے

قطرہ گر چہ خرد و کوتہ پا بود — لطف آب بحر ازو پیدا بود

قطرہ گو ہوتا ہے چھوٹا بے گماں — لطف دریا اُس سے ہوتا ہے عیاں

از غبار ار پاک داری کلّہ را — تو ز یک قطرہ ببینی دجلہ را

گرد سے ہو پاک اگر آنکھ اور جاں — دجلہ کو اک قطرے میں دیکھے رواں

جزو ہا بر حال کُل ہا شاہد ست — چوں شفق غماز خورشید آمدہ است

جزو میں پوشیدہ کُل کا راز ہے — جیسے سورج کی شفق غماز ہے

آں قسم بر جسم احمدؐ راند حق — آنچہ فرمودہ است کلّا والشفق

جسم احمدؐ کی قسم کھاتا ہے حق — اور فرماتا ہے کلّا والشفق[1]

مور بر دانہ چرا لرزاں بُدے — گر ازاں پیمانہ خرمن آں بُدے

کیوں لرزتی چیونٹی بس اک دانہ پر[2] — دانہ میں خرمن اگر آتا نظر

بر سر حرف آ کہ صوفی بیدلست — ور مکافات جزا مستعجل ست

آ جا مطلب پر ہے صوفی بے قرار — ہاں وہ سمجھنے کے لئے بے اختیار

---

[1] قولہ تعالیٰ۔ لا اقسم بالشفق واللیل وما وسق۔ یعنی میں قسم کھاتا ہوں شفق کی اور رات کی اور اس کی جو جمع کریں۔

[2] یعنی ڈرتی ہے کہ کہیں یہ ایک دانہ بھی منہ سے نہ چھوٹ جائے۔

اے تو کردہ ظلمہا چوں خوشدلی ۔ از تقاضائے مکافی غافلی
ظلم کرکے آہ کیوں خوش دل ہے تو ۔ بدلہ لینے والے سے غافل ہے تو

یا فراموشت شد است آں کردہا ۔ کہ فرو آورد بخت غفلت پردہا
یاد سے ہیں ظلم سب تو نے بھلا ۔ یا کہ ہے غفلت کا پردہ پڑ گیا

جرم گردوں رشک بُردے بر صفات ۔ گر نہ خصمیہاستے اندر قفات
رشک گردوں کو صفا پہ تھا ترے ۔ گر نہ ہوتے تیرے پیچھے جھگڑے

ایک مجوری بہائے آں حقوق ۔ آمد کہ آمد کہ عذر خواہ از عقوق
ہے مگر تیار حقوق رسم و راہ ۔ گر نہ رہ پچھ بھی عذر گناہ

تا بہ یکبارت نگیرد محتسب ۔ آب خود روشن کن اکنوں با حبا
تا نہ پکڑے محتسب یکبارگی ۔ آب روشن اپنی کر لے اے اخی

صوفی اور چپت زنے والا

رفت صوفی سوئے آں سیلی زنش ۔ دست زد چوں مدعی بر دامنش
صوفی اس کے پاس پہنچا جلد ہی ۔ دامن اس کا پکڑا مثل مدعی

اندر آوردش بر قاضی کشاں ۔ کایں خرِ ادبار را بر خر نشاں
سامنے قاضی کے لایا اور کہا ۔ اس کو خر پر دو بٹھا یہ ہے گدھا

یا بزخم دِرّہ دِہ او را جزا ۔ آنچنانکہ رائے تو بیند سزا
درّے تو ٹیرے سے یا اس کو سزا ۔ یا کرے جو رائے عالی فیصلا

کانکہ از زجر تو میرد در دما ۔ بر تو تاواں نیست باشد آں جہاد
زخم سے جو آپ کے ہو جاں بسیر ۔ کچھ نہیں ہے اس کا تاوان آپ پر

وانکہ از زخم تو بیند مرگ خویش ۔ فارغ از دوزخ رود تا خلد پیش
جو سزا سے آپ کی مر جائے گا ۔ چھوٹ کے وہ دوزخ سے جنت پائے گا

بہر حد و تعزیر قاضی ہر کہ مرد	نیست بر قاضی ضمان کو نیست خرد
قاضی کی حد و سزا سے جو مرا	بار قاضی پر نہ پہنچے اس کا پڑا
نائب حقست و سایہ عدل حق	آئینہ حقست و باشد مستحق
نائب حق ہے نشان عدل حق	آئینہ حق کا ہے اس کا مستحق
کو ادب از بہر مظلومے کند	نے برائے عرض و خشم و دخل خود
دیتا ہے مظلوم کی خاطر سزا	اپنے غصے اور غرض سے کام کیا
چون برائے حق و روز آجل ست	گر خطائے شد دیت بر عاقل ست
ہے جو حق اور حشر سے وابستگی	ہے دیت عاقل پہ بھول اور چوک کی
عاقل او کیست دانی ہست حق	ہست بیت المال بر گردان ورق
کون ہے عاقل؟ وہ عاقل ہے خدا	اپنے بیت المال سے دے گا صلا
آنکہ بہر حق زند او آمن ست	وانکہ بہر خود زند او ضامن ست
مارے جو حق کے لئے آمن ہے وہ	اور خود مارے تو خود ضامن ہے وہ
گر بزد والد پسر را او بمرد	آن پدر را خونبہا باید شمرد
باپ کے مارے سے گر بیٹا مرا	باپ کو اس کے بھرنے خون بہا
زانکہ او را بہر کار خویش زد	خدمتش واجب آمد بر ولد
کیونکہ مارا ہوگا اپنے کام سے	لازمی خدمت تھی بیٹے کے لئے
چون معلم زد صبی را شد تلف	بر معلم نیست چیزے لا تخف
مارے استاد اور بچہ جائے مر	تو نہیں الزام کچھ استاد پر
کان معلم نائب افتاد و امین	ہر امینے ہست حکمش ہمچنین
ہے معلم نائب حق اور امین	ہے امین کے واسطے جائز یونہیں
نیست واجب خدمت استا برو	پس نزد استا بود بہر کار او
خدمت اس پر تھی نہ فرض استاد کی	اس کی بہتری کا کام لے سکتی نہ تھی

ور پدر زد او برائے خود زدہ ست ۔ لاجرم از خونبہا دادن بجست

باپ نے مارا تو خود اپنے لئے ۔ اس لئے وہ خوں بہا سے کیوں بچے

پس خودی را سر ببر یا ذوالفقار ۔ بیخودے شو فانی و درویش وار

سر خودی کا کاٹ دے اے ذوالفقار ۔ فانی و بے خود ہو اور درویش وار

چوں شدی بیخود ہر آنچہ تو کنی ۔ ما رمیت اذ رمیت ایمنی

جب تو بے خود ہو گیا تو کچھ بھی کر ۔ ما رمیت اذ رمیت اے پسر

آں ضماں بر حق بود نے بر امیں ۔ ہست تفصیلش بفقہ اندر مبیں

کیونکہ امیں اس کا خدا ہے ذمہ دار ۔ یہ لکھا ہے فقہ میں تفصیل وار

ہر دکانے راست بازار دگر ۔ مثنوی دکان فقرست اے پدر

ہر دکاں کا ہے الگ بازار اجی ! ۔ اک دکان فقر ہے یہ مثنوی

در دکان کفشگر چرمست خوب ۔ قالب کفش ست اگر بینی تو چوب

ہے دکان کفش گر میں چرم خوب ۔ کفش کا قالب ہے گر دیکھے تو چوب

پیش بزازاں قز و اکسوں بود ۔ بہر گز باشد اگر آہن بود

عمدہ کپڑے پیش بزازاں ملے ۔ اور جو لوہا ہے تو ہے گز کے لئے

مثنوی ما دکان وحدت است ۔ غیر واحد ہر چہ بینی آں بت است

مثنوی اپنی ہے وحدت کی دکاں ۔ بت ہے جو ہے ماسوائے حق یہاں

غیر واحد ہر چہ بینی اندریں ۔ بیگمانے جملہ را بت داں یقیں

ماسوا حق کے جو کچھ آئے نظر ۔ بے گماں باور اسے تو بت ہی کر

؎ قولہ تعالے مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۔ یعنی جس وقت تو نے تیر پھینکا۔ تو وہ تو نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ تعالے نے پھینکا۔

بت ستودن بہر دام عامہ را	ہمچناں خواں کالغرانیق العلی
دام ہے بت کی ستائش عام کا	تو سمجھ اس کو غرانیق العلی
خواندش اندر سورۂ والنجم زود	لیک آں فتنہ بد از سورہ نبود
سورۂ والنجم سے یہ پڑھ دیا	تھا وہ فتنہ نقص سورۃ کا نہ تھا
جملہ کفار آں زماں ساجد شدند	ہم سری بود آنکہ سر بر در زدند
سارے کافر اس گھڑی ساجد ہوئے	رکھ دیئے سر ہمسری کے واسطے
بعد ازیں حرفیست پیچا پیچ و دور	با سلیمان باش و دیواں را مشور
بعد اس کے اک بات ہے کچھ پیچ دار	چھوڑ دیو اور کر سلیمان کا اختیار(۲)

(۱) اس کی اصل کیفیت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانۂ کعبہ میں سورۂ والنجم پڑھ رہے تھے۔ اور اس لئے کہ سننے والے اچھی طرح سمجھ لیں ہر آیت کے بعد کچھ ٹھہر جاتے تھے۔ جب اس مقام پر پہنچے کہ افرایتم اللات والعزی ومناۃ الثالثۃ الاخری" (ذرا دیکھو تم نے لات اور عزی اور تیسرے منات کو جو اور ہے) تو یہاں بھی ٹھہر گئے۔ اس وقت شیطان نے لوگوں کے کان میں ڈال دیا کہ "تلک الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی" (یہ بڑے بڑے بت ہیں بیشک ان سے شفاعت کی امید کی گئی ہے) مشرکین بہت خوش ہوئے کہ آنحضرت نے ہمارے بتوں کی تعریف کی۔ پس سجدہ کے وقت مسلمانوں کے ساتھ انہوں نے بھی اپنا سر جھکا دیا۔ جبرئیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی۔ آنحضرت صلعم بہت رنجیدہ ہوئے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی "وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ" (نہیں بھیجا ہم نے کسی رسول اور کسی نبی کو تجھ سے پہلے مگر جس وقت کہ ان میں سے کسی نے کچھ آرزو کی شیطان نے اس کی آرزو میں کچھ اپنی طرف سے ڈال دیا) اس آیت کے نزول سے حضور سرور کائنات کو تسکین ہو گئی۔

(۲) مطلب یہ ہے کہ تجھے اس پیچیدگی سے کیا کام تو شورش والے شیطانوں کو چھوڑ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ رہ یعنی غیر شورش پسند اور مطمئن۔

ہیں حدیث صوفی و قاضی بیار ۔ واں ستمگار ضعیف زار زار

صوفی و قاضی کا بکھڑا افسانہ لا ۔ اور اس ظالم ضعیف و زار کا

صوفی اور قاضی کا قصہ

گفت قاضی حجت العز اے پدر ۔ تا بروے نقش کنیم از خیر و شر

بولا قاضی حجت کہاں ہے اے پدر ۔ جس پہ کھینچوں میں نقوش خیر و شر

کو زننده کو محل انتقام ۔ کایں خیالے گشتہ است اندر سقام

جس نے مارا کیا ہے جائے انتقام ۔ یہ ہے صرف اک وہم اسے پرگشتہ کا کام

شرع بہر زندگان و اغنیاست ۔ شرع بر اصحاب گورستاں کجاست

شرع ہے زندوں امیروں کے لئے ۔ شرع کب ہے مرنے والوں کے لیے

آں گروہے کز فقیری بے سرند ۔ صد جہت زاں مردگاں فانی ترند

ہے جماعت جو فقیروں کی سدا ۔ ہے فنا میں مرنے والوں سے سوا

مرده از یک روست فانی در گزند ۔ صوفیاں از صد جہت فانی شدند

مُردہ فانی صرف ہے اک سمت سے ۔ سو طرف سے مُردہ ہے صوفی ہوئے

مرگ یک قتل ست ایشاں سی ہزار ۔ ہر یکے را خونبہائے بے شمار

موت ہے اک قتل یہ لاکھوں ہزار ۔ پھر ہر اک کا خوں بہا ہے بے شمار

گرچہ کشت ایں قوم را حق بارہا ۔ ریخت بہر خونبہا انبارہا

حق نے ان لوگوں کو مارا بارہا ۔ خوں بہا کے واسطے ڈھیر اک لگا

ہمچو جرجیس اند ہر یک در سرار ۔ کشتہ گشتہ زندہ گشتہ چند بار

صورت جرجیس[1] ہے ان کا شعار ۔ زندہ ہو جاتے ہیں مر کر بار بار

[1] جرجیس پیغمبر علیہ السلام کہ اُن کی قوم نے ایذا دے دے کے مار ڈالا - مگر وہ پھر زندہ ہو ہو گئے اور صورت تو جدید قائم رہتے ۔

گفت از ذوقِ سنانِ دادگر — می‌بزارد که بزن زخمِ دگر

ہیں سنانِ ذوق کے مارے ہوئے — کہہ رہے ہیں اور بھی اک زخم دے

واللہ از عشقِ وجودِ جاں‌پرست — کشتہ بر قتلِ دوم عاشق‌تر است

بسکہ ہے عشقِ مجازی سے فنا — رتبۂ عشقِ حقیقی کا سوا

گفت قاضی من قضادارِ حی‌ام — حاکمِ اصحابِ گورستاں کی‌ام

زندوں کا منصف ہوں قاضی نے کہا — گور والوں پر حکومت میری کیا

ایں بصورت گر نہ در گورست پست — گورہا در دودمانش آمدہ است

یہ نہیں گو قبر میں اب تک گیا — سیکڑوں قبریں ہیں اس میں تو دیکھا

بس بدیدی مردہ اندر گور تو — گور را در مردہ بیں اے کورتو

گور میں دیکھے بہت مُردے پڑے — گور اس مُردے میں اندھے دیکھ لے

گر ز گورے بر تو خشتے اوفتاد — عاقلاں از گورکے خواہند داد

قبر سے اک اینٹ اگر تجھ پر گرے — ہوگی تجھ کو کیا شکایت قبر سے

گردِ خشم و کینۂ مردہ مگرد — ہیں مکن با نقشِ گرمابہ نبرد

ہے یہ مُردہ اس کے غصّے پر نہ جا — نقش سے حمّام کے لڑتا ہے کیا

شکر کن کہ زندہ بر تو نشد — کانکہ زندہ رد کند حق کرد رد

شکر کر مارا نہ زندہ نے تجھے — زندہ کے غصّے خدا نے رد کئے

خشمِ احیا خشمِ حق و زخمِ اوست — کہ بحق زندہ است آں پاکیزہ پوست

زندوں کا غصّہ ہے خشمِ کبریا — ہے تعلق حق سے اُس کے پوست کا

حق بکشتش او را در پاچاش دمید — زد و قصابانہ جلد از وے کشید[1]

پھونک بھر دی اس میں حق نے مار کر — جیوں قصائی کھینچ لی جلد اس سے پسر

[1] یعنی جس طرح قصائی جانوروں کو ذبح کرکے پھونک کا بھر دیتے ہیں +

نفخ دیوے باقی آمد تا بہ سب | نفخ حق باشد چو نفخ آں قصاب

پھونک یہ باقی رہے گی یا نقشہ | پھونک حق کی ہے قصائی کی نہیں

فرق بسیار است بین النفختین | این ہمہ زین است باقی جملہ شین

دونوں پھونکوں میں ہے فرق اے مدعی | پھونک یہ بہتر ہے باقی سب بری

این حیات از دیے پرید و شد مضر | واں حیات از نفخ حق شد مستمر

پھونک اس کی زندگی کی ہے ضرر | ہے خدا کی پھونک دائم زندگی

این دم آں دم نیست کاید آں بشرح | ہین برانید قدر چہ بالائے سرح

شرح ہو اس پھونک کی کیونکر روا | قدر پہ چڑھ مد سیڑھیوں سے باہر آ

پیشش بر خر نشاندن مجتہد | نقش ہیزم را کہ بر خر ننہد

ہے بٹھانا خر پر اس کا نا روا | کون لادے نقش لکڑی کا بھلا

بر نشستن وقفہ پشت خر سزد | پشت تابوتش اولی تر سزد

ہے گدھے کی پیٹھ اس کو بے تکی | پشت اس کو چاہیے تابوت کی

ظلم چہ بود وضع غیر موضعش | ہیں مکن در غیر موضع ضائعش

ظلم ہے چیزوں کو رکھنا بے محل | کر نہ ضائع بے محل کر کے عمل[1]

گفت صوفی پس روا داری کہ او | سیلیم زد بے قصاص بے لشود

بولا صوفی کیا مناسب ہے یہی | کچھ نہ تھپڑ کی سزا دی جائیگی؟

کے روا باشد کہ ہر خرسے قلاش | صوفیاں را صفع اندازد بلاش

کیا روا یہ ہے کہ ہر قلاش اب | صوفیوں کے مارے تھپڑ بے سبب

گفت صوفی را چہ باک از صفع تیز | با چنیں بیمار کم کن ستیز

بولا قاضی صوفی کو پروا ہے کیا | ایسے بیماروں سے لڑنا ہے برا

[1] قاضی کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کے لئے کوئی سزا مناسب نہیں۔ اور ہر سزا سے مخل ہے۔

ہین چه داری صوفیا از بیش و کم / گفت دارم در جہان من شش درم

کیا ہے تیرے پاس صوفی بیش و کم / بولا صوفی پاس ہاں اب چھ درم

گفت قاضی سه درم تو خرج کن / واں سه دیگر را بدو ده بے سخن

بولا قاضی تین تو رکھ خرچ کو / تین دے اس کو پھر جو ہو سو ہو

زار و رنجورست و درویش و ضعیف / سه درم در بایدش تره و رغیف

یہ ہے بیمار اس کو دینا چاہئے / خرچ کھو یا ساگ روٹی کے لئے

قاضی و صوفی بہم در قیل و قال / پیک آں رنجور زار و سخت حال

قاضی و صوفی میں تھی یہ گفتگو / سرکشش بیمار کو تھی مو بمو

بر قفائے قاضی افتادش نظر / از قفائے صوفی آمد خوب تر

قاضی کی گدی پہ ڈالی اک نظر / صوفی کی گدی سے تھی وہ خوب تر

راست میکرد از پئے سیلیش دست / کز قصاص سیلیم ارزاں شدست

ہاتھ سیدھا اس نے تھپڑ کو کیا / کیونکہ تھپڑ کی تو سستی تھی سزا

سوئے گوشش قاضی آمد بہر راز / سیلئے آورد قاضی را فراز

کان کی جانب وہ قاضی کے بڑھا / اور تھپڑ ایک قاضی کو دیا

صوفی کا قاضی کو ملامت کرنا

گفت بستان شش درم اے یار و خصم / تا روم آزاد بے خرخاش و دم

پھر کہا دو چھ درم اے دشمنو / جاؤں میں بے خرخشہ مجھ کو نہ ہو

گشت قاضی تیره صوفی گفت ہی / حکم تو عدلست لاشک نیست غی

قاضی غصے میں تھا صوفی نے کہا / حکم تیرا سر بسر انصاف تھا

آنچه نپسندی بخود اے شیخ دیں / چوں پسندی بر برادر اے امیں

جو نہیں اپنے لئے تجھ کو پسند / کیوں وہ بھائی کے لئے کیجیو پسند

ایں ندائی کز پئے من چہ کنی	ہم در آں چہ عاقبت خود افگنی
تو نے کھدوا کنواں میرے لئے	خود ہی اس میں گر پڑا تو دیکھ لے
من حفر بیرا نخواندی از خبر[۱]	آنچہ خواندی کن عمل جان پدر
من حفر بیرا نہیں تو نے پڑھا	جو پڑھا اس پہ عمل بھی تھا روا
آں یکے حکمت چنیں بد در قضا	کاں ترا آورد سیلی در قفا
تھی خدا کی اس میں حکمت برملا	تیری گردن پر بھی اک تھپڑ لگا
وائے بر احکام دیگرہائے تو	تا چہ آرد بر سر و بر پائے تو
وائے تیرے دوسرے احکام پہ	جانے کیا بدلا ملے کیا ہو اثر
ظالمے را رحم آری از کرم	کز برائے نفقہ بدہش سہ درم
ایک ظالم پہ کیا اس درجہ کرم	خرچ کو دلواتے دیتا تھا درم
دست ظالم را ببر چہ جائے آں	کہ بدستش او دہی حکم و عناں
چاہئیں کٹنے ہاتھ اس کے کاٹنے	اختیار اس کو نہ دینا چاہئے
آں بزے مانی اے مجہول داد	کہ نژاد گرگ را او شیر داد
مثل بکری کے ہے تو جس نے بھی	کی رضاعت بھیڑیے کی نسل کی

قاضی کا صوفی کو جواب دینا

گفت قاضی واجب آمد با رضا	ہر جفا و ہر قضا کار و قضا
بولا قاضی میں ہوں راضی برقضا	جو قضائے حق ہے تجھ پہ ہو جفا
خوش دلم در باطن از حکم زبر	گرچہ رویم شد ترش کالحق مر
خوش ہے دل حکم ازل سے	گو ترش رو گو ہوئی اس سے

۱ء حدیث نبوی ہے کہ من حفر بئرا لاخیہ فقد وقع فیہ یعنی جس نے اپنے بھائی کے لئے کنواں کھدوا۔ وہ خود ہی اس میں گرا۔

ایں نم باغست و چشم ابر وش | ابر گرید باغ خندد شاد و خوش

ابر ہیں آنکھیں مرا دل ہے چمن | ابر جب روئے چمن ہو خندہ زن

سال قحط از آفتاب خیرہ خند | باغ ہا در مرگ جاں کندن سند

قحط میں ہنستا ہے کیا کیا آفتاب | موت کا باغوں کو ہوتا ہے عذاب

زامرِ حق وابکوا کثیرا[1] خواندۂ | چوں سر بریاں چہ خنداں ماندۂ

حکم حق "وابکوا کثیرا" ہے پڑھا | پھر بھنے سر کی طرح ہنستا ہے کیا

روشنیٔ خانہ باشی ہمچو شمع | گر فرو باری تو ہمچوں شمع دمع

روشنی گھر کی ہے بننا چاہتا | شمع کی مانند تو آنسو بہا

ذوق خندہ دیدۂ اے خیرہ خند | ذوق گریہ بیں کہ ہست آں کان قند

لطف ہنسنے کا تو پایا ہے گزند | ذوق گریہ دیکھ جو ہے مثل قند

آں ترشروئی مادر یا پدر | حافظ فرزند شد از ہر ضرر

ترشروئی ماں کی ۔ غصہ باپ کا | بچے کو نقصاں سے لیتا ہے بچا

چوں بچشم گریہ آرد یاد آں | پس جہنم خوشتر آمد از جناں

یاد سے دوزخ کی ہوں آنسو رواں | تو ہے دوزخ بہتر از باغ جناں

خندہا در گریہ پنہاں و کتیم | گنج در ویراں ہا جوے اے کلیم

رونے میں پنہاں ہنسی ہے اے لبیب | جیسے ویرانوں میں پنہاں گنج زر

ذوق در غمہاست پے گم کردہ اند | آب حیواں را بہ ظلمت بردہ اند

وہ پائیں گے ۔ ذوق غم سے جو بچیں | آب حیواں ہے چھپا ظلمات میں

باژگونہ نعل از دہ تا رباط | چشمہا را چار کن در احتیاط

الٹا باندھا ہے رباط دہر کو | اپنی آنکھیں چار کر ہشیار ہو

[1] ف قولہ تعالیٰ: "فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرا" یعنی چاہیے کہ تم کم ہنسو اور بہت روؤ۔

چشم خود را چار کن در اعتبار
یار کن با چشم خود دو چشم یار[1]

چار آنکھیں کر بڑھا لے اعتبار
اپنی آنکھوں سے ملا دو چشم یار

امرهم شوری[2] بخوان اندر صحف
یار را باش و مکن از ناز اُف

امرهم شوریٰ کو پڑھ قرآن میں
یار کا ہو تا نہ اُف کا پا لفظ میں

یار باشد راه را پشت و پناه
چونکه نیکو بنگری یارست راه

دوست ہی منزل کی ہے پشت و پناہ
غور کر وہ دوست ہی ہے تیری راہ

چونکه در یاران رسی خامش نشین
اندران حلقه مکن خود را نگین

دوستوں میں بیٹھ کر خاموش ہو
کر نمایاں تو نہ اپنی ذات کو

در نماز جمعه بنگر خوش بهوش
جمله جمعند و یک اندیش و خموش

تو نماز جمعہ پر رکھ چشم و گوش
جمع ہیں سب ایک ہی دھن میں خموش

رختها را سوی خاموشی کشان
چون نشان جوئی مکن خود را نشان

دے حواسوں کو خموشی کی زبان
ہے نشان اُس کی تو ہو جا بے نشان

گفت پیغمبر که در بحر هموم
در دلالت دان تو یاران را نجوم

غم کے دریا میں پیمبر نے کہا
مثل انجم دوست کو رہنما

چشم بر استارگان نه ره بجوی
نطق تشویش نظر باشد مگوی

تارے دیکھ اور جستجوئے راہ کر
چپ رہ کہ کہنا ہے تشویش نظر[4]

گر دو حرف صدق گوئی اے فلان
گفت تیره در عقب گردد روان

تو نے دو باتیں اگر سچی کہیں
لغو پھر بکنا پڑے گا بالیقین

---

[1] مرشد کی آنکھوں سے مراد ہے ۔

[2] قوله تعالیٰ - اَلَّذِیۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّهِمۡ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰی بَیۡنَهُمۡ
یعنی وہ لوگ جو خدا کا حکم مانتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور اپنے کام ایک دوسرے کے مشورے سے کرتے ہیں ۔ [4] یعنی بولنے سے دھیان بٹ جاتا ہے ۔

این نخواندی کالکلام اے مستہام ۔ فی شجون جرہ جر الکلام
کیا نہ سمجھا "الکلام" اے نیک نام ۔ گفتگو کو کھینچ لیتا ہے کلام

ہیں مشو شارع دراں حرف رشد ۔ چوں سخن بیشک سخن را مے کشد
تو ہدایت کے لیے شارع نہ بن ۔ کھینچ لیتا ہے سخن ہی کو سخن

نیست در ضبطت چو بکشادی دہاں ۔ از پے صافی مشو تیرہ رواں
جب نہیں گفتہ کو لینے پر اختیار ۔ تیرہ دل سے ہو یہ پھر کیا افتخار

آنکہ معصوم رہ وحی خدا است ۔ چوں ہمہ صافست بکشاید رواست
ہے جو معصوم رہ وحی خدا ۔ ہے فقط منہ کھولنا اُس کو روا

زانکہ ما ینطق رسول بالہوی ۔ کے ہوا زاید ز معصوم خدا
چاؤ سے خالی ہے نطق مصطفیٰ ۔ ہے ہوس سے دور معصوم خدا

خویشتن را ساز منطیقی رجال ۔ تا نگردی ہمچو من سخرہ مقال
تو زبان آور بنا لے آپ کو ۔ تا نہ میری طرح ہو بیہودہ گو

صوفی کا سوال اور قاضی کا جواب

گفت صوفی چوں ز یک کانست زر ۔ ایں چرا نفعست و آں دیگر ضرر
پوچھا صوفی نے ہے جب اک کان زر ۔ سونے میں ہوتا ہے کیوں نفع و ضرر

چوں وجود از یکے دست آمدست ۔ ایں چرا ہشیار آں مست آمدست
اور ہے جب ہر وجود اک ہاتھ سے ۔ مست اور ہشیار کیوں بنتے ہوئے

۱ یعنی الکلام فی شجون جرنا جر الکلام۔ کلام کشندہ شاخوں میں ہے جو کلام کو کھینچتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کلام کرنے سے کلام شاخ در شاخ پیدا ہوتا ہے۔

۲ وما ینطق عن الھوی۔ یعنی وہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے دل کے چاؤ یا خواہش سے بات نہیں کرتے۔ ۳ یہ مصرعہ مولانا مرحوم نے ازراہ کسر نفسی فرمایا ہے۔

چون یکی دریاست اینجا تا روان ۔ این چرا زہرست آن شہد ای فلان

ایک دریا سے ہیں جب نہریں رواں ۔ تلخ و شیریں کیوں ہیں پانی جہاں

چون ہمہ انوار از شمس بقاست ۔ صبح کاذب صبح صادق از کجاست

ایک ہی سورج سے جب سب نور ہو ۔ صبح صادق اور کاذب پھر ہو کیوں

چون یکی سرمہ است ناظر را کحل ۔ از چہ آمد راست بینی و حول

ایک ہی سرمہ ہو جب ہر آنکھ میں ۔ کیوں یہ بینا اور بھینگے ہیں پھر بنیں

چونکہ دار الضرب سلطان یک است ۔ نقدہا چون ضرب جعلی نابداست

ایک دار الضرب ہے جب شاہ کا ۔ کس لیے سکہ ہو پھر کھوٹا کھرا

چون خدا فرمود رہ را راہ من ۔ این خفیر چیست آن یک راہزن

جبکہ ہے ہر راہ راہ ذو المنن ۔ کیوں ہے پھر اک راہبر اور اک راہزن

چون ز یک بطن اند این حبر و سفیہ ۔ چون یقین شد کالولد سر ابیہ

عاقل و بے عقل ہیں اک بطن سے ۔ بھید پھر کیوں باپ کا بیٹا سے ہے

وحدتے کو دید با چندین ہزار ۔ صد ہزاران جنبش اندر عین قرار

اس قدر مخلوق میں وحدت کہاں ۔ ہر سکوں سے جنبشیں ہیں سو عیاں

گفت قاضی صوفیا خیرہ مشو ۔ یک مثالے در بیان این شنو

بولا قاضی ہے نہ صوفی بد سگال ۔ سن میں دیتا ہوں تجھے اس کی مثال

ای ہمین حالے بیا انگشتاں ۔ ورنہ بینی حال را نیکو بخواں

تو نے جو دیکھا ہے اس پہ غور کر ۔ اور سمجھ اس کو نہ دیکھا جائے گر

ہمچنانکہ بیقراری عاشقاں ۔ حاصل آمد از قرار دلستاں

بے قراری جس طرح عشاق کی ۔ ہے قرار دوست سے حاصل ہوئی

آن چو کہ بر ناز ثابت آمدہ ۔ عاشقاں چون برگہا لرزاں شدہ

وہ ہے مثل کوہ قائم ناز پر ۔ لرزہ بر اندام عاشق ہیں ادھر

خندۂ او گریہا انگیختہ	آب رویش آبروہا ریختہ
اس کے ہنسنے سے ہے گریاں آرزو	حسن نے اس کے مٹا دی آبرو
این ہمہ چون و چگونہ چوں زبد	بر سر دریائے بیچوں مے طپد
مثل کف چون و چگونہ بے گماں	ساحل دریائے بے چوں پر تپاں
ضد و ندش نیست در ذات و عمل	زاں بپوشیدند ہستیہا حلل
ضد و ند کچھ ذات میں اس کی نہیں	ہستیاں یوں صاحب خلعت ہوئیں
ضد ضد را بود و ہستی کے دہد	بلکہ زو بگریزد و بیروں جہد
ضد سے پیدا کو میل کیا یا ہم کرے	بلکہ اس سے بھاگتی ہے کود کر
ند چہ بود مثل مثل نیک بد	مثل مثل خویشتن را کے کند
مثل کی ند ہے بڑی اچھی مثال	مثل کب پیدا کرے اپنی مثال
چونکہ دو مثل آمدند اے متقی	این چہ اولی تر ازاں در خالقی
مثل جب دونوں ہوئے اے متقی	کون اولی تر ہو بہر خالقی
بر شمار برگ بستاں ضد و ند	چوں کفے بر بحر بے ند ست ضد
پتیوں سے بھی سوا ہیں ضد و ند	تو بھی کف دریا کا ہے بے ند و ضد
بیچ گونہ بیں تو برد و مات بحر	چوں چگونہ گنجد اندر ذات بحر
بحر میں چون و چگونہ ہے کہیں؟	ان کی اس دریا میں گنجائش نہیں
کمترین لعبت او جان تست	این چگون و چون ز جاں کے شد درست
اس کی اک محبوبہ تیری جان ہے	اس میں کب چون و چگوں کی شان ہے
پس دراں بحرے کہ در ہر قطرہ زاں	از بدن ناشی تر آمد عقل و جاں
پس وہ دریا جس کا ہر قطرہ ہوا	عقل و جاں والا بدن سے بھی سوا

لہ مثل ۔ نظیر

کے بگنجد در مضیقِ چند و چوں	عقلِ کل اینجاست از لا یعلمون
چند و چوں کی تنگیوں میں کب سمائے	یہ سمجھ میں عقل کی کس طرح آئے
عقل گوید مر جسد را کاے جماد	بوے بردی ہیچ ازاں بحرِ مراد
عقل کرتی ہے بدن سے یہ سوال	جانتا ہے کچھ تو اس دریا کا حال
جسم گوید من یقیں سایہ توام	بوے از سایہ کہ جوید جانِ عم
جسم کہتا ہے۔ میں ہوں سایہ ترا	سائے سے ملتا ہے کس کو کچھ پتا
عقل گوید کایں نہ آں حیرت سرا ست	کہ سزا گستاخ تر از ناسزاست
عقل کہتی ہے۔ یہ ہے حیرت کا گھر	اہل سے نا اہل ہے گستاخ تر
شیر ایں سو پیش آہو سر نہد	باز ایں جا نزدِ تیہو پر نہد
شیر سر رکھے ہرن کے سامنے	باز پر پھیلائے تیہو کے لیے
اندر ینجا آفتابِ انوری	خدمتِ ذرہ کند چوں چاکری
اور سورج باوجود اس نور کے	مثلِ خادم خدمتِ ذرہ کرے
ایں ترا باور نیاید مصطفٰے[1]	چوں ز مسکیناں ہمی جوید دعا
یہ تجھے باور نہ ہوگا۔ مصطفٰے[1]	لیتے تھے مسکین لوگوں کی دعا
گر تو گوئی از پئے تعلیم بود	عینِ تجہیل از چہ رو تفہیم بود
تو کہیگا۔ یہ بھی اک تعلیم تھی	ناشناسی کس طرح تفہیم تھی[2]
بلکہ میداند کہ گنجِ بے شمار	در خرابی ہا نہاد آں شہریار
جانتے تھے وہ کہ گنجِ بے شمار	رکھتا ویرانوں میں ہے وہ شہریار
بدگمانی نعلِ معکوسِ ویست	گرچہ ہر جزویش جاسوسِ ویست
بدگمانی سے یہ ہے پیچیدگی	تھی خبر حضرت[1] کو ہر اک حال کی

[1] و [2] یعنی وہ تو اپنے حال سے بالکل انجان ہو جاتے تھے پھر ہم اپنی تفہیم کس طرح سمجھ لیں نہیں۔ بلکہ وہ دعا کو عین دعا ہی جانتے تھے۔

بل حقیقت در حقیقت غرقہ شد
زیں سبب ہفتاد و بل صد فرقہ شد

ہر حقیقت میں حقیقت کی ہے رو
اس لئے فرقے ہیں ستر بلکہ سو

با تو قلماشیت خواہم گفت ہاں
صوفیا خوش پہن بگشا گوش جاں

اور کچھ باتیں ہیں میرے دل میں ہاں
سن لے صوفی کھول کر تو گوش جاں

مر ترا ہر زخم کاید ز آسماں
منتظر میباش خلعت بعد ازاں

جب فلک سے کوئی پہنچے اضطرار
بعد ازاں خلعت کا بھی کر انتظار

چوں قفا دیدی صفا را ہم ببیں
گرد راں تا گردن آید لے کابیں

جب قفا دیکھی ۔ صفا بھی دیکھ لے
جس نے گردن تک ڈبایا ہے تجھے

کاں نہ آں شاہست کش سیلی زند
کہ نہ تاج و تخت بخشد مسند

یہ نہیں وہ شاہ جو تھپڑ تو دے
اور نہ تاج و تخت کچھ بھی دے تجھے

جملہ دنیا را پر پشہ بہا
سیلیی را رشوت بے منتہا

قیمت دنیا ہے اک مچھر کا پر
رشوت اک تھپڑ کی ہے حد سے بسر

گردنت زیں طوق زریں جہاں
چست در دزد و ز حق سیلی ستاں

اپنی گردن طوق دنیا سے بچا
ہاں مگر تھپڑ خدا کا اس پہ کھا

آں قفاہا کانبیا برداشتند
زاں بلا سرہائے خویش افراشتند

انبیاء نے وہ جفائیں جھیلی ہیں
ان کو سرافرازیاں اس سے ملیں

لیک حاضر باش در خود اے فتیٰ
تا بخانہ او بیابد مر ترا

تجھ کو حاضر باش ہونا چاہئے
تا وہ گھر میں آئے تو پائے تجھے

ورنہ خلعت را برد او باز پس
کہ نیابیدم بخانہ ہیچ کس

ورنہ واپس خلعتیں لے جائے گا
جب کسی کو بھی نہ گھر میں پائے گا

گفت آں صوفی چہ بودے کایں جہاں
ابروئے رحمت گشادے جاوداں

بولا صوفی ۔ حرج کیا تھا گر جہاں
صرف رحمت ہی سے رہتا شادماں

ہر دمے شورے نیاورد تیش	بر نیاورد از تلون ہاش نیش
ہر دم اک شورش نہ رہتی گرد و پیش	یوں تلون سے نہ لگتے دل میں نیش
شب نبودے چراغ روزہا	شے نبودے باغ عیش اندر ورا
بجھ نہ سکتا رات سے دن کا چراغ	اور نہ مرجھاتا خزاں سے عیش باغ
جام صحت را نبودے جام تپ	ایمنی را خوف ناوردے کرب
جام صحت کے لئے ہوتی نہ ضرب	اور بے خوفی کو کچھ ہوتا نہ کرب
خود چہ کم گشتے ز جود ور افتش	گر نبودے خرخشہ در نعمتش
کم نہ ہو جاتا کچھ اس کے کرم سے	گر نہ ہوتے دشمنوں میں نعمتے
عالم بودے خوش و خوش خستگاں	تیرہ کم بودے روان انس و جاں
ہوتے سب خوش حال یہ اہل جہاں	یوں نہ ہوتی کند جان انس و جاں
جاوداں بودے حضور و ذوق خوش	دائما در جاں بدے ہم شوق خوش
اس طرح رہتا ہمیشہ ذوق خوش	روح میں ہوتا ہمیشہ شوق خوش

صوفی کا قاضی کو جواب

گفت قاضی بس تہی رو صوفئے	خالی از فطنت چو کاف کوفئے
بولا قاضی صوفی اک سادا ہے تو	کاف کوفہ کی طرح کورا ہے تو
تو نہ بشنیدی کہ آں پر قند لب	غدر خیاطاں ہمے گفتے بشب
کیا نہیں معلوم وہ پر قند لب	درزیوں کے کہہ رہا تھا مکر شب
خلق را در دزدیٔ آں طائفہ[۱]	می نمود افسانہائے سالفہ
اک جماعت نے جو کی تھیں چوریاں	کر رہا تھا وہ فسانے میں بیاں

۱ قصہ گو۔

قصہ پارہ ربائی در بریں ۔ ہم حکایت کرد او با آں شہ ایں

پارہ لے جانے کا قصہ بے تکان ۔ کر رہا تھا اس سے اس سے وہ بیان

در سمر مے خواند درزی نامہ ۔ گرد او جمع آمدہ ہنگامہ

درزی نامہ پڑھ رہا تھا برملا ۔ اور اس کے گرد اک ہنگامہ تھا

مستمع چوں یافت جاذب با وفود ۔ جملہ اجزا ایش حکایت گشتہ بود

سننے والے جذب پیدا ایسے ہوئے ۔ سب وہ اجزا سے حکایت بن گئے

اِنَّ اللّٰہ یلقن الحکمۃ کی تفسیر

جذب سمعت آمد نے از خوش لب است ۔ گرمی و جد معلم از صبی است

جذب کرتی ہے سماعت خوش لبی ۔ لڑکوں سے گرمی ہے سب استاد کی

چنگی کو در نوازد بیست و چار ۔ چوں نیابد گوش گردد چنگ بار

چنگی جو بہتر بجائے چنگ کو ۔ چنگ ہے خود سننے والا جب نہ ہو

نے حرارت یادش آید نے غزل ۔ نے دہ انگشتش بجنبد در عمل

اس میں گرمی ہو نہ یاد آئے غزل ۔ انگلیاں اس کی دسوں بھولیں عمل

گر نبودے گوشہائے غیب گیر ۔ وحی ناوردے ز گردوں یک بشیر

وحی کانوں کو نہ ہوتی گر قبول ۔ کیوں فلک سے اس کا پھر ہوتا نزول

ور نبودے دیدہائے صنع بیں ۔ نے فلک گشتے نہ خندیدے زمیں

اور اگر آنکھیں نہ ہوتیں صنع بیں ۔ تو فلک پھرتا نہ ہنستی یہ زمیں

۵۲ حدیث شریف۔ اِنَّ اللّٰہ یلقن الحکمۃ علی لسان الواعظین بقدر ہمم المستمعین۔ یعنی بیشک اللہ تعالیٰ واعظوں کی زبان پر سننے والوں کے شوق اور ہمت کے مطابق حکمت تلقین کرتا ہے ؎

۵۳ یعنی شرمندہ۔ سر جھکائے ہوئے ؎

آں ہم لولاک است این باشد کہ کار ‌ ‌ از برائے چشم تیزست و نظار

حاصل لولاک ہیں جلوے نئے ‌ ‌ غور کرنے اور نظارے کے لئے

عامہ را از عشق ہمخوابہ طبق ‌ ‌ کے بود پروائے صنع عشق حق

عشق ہم خوابہ ہے لیکن ذوق عام ‌ ‌ کیا انہیں ہے صنعتِ صانع سے کام

آب تتماجی نریزی در تغار ‌ ‌ تا سگے چندی بنا شد طعمہ خوار

آش کا پانی نہ تو کونڈے میں ڈال ‌ ‌ تا کریں کتے نہ پینے کا خیال

رو سگ کہف خداوندیش باش ‌ ‌ تا رہاند زیں لقا رت مصطفاش

بن سگ کہف خداوندی کا تن ‌ ‌ تا کہ کونڈے سے رہا ہو تیرا تن

ایک ترک کا درزیوں کی چوری کی حکایت سننا

چونکہ دزدی ہائے بیحیا گفت ‌ ‌ کہ کنند آں درزیاں اندر نہفت

کہہ دیں جیسے رحمانہ ساری چوریاں ‌ ‌ درزی کرتے تھے جو چھپ چھپ کر نہاں

اندراں ہنگامہ ترکی از خطا ‌ ‌ سخت تیرہ گشت از کشف غطا

ان میں اک شہر خطا کا ترک تھا ‌ ‌ حال یہ سنکر پریشاں وہ ہوا

شب چو روز رستخیز آں راز ہا ‌ ‌ گفتن میکرد از پے اہل سخی

رات وہ اس پر قیامت ہو گئی ‌ ‌ پوچھتا تھا بھید ملتا جب کوئی

ہر کجا آئی تو در جنگے فراز ‌ ‌ بینی آنجا دو عدو در کشف راز

جس جگہ دیکھے گا تو جنگ دراز ‌ ‌ پائے گا دو دشمنوں میں کشف راز

آں زماں را محشر مذکور داں ‌ ‌ واں گلوئے راز گو را صور داں

اس گھڑی کو حشر مذکور جاں ‌ ‌ اور گلے کو راز گو کے صور جاں

کہ خدا اسباب خشمی ساختہ است ‌ ‌ واں فضائح را کوئے انداختہ است

حق نے غصے کے بنائے ہیں سبب ‌ ‌ اور فضیحت کو کیا شہرت طلب

بسکه غدر درزیان را ذکر کرد — حیف آمد ترک را خشم و درد

درزیوں کے مکر و فن کا ذکر کیا — ترک کے دل کو ہوا افسوس سا

گفت اے قصاص در شہر شما — کیست چالاکتر درین فن و دغا

بولا۔ تیرے شہر میں اے قصہ خواں — کون ہے چالاک تر اس فن میں ہاں

چند درزی اور ترک کا ادعا

گفت خیاطیست نامش پور شش — اندرین دزدی و چستی خلق کش

بولا۔ اک درزی ہے نامی پور شش — چستی و چوری میں ہے وہ خلق کش

گفت من ضامن کہ با صد اضطرار — او نیارد برد پیشم رشتہ تار

ترک بولا۔ میں ضامن اس کا ہوں سو وار — مجھ سے لے سکتا نہیں وہ ایک تار

پس بگفتندش کہ از تو چست تر — مات او گشتند در دعوی مپر

لوگ بولے۔ تجھ سے بھی چالاک تر — مات اس سے ہو گئے۔ دعوی نہ کر

تو بعقل خود چنین غرہ مباش — گر شوی یاوہ تو در مکرہاش

عقل پر اپنی نہ ہو مغرور تو — ہو گا اس کے مکر سے مجبور تو

گرم تر گشت او و بست آنجا گرو — کہ نیارد برد نہ کہنہ نہ نو

تیز ہو کر شرط اس نے باندھ لی — میں نہ دوں گا شے پرانی یا نئی

مطمعانش گرم تر کردند زود — او گرو بست و رہان را برگشود

اور بھڑکا کر گئے جو لالچی — آخر اس نے یوں زباں سے شرط کی

گفت رہن این مرکب تازی من — بدہم ار دزدد قماش من بفن

بولا گھوڑا اپنا عربی دوں اسے — کچھ بھی لے جائے جو میرے پاس سے

ور نتاند برد اسپے از شما — واستانم بہر رہن مبتدا

اور اگر کچھ بھی نہ وہ لے جا سکا — ایک گھوڑا تم سے لوں گا بر ملا

ترک را زان شب نبرد از فکر خواب
فکر سے اس ترک کو آیا نہ خواب
با خیال دزد میکرد او عتاب
تھا خیال اس چور کا اور رنج و عتاب

بامداد اطلس گرفت اندر بغل
صبح کچھ اطلس بغل میں داب کر
شد به بازار و دکان آن دغل
پہنچا اس دستکار کی دکان پر

پس سلامش گرم کرد آن اوستاد
پس سلام استاد نے اس کو کیا
جست از جا لب به ترحیبش گشاد
اٹھا اور بولا مرحبا [illegible] صد مرحبا

گرم پرسیدش ز حد ترک بیش
حد سے زیادہ پرسش احوال کی
تا فکند اندر دل او مهر خویش
تا الفت اس کی ترک کے دل میں بڑھی

چون بدید از وی نوای بلبلی
مثل بلبل جب سنی اس کی صدا
پیش او افکند اطلس استنبلی
اطلس رومی کو دیکر یوں کہا

که ببر این را قبای روز جنگ
سی قبا ہے جنگ کی اس سے ایسی
زیر نافم واسع و بالاش تنگ
تنگ ہو چولی سے نیچے ہو وسیع

تنگ بالا بهر جسم آرای را
تنگ ہو چولی کہ سب اعضا سجیں
زیر واسع تا نگیرد پای را
پھر کشادہ دامن تا نہ الجھیں پاؤں میں

گفت صد خدمت کنم ای ذو وداد
بولا میں خدمت کروں گا سربسر
در قبولش دست بر دیده نهاد
ہاتھ رکھے آنکھ پر [illegible]

پس بپیمود و بدید او روی کار
ناپا اور پھر دیکھی صورت کام کی
بعد از آن بگشاد لب را در فشار
اور پھر کچھ گفتگو ہونے لگی

از حکایتهای میران دگر
کچھ امیروں کی ستائی داستان
وز کرمها و عطاهای آن نفر
بخششوں کا پھر کیا ان کی بیان

وز بخیلان وز تحشیراتشان
ذکر پھر اس نے بخیلوں کا کیا
از برای خنده هم داد او نشان
اور ان کے حال پہ ہنسنے لگا

ہمچو آتش کرد مقراضے بروں ‏ ‏ ‏ ‏ مے برید و دل بر افسانہ و فسوں
پھر نکالی تیز قینچی آگ سی ‏ ‏ ‏ ‏ کپڑا کاٹا ۔ گفتگو ہوتی رہی

اُستاد درزی کا پارۂ اطلس چرانا

یک مضاحک گفت آں چست اوستاد ‏ ‏ ‏ ‏ ترک مست از خندہ شد سست اوفتاد
اک ہنسی کی بات کی اُستاد نے ‏ ‏ ‏ ‏ لوٹا ہنستے ہنستے ترک اس بات سے

چونکہ خندید ان گرفت از وے اشتاں ‏ ‏ ‏ ‏ چشم تنگش گشت بستہ آں زماں
آئی قہقے پر ہنسی اس کو دو چند ‏ ‏ ‏ ‏ اور آنکھیں ہوگئیں ہنسنے میں بند

پارۂ دزدید و کرد او زیر راں ‏ ‏ ‏ ‏ غیر حق ز جملہ آں نہاں
ایک ٹکڑا زیر راں اس نے رکھا ‏ ‏ ‏ ‏ ہر کسی سے ماسوائے حق چھپا

حق ہمی دید آں ولے ستار خوست ‏ ‏ ‏ ‏ لیک چوں از حد بری غماز اوست
حق نے دیکھا ہے وہ حق ستار خو ‏ ‏ ‏ ‏ اور ہے غماز اگر اڑ جائے تو

ترک را از لذت افسانہ اش ‏ ‏ ‏ ‏ رفت از دل دعوی پیشانہ اش
یاد لذت ترک نے افسانے سے ‏ ‏ ‏ ‏ دل میں جو دعوے تھے ۔ سب جاتے رہے

اطلس چہ دعوی چہ رہن چہ ‏ ‏ ‏ ‏ ترک سرمست است در لاغ اے اچہ
کیسی اطلس ؟ کیسا دعویٰ ؟ کیسی شرط ؟ ‏ ‏ ‏ ‏ ترک اس کی شوخیوں سے مست تھا

لابہ کردش ترک کز بہر خدا ‏ ‏ ‏ ‏ لاغ میگو کاں مرا شد مغتذی
کی خوشامد اور کہا بہر خدا ‏ ‏ ‏ ‏ ہزل کہہ کہ ہزل ہے میری غذا

گفت لاغے خندہ آمیز آں دغا ‏ ‏ ‏ ‏ کہ فتاد از خندہ آں ترک از قفا
ہزل پھر اک اور کی اس نے بیاں ‏ ‏ ‏ ‏ ہوگیا چت ہنستے ہنستے وہ جواں

پارۂ اطلس سبک در نیفہ زد ‏ ‏ ‏ ‏ ترک غافل خوش مضاحک میمزد
اس نے نیفے میں وہ اطلس داب لی ‏ ‏ ‏ ‏ ترک تھا غافل ہنسی کی تھی خوشی

همچنین بار سوم ترک خطا — گفت لاغی گوی از بهر خدا

ترک نے سہ بارہ پھر اس سے کہا — ہزل کہہ اک اور بھی بہر خدا

گفت لاغی خنده‌مین‌تر از دو بار — کرد او آن ترک را کلی شکار

ہزل پھر اس نے کہی اک خوشگوار — کر لیا اس ترک کو بالکل شکار

چشم بسته عقل جسته موله — مست ترک مدعی ور قهقهه

بند آنکھیں، غافل اور حیرت زدہ — ترک تھا بالکل ہی مست قہقہہ

پس سوم بار از قبا دزدید شاخ — که ز خنده‌اش یافت میدان فراخ

پھر لیا سہ بارہ کچھ کپڑا چرا — فائدہ تھا اس کے ہنسنے سے بڑا

چون چهارم بار آن ترک خطا — لاغ از استاد می‌کرد اقتضا

جب کیا چوتھا تقاضا ترک نے — ہزل کہنے کے لئے استاد سے

رحم آمد بر وی آن استاد را — کرد در باقی فن و بیداد را

رحم اس پر آ گیا استاد کو — رکھ لیا باقی فن و بیداد کو

گفت مولع گشته این مفتون ہیں — بی‌خبر کین چه خساره است و غبین

اور کہا یہ تو نے دیکھا نہ ہیا — بے خبر ہے کیا خسارہ ہو گیا

بوسه افشان گشت بر استاد او — که مرا بهر خدا افسانه گو

ترک بوسے دیتا تھا استاد کو — اک فسانہ ہاں خدا را اور دو

ای فسانه گشته و محو از وجود — چند چند افسانه خواهی آزمود

محو ہو کر، خود تو افسانہ بنا — آزمائے گا فسانے تا کجا

خنده‌مین‌تر از تو هیچ افسانه نیست

تجھ سے بڑھ کر مضحکہ افسانہ نہیں

بر لب گور خراب خود بایست

سن شکستہ قبر سے اپنی کھڑے ہو

ایسی ہی بلا میں مبتلا نفس سے خطاب

اے فرو رفتہ بگور جہل و شک ۔ چند جوئی لاغ و دستان فلک
اے کنوئیں میں گرنے والے جہل کے ۔ داستاں کب تک سنے گا چرخ سے

تا کئے نوشی تو عشوہ زیں جہان ۔ کہ نہ عقلت ماند بر قانون نہ جان
دھوکے کب تک اس جہاں کے کھائیگا ۔ عقل و جاں باقی نہیں تجھ میں ذرا

لاغ ایں چرخ ندیم کرد و مرد ۔ آبروئے صد ہزاراں چون تو برد
ہزل کیوں اس چرخ کی سنتا ہے تو ۔ جس نے لاکھوں کی ہے کھینچی آبرو

میدرد میدوزد ایں درزی عام ۔ جامۂ صد سالگاں طفل خام
ہے یہ درزی جس نے پھاڑے اور سئے ۔ کپڑے سالک اور طفل خام کے

پیر و طفلاں شستہ پیشش بہر کد ۔ تا بسعد و نحس او لاغے کند
بڈھے بچے بیٹھے ہیں سب سامنے ۔ تاکریں لاغ ان کے سعد و نحس سے

لاغ او گر باغ ہا را داد داد ۔ چوں دے آمد داد ہا بر باد داد
ہزل نے اس کی چمن کو داد دی ۔ اور خزاں میں پھر کئی برباد دی

درزی کا خطاب ترک سے

گفت درزی ترک ہے ایں در گذر ۔ وائے بر تو گر کنم لاغ دگر
بولا درزی ۔ ترک اب کر در گذر ۔ ہزل میں اک اور کہہ دوں گا اگر

پس قبایت تنگ آید باز پس ۔ ایں کند با خویشتن خود ہیچکس
تنگ تر ہو جائے گی تیری قبا ۔ کون اسے اپنے لئے رکھے روا

لہ ہزل ◆
لہ یعنی خوش یا دل خوش ◆

خندهٔ چند ار مزا گر داشتے | آں ز صد گریہ بتر داشتے

رمز ہنسنے کی جو تو پہچانتا | اس کو سو گریہ سے بدتر جانتا

ترک خندہ کن بیا اے ترک مست | زانکہ عمرت رفت خواہی گشت پست

پس ہنسی کو روک لے اے ترک مست | عمر تیری جا چکی ہوگا تو پست

چونکہ بنہاد آں قبا درزی ز دست | اسپ را باد و داد آں ترک مست

ہاتھ سے رکھ دی جو درزی نے قبا | ترک ہارا شرط اور گھوڑا دیا

مخلصش مثنوی آں ترک گول | عالم غدار خیاطے چو غول

اب خلاصہ سن کہ ہے وہ ترک تو | عالم غدار درزی ہو بہو

اطلسے کز بہر تقوی و صلاح | دوختت با خرج کردی از مزاح

تھی جو اطلس بہر تقوی و صلاح | ہنس کے کردی تو نے سب صرف مزاح

اطلس عمر و مقراض شہوتست | روز و شب مقراض خندہ غفلتست

عمر اطلس ہے، ہنسی شہوت ہے تری | رات دن قینچی ہے غفلت اور ہنسی

اسپ ایمانست و شیطاں در کمیں | باخود آ افسانہ را بگذار ہیں

گھوڑا ہے ایمان، شیطاں گھات میں | کھو نہ وقت اپنا ہنسی کی بات میں

اطلس عمرت بمقراض شہور | برد پارہ پارہ خیاط غرور

عمر کی اطلس جو مہینوں سے سی تھی | ٹکڑے ٹکڑے کرکے سب درزی نے لی

تو تمنا مے بری کاختر مدام | لاغ کردے سعد بودے بر دوام

ہے تری حسرت کہ یہ تارے تمام | سعد رہتے اور پھر ہنستے مدام

سخت مے تولی ز تربیعات آں | ز وبال و کینہ و آفات آں

بھاگتا ہے کس قدر نظرات سے | اور وبال و کینہ و آفات سے

لہ خوش طبعی کہ جب چاند سے کسی تارے کا فاصلہ تین برجوں کے برابر یعنی چوتھائی آسمان کے برابر ہوتا ہے تو اس کو تربیع یا نظر تربیع کہتے ہیں، اور یہ نظر دشمنی و عداوت کی ہوتی ہے۔

سخت میرنجی زخاموشی آں　　وز نحوس قبض کیں کوشی آں

اُن کی چپ سے سخت گھبراتا ہے تو　　اور نحوست سے ڈرا جاتا ہے تو

مشتری و زہرہ چوں در رقص نیست　　چونکہ بہرام و زحل را قبض نیست

رقص زہرہ مشتری کا کیوں نہیں؟　　قبض مریخ و زحل میں ہو کہیں

یا چرا زہرہ طرب در رقص نیست　　بر سعود رقص و سعد او ما نیست

کیوں نہیں زہرہ کا وہ رقص طرب؟　　جم نہ رقص و سعد پر اسے با ادب

تو نہیں قلابی ایں اختراں　　عشق خود بر قلب زن ہیں اے فلاں

انقلاب ان تاروں کا کیا دیکھنا　　ضرب اپنے عشق کی دل پر لگا

زمانے کے ظلم سے فقیروں کی تسکین

آں یکے می شد بره سوئے دکاں　　پیش رہ را بستہ دید او از زناں

جاتا تھا دکان کی جانب کوئی　　راہ لیکن عورتوں سے بند تھی

پائے او می سوخت از تعجیل و راہ　　بستہ از خلق زناں ہمچو ماہ

مضطرب جانے کو وہ اور راہ ہیں　　ستر رہ تھیں چاند سی کچھ عورتیں

رو بیک زن کرد و گفت اے ستیہاں　　ہیں چہ بسیار اند ایں دختر چگاں

ایک عورت سے کہا اس نے یہاں　　کس قدر ہیں چھوٹی چھوٹی لڑکیاں

رو بہ او کرد آں زن و گفت اے کہیں　　ہیچ بسیاری ما منکر مبیں

یوں مخاطب ہو کے عورت نے کہا　　کیا ہے تو کثرت ہماری دیکھتا

ہیں کہ با بسیاری ما بر بساط　　تنگ مے آید شما را انبساط

کیونکہ یہ کثرت ہے گر ہم سے کہیں　　عیش مردوں کو میسر ہی نہیں

در لواطت مے فتند از قحط زن　　فاعل و مفعول رسوائے زمن

قحط زن سے ہیں لواطت میں پھنسے　　فاعل و مفعول رسوا ہو گئے

تو ببیں ایں واقعات روزگار — کز فلک میگردد اینجا ناگوار

تو نہ دیکھ اب واقعات روزگار — آسماں کرتا ہے جن کو ناگوار

تو ببیں تخمیر روزی و معاش — تو ببیں ایں قحط و خوف و ارتعاش

تنگ روزی پہ نہ کر اپنی نظر — قحط اور غم پہ نہ اتنا غور کر

ہیں کہ با ایں جملہ تلخی ہائے او — مردۂ اوئی و با پروائے او

باوجود ان تلخیوں کے چار سو — ایسی باتوں پہ مٹا جاتا ہے تو

رحمتے داں امتحان تلخ را — نقمتے داں ملک مرو و بلخ[1] را

جان رحمت امتحان تلخ کو — اور بلا اقلیم مرو و بلخ کو

آں براہیم[2] از تلف بگریخت ند — ویں براہیم از شرف بگریخت اند

ایک ابراہیم بھاگے ہو تلف — ایک ابراہیم پا جائے شرف

آں نسوزد واں بسوزد اے عجب — نعل معکوس است در راہ طلب

یہ نہیں جلتے وہ جل جاتا ہے سب — ہے بہت پر پیچ یہ راہ طلب

صوفی کا پھر سوال کرنا اور قاضی کا جواب

گفت صوفی قادر است آں مستعاں — کہ کند سودائے[3] ما را بے زیاں

بولا صوفی وہ ہے قادر بے گماں — کر دے سودے کو ہمارے بے زیاں

آنکہ آتش را کند ورد و شجر — ہم تواند کرد ایں را بے ضرر

جو بنا دے آگ کو پھول اور شجر — کیا عجب کر دے اسے بھی بے ضرر

[1] مرو اور بلخ دو شہروں کے نام ہیں مطلب کشادگی اور عیش و تعیش سے ہے۔

[2] پہلے ابراہیم سے مراد زرتشت ہے اور دوسرے ابراہیم سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام مراد ہیں۔

[3] معاملات۔

آنکہ گل آرد برون از خار خوار | ہم تواند کرد ایں دے را بہار
خار سے کرتا ہے جو پھول آشکار | وہ خزاں کو ہے بنا سکتا بہار

آنکہ زو ہر سرو آزادی کند | قادر ست از غصہ را شادی کند
سرو جس سے کسب آزادی کرے | وہ ہے قادر رنج کو شادی کرے

آنکہ شد موجود ازو ہر عدم | گر بدارد باقیش اورا چہ غم
وہ ہوا موجود جس سے ہر عدم | گر رکھے باقی تو کیا ہو اس کو غم

آنکہ تن را جاں دہد تا حے شود | گر نمے راند بپایش کے شود
جسم و جاں کو جو ہے دیتا زندگی | وہ نہ مارے تو ہو اس میں کیا کمی

خود چہ باشد گر ببخشد آں جواد | بندہ را مقصود جاں بے اجتہاد
کیا ہو گر بخشے وہ اپنے رحم سے | بندے کو مقصود بغیر سعی دے

دور دار از ضعیفاں در کمیں | مکر نفس و فتنۂ دیو لعیں
وہ ضعیف انساں سے رکھے دور دور | نفس کا مکر اور شیطاں کا غرور

وقت طالب پریشاں کم کند | آئینہ دل را چو جام جم کند
وقت طالب کا پریشاں کم کرے | دل کے آئینے کو جام جم کرے

گفت قاضی گر نبودے اہر مر | ور نبودے خوب و زشت و سنگ و گہر
ہوا قاضی سے شیطاں ہوتے نہ گر | اور یہ اچھے برے سنگ و گہر

ور نبودے نفس و شیطان و ہوا | ور نبودے زخم و چالیش و وغا
گر نہ ہوتا نفس و شیطاں اور ہوا | گر نہ ہوتی جنگ اور زخم و وغا

پس چہ نام و لقب تو دادے سالک | بندگان خویش را اے مستطاب
بندوں کو کس نام سے کرتا خطاب | کیا لقب دیتا انہیں اپنے جناب

چوں بگفتی اے صبور اے حلیم | کے بگفتی اے شجاع و اے کریم
کہتا تو کیونکر صبور اور اے حلیم | کہتا کیونکر اے بہادر اے کریم

سلہ ...

صابرین و صادقین و منفقین ——— کے بُدے بے رہزن و دیو لعین

صابر و صدیق اور پرہیزگار ——— ہوتے بے شیطان کیونکر آشکار

رستم و حمزہ و مخنث یک بدے ——— علم و حکمت باطل و مندک بدے

ہوتے رستم اور مخنث ایک ساں ——— علم و حکمت دونوں ہوتے رائیگاں

علم و حکمت بہر راہ بیرہی ست ——— چوں ہمہ رہ باشد آں حکمت تہی ست

علم و حکمت ہیں برائے بے رہی ——— راہ ہو سیدھی تو حکمت ہے تہی

بہر ایں دکان طبع شورہ آب ——— ہر دو عالم را روا داری خراب

اس طبیعت کے لئے جو ہے عذاب ——— چاہتا ہے دونوں عالم ہوں خراب

من ہمی دانم کہ تو پاکی نہ خام ——— ویں سوالت ہست از بہر عوام

جانتا ہوں پاک ہیں تجھ کو نہ خام ——— اور ہے تیرا سوال از بہر عام

جور دوران و ہر آں رنجیکہ ہست ——— سہل تر از بُعد حق و غفلت ست

جور دنیا رنجدہ ہر ایک شے ——— دوری و غفلت سے اُس کا سہل ہے

رنج و درد و جوع و فقر ایں دیار ——— صعب نبود ہمچوں فراق شہریار

بھوک پیاس اور رنج اس سنسار کے ——— سخت تر کب ہیں فراق یار سے

زانکہ اینہا بگذرد و آں نگذرد ——— دولت آں دارد کہ جاں آگہ برد

کیونکہ وہ فانی ہیں یہ فانی نہیں ——— وہ غنی ہے جس کو اس کا ہو یقیں

میاں بیوی کی حکایت

آں یکے زن شوئے خود را گفت ہی ——— اے مروت را بیکرہ کردہ طے

ایک عورت نے یہ شوہر سے کہا ——— رکھ دی تہ کر کے مروت تو نے کیا

۱؎ یعنی فضول و بیکار ۔

۲؎ یعنی فراق یار ۔

هیچ تنها چه نمی داری چرا	تا بکی داری درین خواری مرا
کھانے پینے کو نہیں کچھ تیرے پاس	خوار رہنے گا تو کب تک بدحواس
گفت شو من نفقه چاره می کنم	گرچه عورم دست و پائی می زنم
بولا شوہر نفقہ ہوں ہاں ڈھونڈتا	گو ہوں ننگا مارتا ہوں دست و پا
نفقه و کسوه است واجب ای صنم	از منت این دو میسر نیست کم
کھانا کپڑا ہے ترا حق اے صنم	دونوں حاصل ہاں ہیں نہیں اک چیز کم
آستین پیرهن بنمود زن	بس درشت و پر وسخ بد پیرهن
اپنی عورت نے دکھائی آستین	سخت بدبو دار میلی بد شکن
گفت کز سختی تنم را می خورد	کس کسی را کسوه زینسان آورد
اور کہا یہ کھاتے جاتی ہے بدن	کوئی بھی لاتا ہے ایسا پیرہن
گفت ای زن یک سؤالت می کنم	مرد درویشم همین آید فنم
بولا شوہر تجھ سے میرا ہے سوال	ہوں فقیر اور ہے یہی میرا تو حال
این درشتست و غلیظ و ناپسند	لیک بندیش ای زن اندیشه مند
سخت ہے یہ اور میلا ناپسند	سوچ لیکن اے زن اندیشہ مند
این درشت و زشت تر یا خود طلاق	این ترا مکروه تر یا خود فراق
یہ برا اور سخت تر ہے یا طلاق	یہ ہے تجھ کو ناگوارا یا فراق
همچنین ای خواجه تشنیع زن	از بلا و فقر و از رنج و محن
ہے یونہی اے خواجہ طعنہ سرا	امتحان فقر و آفت کی بلا
بیشک این ترک هوا تلخی وه است	لیک از تلخی بعد حق به است
بیشک یہ ترک ہوس ہے تلخ تر	دوری مولا سے بہتر ہے مگر
گر جهاد و صوم سخت است و خشن	لیک این بهتر ز بعد ممتحن
گو جہاد و روزہ میں ہاں سختیاں	دوری حق سے ہیں بہتر بے گماں

رنج گہ باشد دہے کان ذوالمنن ۔ گویدت چونی تو اے رنجور من

کیا رہے غم جب کہے تجھ ذوالجلال ۔ اے مرے بیمار! کیا ہے تیرا حال؟

ورنہ گویدگت نہ آں فہم و فن است ۔ لیک آں ذوق تو پرسش کردن است

پرسش اس کی فہم میں کم آئے گی ۔ ذوق تیرا اس کی پرسش ہے ہی[1]

آں ملیحاں کہ طبیبان دلند ۔ سوئے رنجوراں بپرسش مائلند

ہیں طبیب دل بتان خوش جمال ۔ پوچھتے ہیں اپنے بیماروں کا حال

ور حذر از ننگ و از نامے کنند ۔ چارہ سازند و پیغامے کنند

اور اگر ڈرتے ہیں ننگ و نام سے ۔ چارہ سازی کرتے ہیں پیغام سے

ورنہ در دل شاں بود آں مفتکر ۔ نیست معشوقے ز عاشق بیخبر

ورنہ اندیشہ ہو دل میں جاگزیں ۔ بے خبر معشوق عاشق سے نہیں

اے تو جویائے نوادر داستاں ۔ ہم فسانہ عشقبازاں را بخواں

ہے شگفتوں سے تو ذوق آشنا ۔ عشق بازوں کا فسانہ پڑھ ذرا

بس بجوشیدی دریں عہد مدید ۔ ترک جوشش ہم نکردی اے قدید

جوش مارا تو نے عرصے تک بڑا ۔ گو پکت آدھا بھی نہ تجھ سے پک سکا

دیدہ عمرے تو داد و داوری ۔ وانکہ از نادیدگاں ناسی تری

دیکھی ساری عمر داد و داوری ۔ بھولنے میں تیرا نادیدوں سے بڑھ کے ہی

ہر کہ شاگردیش کرد استاد شد ۔ تو سپس تر رفتہ ای کور لد

بن گئے استاد شاگرد اس کے سب ۔ رہ گیا پیچھے مگر تو بے ادب

خود نبود از والدینت اعتبار[2] ۔ ہم نبودت عبرت از لیل و نہار[3]

ہے نہ آدم علیہ السلام ہی پہ تجھ کو اعتبار ۔ اور نہ تجھ کو عبرت لیل و نہار

---

[1] یعنی حالت بیماری میں جو ایک قسم کی کیفیت دل میں پیدا ہوتی ہے بس یہی اس کی پرسش ہے۔
[2] کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام فرشتوں کے استاد تھے۔
[3] یعنی تو صبح و شام کے تغیر و تبدل سے کوئی عبرت حاصل نہیں کرتا۔

عارف اور زاہد آتش پرستاں

عارفے پرسید ازاں پیر کشیش — کہ تو اے خواجہ مسن تر یا کہ ریش

پوچھا اک عارف نے زاہد سے بتا — ہے بڑی ڈاڑھی تری یا تو بڑا

گفت نے من پیش ازاں زائیدہ ام — بس بے بے ریشی جہاں را دیدہ ام

بولا میں پیدا ہوا ہوں پیشتر — کی ہے بے ڈاڑھی کے دنیا پر نظر

گفت ریشت شد سفید از حال گشت — خوے زشت تو نگردید است وشت

پوچھا ڈاڑھی ہو گئی تیری سپید — اور بری عادت نہ بدلی کیا ہے بعید

او پس از تو زاد و از تو بگذرید — تو چنیں خشکی ز سودائے ثرید

تیری ڈاڑھی تجھ سے آگے بڑھ گئی — فکر میں روٹی کے تو ہے خشک ہی

تو بداں رنگی کہ اول زادۂ — یک قدم زاں پیشتر ننہادۂ

یعنی تو جس رنگ میں پیدا ہوا — اک قدم اس سے نہیں آگے بڑھا

دوغ ترشی ہمچناں در معدنے — تو نگردی زو مخلص روغنے

تو ہے معدن میں وہی کھٹا مٹھا — روغن خالص نہ اب تک بن سکا

ہم خمیرے خمر الطینۃ دری — گرچہ عمرے در تنور آذری

خام ہے تیرا خمیر اے مدعی — عمر گو تنور آذر میں کٹی

چوں حشیشی پا بگل در ماندۂ — گرچہ از باد و ہوا سر گشتۂ

گھاس سے تو پا بگل اے بے خبر — گو ہوا سے تیرا ہل جاتا ہے سر

ہمچو قوم موسیٰ اندر حر تیہ[1] — ماندۂ چل سال بر جائے سفیہ

تیہ کی گرمی میں جوں قوم کلیم — ہے برس چالیس سے تو بھی مقیم

[1] جنگل ۔ صحرا ۔

بی‌بندگی هر روز تا شب در وبال ۔ خویش را بنمی در اول یک مرحله

صبح سے تا شام گزرے در در تو ۔ پالی منزل نہ پہنچے ایک بھی تو پہلے

گذری از پی تو پیصد سالہ تو ۔ تا گذاری عشق ایں گوسالہ تو

تین صدیوں تک نکل سکتا نہیں ۔ عشق گوسالہ اگر ہے دلنشیں

تا جہاں نجل از جہاں شاں بر نوشتہ ۔ بدبرا فشاں تیرہ چوں گردہ گشتہ

اس کو بھی جب پہنچ رہا اس کا خیال ۔ تیرہ تھے عشق وہ کرد لیا پایال

تیر آن بچھلے کردہ بایستہ ۔ پیش ہا بر لطف و نعمت پردہ

دیکھی نہ ہوا سے ما سوا گوسالہ کے ۔ نہ نہیں پہچان دے دیتا ہے

گاو شیطان تو بیرا شے نوشتہ ۔ پر دولت در عشق با آں گو سپار رفت

گاؤ بھی تھا سے مری احسان سب ۔ عشق اس گوسالہ کے تا شب ایں اب

باسیر اکنون آں ہر چیز دست سید ۔ صد بار ازیدا ایں ایشاں نفس

پیشہ اعضا سے کر استغفار یار ۔ تنگ گفتار کی زبانیں ہیں ہزار

ذکر نعمت ہا سے رزاق جہاں ۔ کہ نشان شد ہا دو ماند آن نہان

ذکر نعمت رازق بے مثل کا ۔ چند بان کے پردے میں تو ہے چھپا

روز و شب افسانہ جو یائی تو پیست ۔ جزو جزوت افسانہ گوئی نشست

رات دن ہے تیرا یہی افسانہ گو ۔ اور تیرا ہے [illegible] افسانہ گو

جزو جزوت تا برستہ از عدم ۔ چند شادی دیدہ اند و چند غم

ہیں [illegible] عدم سے [illegible] ۔ چند خوشیاں دیکھی ہیں اور چند غم

زانکہ بے لذت نروید ہیچ جزو ۔ بلکہ لاغر گردد از ہر ہیچ جزو

[illegible] لذت نہ پیدا ہو کوئی ۔ اور اگر ہو بھی تو لاغر ہو وہی

لہ یعنی حضرت ہارون علیہ السلام کی قوم کو

سہ یعنی گوسالہ کو

جزو ماند و آں خوشی از پا درفت | این نرفت آں خفیہ شد از پنج و ہفت

رہ گئے اعضا بھلا دیں لذتیں | اب وہ پوشیدہ ہیں پانچ اور سات ہیں[١]

ہمچو تابستان کہ از وے پنبہ زاد | ماند پنبہ رفت تابستان ز یاد

گرمیوں میں جیسے پیدا ہو روئی | گرمی بھولی اور روئی باقی رہی

یا مثال یخ کہ زاید از شتا | شد شتا پنہان و آں یخ پیش ما

برف پیدا جیسے سردی سے ہوئی | برف ہے موجود سردی چھپ گئی

ہست آں یخ زاں صعوبت یادگار | یادگار صیف در دے زاں ثمار

برف ہے ان سختیوں کی یادگار[٢] | میووں سے ہے یاد گرمی کی بہار

ہمچنیں ہر جزو جزوت اے فتیٰ | در تنت از نعمتے گوید ثنا

یونہی ہر جزو تیرے جسم کا | نعمت خالق کی کرتا ہے ثنا

چوں زنے کہ بیست فرزندش بود | ہر یکے حاکی حال خوش بود

جیسے اک عورت کے ہوں فرزند بیس | سب کہیں خوشحالیاں اپنی نفیس

حمل نبود بے ز مستی بے ز لاغ | بے بہارے کے شود زایندہ باغ

حمل کا ہے ہزل و مستی سے قرار | باغ کی ہے وجہ پیدائش بہار

حاملان و بچگانشاں در کنار | شد دلیل عشق بازی با بہار

کوئی حامل کوئی بچہ در کنار[٣] | ہے دلیل عشق بازی بہار

١ یعنی پانچ حواس اور سات اعضا ہیں - حواس خمسہ :- باصرہ - سامعہ - شامہ - ذائقہ - لامسہ - ہفت اعضا :- دل - دماغ - جگر - تلی - معدہ - پھیپھڑہ اور گردہ یا پتہ ۔

٢ یعنی برف باری سے جو تکلیفیں ہوئی تھیں ان کی یادگار ہے ۔

٣ یعنی کوئی درخت پھول اور میوے کے مادے سے بھرا ہوا ہے - اور کوئی میں پھول اور میوے کھلے ہوئے ہیں ۔

هر درختی در رضاع کودکان — همچو مریم حامل از شاه نهان

دودھ بچوں کو پلاتے ہیں درخت — جیسے حمل شہ سے مریم پہلے تخت

گرچه در آب آتشی پوشیده شد — صد هزاران کف برو جوشیده شد

آگ ہے اک گرچہ پانی میں نہاں — جھاگ ہیں لاکھوں مگر اس سے عیاں

اگرچه در پا سخت پنهان می‌تند — کف به دو انگشت نازک می‌کند

گو کہ دریا سے نہاں پوشیدہ تر — جھاگ انگشتاں سے بنائے توں مگر

همچنین اجزای مستان وصال — حامل از تمثالهای حال و قال

ان ہی کے اجزا ہیں کشان وصل کے — رات دن حامل ہیں حال و قال سے

در جمال حال وا مانده دهان — چشم غائب گشته از نقش جهان

ہیں جمال حال سے حیرانیاں — ہیں آنکھیں خیرہ دیکھ کر نقش جہاں

آن موالید از ره این چار نیست — لاجرم منظور این ابصار نیست

ان کی پیدائش عناصر سے نہیں — اس طرح آنکھیں پھر ان کو دیکھتیں

آن موالید از تجلی زاده‌اند — لاجرم مستور پرده ساده‌اند

ان کی پیدائش تجلی سے ہوئی — شان ان کی سادہ[۱] پردے میں چھپی

زاده گفتیم و حقیقت زاد نیست — این عبارت جز پی ارشاد نیست

درحقیقت وہ نہیں پیدا ہوئے — لفظ "پیدا" تھا عبارت کے لئے

هین خمش شو تا بگوید شاه قل[۲] — بلبلی مفرست با این جنس گل

چپ ہی رہ جب تک اجازت دے نہ شہ — مت بنا بلبل تو ایسے پھول سے

این گل گویاست پر جوش و خروش — بلبلا ترک زبان کن باش گوش

پھول یہ گویا ہے اس میں ہے سخن — بند کر بلبل زباں اور کان سن

۱؎ یعنی ایسے سادہ پردے میں چھپے ہیں جس پر ترکیب عناصر کے نقش و نگار نہیں۔

۲؎ یعنی شہود و عیاں۔

هر دو کون آن پاکیزه مثال | شاهد عدل اند بر سرّ وصال

دونوں عالم جو ہیں پاکیزہ مثال | ان سے سب ظاہر ہیں اسرار وصال

هر دو کون سرّ لطیف مرتضی | شاهد اجسام و عشر ماسوی

دونوں عالم بھید کی کہتے ہیں بات | بھید کی مرشد والوں کو جیسا بات

همچو تیغ کاندر نمود تیز | هم چو علم افشانده بر مثال بیکند

جیسے تیغ کی ماہیں جیسے برف پال | جیسے علم سرپا کی سینہ افشاندہ خوال

در آن ایام سرد زمهریر | اندران ایام و ازمان [illegible]

ذکر کرتی ہے ہوا سے سرد کا | سخت موسم میں جو چلتی تھی سدا

یا چو آن میوه کاندر وقت شتا | میکند افشانه لطف صبا

یا یہ میوہ سے سردی میں ہر طرح | کہتے ہیں افشاندہ لطف صبا

قصه روزیه شمس | وان سروسان چمن انس و قدس

وہ ہیں شمس کا سے کے آثار | وہ سروسان چمن سے [illegible]

خاک رفت ماند چو وهیا و گار | یا ادوده بهرس یا خود یا دار

خاک کی ہیں یادگار اجزا جسم | یا انہوں سے ہو کہ یا خود یا دگر

چون به هر و گیر دست گرشتی | از انهم تو بیدل کی وا جستی

[illegible] دیکھی کیا کر [illegible] | تا کہ ہو آزاد تو [illegible] سے تو

[illegible] ایشه مشکل کمال | را نیا اتفا عیار انداز کمال

[illegible] سے کہ ایسے تو کبھی نا کہا | [illegible] سے کو [illegible] سے [illegible]

هر دو ست کرسنه بهار و خرم بیست | چه چاشتی گل شت بهار [illegible]

کر بہار کی [illegible] سے پہ [illegible] | [illegible] گل کیوں سے پھر [illegible]

چاشتی گل من [illegible] گلاب | مشکل گل [illegible] گلاب [illegible]

[illegible] گل تن سے [illegible] گلاب | مشکل گل [illegible] گلاب [illegible] سے [illegible]

از پی خوبان کافران کہ در دریغ | بر پی خوبان بیا مازهر تیغ

جو ہیں ناشکر کے گناہ ان سے کر | پھر تیرا شوہر جو خدا کے اسکے تیر

آن بخیل و کفر فاتون کیست | وان پیاس شکر شاه بی نظیر است

یہ بخیل بندہ کا فر و ناحق شناس ہے | سے طریق انبیا شکر و سپاس سے

پاکی خوبان تو شکرها چه کرد | پاکی روبان تو شکرها چه کرد

کیا تو شکر کفر دلوں کا ہوا | کیا خدا دانی سے [illegible] کو

در شکارستان ها سگ شد و شوم | در خرابات ها ست گنج و هو

باقی سب گئے کافروں ہیں پہنچے | اور ویرانوں میں خزانہ [illegible] سے

گر نبودی این پیچ اندر شیشه | گم نکردی راه چندین فیلسوف

ریشے پر قائم [illegible] کر [illegible] | اپنا راستہ [illegible] کیونہ فیلسوف

از بہر کان دیو شکر قال دہی | دیدہ بر حق طوم داغ الہی

غافلوں اور [illegible] سے پیسر | الہی کا داغ [illegible]

ایک روزی طلب فقیر کا قصہ

آن یکی بیچاره مفلس ز درد | کوز بیچیزی هزاران زهر خورد

ایک بیچارہ مفلس [illegible] | [illegible] کا [illegible]

لابه کردی در نماز و در دعا | کای خداوند و نگهبان رعا

[illegible] نماز میں [illegible] | اور [illegible]

بی ز جهدی آفریدی مر مرا | بی فن من روزیم ده زین سرا

[illegible] | [illegible]

پنج گوهر دادیم در درج سر | پنج حس دیگری هم مستتر

پانچ گوہر [illegible] | پانچ حس [illegible] اور بھی [illegible]

لابه دارد این ولایی من ز تو | من کلیلم از بیانش شرم رو
ہے یہ بے گنتی تری داد و عطا | میں تو تھک گیا ہوں کروں اظہار کیا

چونکہ در خلاقیم تنہا توئی | کار رزاقیم ہم کن مستوی
ہاتھ پیدائش میں تنہا ہے خدا تیرا | رزق بھی آپ تو ہی مجھ کو کر عطا

سالہا زو این دعا بسیار شد | عاقبت زاری او بر کار شد
التجا اس نے بھی کی چند سال | آیا آخر اس کی زاری کا خیال

ہمچو آن شخصی کہ روزی حلال | از خدا میخواست بے کسب و کلال
جس طرح اک شخص روزی حلال | مانگتا تھا حق سے بے کسب و کلال

کاو ہمی ورزید سعادت عاقبت | دورہ داؤد لدنی معونت
کہ ملے آخر سعادت اس کو وہی | عہد داؤد لدنی میں ابتری

آن ستم بیزند ری ہا نمود | ہم ز پیدان اجابت کرد جود
ظلم وہ وہ بھی بہت روتا رہا | تھا نہ پیدا ان اجابت دیکھتا

گاہ بد ظن میشدی اندر دعا | از پی تاخیر پاداش و جزا
تھا کبھی ایذا دعا سے بد گماں | دیکھ کر تاخیر اشہ میں اے جواں

باز ز جائے شد اوند کرم | در دلش بشارت و نعیم
پھر امید اللہ کے اکرام کی | اس کو دیتی تھی بشارت اور خوشی

چون شدی نومید در جہد از کلال | از جناب حق شنیدی کہ تعال
یاس جب کوشش سے ہوتی تھی اسے | آتا تھا ناحق نا امید کیوں سنئے

خافض است و رافع است این کردگار | بے ازین دو بر نیاید ہیچ کار
پست کرتا ہے اور بڑھاتا اس کا کام | کام ہے اس کے یہی سارے تمام

خفض ارضی بین و رفع آسمان | بے ازین دو نیست دورانش فلان
رفعت چرخ اور پستی زمین | ہے نہ دونوں کے بغیر گردش نہیں

خفض و رفع این زمین نوعی دگر ‌ ‌ ‌ نیم سالی خشک و نیمی سبز و تر

ہے زمیں بھی پست و ارفع بطور دگر ‌ ‌ ‌ چھ مہینے خشک اور چھ ماہ تر

خفض و رفع روزگار با کرب ‌ ‌ ‌ نوع دیگر نیم روز و نیم شب

ہے زمانے کی جو دو رنگی کا یہ ڈھب ‌ ‌ ‌ نصف حصہ دن کا ہے اور نصف شب

خفض و رفع این مزاج ممتزج ‌ ‌ ‌ گاہ صحت گاہ رنجوری مضج

ہے طبیعت میں سمجھ یہ عالم نہاں ‌ ‌ ‌ ہے کبھی صحت کبھی بیماریاں

همچنین دان جمله احوال جهان ‌ ‌ ‌ قحط و خصب و جنگ و صلح و افتتان

ہے یہی القصہ اس دنیا کا رنگ ‌ ‌ ‌ قحط و ارزانی فساد و صلح و جنگ

این جهان با این دو پر اندر هواست ‌ ‌ ‌ زین دو جانها موطن خوف و رجاست

اندر ہوا ہے ان پروں[له] سے یہ جہاں ‌ ‌ ‌ خوف اور امید ہیں ہے ان سے جاں

تا جهان لرزان بود مانند برگ ‌ ‌ ‌ در شمال و در سموم بعث و مرگ

تاکہ ہو دنیا کو لرزش بار بار ‌ ‌ ‌ ہے خزاں موت اور جینا ہے بہار

تا خم یک رنگی عیسی ما ‌ ‌ ‌ بشکند نرخ خم صد رنگ را

تاکہ یک رنگی کی خم توحید کی ‌ ‌ ‌ اس خم صد رنگ کو توڑے اخی

کان جهان همچون نمکسار آمدست ‌ ‌ ‌ هر چه آنجا رفت بی تلوین شدست

وہ جہاں کان نمک ہے بے درنگ ‌ ‌ ‌ جو گیا اس میں ہوا وہ ایک رنگ

بین که خاک این خلق رنگارنگ را ‌ ‌ ‌ میکند یک رنگ اندر گورها

خلق رنگا رنگ کو اس خاک نے ‌ ‌ ‌ کر دیا ایک رنگ اندر قبر نے

این نمکسار جسوم ظاهرست ‌ ‌ ‌ خود نمکسار معانی دیگرست

ظاہری جسموں کا ہے یہ شور زار ‌ ‌ ‌ ہے نمک زار معانی اور بار

له یعنی اختلاف کے پروں سے ۱۲

این نگار معانی معنویست | از ازل تا ابد اندر نویست

ہے یہ نگارِ حقیقت معنوی | ہے ازل سے تا ابد اس میں نوی

این نوی را کهنگی ضدش بود | وان نوی بی ضد و بی ند و عدد

اس نئے پن کی تو ضد ہے کہنگی | اس نئے پن کی نہیں ضد ہاں کوئی

آنچنان کز نور روح مصطفیٰ | صد هزاران نوع ظلمت شد ضیا

جیسے روحِ مصطفیٰ کے نور سے | اس اندھیرے لاکھوں روشن ہوگئے

این جهود و مشرک و ترسا و مغ | جملگی یکرنگ شد زان الب الغ

یہ یہود و مشرک اور کافر تمام | ہوگئے یکرنگ اُن سے لاکلام

صد هزاران سایه کوتاه و دراز | شد یکی در نور آن خورشید راز

سیکڑوں ہزاروں سائے جو چھوٹے بڑے | نور میں خورشید کے گم ہوگئے

نه درازی ماند نه کوته نه پهن | گونه گونه سایه در خورشید رهن

پھر نہ لمبائی رہی اُن کی نہ پہن | ہوگئے سب سائے وہ سورج میں رہن

لیک یکرنگی که اندر محشر است | بر بد و بر نیک کشف و ظاهر است

ہوگی محشر میں جو یکرنگی عیاں | نیک و بد پر ہے وہ ظاہر بے گماں

که معانی آنجهان صورت شود | نقشهامان در خور خصلت شود

جبکہ ہر شئی میں پیدا صور ہیں | نقش بن جائینگے عادت حشر میں

گردد آنگه فکر نقش نامها | این بطانه روی کار جامها

فکر کے نقشے بنینگے نامہ سان | استر جو پوشیدہ ہے ہوگا عیاں

این زمان سرها مثال گاو پیس | دوک نطق اندر ملل صد رنگ ریس

ہوگئے سب سر مثلِ گبری گائے کے | نطق کے باریک رشتے کاتتے

نوبت صد رنگیست و صد دلی | عالم یکرنگ کی گردد جلی

ایسے صد رنگی یہاں اور صد دلی | دیکھیا ہو عالم یکرنگ کا

نوبت زنگی ست رومی شد نہاں ‖ این شبست و آفتاب اندر رہاں

زنگی کی نوبت ہے رومی ہے نہاں ‖ رات ہے انوار سورج کے کہاں!

نوبت گرگ ست و یوسف زیر چاہ ‖ نوبت قبطی ست فرعون ست شاہ

بھیڑیا شاہی ہے یوسف زیر چاہ ‖ دور ہے قبطی کا ہے فرعون شاہ

تا ز رزق بیدریغ خیرہ خند ‖ آں سگاں را حصہ باشد روزے چند

تا کہ ستگاروں کے رزق و مکر سے ‖ حصہ ان کتوں کو بھی کچھ دن ملے

در درون بیشہ شیراں منتظر ‖ تا شود امر تعالوا منتشر

جنگلوں میں منتظر بیٹھے ہیں شیر ‖ ہے تعالوا منتشر کہنے کی دیر

پس بروں آیند آں شیراں ز مرج ‖ بے حجابی حق نماید دخل و خرج

شیر جنگل سے نکل کر آئیں گے ‖ اور دبیتے رونما ہو جائیں گے

جوہر انسان بگیرد بر و بحر ‖ پیش گاواں بسملان روز نحر

ہوگا انساں بادشاہ بر و بحر ‖ پیش ہونگے بسملان روز نحر

روز نحر رستخیز سہمناک ‖ مومناں را عید و گاواں را ہلاک

دن قیامت کا وہ ہوگا خوفناک ‖ عید مومن اور سگ قبر کی ہلاک

جملہ مرغان آبی روز نحر ‖ ہمچو کشتی ہا رواں بر روے بحر

مرغ آبی حشر کے دن سب نکال ‖ مثل کشتی ہوں گے دریا پہ رواں

تا کہ یہلک من ہلک عن بینۃ ‖ تا کہ ینجی من نجا واستیقنہ

تا سزا پائے ہلاکت آفریں ‖ تا کہ ہو آزاد جو لائے یقیں

تا کہ بازاں جانب سلطان روند ‖ تا کہ زاغاں سوئے گورستاں روند

تا کہ پھر سلطاں کی جانب باز آئیں ‖ اور گورستان کی جانب زاغ جائیں

لہ مستعد و تیار چادہ سلہ روز نحر جس دن اونٹ ذبح ہوتے ہیں سلہ قولہ تعالیٰ۔ لیہلک من ہلک عن بینۃ یعنی تاکہ ہلاک کرنے والا حجت واضح کے ساتھ ہلاک ہو جائے

جیفه و سرگین و خشک استخوان ‌ ‌ ‌ نقل زاغان آمدست اندر جهان

گوبر اور مُردار اور سوکھی ہڈیاں ‌ ‌ ‌ ہے غذا کوؤں کی دنیا میں یہاں

قند حکمت از کجا زاغ از کجا ‌ ‌ ‌ کرم سرگین از کجا باغ از کجا

قند حکمت کی کہاں کوّا کہاں ‌ ‌ ‌ کیڑے گوبر کے نہ پائیں بوستاں

نیست لائق غزو نفس و مرد غر[1] ‌ ‌ ‌ نیست لائق مشک و عود و کون خر

لائق عزت نہیں غافل بشر ‌ ‌ ‌ مشک کے قابل نہیں ہے کونِ خر

چوں غزا ندہد زناں را ہیچ دست ‌ ‌ ‌ کے دہد آنکہ غزائے اکبرست

عورتوں کو جب نہیں حاصل غزا ‌ ‌ ‌ پھر غزائے اکبر ان کو ہو گی کیا

جز بنادر در تن زن رستمے ‌ ‌ ‌ گشتہ باشد خفیہ ہمچوں مریمے

شاذ و نادر عورتوں کے جسم میں ‌ ‌ ‌ مثل مریم رستم عالم چھپے[2]

آنچناں کاندر تن مرداں زناں ‌ ‌ ‌ خفیہ اند و مادہ از ضعف جناں

ایسے ہی مردوں کے تن میں عورتیں ‌ ‌ ‌ ہیں چھپی اور مادہ ہے ضعف میں

آں جہاں صورت شود آں مادگی ‌ ‌ ‌ ہر کہ در مردی ندید آمادگی

اس جہاں میں پائے گا وہ مادگی ‌ ‌ ‌ جس کو مردی میں نہ تھی آمادگی

روز عدل و داد آمد درخورست ‌ ‌ ‌ کفش آں پا کلاہ آں سرست

ہے وہ روز انصاف کا لے داد خواہ ‌ ‌ ‌ پاؤں کی جوتی ہے اس دن کلاہ

تا بہ مطلب در رسد ہر طالبے ‌ ‌ ‌ تا بمغرب خود رود ہر غاربے

تاکہ ہر طالب کو مطلب ہو حصول ‌ ‌ ‌ ڈوبنے والا کرے مغرب قبول

نیست مطلوب از طالب دریغ ‌ ‌ ‌ جفت تابش شمس و جفت آب میغ

ہاں نہیں مطلوب طالب سے جدا ‌ ‌ ‌ جوڑ تاب و شمس آب و ابر کا

[1] کافر و نااہل سے مراد ہے ۔

[2] یعنی جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام شکم مریم میں چھپے تھے ۔

هست دنیا قہر خانہ کردگار — قہر بیں چوں قہر کردی اختیار

ہے خدا کا قہر خانہ یہ جہاں — قہر ہی ہے قہر کا بدلا یہاں

استخوان و موی مقہوران نگر — تیغ قہر افگندہ اندر بحر و بر

دیکھ مقہوروں کے بال اور ہڈیاں — پھینکتا تیغ قہر نے ان کو کہاں

پر و بال مرغ بیں بر گرد دام — شرح قہر حق کنندہ بیکلام

مرغ کے کچھ بال اور پر گرد دام — شرح قہر حق ہیں کرتے بے کلام

مرد او بر جانش خر پشتہ نشاند[۱] — وانکہ کہنہ گشت خرپشتہ نماند

پشتہ باندھا رام والا جب مرا — پھر پرانا ہو کے وہ بھی گر پڑا

ہر کسے را جفت کردہ عدل حق — پیل را با پیل و بق را جنس بق

عدل حق ہے جفت سب کے واسطے — عدل ہے ہمجنس کا ہمجنس[۲] سے

مونس احمد بمجلس چار یار — مونس بو جہل عتبہ و ذو الخمار[۳]

تھے جلیس بزم احمد چار یار — مونس بو جہل عتبہ ذو الخمار

کعبۂ جبریل و جانہا سدرۂ — کعبۂ عبد البطن شد سفرۂ

کعبۂ جبریل و جاں سدرہ بنا — پیٹ کے بندوں کا کعبہ خوان تھا

قبلۂ عارف بود نور وصال — قبلۂ عقل مفلسف شد خیال

عارفوں کا قبلہ ہے نور وصال — فلسفہ والوں کا قبلہ ہے خیال

قبلۂ زاہد بود یزدان بر — قبلۂ طامع بود ہمیان زر

زاہدوں کا قبلہ ہے مولا سخی — لالچی کا قبلہ تھیلی مال کی

۱ یعنی کسی اونچے ٹیلے پر پشتہ باندھ کر اس کی قبر بنا دی۔

۲ یعنی ہاتھی کا عدل ہاتھی کے ساتھ اور مچھر کا عدل مچھر کے ساتھ۔

۳ عتبہ اور ذو الخمار عرب کے دو مشہور گمراہ مشرک بہادر تھے۔ ذو الخمار کاہن اور شعبدہ باز تھا جس کے منہ پر نقاب پڑا رہتا تھا۔

قبلۂ مردانِ حق اعمالِ نیک — قبلۂ نا اہل جہل مردہ ریگ

قبلۂ مردانِ حق صالح عمل — قبلۂ نا اہل جہل ہے خلل

قبلۂ معنی وران صبر و درنگ — قبلۂ صورت پرستان نقش سنگ

قبلہ اہل حق کا صبر و درنگ — قبلۂ صورت پرستاں نقش سنگ

قبلۂ باطن نشینان ذو المنن — قبلۂ ظاہر پرستان روی زن

اہل باطن کا ہے قبلہ ذو المنن — اہل ظاہر کا ہے قبلہ روئے زن

قبلۂ عاشق حق ای پسر — قبلۂ باطل ابلیس ست ای پدر

عاشقوں کا قبلہ حق ہے اے پسر — قبلۂ باطل ہے ابلیس اے پدر

قبلۂ فرعون دنیا سر بسر — قبلۂ خر بندہ چہ بود کون خر

قبلۂ فرعون دنیا سر بسر — خر بندوں کا ہے قبلہ کون خر

تا بہ پیش پشم تازہ و کہن — در طویلہ رو تو کار خویش کن

[illegible] — اور [illegible] اپنا کام کر

رزق ما آن کاہ نی شد علفا — وان سگان را آب تتماج از قفا

رزق ہم کو گھاس کا سنہ زر سے ملا — اور کتوں کو پیچھے دھوون آش کا

لائق آنکہ بود خو دادہ ایم — در خور او رزق بفرستادہ ایم

وہ یہ کہتا ہے کہ جیسی لائق جو خصلت — رزق ہم نے اس کو ویسا دیدیا

عاشقان را ساختیم آن خوا چہ پا — سیر از جان ساختیم این را چرا

ایک کو ہم نے نوازا نان سے — کر دیا سیر ایک کو پھر جان سے

از ذکا آنرا عاشق نان کردہ ایم — جان این را مست جانان کردہ ایم

[illegible] اس کو عاشق نان کر دیا — اور اس کو مست جاناں کر دیا

چون بخوی خود خوشی و خرمی — پس چرا از خورد و خوبت بیغمی

حسب عادت سے خوشی و خرمی — کیوں ہے پھر خود خورش سے برہمی

مادگی خوش آیدت چادر بگیر	رستمی خوش آیدت خنجر بگیر
ہے جو عورت پن بھلا - چادر سنبھال	رستمی منظور ہو تو خنجر سنبھال
غازئی خوش آیدت جوشن بپوش	ور بچیزی مائلی رو کون فروش
ہے جو غازی بائد لے جوشن کے پہن	کون فروشی کر جو چیزی کا ہو پسند
این سخن پایان ندارد ای فقیر	گشت واستاد تا فروشے حقیر
نہیں اس بات کی اور وہ فقیر	تا پہ فروشی سے ہے اب پاس گیر

فقیر کا خواب دیکھنا

دید در خواب او شبے و خواب کو	واقعہ بےخواب صوفی راست خو
خواب دیکھا اس نے تھا وہ خواب کیا	واقعہ تھا کہتا وہ صوفی با صفا
ہاتفے گفتش کہ اے دیدہ تعب	رقعہ در پیش وراقان طلب
دی ندا ہاتف نے اے تو رنج دیدہ	جا اس اک رقعہ تو وراقوں سے طلب
خفیہ زاں وراق کت ہمسایہ ہا	سوی کاغذ پارہا اش رو نہ
چھپ کے اس وراق ہمسایہ سے ہاں	لا جو ہاں کاغذ کے ٹکڑے بیگماں
رقعہ شکلش چنان رنگش چنیں	پس بخوان آن را بخلوت اے حزیں
رقعہ ہے اس شکل اور اس رنگ کا	اس کو تنہائی میں پڑھنا اے فتا
چون بدزدی آن ز وراق اے پسر	پس برون رو ز انبہی شور و شر
جب چرا لے تو وہ رقعہ اے پسر	تو کسی کے سامنے ظاہر نہ کر
تو بخوان آن را بخود در خلوتے	ہیں مجو در خواندن آن شہرتے
آپ ہی پڑھنا کو سنسان تنہائی میں	ہاں نہ شہرت اس کے پڑھنے میں کریں

۱ه ایجرا ایچنا ۱۲

۲ه خطوط کے بانٹنے والے یا وہ جو پنا سے والا ۱۲

ور شود آں فاش ہاں غمگیں مشو	کہ نیابد غیر تو زاں نیم جو
راز کھل جائے تو کچھ پروا نہیں	نصف جو بھی کوئی لے سکتا کہیں
ور شود آں دیر ہاں زنہار تو	ورد خود کن دمبدم لا تقنطوا
دیر لگ جائے تو گھبراتا نہ تو	ورد کرتا آیۂ لا تقنطوا[۱]
ایں بگفت و دست خود آں مژدہ ور	بر دل او زد کہ رو در رحمت بپر
یہ کہا اور ہاتھ دل پر مار کر	بولا ہاتف رحمتیں لے سر بسر
چوں بخویش آمد ز غیبت آں جواں	مے نگنجید از فرح اندر جہاں
خواب سے اپنے جو چونکا وہ جوان	تو خوشی سے تنگ تھا اس پر جہاں
زہرۂ او بر دریدے از قلق	گر نبودے عون و رفق و لطف حق
ہوتا شادی مرگ فوراً بے قرار	گر نہ ہوتا فضل باری سازگار
یک فرح آں کز پس شش صد حجاب	گوش او بشنید از حضرت خطاب
اک خوشی یہ تھی کہ لیکر سو حجاب	خود کیا اللہ نے اس سے خطاب
یک فرح آں کز سوال آمد خلاص	خواہش حاصل شدن آں گنج خاص
اک خوشی یہ تھی ہوا غم سے خلاص	یہ لگے مل جائیگا وہ گنج خاص
از حجب چوں حس سمعش در گذشت	شد سرافراز و ز گردوں برگذشت
جب حجابوں سے سماعت بڑھ گئی	آسماں سے اس کی عزت بڑھ گئی
کہ بود کاں حس چشمش ز اعتبار	زاں حجاب غیب ہم یابد گذار
دیکھئے اب اس کی چشم اعتبار	کب حجاب غیب کو کرتی ہے پار
چوں گذارہ شد حواسش از حجاب	پس پیاپے گرددش دید و خطاب
جبکہ طے کر لیں حواس اس کے حجاب	دمبدم ہونے لگے دید و خطاب

۱؎ یعنی لا تقنطوا من رحمة اللہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

چوں سپاہ زنگ پنہاں شد ز روم — تیغ زد خورشید و پیدا شد علوم

دور جب پردے تجلی نے کئے — نکلا سورج، علم پیدا ہو گئے

یک سحر آنکہ نشد ردش دعا — عاقبت آمد اجابت مر ورا

اک خوشی یہ تھی، اثر لائی دعا — اور قبولیت ہوئی اس کو عطا

یک دکان وراق آمد او — دست در کرد او بمشق از سو بسو

آیا وہ دکان پر وراق کی — ہاتھ ڈالا ہر طرف یہ مشق تھی

پیش چشمش آمد آں مکتوب وہ — با علاماتے کہ ہاتف گفتہ بود

آ گیا آخر وہی کاغذ نظر — دی تھی ہاتف نے لیے جس کی خبر

در بغل زد گفت خواجہ خیر باد — این زمان آیم بسیم اے اوستاد

رکھ بغل میں بولا اے خواجہ سلام — میں ابھی پھر آؤں گا کچھ کر کے کام

رفت کنج خلوتے آں را بخواند — وز تحیر والہ و حیراں بماند

جا کے خلوت میں جو وہ کاغذ پڑھا — ہکا بکا اور حیراں رہ گیا

کہ بدینساں گنج نامہ بے بہا — چوں فتادہ ماند اندر مشقہا

سوچا ایسا گنج نامہ بے بہا — رہ گیا کس طرح مشقوں میں پڑا

باز اندر خاطرش ایں فکر جست — کز پئے ہر چیز یزداں حافظ است

پھر یکایک آ گیا اس کو خیال — ہے ہر اک شے کا محافظ ذو الجلال

کے گزارد حافظ اندر اکتناف — کہ کسے چیزے رباید از گزاف

دے اجازت کب نگہباں کی پناہ — کوئی شے لے جائے کوئی رو سیاہ

گر بیابان پر شود زر و نقود — بے رضائے حق جوی نتواں ربود

سارا جنگل سیم و زر سے گر بھرے — بے رضائے حق نہ کوئی لے سکے

ور بخوانی صد صحف بے سکتہ — بے قدر یادت نماند نکتہ

تو رواں کر لے کتابیں سب کی سب — یاد اک نکتہ نہ ہو بے حکم رب

ور کنی خدمت بخوانی یک کتیب | علمہائے نادرہ یابی ز جیب

بندگی کر کے پڑھے گر اک کتاب | علم تجھ کو ہوں میسر بے حساب

شد ز جیب آن کف موسیٰ ضوفشاں | کان فزوں آمد ز ماہ آسماں

جیب سے تھا دست موسیٰ ضوفشاں | جس سے شرمندہ تھا ماہِ آسماں

کانچہ می‌جستی ز چرخ با نہیب | سر برآوردہ است اے موسیٰ ز جیب

گر کوئی خواہش فلک سے ہو سکے | نکلے گا سب کچھ وہ موسیٰ جیب سے

تا بدانی کہ سماہائے سمی | ہست عکس مدرکات آدمی

تا کہ تو سمجھے یہ گردوں سب یہ ہیں | مدرکات آدمی کا عکس ہے

نے کہ اول دست بزدان مجید | از دو عالم پیشتر عقل آفرید

ہاں کیا پیدا خدا نے اے پسر | عقل کو دونوں جہاں سے پیشتر

این سخن پیدا و پنہانست بس | کہ نباشد محرم عنقا مگس

بات ہے یہ ظاہر و پوشیدہ بس | محرم عنقا نہ ہو ہرگز مگس

باز سوئے قصہ باز آ اے پسر | قصۂ گنج و فقیر آور بسر

لوٹ پھر قصے کی جانب اے پسر | قصۂ گنج و فقیر اب ختم کر

فقیر کا باقی قصہ

اندران رقعہ نوشتہ بود این | کہ برون شہر گنجے دان دفین

صاف تھا رقعے میں یہ لکھا ہوا | شہر کے باہر خزانہ ہے گڑا

آن فلان قبہ کہ در وے مشہدست | پشت او در شہر و در فرقدست

ہے فلاں قبہ میں مشہد ذی شرف | پشت سوئے شہر منہ بن کی طرف

پشت کن تو قبہ رو در قبلہ آر | وانگہاں از قوس تیرے درگذار

پشت کر قبہ کو منہ کر قبلہ رو | پھر کماں سے تیر اپنا پھینک تو

چوں فگندی تیر از قوس اے سما ۔۔۔ بر کن آں موضع کہ تیرت اوفتاد

تیر جب پھینکے کماں سے اے جواں ۔۔۔ کھود دو جا تیر گر جائے جہاں

پس کماں سخت آورد آں فتی ۔۔۔ تیر پرانید در صحن فضا

پس کماں لایا کڑی سی دیکھ کر ۔۔۔ تیر اک پھینکا فضا کے صحن پر

پس کلند آورد و بیل و شاد شاد ۔۔۔ کند آں موضع کہ آں تیر اوفتاد

پھر وہ لایا پھاوڑا اور بیلچہ ۔۔۔ کھودی وہ جا تیر تھا جس جا گرا

کند شد ہم او و ہم بیل و تبر ۔۔۔ خود پدید از گنج پنہانے اثر

تھک گیا وہ بھی اور اس کا بیلچہ ۔۔۔ کچھ خزانے کا نہ لیکن تھا پتہ

ہمچنیں ہر روز تیر انداختی ۔۔۔ لیک جائے گنج مے نشناختی

پھینکتا تھا تیر ہر دن وہ جواں ۔۔۔ کچھ نہ ملتا تھا خزانے کا نشاں

چونکہ ایں را پیشہ کرد او بر دوام ۔۔۔ فجفجے افتاد اندر خاص و عام

روز تھا مصروف وہ اس کام میں ۔۔۔ ہو گئی شہرت سی خاص و عام میں

ہر کسے در گفتگوئے اوفتاد ۔۔۔ کایں چنیں بازی نباشد در نہاد

ہر طرف اک گفتگو ہونے لگی ۔۔۔ کھیل ایسے کھیلتا ہے کب کوئی

ہر کسے در گفتگوئے فاسدے ۔۔۔ ہر طرف برخاستہ یک حاسدے

گفتگو ہوتی تھی فاسد ہر طرف ۔۔۔ ہو گئے سب اس کے حاسد ہر طرف

گنجنامہ کی خبر کا فاش ہونا

پس خبر کردند سلطاں را ازیں ۔۔۔ آں گروہے کز حسد بودند کمیں

اس جماعت نے خبر سلطاں کو دی ۔۔۔ گھات میں اس کی جو پہلے ہی سے تھی

عرضہ کردند آں سخن را زیرکاں ۔۔۔ کاں فلاں کس گنجنامہ یافتہ است

بادشہ سے خادموں نے عرض کی ۔۔۔ گنج نامہ پا گیا وہ آدمی

چوں شنید آں شخص کاں شہ رسید ۔ جز کہ تسلیم و رضا چارہ ندید
جب سنا سلطاں کو جا پہنچی خبر ۔ جز یہ تسلیم و رضا تھا کیا مفر

پیش ازاں کاشکنجہ بیند زاں فتاد ۔ رقعہ را آورد و پیشش او نہاد
پیشتر اس سے کہ ہو کوئی سزا ۔ اس نے رقعہ پیش سلطاں رکھ دیا

گفت تا ایں رقعہ را یابیدہ ام ۔ گنج نے و رنج بیحد دیدہ ام
اور کہا جب سے یہ رقعہ ہے ملا ۔ گنج کیسا رنج میں ہوں مبتلا

خود نشد یکحبہ آں گنج آشکار ۔ لیک پیچیدم بسے مانند مار
گنج تو بالکل نہیں ہے آشکار ۔ خود ہی پیچ و تاب میں ہوں مثل مار

رفت ماہی تا چنینم تلخ کام ۔ کہ زیانش سود ایں بر من حرام
اک مہینہ ہو چکا ہوں تلخ کام ۔ اس کا ہے سود و زیاں مجھ پر حرام

بوکہ بختت بر کند زیں کاں غطا ۔ اے شہ فیروز جنگ و دژ گشا
آپ کا اقبال شاید کھول دے ۔ اے شہ ذی جاہ پردہ[1] کاں کے

مدت شش ماہ و افزوں پادشاہ ۔ تیر مے انداخت و بر میکند چاہ
چھ مہینے بادشاہ کے حکم سے ۔ تیر پھینکے اور کنوئیں کھدتے رہے

ہر کجا سخت کمانے بود چست ۔ تیر مے انداخت ہر سو گنج جست
وہ کمانیں جن میں کتنی قوت کمال ۔ پھینکتی تھیں تیر بہر گنج مال

غیر تشویش و غم و طامات نے ۔ ہمچو عنقا نام فاش و ذات نے
رنج و غم سے کام تھا اور کچھ نہ تھا ۔ مثل عنقا نام تھا اور کچھ نہ تھا

چونکہ تعویق آمد اندر عرض و طول ۔ شاہ شد دل سیر ازاں گنج و ملول
جب ہوئی تاخیر اتنی رد تھا ۔ بادشہ کا گنج سے دل پھر گیا

[1] یعنی خزانے کی کان کے پردے ۔

جملہ صحرا از گزاں شہ چاہ کند
مے ندید از گنج او چنبر نشند

سارے جنگل میں کنوئیں کھودے جا بجا
تھا خزانے کا نہ لیکن کچھ پتا

پس طلب کرد آں فقیر دردمند
رقعہ را از خشم پیش او فگند

پھر کیا درویش کو شہ نے طلب
رقعہ واپس کر کے از راہ غضب

گفت گیر ایں رقعہ کش آثار نیست
تو بدیں اولیٰ تری کت کار نیست

بولا لے رقعہ ترا بیکار ہے
بس ترے لائق نرا یہ بیگار ہے

نیست ایں کار کسے کش ہست کار
گر بسوزد گل نگردد گرد خار

کام والوں کا نہیں ہرگز یہ کار
پھول جل کر بھی نہ بھٹکے گرد خار

نادر افتد اہل ایں ماخولیا
منتظر کہ روید از آہن گیا

کس کو ہوگا ایسا مالیخولیا
ایسے ہے جو منتظر ہو گھاس کا

سخت جانے باید ایں فن را چو تو
تو کہ جانے سخت داری ایں بجو

چاہئے اس کو بھی سا سخت جان
سخت جاں ہے تو لگا اس کا نشان

گر نیابی نبودت ہرگز ملال
ور بیابی تو ترا کردم حلال

گر نہ پایا تو نہ ہوگا کچھ ملال
اور جو مل جائے تو ہے تجھ پر حلال[1]

عقل راہ ناامیدی کے رود
عشق باشد کاں طرف بر سر دود

عقل راہ ناامیدی کب چلے
ہے یہ رستہ عشق ہی کے واسطے

لاابالی عشق باشد نے خرد
عقل آں جوید کزاں سودے برد

لاابالی عشق ہے دانش نہیں
عقل جویا سود کی ہے بالیقیں

ترکتازی تن گداز بے حیا
در بلا چوں سنگ زیر آسیا

باؤلا[2] اور تن گداز و بے حیا
پاٹ پر چکی کے جیسے ہے پڑا[3]

[1] یعنی میں تجھے اجازت دیتا ہوں تو اس خزانے کا مختار ہے۔ [2] یہ عشق کی تعریف ہے۔
[3] کہ جیسے پتھر رگڑے کھاتا ہے مگر اپنی جگہ سے نہیں ہلتا۔

کشتهٔ ذی کو شد از پیچ پشت	پس چه بندی یا درون خویش کشت
ہست بہ جس کا سہارا ہی نہیں	اپنے دل کو مارتا ہے با یقین
پاکبازی نہ جوید مزد او	آنچنانکہ پاک گیرد باز دہ
کیا مطلب ہے یہ غرض وہ جان پر	جان ملتی ہے خدا سے پاک تر
پیشۂ حق پیشہ اش بے علتے	پیشہ بازی بے علت سے
ہستی بے علت جو دیتا ہے خدا	ہے وہ بے علت ہی واپس سونپتا
کہ فتوت داد ان بے علت است	پاکبازی خارج از ہر ملت است
بے غرض ہو سکے جوانمردی یہی	پاکبازی کا نہیں مذہب کوئی
زانکہ ملت فضل جوید یا خلاص	پاکبازانند قربانان خاص
کیونکہ مذہب فضل ڈھونڈھے یا نجات	جانثار خاص ہے پاکوں کی ذات
نے خدا را امتحانے می‌کنند	نے در سود و زیانے می‌زنند
وہ جہاں میں ہے خدا کا امتحاں	پاکبازیں نہیں اُن کو غم سود و زیاں

گنجنامہ فقیر کو واپس ملنا

چونکہ رقعہ گنج پر آشوب را	شہ مسلم داشت آں مکروب را
جب وہ پُر آشوب رقعہ شاہ نے	کر دیا مخصوص اُس کے واسطے
گشت ایمن او ز خصمان و ز نیش	رفت و می‌پیچید در سودائے خویش
دشمنوں سے اپنے وہ فارغ ہوا	ہو کے رخصت اپنی دُھن میں لگ گیا
یار کرد او عشق درد اندیش را	کلب لیسد خویش ریش خویش را
یار آئی عشق درد اندیش کی	چاٹے کتا زخم اپنا آپ ہی
عشق را در پیچش خود یار نیست	محرمش در دہ یکے دیار نیست
کون ہے غمخوار عشق پیچ میں	راز داں اس کے نہیں اہل وطن

نیست از عاشق کسے دیوانہ تر ‌ ‌ ‌ عقل از سودای او کورست و کر

کوئی عاشق سے نہیں دیوانہ تر ‌ ‌ ‌ عقل ہے وحشت سے اس کی کور و کر

زانکہ این دیوانگی عام نیست ‌ ‌ ‌ طب را ارشاد این احکام نیست

ہاں نہیں دیوانگی سب کے لئے ‌ ‌ ‌ طب ہے عاجز عشق کے احکام سے

گر طبیبی را رسد زین گون جنون ‌ ‌ ‌ دفتر طب را فرو شوید بخون

ہوں طبیبوں کو جنوں تو کیا کریں ‌ ‌ ‌ دفتر طب خون سے دھو دیا کریں

طب جملہ عقلہا منقوش اوست ‌ ‌ ‌ روی جملہ دلبران روپوش اوست

طب و دانش اس کی سب سرکش یہاں ‌ ‌ ‌ آنکھ میں سارے دلربا روپوش یہاں

روی در روی خود آر ای عشق کیش ‌ ‌ ‌ نیست ای مفتون ترا جز خویش خویش

عشق والے! خود ہو اپنے رو برو ‌ ‌ ‌ کون ہے اپنا سوا اپنا سے تو

قبلہ از دل ساختہ آمد دعا ‌ ‌ ‌ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی

قبلہ دل کو کرکے اس نے کی دعا ‌ ‌ ‌ کوششیں ہی اجر ہیں انسان کا

پیش ازین کان پاسخ بشنیدہ بود ‌ ‌ ‌ سالہا اندر دعا پیچیدہ بود

اس سے پہلے جو نہ پایا تھا جواب ‌ ‌ ‌ کتنا [illegible] دعا میں پیچ و تاب

سینہ [illegible] بشکستہ [illegible] ‌ ‌ ‌ از کرم آواز پنہان سے شنید

[illegible] ‌ ‌ ‌ سنتا تھا پوشیدہ آواز کرم

چونکہ [illegible] ‌ ‌ ‌ [illegible]

[illegible] ‌ ‌ ‌ [illegible]

[illegible] ‌ ‌ ‌ [illegible]

[illegible] ‌ ‌ ‌ [illegible]

لہ العشق نار یحرق ما سوی المحبوب یعنی عشق ایک آگ ہے جو ما سوائے محبوب [illegible]
[illegible] تیری قدرت [illegible]

بے زباں گفتش امیدش تعال	از دلش بپرد آں عوت ملال
بے زباں امید کہتی تھی کہ چل	دل سے سارے رنج جاتے تھے نکل
آں کبوتر را کہ بام آموختہ است	تو مخواں میرانش کہ پر دوختہ است
وہ کبوتر جو ہے بام آموختہ[1]	چھوڑ دے اس کو کہ ہے پر دوختہ
اے ضیاء الحق حسام الدیں برانش	کز ملاقات تو بر رستہ است جانش
اے ضیاء الحق حسام الدین وہ اڑا	اس کو جس کی جان سے ملنا ترا
گر برانی مرغ جاں را از گزاف	ہم بگرد بام تو آرد طواف
مرغ جاں کو تو اڑائے گا اگر	کاٹے گا کوٹھے کا چکر لوٹ کر
چینہ و نقلش ہمہ بر بام تست	پر زناں بر اوج مست دام تست
دانہ کھاتا سب ہے تیرے بام پر	مست ہے تیرے ہی اوج دام پر
گر دمے منکر شود دزدانہ روح	در ادائے شکرت اے گنج فتوح
روح گر انکار اک لمحہ کرے	مثل چوروں کے ادائے شکر سے
شحنۂ عشق مکرر کینہ اش	طشت پر آتش نہد بر سینہ اش
عشق کا شحنہ ہے کینے سے بھرا	اس کے سینے پر رکھے طشت آگ کا
کہ بیا سوئے مہ و بگذر ز گرد	شاہ عشقت خواند زو تر باز گرد
اور کہے اس گرد سے چل سوئے ماہ	لوٹ چل تجھ کو بلاتا ہے وہ شاہ
گرد ایں بام و کبوتر خانۂ من	چوں کبوتر پر زنم مستانہ من
گرد اس بام اور کبوتر خانے کے	جوں کبوتر مست ہوں پرواز سے
جبرئیل عشقم و سدرہ ام توئی	من سقیمم عیسیٔ مریم توئی
عشق کا جبریل میں سدرہ ہے تو	ہوں ترا بیمار میں عیسیٰ ہے تو

[1] یعنی جسے یہ سکھا دیا گیا ہے کہ اڑا اور چھت پر جا بیٹھا۔ مراد کم ہمتوں سے ہے۔

جوش دہ آں بحر گوہر بار را	خوش بپرس امروز ایں بیمار را
جوش دے اس بحر گوہر بار کو	پوچھ لے آج اپنے اس بیمار کو
چوں تو آنِ او شدی بحر آنِ تست	گرچہ ایں دم نوبت بحرانِ تست
تو ہے دریا کا تو دریا ہے ترا	اس گھڑی گو وقت ہے بحران کا
ایں خود آں نالہ است کو کرد آشکار	زانچہ پنہانست یارب زینہار
جو ہوئی ظاہر یہ ہے صرف ایک آہ	جو ہے پنہاں اس سے خالق کی پناہ
دو دہاں داریم گویا ہمچو نے	یک دہاں پنہانست در لبہائے وے
ہیں مثال نے ہمارے دو دہاں	اک دہن ہے اس کے ہونٹوں میں نہاں
یک دہاں نالاں شدہ سوئے شما	ہائے ہوئے در فگندہ در ہوا
اک دہن نالاں ہے سوئے آسماں	شور ہا و ہو سے بھرتا ہے جہاں
لیک داند ہر کہ او را منظرست	کیں فغانِ ایں سری ہم زاں سرست
ہے بصیرت جس کو وہ ہے جانتا	اس دہن کی اس دہن سے ہے صدا
دمدمہ ایں نائے از دمہائے او	ہائے ہوئے روح از ہیہائے او
شور نائی سے نکلتے ہیں اس کے شور سے	اس کی ہا و ہو سے اندر روح کے
گر نبودے با لبش نے را سمر	نے جہاں را پر نکردے از شکر
اس کے ہونٹوں سے نہ مس کرتی اگر	نے سے یہ دنیا نہ ہوتی پر شکر
با کہ خفتی وز چہ پہلو خاستی	کہ چنیں پر جوش چوں دریاستی
سوئے کس کے ساتھ یوں اٹھا ہے تو	جوش میں جو صورت دریا ہے تو
تا ابیت عند ربی خواندی	در دلِ دریائے آتش اندری
جب ابیت عند ربی ہے کہا	آگ دی ہے دل میں دریا کے لگا

لہ حدیث شریف میں ہے کہ ابیت عند ربی فہو یطعمنی ویسقینی یعنی میں نے اپنی رات اپنے خدا کے ساتھ گذاری اور اس نے مجھے کھلایا پلایا۔

نعرهٔ یا نار کونی بارداً | عصمت جان تو گشت ای مقتدا
یہ صدا کہ آگ ٹھنڈی ہو ذرا | روح کی عصمت بنی ہے برملا

ای ضیاء الحق حسام الدین و دل | کی توان اندود خورشیدی بگل
اے ضیاء الحق حسام الدین بھلا | مٹی میں خورشید کیوں چھپنے لگا

قصد کردستند این گل پارها | کہ بپوشانند خورشید ترا
قصد ہے مٹی کے ٹکڑوں نے کیا | یہ چھپا لیں تیرے سورج کی ضیا

در دل کہ لعلہا دلال تست | باغہا از خندہ مالامال تست
لعل ہیں و لال کہ ہوں ہیں تیرے | باغ مالا مال ہنسنے سے ہوئے

محرم مردیت را کو رستمی | تا ز صد خرمن یکی جو گفتمی
تیری مردی کا نہیں محرم کوئی | کیا کہوں ملتا نہیں رستم کوئی

چون بخواہم کز سرت آہی کنم | چون علی سر را فرو چاہی کنم
آہ کرنی چاہوں تیرے بھید [illegible] | سر کنوئیں میں ڈال دوں مثل علی[1]

چونکہ اخوان را دل کینہ ورست | یوسفم را قعر چہ اولیترست
سینہ جب دل لوگوں کا ہے کینہ خواہ | ہے مرے یوسف کو بہتر قعر چاہ

مست گشتم خویش بر غوغا زنم | چہ چہ باشد خیمہ بر صحرا زنم
مست ہو لیں چاہیے غوغا کروں | چاہ کیا جنگل میں خیمہ گاڑ دوں

بر کف من نہ شراب آتشین | وانگہ آن کر و فر مستانہ بین
ہاتھ پر رکھ دے شراب آتشیں | کر و فر پھر دیکھ مستی کا یہیں

منتظر گو باش بی گنج آن فقیر | زانکہ ما غرقیم این دم در عصیر
کہہ دو اس درویش سے ٹھہرا رہے | ہم نشۂ الست میں ہیں ڈوبے ہوئے

[1] منقول ہے کہ حضرت علیؓ [illegible] اسرار حقیقت چھپا نہ سکتے تھے اور کسی کو محرم راز نہ پاتے تھے تو کنوئیں میں سر [illegible] کہہ دیا کرتے تھے [illegible]

از خدا خواہ اے فقیر این دم پناہ | از من غرقہ شدی چیزے مخواہ

مانگ اے درویش خالق سے پناہ | اور مجھ ڈوبے ہوئے سے کچھ نہ چاہ

کہ مرا پرواے آں استاد نیست | از خود و از ریش خویشم یاد نیست

اب نہیں استاد کی پروا مجھے | اپنی ڈاڑھی کو بھی ہوں بھولے ہوئے

باد و سبلت کے بگنجد آب رو | در شرابے کہ نگنجد تار مو

کیا سمائے مونچھ، ڈاڑھی، آبرو | جب نہیں گنجائش یک تار مو

در دہ اے ساقی یکے رطل گراں | خواجہ را از ریش و سبلت وا رہاں

ساقیا دے جام صہبائے گراں | خواجہ کو دے ڈاڑھی مونچھوں سے اماں

نخوتش بر ما سبالے می زند | لیک ریش از رشک ما ہم می کند

مونچھوں پر وہ تاؤ دیتا ہے ویسے | نوچتا ہے اپنی ڈاڑھی رشک سے

مات او شو مات او شو مات او | کہ ہمی دانم تزویرات او

مات ہو اُس کو بنا پیادے مات ہو | جانتا ہوں اُس کے میں ہر مکر کو

از پس صد سال آنچہ آید بروے | پیر می بیند معین مو بمو

سو برس کے بعد جو دے گا دکھا | پیر پہلے آج ہی وہ آشنا

اندر آئینہ چہ بیند مرد عام | کہ نہ بیند پیر اندر خشت خام

دیکھتا ہے جو کچھ آئینہ نگر | پیر کو وہ اینٹ میں آئے نظر

آنچہ لحیانی بخانہ خود ندید | ہست بر کوسہ یکایک آں پدید

ڈاڑھی والے پر جو ہے گھر میں نہاں | ہے وہ اک بے ریش پر سب یکدم عیاں

رو بدریائے کہ ماہی زادۂ | ہمچو خس در ریش چون افتادۂ

سر بہ دریا ہو کہ ماہی زادہ ہے | ریش میں کیوں مثل خس افتادہ ہے

خس نۂ دور از تو رشک گوہری | در میان موج بحر اولیٰ تری

خس نہیں تو کہ ہیں سب موتی خجل | ہے مناسب موج دریا میں رہے

بحر وحدانیست جفت و زوج نیست ‌ ‌ گوہر و ماہیش غیر موج نیست

بحر وحدت میں نہیں ہے جفت و زوج ‌ ‌ اس کا گوہر اور ماہی صرف موج

اے محال و اے محال اشراک او ‌ ‌ دور از آں دریا و موج پاک او

شرک تیرا اس میں مل سکتا نہیں ‌ ‌ تو نہ جا موج اور دریا کے قریں

نیست اندر بحر شرک و پیچ پیچ ‌ ‌ لیک با احول چہ گویم ہیچ ہیچ

بحر میں کیا شرک اور کیسا پیچ و خم ‌ ‌ کیا بتائیں لیکن اک بھینگے کو ہم

چونکہ جفت احولانیم اے شمن ‌ ‌ لازم آید مشرکانہ دم زدن

کام بھینگوں سے پڑا ہے دو بدو ‌ ‌ لازمی ہے مشرکانہ گفتگو

آں یکے زاں سوے وصف ست و خیال ‌ ‌ جز دوی ناید بمیدان مقال

ہے یکی بالاتر از وصف و خیال ‌ ‌ بے دوئی پھر سمجھے کیونکر مقال

یا چو احول ایں دوی را نوش کن ‌ ‌ یا دہاں بر دوز و لب خاموش کن

مثل احول یا دوئی کو نوش کر ‌ ‌ یا زبان و لب کو تو خاموش کر

یا بنوبت گہ سکوت و گہ کلام ‌ ‌ احولانہ طبل میزن والسلام

یا کبھی چپ ہو کبھی کر لے کلام ‌ ‌ طبل زن ہو مثل احول والسلام

چوں ببینی محرمے گو سرِّ جاں ‌ ‌ گل ببینی نعرہ زن چوں بلبلاں

بھید کہہ دے، ہو کوئی محرم اگر ‌ ‌ گل جو دیکھے مثل بلبل نعرہ کر

چوں ببینی مشک پر مکر و مجاز ‌ ‌ لب ببند و خویش را چوں خنب ساز

مشک سا جب مکر کا دیکھے تو جوش ‌ ‌ لب بند ہی کہ مثل خم ہو جا خموش

دشمن آبست پیش او مجنب ‌ ‌ ورنہ سنگ جہل او بشکست خنب

وہ ہے دشمن ہل نہ اس کے سامنے ‌ ‌ ورنہ خم لوٹے گا سنگ جہل سے

سلہ یعنی وحدانیت ۔

با سیاستہائے جاہل صبر کن / خوش مدارا کن بعقل من لدن

صبر کر جاہل کی ہر تنبیہ پر / کر مدارا عقل سے جو ہے پسر

صبر با نااہل اہلاں را جلیست / صبر صافی میکند ہر جا دلیست

صبر نااہلوں سے اہلوں کی جلا / صبر سے ملتی ہے ہر دل کو صفا

آتش نمرود ابراہیم را / صفوت آئینہ آمد در جلا

آتش نمرود سے قال و قیل / مثل آئینہ جلا پائیں خلیل

صبر با نامرد بہ باید مرد حق / تا چو نیکاں بر شد بالا سبق

صبر نامردوں سے مرد حق کرے / مثل نیکاں تا وہ بالا تر رہے

جور و کفر نوحیان و صبر نوح / نوح را شد صیقل مرآت روح

نوحیوں کا ظلم اس پر صبر نوح / نوح کی اس سے ہوئی چمکی نور روح

ایک درویش کا شیخ ابوالحسن خرقانی کی زیارت کو آنا

رفت درویشے ز شہر طالقان / بہر صیت بوالحسن تا خارقان

چھوڑ کر اک مرد شہر طالقاں / بوالحسن سے ملنے آیا خارقاں[1]

کوہہا ببرید و وادی دراز / بہر دید شیخ با صدق و نیاز

کر کے طے لمبے پہاڑ اور وادیاں / آیا سوئے شیخ با صدق نیاز

آنچہ از رہ دید از جور و ستم / گرچہ در خورد است کوتہ میکنم

راستے میں جو اٹھائیں سختیاں / چھوڑتا ہوں گو ہیں شایان بیاں

چوں بمقصد آمد از رہ آں جوان / خانۂ آں شاہ را جست او نشان

جب وہ پہنچا منزل مقصود پر / ڈھونڈا اس شاہ فلک ایواں کا گھر

[1] خارقان یا خرقان بسطام کی حدود میں ایک گاؤں ہے۔

چون بصد حرمت بزد حلقهٔ درش
زن برون کرد از در روزن سرش

باادب کنڈی بجائی بے سخن
جھانکا گھر روزن سے بولی ایک زن

کہ چہ میخواہی بگو اے بوالکرام
گفت کز بہر زیارت آمدم

اے مسافر کہہ تجھے کیا چاہیئے
بولا آیا ہوں زیارت کے لئے

خندہ زد او کہ خہ خہ ریش بین
این سفرگیری و این تشویش بین

بولی عورت واہ اے درویش واہ
یہ وطن اور ایسا سفر درپیش واہ

خود ترا کارے نبود آن جایگاہ
تا بہ بیہودہ کنی تو عزم راہ

اپنے گھر شاید کہ تھا تو نالتو
جو چلا آیا یہاں بیکار تو

اشتہائے گول گردی آمدت
یا ملولی وطن غالب شدت

کیا سر آوارہ گردی تھا تجھے
یا وطن سے کوئی غم پہنچا تجھے

گفت نافرجام وفحش و دمدمہ
من نتانم باز گفتن آن ہمہ

فحش اور مکروہ باتیں اس نے کہیں
میں کروں تکرار یہ ممکن نہیں

از مثل وز ریشخند بے حساب
آن مرید افتاد در غم و اضطراب

جب کیا اس نے تمسخر بے حساب
معتقد غم سے پڑا اضطراب

مرید کا پوچھنا کہ شیخ کہاں ہے

اشکش از دیدہ بجست و گفت او
با ہمہ آن شاہ و آن سلطان کو

رو کے پھر پوچھا کہ یہ تو کر بیاں
باوجود اس کے وہ سلطاں ہیں کہاں؟

گفت آن سالوس زراق تہی
دام گولان و کمند گمرہی

بولی عورت وہ ریاکار آدمی
احمقوں کا جال دام گمرہی

صد ہزاران خام ریشان ہمچو تو
اوفتادہ از وے اندر صد عتو

لاکھوں کچے بے عقل تیری طرح سے
اس کے ہاتھوں گمراہی میں ہیں پڑے

گر نہ بیندش و سلامت وا روی	خیر تو باشد نگردی رد و غوی
وہ ملے اس سے جو واپس جائے تو	تو نجات اس گمراہی سے پائے تو
لاف کیشی کاسہ لیسی طبل خوار	بانگِ طبلش رفتہ اطرافِ دیار
وہ ہے جھوٹا، پیٹ بھر بسیار خوار	شہروں شہروں ہے وہ بدنام اور خوار
سبطیاں ایں قوم گوسالہ پرست	بر چنیں گاوے ہمے مالیدہ دست
ہے یہ سبطی قوم گوسالہ پرست	ایک بچھڑے کے لئے ہیں یہ سب مست
جیفۃ اللیل ست و بطال النہار	ہر کہ او شد غرّہ ایں طبل خوار
رات کے مُردار، دن کے یاوہ گو	ہیں وہ سب، اس پہ مٹے رہتے ہیں جو
ہشتہ اند ایں قوم صد علم و کمال	مکر و تزویرے گرفتہ کایں ست حال
چھوڑ کر یہ لوگ سب علم و کمال	مکر پیشہ ہو گئے ہیں سب یہ حال
آلِ موسیٰؑ کو در ایشاں تا کنوں	عابدانِ عجل را ریزند خون
آلِ موسےٰ اب کہاں ہے وہ ہیں	قتل گوسالہ پرستوں کو کریں
کو رہِ پیغمبرؐ و اصحاب او	کو نماز و سبحہ و آداب او
سنتِ پیغمبرؐ و اصحاب کیا	اب کہاں روزہ نماز، آداب کیا
شرع و تقویٰ را فگندہ سوئے پشت	کو عمرؓ کو امر معروف و درشت
شرع و تقویٰ سے گئے ہیں یہ گذر	حکم دیں شرعی کہاں ہیں اب عمرؓ
کایں اباحت زیں جماعت فاش شد	رخصتِ ہر مفلس قلاش شد
بدعت ان لوگوں نے بالکل فاش کی	چھوٹ ہے ہر مفلس و قلاش کی

عورت کو مرید کا جواب دینا

بانگ زد بر وے جوان و گفت بس	روزِ روشن از کجا آمد عسس[1]
وہ جوان للکار کر بولا کہ بس!	روزِ روشن میں ہے کیا کارِ عسس

[1] کوتوال یا چوکیدار جو رات کے وقت نگہبانی کے لئے گشت لگایا کرتے ہیں۔

نور مردان مشرق و مغرب گرفت	آسمانہا سجدہ کردند از شگفت
ہے جہاں بھر نوراں کے نور سے	آسمانوں نے انہیں سجدے کیے
آفتاب حق برآمد از حمل	زیر چادر رفت خورشید از خجل
نکلا تجلی سے جو خورشید ہمارا	زیر چادر شرم سے سورج چھپا
ترہات چون تو ابلیسی مرا	کے بگرداند ز خاک این سرا
تجھ سی شیطان کی یہ بیہودگی	خاک ذرے پھیر سکتی ہے کوئی
من بیادی نامدم ہمچون سحاب	تا بگردی باز گردم زین جناب
میں نہیں بادل ہوا کا جان لے	چھوڑ دوں اس در کو خوف کر دیئے
تجلی با آن نور شد قبلہ کرم	قبلہ ہے آں نور شد کفر و صنم
پھر اس کے نور سے قبلہ بنا	قبلہ ہے اس نور کے منہ مدد ہوا
ہست باختہ کز ہوا آمد ضلال	ہست باختہ کز خدا آمد کمال
جو ہو بدعت پر ہوس وہ ہے ضلال	ہو خدا کی سمت سے تو ہے کمال
کفر ایمان گشت و دیو اسلام یافت	آن طرف کان نور بے اندازہ تافت
پیر سلم سے کفر ایماں ہو گیا	نور جس جانب درخشاں ہو گیا
مظہر عشق است و محبوب حق	از ہمہ کروبیان بردہ سبق
حق کا ہے محبوب مظہر عشق کا	جو فرشتوں پہ ہے سبقت لے گیا
سجدہ آدم را بیان سبق اوست	سجدہ آرد مغز را پیوستہ پوست
سجدہ آدم سے سبقت ہے عیاں	مغز کو ہے پوست ہی سجدہ کناں
شمع حق را پف کنی تو اے عجوز	ہم تو سوزی ہم سرت اے گندہ پوز
شمع حق کو پھونک سے بڑھیا نہ مار	تو جلے گی اور ترا سر ہو فگار
کے شود دریا ز پوز سگ نجس	کے شود خورشید از پف منطمس
ناپاک ہوتا ہے کتے سے دریا کہیں	پھونک سے خورشید بجھ سکتا نہیں

سلہ گمراہی

حکم بر ظاہر اگر ہم میکنی　　چیست ظاہر تو بگو زیں روشنی
حکم ظاہر پر اگر ہے یہ ترا　　روشنی سے کیا ہے ظاہر یہ بتا

جملہ ظاہرہا بہ پیش ایں ظہور　　باشد اندر غایت نقص و قصور
اس ظہور پاک سے ظاہر تمام　　ہیں قصور و نقص میں اے بے لگام

ہر کہ بر شمع خدا آرد پفو　　شمع کے میرد بسوزد پوز او
شمع حق کو پھونکتا ہے جو کوئی　　شمع کب بجھتی ہے بجھتا ہے وہی

چوں تو خفاشاں بسے بینند خواب　　کایں جہاں ماند یتیم از آفتاب
دیکھتی ہے تجھ سی چمگادڑ یہ خواب　　اب نہیں دنیا میں باقی آفتاب

موجہائے تیز دریاہائے روح　　ہست صد چنداں کہ بد طوفان نوح
روح کے دریا کی موجیں جان لے　　سو گنی ہیں نوحؑ کے طوفان سے

لیک اندر چشم کنعاں موے رست　　نوح و کشتی را بہشت و کوہ جست
بال لیکن چشم کنعاں[1] میں پڑا　　نوحؑ کو چھوڑا پہاڑوں پر چڑھا

کوہ و کنعاں را فرو برد آں زماں　　نیم موجے تا بقعر امتہاں
کوہ اور کنعان کو نیچے لے گئی　　ایک آدھی موج کو یوں خواری ملی

مہ فشاند نور و سگ عو عو کند　　ہر کسے بر خلقت خود مے تند
چاند چمکے اور سگ بھوں بھوں کرے　　اپنی فطرت پر ہیں سب مجبور سے

شب رواں و ہمرہاں مہ بتگ　　ترک رفتن کے کنند از بانگ سگ
چلنے والے رات کے ہمراہ ماہ　　خوف سگ سے کیوں کریں گے ترک راہ

جزو سوئے کل رواں مانند تیر　　کے کند وقف از پئے ہر گندہ پیر
کل کی جانب جزو رہتا ہے رواں　　کب ٹھہرتا ہے تر سے کہنے سے ہاں

[1] حضرت نوح علیہ السلام کے گمراہ بیٹے کا نام ؛

جان شرع و جان تقوی عارفیست　　معرفت محصول زہد سالفست

جانِ تقوی عارف مقبول ہے　　معرفت تو زہد کا محصول ہے

زہد اندر کاشتن کوشیدنست　　معرفت آں کشت را روئیدنست

زہد کیا ہے کھیت بونا بر ملا　　معرفت گویا ہے اُگنا کھیت کا

پس چو تن باشد جہاد و اعتقاد　　جان این کشتن نباتست و حصاد

کہ جہاد و اعتقاد اس جسم کو　　جان کھیتی کا ٹنا ہے جان کو

امر معروف او و ہم معروف اوست　　کاشف اسرار و ہم مکشوف اوست

امرِ معروف اُس کو کہہ معروف بھی　　کاشفِ اسرار بھی مکشوف بھی

شاہ امروزینہ و فردائے ماست[1]　　پوست بندہ مغز نغزش را بہاست

ہے وُہی تو آج کا اور کل کا شاہ　　پوست بندہ مغز ہے وہ خیر خواہ

چوں انا الحق گفت شیخ و پیش برد　　پس گلوی جملہ کوراں را فشرد

شیخ[2] انا الحق کہہ کے سبقت لیگئے　　اور دبا گئے سارے اندھوں کے گلے

چوں انائے بندہ شد لا از وجود　　پس چہ ماند ایں بیندیش اے عنود

جب انانیت نہ بندے میں رہی　　کیا رہا باقی ذرا کر غور بھی!

گر ترا چشمیست بکشا در نگر　　بعد لا آخر چہ مے ماند دگر

ہیں اگر آنکھیں تو اس پر غور کر　　بعد لا باقی رہا کیا ہے خبر

اے بریدہ آں لب و حلق و دہاں　　کہ کند تف سوئے ماہ آسماں

اس کے کٹ جائیں لب و حلق و دہاں　　جو کہ تھوکے سمت ماہِ آسماں

سوئے گردوں تف نیاید مسلکے　　تف برویش باز گردد بیشکے

تھوک پہنچے آسماں پر کب بھلا　　منہ پر آپڑتا ہے تھوکا چرخ کا

[1] یعنی آج دنیا میں اور کل قیامت میں ؛

[2] شیخ منصور بن حلاج کی طرف اشارہ ہے ؛

تا قیامت لعنت بر وے بارد ز رب — ہمچو تبت بر روان بولہب

لعنت اُس پر حشر تک برسائے رب — جیسے تبت[1] ہے برائے بولہب

طبل و رایت ہست ملک شہریار — سگ کسے کہ خواند او را طبل خوار

ہیں علم اور ڈھول، ہر شہریار — وہ ہے سگ۔ ان کو کہے جو طبل خوار

آسمانہا بندۂ ماہ وے اند — شرق و غرب چرخ نانخواہ وے اند

آسماں ہیں بندگانِ بارگاہ — مشرق و مغرب ہیں اُن سے رزق خواہ

زانکہ لولاک ست بر توقیع او — جملہ در انعام توزیع او

کیونکہ ہے لولاک[2] انہی کا اک خطاب — ہیں سبھی اُن کے کرم سے فیض یاب

گر نبودے او نیابیدے فلک — گردش و نور و مکان جائے ملک

گر نہ ہوتے وہ۔ تو کیوں پاتے فلک — گردش و نور اور ایوان ملک

گر نبودے او نیابیدے بحار — ہیبت ماہی و دُرِ شاہوار

گر نہ ہوتے وہ۔ تو کیوں پاتے بحار[3] — مچھلیاں اور ایسے گوہر شاہوار

گر نبودے او نیابیدے زمین — از درونہ گنج و بیروں یاسمین

گر نہ ہوتے وہ، نہ پاتی یہ زمین — اپنے دل میں گنج۔ باہر یاسمین

گر نبودے او نیابیدے جبال — زر و لعل و مومیائی بے سوال

گر نہ ہوتے وہ، نہ پاتے یہ جبال — لعل و زر اور مومیائی بے سوال

گر نبودے او نیابیدے جہاں — بے تقاضا رزقہائے بیکراں

گر نہ ہوتے وہ، تو کب پاتا جہاں — بے تقاضے کے یہ رزق بیکراں

رزقہا ہم رزق خواران وے اند — میوہ ہا لب خشک باران وے اند

رزق بھی سب ہیں انہیں کے رزق خوار — میووں کو اُس ابر کا ہے انتظار

[1] سورۂ تبت یدا ابی لہب کی طرف اشارہ ہے ۱۲ [2] یعنی لولاک لما خلقت الافلاک اگر تو نہ ہوتا۔ تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا ۱۲ [3] بحر کی جمع۔ سمندر ۔

ہیں کہ معکوس ست در امر این گرہ   صدقہ بخش خویش را صدقہ بدہ

دیکھ پیچیدہ ہے مذہب میں یہ بات   لینے والے کو ہے دی جاتی زکات

از فقیر ستت ہمہ زر و حریر   ہیں زکاتے دہ غنی را اے فقیر

زر فقیروں سے ملا ہے اور لباس   دے غنی کو تو زکوٰۃ اے حق شناس

چوں تو ننگے جفت آں مقبول روح   چوں عیال کافر اندر عقد نوحؑ

تجھ سی بیوی ہے جیا وہ پاک روح   کافرہ ہے جس طرح تھا عقد نوحؑ

گر نبودی نسبت تو زیں سرا   پارہ پارہ کردمے این دم ترا

نسبت اس گھر سے نہ تجھ کو ہوتی اگر   ٹکڑے کر کے پھینک دیتا بے خطر

دادمے این نوح را از تو خلاص   تا مشرف گشتمے من در قصاص

دیتا میں اس نوح کو تجھ سے خلاص   اور رہا حاصل کرتا اعزاز قصاص

ہیک با خانہ شہنشاہ زمن   این چنیں گستاخیے ناید ز من

ہے مگر یہ گھر بڑے سلطان کا   ایسی گستاخی نہیں مجھ کو روا

رو دعا کن کہ سگ این موطنی   ورنہ این دم کردمے من کردنی

شکر کر کتیا ہے اس دربار کی   ورنہ جو کرنا تھا میں کرتا وہی

شیخ کے گھر سے مرید کا واپس ہونا

بعد ازاں پرساں شد او از ہر کسے   شیخ را مے جست از ہر سو بسے

بعد ازاں دریافت ہر اک سے کیا   جستجوئے شیخ میں تھا مبتلا

پس کسے گفتش کہ آں قطب نزار   رفت تا ہیزم کشد از کوہسار

دی کسی نے یہ خبر وہ نامدار   لکڑیاں لینے گئے ہیں کوہسار

۱؎ اب پھر اس عورت سے درویش کا خطاب شروع ہوتا ہے۔

آں مریدِ ذوالفقار آبش گفت	در ہوائے شیخ سوئے بیشہ رفت
تیسرے قصہ میں مرید باصفا	شیخ کی خواہش میں جنگل کو چلا
دیو ہمے آورد پیشِ ہوش مرد	وسوسہ تا خفیہ گردد مہ ز گرد
ڈالتا تھا دل میں شیطان وسوسے	تا چھپا دے چاند کو اس گرد سے
کاینچنیں زن را چرا آں شیخ دیں	دارد اندر خانہ یار و ہمنشیں
سوچتا تھا ایسی عورت شیخ دیں	گھر میں کیوں رکھتے ہیں اپنی ہمنشیں
ضد را با ضد ایناس از کجا	با امام الناس نسناس از کجا
ضد کو ضد سے ربط کیونکر ہو سکے	ساتھ ہی نسناس[1] امام الناس کے
باز او لاحول می‌گفت آتشیں	کاعتراض من برو کفر ست و کیں
پڑھ کے پھر لاحول کہتا با خدا	کفر ہے یہ اعتراض ان پر مرا
من کہ باشم با قضائے حق	کہ برآرد نفس من اشکال دق
باوجود حکم حق میں کون ہوں	نفس سے جو اعتراض ان پر کروں
باز نفسش حملہ آورد زود	زیں تعرض با دلش چوں کاہ دود
نفس پھر کرتا تھا حملہ بیشتر	تھا پریشاں تعرض سر بسر
کہ چہ نسبت دیو را با جبرئیل	کہ بود با او بصحبت ہم سبیل
کیا تعلق دیو سے جبریل کو	اس کی صحبت میں وہ کیوں یکجا ہو
چوں تواند ساخت با آزر خلیل	چوں تواند ساخت با رہزن دلیل
ساتھ آذر کے رہیں کیونکر خلیل[2]	رہبر و رہزن میں ہو کیونکر سبیل

[1] ایک قسم کا حیوان جو نصف آدمی کی شکل کا ہوتا ہے۔ اور اس کے ایک ہاتھ۔ ایک پاؤں۔ ایک کان اور ایک آنکھ ہوتی ہے۔

مرید کا شیخ کو شیر پر سوار دیکھنا

اندریں بود او کہ شیخ نامدار	شد پدید از دور بر شیرے سوار
وہ اسی میں تھا کہ شیخ نامدار	شیر پر اس کو نظر آئے سوار
شیر غرّاں ہیزمش را میکشید	بر سر ہیزم نشستہ آں سعید
شیر اُن کی لکڑیاں تھا کھینچتا	لکڑیوں پر تھے وہ بیٹھے باصفا
تازیانہ اش مار بود از شرف	مار را بگرفت چوں خرزن بکف
اور کوڑا سانپ کا تھا ہاتھ میں	سانپ گویا تازیانہ تھا ہم نہیں
تو یقیں میداں کہ ہر شیخے کہ ہست	ہم سواری میکند بر شیر مست
کہ یقیں جتنے ہیں شیخ نامدار	شیر پر ہوتے ہیں وہ اکثر سوار
گرچہ آں محسوس و ایں محسوس نیست	لیک آں بر چشم جاں ملبوس نیست
نہیں محسوس وہ محسوس ہے	چشم جاں لیکن کہاں مایوس ہے
صد ہزاراں شیر زیر ران شاں	پیش دیدۂ غیب بیں ہیزم کشاں
زیر راں اُن کے ہیں لاکھوں شیر نر	لکڑیوں پر سب کو آتے ہیں نظر
لیک یک یک را خدا محسوس کرد	تا ببیند نیز او کہ نیست مرد
حق نے پر اک واقعہ ظاہر کیا	وہ بھی دیکھے جو نہیں مردِ خدا
دیدش از دور و بخندید آں خدیو	گفت آں را مشنو اے مفتون دیو
دیکھ کر اس کو ہنسے وہ متقی	اور کہا باتیں نہ سن تو نفس کی
از ضمیر او بدانست آں جلیل	ہم ز نور دل بلی نعم الدلیل
شیخ نے اُس کا ضمیر آخر پڑھا	نور دل سے تھا جو بہتر رہنما
خواند بر وے یک بیک آں ذوفنون	آنچہ در رہ رفت بر وے تاکنوں
پھر وہ ساری کھول دیں کیفیتیں	اُن پہ جو گذری تھیں اب تک راہ میں

بعد ازاں در مشکلِ انکارِ زن | بر گشاد آں خوش سرایندہ دہن

مشکلِ انکارِ عورت بعد ازاں | کی زبانِ خوش بیاں سے یوں بیاں

کاں تحمل از ہوائے نفس نیست | آں خیالِ نفسِ تست اینجا مایست

ہے نہ یہ برداشت جو ہے نفس سے | یہ تو نفسانی تخیل ہیں ترے

گر نہ صبرم میکشیدے بارِ زن | کے کشیدے شیرِ نر بیگارِ من

بارِ عورت میں نہ گر یوں کھینچتا | شیر میری لکڑیاں کیوں کھینچتا

اشترانِ بختیم اندر سبق | مست و بیخود زیرِ محملہائے حق

جا چکے ہیں سب مرے ہوش و حواس | مست ہو کر محملِ خالق کے پاس

من نیم در امر و فرماں نیم خام | تا بیندیشم من از تشنیعِ عام

ہوں نہیں احکام میں خالق کے خام | جو کروں اندیشۂ طعنِ عوام

عام ما و خاص ما فرمانِ اوست | جانِ ما بر رو دواں جویانِ اوست

ہیں اُسی کا حکم اپنے خاص و عام | روح کو ہے جستجو اُس کی مدام

دورم از تحسین و تشویقِ[1] ہمہ | فارغ از تکذیب و تصدیقِ ہمہ

دور ہوں تحسین اور تشویق سے | فارغ اُس تکذیب اور تصدیق سے

فردی و جفتی ما نہ از ہواست | جانِ ما چوں مہرہ در دستِ خداست

فردی و جفتی ہوس سے کچھ نہیں | ہے خدا کے ہاتھ میں جانِ حزیں

بارِ آں ابلہ کشیم و صد چو او | نے ز عشقِ رنگ نے سودائے بو

بار اُٹھاؤں ایسی سو عورات کا | رنگ و بو کا لیکن اس میں کام کیا

ایں قدر خود درسِ شاگرداں ماست | کر و فرِ ملحمۂ ما تا کجاست

درس شاگردوں کا بس ہے اس قدر | اب رہا اس رزمگہ کا کر و فر

؎ شوق دلانا ہے

تا کجا آنجا کہ جا را راہ نیست ۔۔۔ جز سنا برق مہ اللہ نیست

وہ وہاں تک ہے جہاں پا بھی نہیں ۔۔۔ روشن اک تجلی وہاں ہے بالیقیں!

از ہمہ اوہام و تصویرات دور ۔۔۔ نور نور نور نور نور نور

وہ ہمہ سے اور تصور سے بھی دور ۔۔۔ نور مطلق نور یکسر نور نور

بہر تو زاں پست کردم گفتگو ۔۔۔ تا بسازی با رفیق زشت خو

پست ہے تیرے لئے یہ گفتگو ۔۔۔ تا نبا سکے ہو جو ساتھی زشت خو

تا کنی خنداں و خوش با ہر حرج ۔۔۔ از پی الصبر مفتاح الفرج

تاکہ خوش ہو کر سہے ہر ایک بات ۔۔۔ صبر ہے یعنی کلید مشکلات

چوں بسازی با خسی ایں خساں ۔۔۔ گردی اندر نور سنت ہا رساں

تو کمینوں سے نباہے گا اگر ۔۔۔ نور سنت تجھ میں ہوگا جلوہ گر

کانبیا رنج خساں بس دیدہ اند ۔۔۔ از چنیں ماراں بسے پیچیدہ اند

انبیا نے رنج دیکھے ہیں بہت ۔۔۔ سانپ یہ ان کے بھی لپٹے ہیں بہت

چوں مراد و حکم یزدان غفور ۔۔۔ بود در قدمت تجلی و ظہور

حسب منشائے خداوند غفور ۔۔۔ ہر قدم پر تھا تجلی کا ظہور

بے ز ضدے ضد را نتواں نمود ۔۔۔ واں شہ بے مثل را ضدی نبود

ضد سے ہو سکتا ہے اک ضد کا یقیں ۔۔۔ اس شہ بے مثل کی ضد ہی نہیں

آیہ انی جاعل فی الارض خلیفہ[1] کی حکمت

پس خلیفہ ساخت صاحب سینہ ۔۔۔ تا بود شاہیش را آئینہ

جب خلیفہ صاحب دل کو کیا! ۔۔۔ تو ہے شاہی کا اس کی آئینہ

[1] یعنی میں زمین میں خلیفہ مقرر کرنا چاہتا ہوں ؛

پس صفاتی بی‌حد و دش را داد او — وانگه از ظلمت ضدش بنهاد او
پھر صفاتی اسکو بخشی اس قدر — ضد یہ ظلمت جو کہ ہوگی سر بسر

دو علم افراشت اسپید و سیاه — آن یکی آدم دگر ابلیس راه
دو علم تھے اک سفید اور اک سیاہ — ایک آدمؑ دوسرا ابلیس راہ

در میان آن دو لشکرگاه زفت — چالش و پیکار آنچه رفت رفت
دو محاذ جنگ تھے بے درنگ — پھر جو ہونی تھی۔ ہوئی آپس میں جنگ

همچنین دور دوم هابیل بود — ضد نور پاک او قابیل بود
دورِ ثانی دور تھا ہابیل کا — ضد انہیں کے نور کی قابیل تھا

همچنین این دو علم از عدل و جور — تا بنمرود آمد اندر دور دور
دو علم عدل و ستم سے بعد ہم — تا بہ نمرود آئے بعد یک دگر

ضد ابراهیم گشت و خصم او — وان دو لشکر کین گزار و جنگجو
ضدِ ابراہیمؑ ہو کر دو بدو — پھر ہوئے یہ دونوں لشکر جنگجو

چون درازی جنگ آمد ناخوشش — فیصل آن هر دو آمد آتشش
طول جب اس جنگ کو ہونے لگا — آگ نے جھگڑا چکایا دونوں کا

پس حکم کرد آتشی را او نگر — تا شود حل مشکل آن دو نفر
ترجیح اس نے آگ کو آخر کیا — تا کہ ہو دونوں کا آسان فیصلا

دور دور و قرن قرن این فریق — تا بموسی و بفرعون غریق
پھر صدی بعد صدی دونوں فریق — پہنچے تا موسیٰ و فرعون غریق

سالها اندر میان شان حرب بود — چون ز حد رفت و ملالت می‌فزود
ان میں برسوں تک رہی جنگ و جدال — اور جب حد سے بڑھا اس کا ملال

آب دریا را حکم سازید حق — تا کہ ماند که برد زین دو سبق
تو حکم پانی کو خالق نے کیا — تا کہ غالب ایک پر ہو دوسرا

تاکہ فرعون و اٰیاں فرعونیاں — آبِ دریا غرق شان کرد آں زماں
پھر وہ فرعون اور فرعونی تمام — غرق دریا ہو گئے سب لا کلام

اینچنیں تا دورِ عہدِ مصطفیٰ — با ابو جہل آں سپہدارِ جفا
آ گیا آخر کو دورِ مصطفیٰؐ — تھا ابو جہل اُن کا دشمن پُر جفا

ہم نگر سازید از بہر ثمود — صیحۂ کہ جان شاں را در ربود
تھا ثمود یوں پہ قہرِ دردناک — ہو گئے اک چیخ سے وہ سب ہلاک

ہم نگر سازید بہر قومِ عاد — زود خیزے تیز رو یعنی کہ باد
تھی عذاب آلود قومِ عاد بھی — جان لیوا اک ہوائے تیز تھی

ہم نگر سازید بر قاروں ز کیں — تا فرو بردش چو اژدر ہا زمیں
قہر قارون پر یہ تھا از راہِ کیں — مثلِ اژدر کھا گئی اس کو زمیں

تا حلیمی زمیں شد جملہ قہر — برد قاروں را و گنجش را بقہر
قہر تھی آخر حلیمی خاک کی — گنج قاروں بھی دھنسا، قاروں بھی

لقمہ را کہ ستونِ ایں تن است — دفعِ تیغِ جوعِ ناں چوں جوشن است
ہے ستونِ تن جو لقمہ اے پسر — بھوک کی تلوار کو جو ہے سپر

چونکہ حق قہری نہد در نانِ تو — چوں خناق آں ناں بگیرد در گلو
قہر اگر اس پر خدا نازل کرے — حلق میں مثلِ خناق اٹکے ترے

ایں لباسے کہ ز سرما شد مجیر — حق دہد او را مزاجِ زمہریر
وہ اگر چاہے تو سردی کا لباس — سرد مثلِ برف ہو اے حق شناس

تا شود بر تن ترا جبہ شگرف — برد ہمچوں یخ گزندہ ہمچو برف
گرم اور آرام دہ جبہ ترا — برف کی مانند ہو ٹھنڈا پڑا

تا گریزی از دوشق ہم از حریر — زو پناہ آری بسوئے زمہریر
چھوڑ دے تو پوستیں کو اور حریر — اور لے الٹی پناہ زمہریر

تو دو قلہ نیستی یک قلہ‌ٔ | غافل از قصہ عذاب ظلۂ[1]
دو کہاں ہیں ایک ہی ہے تیرا سر | قصۂ ظلہ سے ہے کیا بے خبر؟

امر حق آمد بشہرستان و دہ | خانہ و دیوار را سایہ مدہ
شہر کے دیوار و در کو حکم تھا | شہریوں کو دو نہ سایہ تم ذرا

مانع باراں مباش و آفتاب | تا بداں مرسل شدند امت شتابا
دھوپ اور مینہ سے نہ دو ان کو اماں | آئے وہ سب سوئے پیغمبر دواں

کہ بمردیم اغلب اے مہتر اماں | باقیش از دفتر تفسیر خواں
اب ہلاک اس قہر سے ہم ہو گئے | پڑھ ہے باقی داستاں تفسیر سے

چوں عصا را مار کرداں چست دست | گر ترا عقلیست یک نکتہ بس است
سانپ کیونکر کر دیا اس نے عصا | عقل ہو تو ہے یہی نکتہ بڑا

سنگ بر تسبیح آمد بر شتاب | از میان اصبعین زاں آفتاب
سنگریزے ذکر حق کرنے لگے | ہاتھ میں شاہنشہؐ لولاک کے

منکر آں دیدہ فرو ناورد سر | دشمنی او کور کردش از نظر
دیکھ کر منکر جھکاتے تھے نہ سر | دشمنی سے کور تھی اُن کی نظر

تو نظر داری و لے امعانش نیست | چشم افسردہ است و گرد الیست
ہے نظر تجھ میں مگر گہری نہیں | چشمہ گرد آلود ہے اے تنگ بیں

زیں ہمی گوید نگارندہ فکر | کہ بکن اے بندہ امعان نظر
اس لئے کہتا ہے خلاق نظر | اے مرے بندے سمجھ اور غور کر

[1] فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ - "پس قوم نے شعیب کو جھٹلایا - پس ظلہ کے روز عذاب نے اُن کو پکڑ لیا" یعنی ایک ابر سائبان کی صورت میں ان کے سروں پر نمودار ہوا اور وہ سب حبس اور گرمی سے ہلاک ہو گئے ۔

آن نبیند که آهن کوب سرد	لیک اے پولاد بر داؤد گرد
کب کہا ہے کوٹ لوہا سرد تو	جا سوئے داؤد ہے فولاد اگر
تن بمرده سوئے اسرائیل ران	دل فسرده رو بخورشید جنان
تن ہے مُردہ، سوئے اسرافیلؑ جا	دل فسردہ ہو تو سورج سے لو آ
در خیالی زبسکه گشتی ملتبس	تا بسوفسطائی[۱] بد ظن رسی
ہو کے تو اپنے خیالوں سے اداس	پہنچا سوفسطائی بدظن کے پاس
او خود از لبّ خرد معزول بود	شد ز حس معزول و محروم از وجود
وہ تو خود ہی عقل سے معزول ہے	بے وجود و حس ہے اور مجہول ہے
گر ز خود و ز لبّ خود معزول گشت	از وجود حس خود مفصول گشت
جب ہوا وہ عقل سے اپنی جُدا	اس کو حس سے بھی جدا ہونا پڑا
این سخن را نوبت لب خائیست	گر بگوئی خلق را رسوائیست
نوبتِ افسوس ہے بیہودہ گو	اب اگر بولے تو پھر رسوائی ہو
چیست امعان چشم را کردن روان	چون ز تن جان رست گویندش روان
کیا ہے امعان؟ آنکھ کو کرنا رواں[۲]	تن سے چھٹ کر روح ہوتی ہے رواں
آن حکیمی که جان از بند تن	باز رست و شد روان اندر چمن
ایک وہ جو روح تن سے چھوٹ کر	باغ جنت میں رواں ہوا بسر
یا روان شد خود بسوی هاویه	همچو موش از زاویه در زاویه
ایک وہ جو سوئے دوزخ ہو فنا	جیسے بل سے ہو اُس بل میں چوہا
دو لقب او برین هر دو نهاد	بهر فرق اے آفرین بر جانش باد
دو لقب جس نے ان دونوں کو دئے	فرق کرنے کے لئے۔ شاباش اُسے

[۱] وہ طبقہ جو دنیا کو خیالِ محض سمجھتا ہے ؛

[۲] پہلے مصرع میں رواں کے معنی تیز اور دوسرے میں روح ہیں ؛

نجاتِ مومنین میں حضرت ہودؑ کا معجزہ

در بیان آنکہ بر فرماں رود ۔ گر گلے را خار خواہد آں شود
ہے بیاں جو حکم کا پابند ہو ۔ خار چاہے تو بنا دے پھول کو

ہودؑ گرد مومناں خطے کشید ۔ ناز باد آں قوم اور سچے تمدید
ہودؑ نے خط کھینچا گردِ مومناں ۔ حاصل اُن سب کو ہوا سے تھی اماں

باد طوفاں بود و کشتی علی ۔ ہست زیں طوفانؑ ایں کشتی بسا
تھی ہوا طوفان اور کشتی ایسا ۔ کشتی اور طوفان ہیں ایسے مزید

مومناں از دست باد ضائرہ ۔ جملہ بنشستند اندر دائرہ
تھے جو مومن ۔ وہ ہوا کے خوف سے ۔ دائرے میں آئے اور بیٹھے رہے

باد طوفاں بود و کشتی لطف ہو ۔ بس چنیں طوفاں و کشتی اردا و
لطفِ حق کشتی ہوا طوفاں نشاں ۔ ایسے ہیں طوفاں بہت اور کشتیاں

پادشاہی را خدا کشتی کند ۔ تا بحرص خویش بر صفہا زند
بادشہ کو جب خدا کشتی بنائے ۔ ملک کی خواہش میں وہ لشکر لڑائے

قصد شاہ آں نے کہ خلق ایمن شود ۔ قصدش آنکہ ملک گردد بیگزند
ہے سکونِ خلق کب مقصودِ شاہ ۔ قصد یہ ہے ملک کچھ پائے پناہ

آں خراسی میدود قصدش خلاص ۔ تا بیابد از خشب یکدم مناص
دوڑتا ہے خر کہ مل جائے نجات ۔ لکڑیوں کی ضرب سے پائے نجات

قصد او آں نے کہ آبی بر کشد ۔ یا کہ کنجد را بداں روغن کند
قصد اس کا کب ہے پانی کھینچنا ۔ یا تلوں سے تیل کو کرنا جدا

گاو بشتابد ز بیم زخم سخت ۔ نے برائے بردن گردوں و رخت
دوڑتا ہے بیل ڈر سے چوٹ کے ۔ اور نہ گاڑی کھینچنے کے واسطے

ایں حق داوش چنیں خوف و جع — تا مصالح حاصل آید در تبع

حق نے خوف و درد کی بخشی صفت — تھی اطاعت جو قرین مصلحت

ہمچنیں ہر کاسبی اندر دکاں — بہر خود کوشد نہ اصلاح جہاں

صرف اپنے ہی لئے ہے سعیٔ عام — ان کو اصلاح جہاں سے کیا ہے کام

ہر یکے بر درد جوید مرہمے — در تبع قائم شدہ زاں عالمے

سب ہیں اپنے درد پر مرہم نہاں — پیروی سے ہے یونہی قائم جہاں

حق ستون ایں جہاں از ترس ساخت — ہر یکے از ترس جاں در کار تاخت

خوف پر رکھی ہے بنیاد جہاں — خوف جاں سے کام میں سب ہیں یہاں

حمد ایزد را کہ ترسے اینچنیں — کرد او معمار و اصلاح زمیں

شکر خالق ڈر کو جس نے بے تعب — کر دیا اصلاح عالم کا سبب

اینہمہ ترسندہ اند از نیک و بد — ہیچ ترسندہ نترسد ز خود

نیک و بد سے سب کو ڈر ہے بالیقیں — کوئی اپنی ذات سے ڈرتا نہیں

پس حقیقت بر ہمہ حاکم کسیست — کہ قریبست او اگر محسوس نیست

پس حقیقت میں وہ حاکم ہے عجیب — جو نہیں محسوس۔ لیکن ہے قریب

ہست او اندر کمیں اے بوالہوس — تا نگردی فارغ از شب اے عسس

وہ ہے تیری گھات میں آٹھوں پہر — رات کو تو ہو نہ جائے بے خبر

ہست او محسوس اندر مکمنے — لیک محسوس حس ایں خانہ نے

وہ ہے محسوس اور پردے میں نہاں — حس ہیں اس گھر کی نہیں لیکن یہاں

آں حسی کہ حق بداں حس مظہر است — نیست حس ایں جہاں آں دیگر است

ہے وہ حس جس سے نمایاں بالیقیں — اور ہے وہ اس جہاں کی حس نہیں

حس حیواں گر بدیدے آں صور — بایزید وقت بودے گاو و خر

حس حیواں دیکھتی اس کو اگر — بایزید وقت ہوتے گاو و خر

آنکہ تن را مظہر ہر روح کرد — وانکہ کشتی را براق نوحؑ کرد

جس نے تن کو روح کا مظہر کیا — اور براق نوحؑ کشتی دی بنا

گر بخواہد عین کشتی را بجد — او کند طوفان تو اے نور جو

وہ اگر چاہے تو کشتی کو کرے — عین طوفاں نہر ہیں تیرے لئے

ہر دمت طوفان و کشتی اے مقل — با غم و شادیت کردہ متصل

ہر گھڑی طوفان و کشتی اے مُقِل — ہیں غم و شادی ہیں تجھ سے متصل

گر نہ بینی کشتی و دریا بہ پیش — لرزہا بیں در ہمہ اجزائے خویش

کشتی و دریا نہ دیکھے تو اگر — لرزش اعضا پر اپنی غور کر

چون نہ بیند اصل ترسش را عیون — ترس دارد از خیال گونہ گون

جب نمودِ خوف اصلی ہو محال — خوف کا باعث ہوں گونا گوں خیال

مشت بر اعمیٰ زند یک جلف مست — کور پندارد لگد زن اشترست

گھونسہ اک اندھے کو مارے بدصفات — اندھا سمجھے ماردی شتر نے لات

زانکہ آن دم بانگ اشتر می شنید — کور را آئینہ گوش آمد نہ دید

کیونکہ وہ شتر کی سنتا تھا صدا — آنکھ کیا ہیں کان اس کے آشنا

باز گوید کور نے این سنگ بود — یا مگر از قبۂ پرطنگ[1] بود

پھر کہے اندھا نہیں یہ سنگ تھا — یا وہاں قبہ پہ طلنگ[1] تھا

این نبود و آن نبود و آن نبود — آنکہ او ترس آفرید اینہا نمود

یہ نہ شتر اور نہ سنگ و راز تھا — تھا کرشمہ خوف کے خلاق کا

ترس و لرزہ باشد از غیرے یقین — ہیچ کس از خود نترسد اے حزین

خوف و لرزہ غیر سے ہے بالیقین — کوئی اپنے سے مگر ڈرتا نہیں

[1] پرطلنگ کے معنی بعض شارحین نے آواز کے لکھے ہیں۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پرطلنگ کوئی خاص مقام ہے طلسمی اور یہ اسرار اور یہاں یقیناً کسی ایسے ہی مقام سے کنایہ کیا گیا ہے۔

آن حکیمک وہم خواند ترس را
فہم کژ کردہ است او این حس را

گر حکیم اس خوف کو کہتا ہے وہم
تو ضرور الجھی ہوئی ہے اُس کی فہم

ہیچ وہمے بے حقیقت کے بود
ہیچ قلبے بے صحیحے کے رود

بے حقیقت وہم کیونکر ہو سکے
بے کھرے کے کس طرح کھوٹا چلے

کے دروغے قیمت آرد بے ز راست
در دو عالم ہر دروغ از راست خاست

جھوٹ بے سچ کے ہو کیونکر رو نما
جھوٹ سچائی سے ہے پیدا ہوا

راست را دید او رواجے و فروغ
بر امید او روان کرد او دروغ

سچ کی ترویج و ترقی دیکھ کر
جھوٹ چل نکلا اسی امید پر

اے دروغے کز صدقت این نواست
شکر نعمت کن مکن انکار راست

صدق سے جب جھوٹ ہے سرشار صدق
شکر نعمت کر، نہ کر انکار صدق

از مفلسف گویم و سودائے او
یا ز کشتیہا و دریاہائے او

فلسفی اور اس کے سودا سے کہوں
کشتیوں اور اس کے دریا سے کہوں

بل ز کشتیہاش کان پند و بست
گویم از کل جزو در کل داخلست

کشتیوں کو ہیں سناؤں اُس کی ٹھیک
کل کی باتیں، جزو ہے کل میں شریک

ہر ولی را نوح و کشتیبان شناس
صحبت این خلق را طوفان شناس

ہر ولی کو نوح و کشتی بان سمجھ
صحبت مخلوق کو طوفان سمجھ

کم گریز از شیر و اژدرہائے نر
ز آشنایان و ز خویشان کن حذر

اژدہوں اور شیر سے اتنا نہ ڈر
اپنوں سے اور دوستوں سے کر حذر

در تلاقی روزگارت مے برند
یادشاں روزگارت مے چرند

اُن کا ملنا ہے ہلاکت وقت کی
اُن کی یادیں عمر کھوتی ہیں تری

چون خر تشنہ خیال ہر یکے
از قف تن فکر را شربت مکے

ہے خیال اُن کا بس اک پیاسا گدھا
تازگی کو فکر کی ہے چوستا

نشف کردست جبال آن ثبات | شبنمے کہ واری از نہر الحیات

جذب کرتا ہے جبال اُن کا بسر | زندگی کی تازہ شبنم سر بسر

پس نشان نشف آب اندر غصون | آں بود کہ مے بجنبد در رکون

جذب جب ہوتا ہے پانی شاخ کا | شاخ جھک پڑتی ہے اکثر برملا

عضو ہر شاخے تر و تازہ بود | مے کشی ہر سو کشیدہ میشود

جب رگیں ہوتی ہیں تازہ شاخ کی | جس طرف کھینچو اُدھر کھنچ جائے گی

گر سبد خواہی توانی کردنش | ہم توانی کرد چنبر گردنش

اب اگر چاہے اُسے ڈلیا بنا | چاہے کرلے گول اُس کو اے فتا

چوں شد آں ناشف ز نشف بیخ خود | ناید آنسوئی کہ امرش میکشد

جذب کی جب قوتیں جاتی رہیں | اب جدھر کھینچو اُدھر کھنچتی نہیں

پس بخواں قاموا کسالیٰ از نبی | چوں نیابد شاخ از بیخش طبی

پس تو پڑھ قاموا کسالیٰ اے اخی | شاخ جب جڑ سے نہ پائے تازگی

آتشین ست ایں سخن کوتہ کنم | بر فقیر و گنج و احوالش زنم

گرم یہ باتیں ہیں ان کو چھوڑ دوں | گنج اور درویش کا قصہ کہوں

آتشے دیدی کہ سوزد او نہال | آتش جاں بیں کز و سوزد خیال

آگ دیکھی جس سے جلتے ہیں نہال | آتش جاں دیکھ جو پھونکے خیال

ز آتش عشقست سوزان جان و دل | لیک انوار ز و آں جان و دل

سوز جان و دل ہے آتش عشق کی | ہے اسی سے جان و دل میں روشنی

لہ سورہ نساء میں اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے وَاِذَا قَامُوْا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوا کُسَالٰی .. یعنی منافقین جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی الکساہٹ کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں ؎

نے خیال و نے حقیقت را اماں　　زانچنیں آتش کہ شعلہ زد زجاں
دے نہ تخییل و حقیقت کو اماں　　روح سے جو آگ ہو جو شعلہ فشاں

خصم ہر شیر آمد و ہر روبہ او　　کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ
شیر ہو یا لومڑی ۔ سب کچھ چلے　　فانی ہے ہر شے ۔ بجز اس ذات کے

در وجوہ وجہ او رو خرج شو　　چوں الف در بسم در رو درج شو
رنگ و صورت میں اسی کی ڈوب جا　　بسم[1] میں مثل الف ہو جا فنا

آں الف در بسم پنہاں کردہ ایست　　ہست اندر بسم و اندر بسم نیست
بسم میں پنہاں الف ہے با یقیں　　بسم میں موجود ہے بھی اور نہیں

ہمچنیں جملہ حروف گشتہ مات　　وقت حذف حرف از بہر صلات
حذف جتنے حرف اس ڈھب سے ہوگئے　　حذف تھا یہ وصل ہی کے واسطے

او صلہ ہست و بے و سین زو وصل یافت　　وصل بے و سین الف را برنتافت
وہ صلہ ہے ۔ اور واصل بے و سیں　　تھی الف کی اس میں گنجائش نہیں

چونکہ حرفے برنتابد ایں وصال　　واجب آمد گر کنم کوتہ مقال
جب نہیں اک حرف کو تاب وصال　　لازم آیا مختصر کر دوں مقال

چوں یکے حرفے فراق سین و بیست　　خامشی اینجا مہم تر واجبی ست
حرف اک ہے وجہ ہجر سین و بے　　ہے خموشی ہی یہاں لازم سمجھے

چوں الف از خود فنا شد مکتنف　　بے و سین بے او ہمی گویند الف
جب الف نے کر دیا خود کو فنا　　بے و سین بے اس کے دیتے ہیں صدا

ما رمیت اذ رمیت از وے بیست　　ہمچنیں قال اللہ از ضمنش بجست
ما رمیت اذ رمیت سے بھی　　ضمن میں ہے اس کے قال اللہ بھی

[1] یعنی "بسم اللہ" اصل میں باسم اللہ تھا۔ الف ایسا وصل ہوا کہ نہ پڑھا جاتا ہے نہ لکھا جاتا ہے ؎

تا بود دارو ندارد او عمل | چونکہ فانی شد کند دفع علل
ہے یہ دوا جب تک ۔ نہیں اس میں عمل | صرف ہو جائے تو ہو دفع علل

گر شود بیشہ قلم دریا مدید | مثنوی را نیست پایانے پدید
گر سیاہی بحر ہو ، جنگل قلم | ہو نہ پایان مثنوی کا بیش و کم

چار چوب خشت زن تا خاک ہست | میدہد تقطیع شعرش نیز دست
خاک جب تک ہے عناصر میں ملی | شعر کی تقطیع کرتی ہے وہی

چوں نماند بیشہا سر در کشند | بیشہا از عین دریا سر کشند
ہوں اگر جنگل عدم میں مستتر | عین دریا سے ہوں جنگل جلوہ گر

چوں نماند خاک و بودش جف کند | خاک سازد بحر او چوں کف کند
عنصروں میں خشک اگر ہو جائے خاک | جھاگ دریا کے بنیں ہٹائے خاک

بہر این گفت آن خداوند فرج | حدثوا عن بحرنا اذ لا حرج
اس لئے ہے قول شاہ داد و دین | اپنے دریا میں ذرا تنگی نہیں

باز گرد از بحر و رو در خشک نہ | ہم ز لعبت گو کہ کودک راست بہ
لوٹ اب دریا سے پھر خشکی میں آ | کھیل ہی بچے سمجھتے ہیں بھلا

تا ز لعبت اندک اندک در صبا | جانش گردد با یم عقل آشنا
رفتہ رفتہ کھیل بچپن کے بھی | روح کو بخشیں گے دولت عقل کی

عقل ازاں بازی ہمے یابد صبی | گرچہ با غفلت در ظاہر ابی
عقل بچے کھیل سے ہیں سیکھتے | گو بظاہر ہیں وہ منکر عقل کے

کودک دیوانہ بازی کے کند
طفل دیوانہ کہاں بازی کرے
جزو باید تا کہ کل را فے کند
چاہئے جزو ۔ تا پتہ کل کا لگے

خزانہ طلب کرنے والا فقیر

تنگ خیال آں فقیرم بے ریا	عاجز آورد از بیا و انہ بیا
ہے مجھے فکر فقیر بے نوا	جو صدائیں دیتے دیتے تھک گیا
بانگ او تو نشنوی من بشنوم	زانکہ در اسرار ہمراز ویم
میں صدا سنتا ہوں تو سنتا نہیں	اُس کا میں ہمراز ہوں اسرار میں
طالب گنجش مبیں خود گنج اوست	دوست کے باشد بمعنی غیر دوست
گنج خود ہے گنج کا طالب ہو گیا	آشنا مشتاق نہیں نا آشنا
سجدہ خود را میکند ہر لحظہ او	سجدہ پیش آئینہ است از بہر رو
سجدہ کرتا ہے وہ خود کو ہو بہو	سجدہ پیش آئینہ ہے بہر رُو
گر برآید سر ز آئینہ او یک پشیز	بے خیال او نماند ہیچ چیز
آئینے کا کچھ بھی کھل جاتا جو حال	پھر کسی شے کا نہ رہتا کچھ خیال
ہم خیالاتش ہم او فانی شدے	دانش او محو نادانی شدے
وہ بھی فانی ہوتا اُس کی فکر بھی	عقل ہوتی محو نادانی ابھی
دانشے دیگر ز نادانی ما	سر برآوردے عیاں کانی انا
ہوتی نادانی سے دانائی عیاں	اور کہتی میں ہوں دانش بیگماں
اسجدوا لآدم ندا آمد ہمے	کار بیدار از خویش پیدا پیش دمے
سجدہ آدمؑ کو کرو آئی ندا	چھوڑ دو طاعت اور اسے دیکھو ذرا
محو لی از چشم ایشاں دور کرد	تا نہاں شد عین چرخ لاجورد
پردے آنکھوں سے اُٹھے جب باطنیں	آسمانِ لاجوردی ہستی نہیں
لا الہ گفت و الا اللہ گفت	گشت الا اللہ و وحدت شگفت
لا الہ کہہ کے الا اللہ کہا	راز الا اللہ میں وحدت کا کھلا

آن حبیب و آن خلیل با رشد — وقت آن آمد کہ گوشش واکشد

وہ حبیب اور وہ خلیل با صفا — ہے پکڑ کے کان ہم کو کھینچنا

سوئے چشمہ کہ دہان نہ بہا بشوی — تا نچہ پوشیدیم از خلقان گوا

جانب چشمہ کہ دھوئے منہ یہاں — کر نہ میرے راز خلقت پر بیاں

ور بگوئی خود نگردد آشکار — تو بقصہ گشتن گردی جرم دار

گر کریگا تو نہ ہوں گے آشکار — گھر لینے کا ہوگا تو تقصیر وار

ایک من ہنگس پریشاں میشنم — قائل این سامع این یک منم

ہیں پریشاں میری باتیں کیا کروں — کہہ رہا ہوں خود ہی سنتا خود ہی ہوں

صورت درویش تہ گنج کو — رنج کیشند این گروہ اندر رنج کو

صورت درویش کیا اور گنج کیا — ہے یہ طبقہ رنج کیش اور رنج کیا

چشمہ راحت بر ایشاں شد حرام — میخورند از زہر قاتل جام جام

راحت و آرام ہے ان پر حرام — زہر قاتل کے پیا کرتے ہیں جام

خاک پر کردہ دامن می کشند — تا کنند این چشمہا را خشک بند

خاک سے بھرتے ہیں دامن بر ملا — تا کہ دیں راحت کے چشموں کو سکھا

کے شود این چشمۂ دریا مدد — منطمس زیں مشت خاک نیک بد

چشمۂ دریا مدد کیونکر بھرے — نیک و بد کی ایک مٹھی خاک سے

لیک گوید با شما من بستہ ام — بے شما من تا ابد پیوستہ ام

کہہ رہا ہے تم سے وابستہ ہوں میں — تا ابد تنہا بھی پیوستہ ہوں میں

قوم معکوس اند اندر مشتہا — خاک خوار و آب را کردہ رہا

خواہشیں لوگوں کی الٹی ہیں بسر — خاک کو کھاتے ہیں پانی چھوڑ کر

ضد طبع انبیا دارند خلق — اژدہا را اشتہا دارند خلق

ہے طبیعت ان کی ضد انبیا — ان کی تکیہ کی جگہ ہے اژدہا

چشم بند خلق چوں دانستۂ	ہیچ دانی کز چہ دیدہ بستۂ
اس نظر بندی سے واقف ہے اگر	جانتا ہے کس سے پھیری ہے نظر
ہر چہ بکشادی بدل آں دیدہا	یک بیک بشنید دل واں آں ترا
اور کس پر آنکھ ہے کھولے ہوئے	ناگہاں پائے گا تو پاسے ہوئے
لیک خورشید عنایت تافتہ است	آئساں را از کرم دریافتہ است
ہے مگر خورشید رحمت ضو فشاں	ناامیدوں پر کرم سے مہرباں
نرد بس نادر ز رحمت باختہ	عین کفراں را انابت ساختہ
کھیل یہ رحمت نے کھیلے ہیں عجیب	یعنی عین کفر ہے تو یہ نصیب
ہم ازیں بدبختی خلق آں جواد	منفجر کردہ دو صد چشمہ وداد
پھر اسی بدبخت خلقت کے لئے	دوستی کے چشمے جاری کر دیئے
غنچہ را از خار سرمایہ دہد	مہرہ را از مار پیرایہ دہد
خار سے غنچے کا سرمایہ بھرا	سانپ سے مہرے کو پیرایہ دیا
از سواد شب بروں آرد نہار	وز کف معسر برویاند یسار
رات سے دن کی نکالے روشنی	تنگدستی کو فراخی دے وہی
آرد سازد ریگ را بہر خلیل	کوہ با داؤدؑ سازد ہم رحیل
کردے آٹا ریت کو بہر خلیل	ہم لب داؤدؑ ہو کوہ جلیل
کوہ با وحشت دراں ابر ظلم	بر کشادہ بانگ چنگ زیر و بم
باوجود وحشت و ظلمت بہم	کوہ میں بجتا تھا ساز زیر و بم[۱]

[۱] معمول تھا کہ جب حضرت داؤدؑ نغمۂ زبور سے ترنم فرماتے تھے۔ تو تمام چرند پرند وحشت و رمیدگی چھوڑ کر انہیں گھیر لیتے تھے۔ اور خاموشی کے ساتھ ان کی آواز سنا کرتے تھے۔ نیز کوہ و جبل سے بھی وہی آواز نکلتی تھی اور سننے والے آہ و فغاں میں مبتلا ہو جاتے تھے۔

خیز از داؤد از خلقاں نفیر	ترک آں کردی عوض از ما بگیر
مست تجھے داؤد خلقت نالہ زن	ترک کر راحت عوض سے لے سخن

خزانہ طلب کرنے والے کی توبہ

گفت آں درویش کاے دانائے راز	از پے ایں گنج کردم یاوہ تاز
بولا وہ درویش اے ربّ العقول	کی خزانے کے لئے کوشش فضول
دیو حرص و آز مستعجل تگی	نے تامل جست و نے آہستگی
تھی یہ سب جلدی ہوا و حرص کی	تھا تامل ہی نہ تھی آہستگی
من ز دیگے لقمۂ ناں دوختم	کف سیہ کردم دہاں را سوختم
دیگ سے لقمہ نہ اک مجھ کو ملا	ہاتھ کالے ہو گئے ۔ منہ جل گیا
خود نگفتم چوں دریں ناموقنم	زاں گرہ زن ایں گرہ را حل کنم
بے یقین تھا میں، نہ کیوں میں نے کہا	خود گرہ زن یہ گرہ سلجھائیگا
قول حق را ہم ز حق تفسیر جو	ہین مخا ژاژ از گماں اے یاوہ گو
حق سے لے تفسیر قول حق جو ہو	چل نہ تو اپنے گماں پر یاوہ گو
آں گرہ کو زد ہم او بکشایدش	مہرہ کو انداخت او بر بایدش
دی گرہ جس نے وہی سلجھائیگا	جس نے مہرہ ڈالا ۔ بازی پائیگا
گرچہ آسانت نمود آں سخن	کے بود آساں رموز من لدن
تو نے گو سمجھا تھا آساں یہ سخن	کب ہے لیکن سہل رمز من لدن[1]
گفت یا رب توبہ کردم زیں شتاب	چوں تو در بستی تو کن ہم فتح باب
بولا یا رب توبہ اس تعجیل سے	بند در تو نے کئے، خود کھولدے

[1] یعنی علم لدنی ۔ خدا کا علم ۔

بر سر حرفہ شدم بار دگر ‏ ‏ ‏ در دعا کردن بدم ہم بے ہنر
کوششیں پھر میں نے کیں بار دگر ‏ ‏ ‏ تھا دعا کرنے میں بھی، میں بے ہنر

کو ہنر کو من کجا دل مستوی ‏ ‏ ‏ اینہمہ از عکس تست ابہتم توئی
میں کہاں، کیسا ہنر، کیا جستجو ‏ ‏ ‏ سب یہ تیرے عکس ہیں، ہے تو ہی تو

ہر شبے تدبیر و فرہنگم بخواب ‏ ‏ ‏ ہمچو کشتی غرقہ میگردد در آب
رات دن ہیں کوششوں کے خواب میں ‏ ‏ ‏ مثل کشتی غرق ہوں میں آب میں

خود نہ من میمانم و نے آں ہنر ‏ ‏ ‏ تن چو مرداری فتادہ بے خبر
میں ہی رہتا ہوں۔ نہ وہ میرا ہنر ‏ ‏ ‏ تن پڑا رہتا ہے مردہ بے خبر

تا سحر جملہ شب آں شاہ علا ‏ ‏ ‏ خود ہمیگوید الست و خود بلا
صبح تک شب بھر شہ ارض و سما ‏ ‏ ‏ خود ہی کہتا ہے الست اور خود بلیٰ

کو بلی گو جملہ را سیلاب برد ‏ ‏ ‏ یا نہنگے کرد کل را خرد مرد[1]
کہنے والے سب بلی کے بہہ گئے ‏ ‏ ‏ کل نہنگ کے منہ میں جا کے رہ گئے

صبح دم چوں تیغ گوہر بار خود ‏ ‏ ‏ از نیام ظلمت خود برکشد
صبح دم جب تیغ کو وہ کھینچ لے ‏ ‏ ‏ ظلمت اور تاریکیوں کے میان سے

آفتاب شرق شب را طے کند ‏ ‏ ‏ آں نہنگ آں خوردہا را قے کند
آفتاب صبح شب کو طے کرے ‏ ‏ ‏ وہ نہنگ کھایا ہوا سب قے کرے

رستہ چوں یونس ز جوف آں نہنگ ‏ ‏ ‏ منتشر گردیم اندر بو و رنگ
جب نہ یونس کو رہا خوف نہنگ ‏ ‏ ‏ ہو گیا پھر انتشار بو و رنگ

خلق چوں یونس مسبح آمدند ‏ ‏ ‏ کاندریں ظلمات پر راحت شدند
مثل یونس خلق تھی تسبیح خواں ‏ ‏ ‏ تھی پڑی ظلمت میں راحت سے نہاں

[1] نگرمچھ۔

هر یکی گویا بهنگام سحر | چوں ز بطن حوت شب آید بدر
ہر کوئی وقت سحر گاہی کہے | جب وہ چھوٹے حوت[1] شب کے بطن سے

کای کریمے کاندراں لیل وحش | گنج رحمت بنہی و چندیں چشش
اے کریم اس رات میں وحشی جو تھی | رحمتیں کیں تو نے مستی سے بھری[2]

چشم تیز و گوش تازہ و تن سبک | از شب ہمچوں نہنگ ذو الحبک
تیز آنکھیں تن سبک اور صاف کان | دی نہنگ شب سے ہم کو یوں امان

از مقامات وحش روزیں سپس | ہیچ نگریزیم ما با چوں تو کس
اب تو وحشت کی جگہ ہو گئی ہی | چھوڑ کر تجھ کو نہ بھاگیں گے کبھی

موسیٰ آں را نار دید و نور بود | زنگئ دیدیم شب را حور بود
نار موسیٰ نے جس کو سمجھے ۔ تھا وہ نور | زنگی شب ہم نے جانا تھی وہ حور

ما نمی خواہیم غیر از دیدۂ | دیدۂ تیزے کنشئے بگزیدۂ
اب نہیں خواہش سوا اس آنکھ کے | برگزیدہ تیز ہیں کہتے جسے

بعد ازیں ما دیدہ خواہیم از تو بس | تا بپوشد بحر را خاشاک و خس
آنکھ کے طالب ہیں اب تو تجھ سے بس | تا نہ دریا کو چھپا لے خاک و خس

ساحراں را چشم چوں رست از عمی | کف زناں بودند بے ایں دست و پا
ساحروں کو جب بصارت کی عطا[3] | تھے بجاتے تالیاں بے دست و پا

چشم بند خلق جز اسباب نیست | ہر کہ لرزد بر سبب ز اصحاب نیست
ہے نظر بندی یہاں اسباب سے | جو سبب دیکھے نہیں اصحاب سے[4]

[1] مچھلی [2] یعنی اے کریم رات کی وحشت میں تو نے ہم پر اپنی رحمتیں کیں اور ہمیں بیخبر مست رکھا۔
[3] یہ ساحران فرعون کی طرف اشارہ ہے کہ جب انہوں نے إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا مُنقَلِبُونَ کہا یعنی کہا کہ ہم اب اپنے رب کیطرف لوٹتے ہیں تو فرعون نے انکے ہاتھ پاؤں کٹوا ڈالے مگر انہوں نے اس کی کچھ پروا نہ کی [4] یعنی وہ صاحب دل نہیں ۔

لیک حق اصحابِ نا اصحاب را ... در کشاد و برد تا صدر سرا

ہر کس و ناکس کو وہ مولا مگر ... لے گیا ہے صدر تک در کھول کر

ہا کفش نامستحق و مستحق ... معتقان رحمتند از بند رق

مستحق نامستحق سب شاد ہیں ... بندگی کی قید سے آزاد ہیں

در عدم ما مستحقاں کے بدیم ... کہ بریں جان بریں دانش زدیم

ہم عدم میں اس کے کب حقدار تھے ... ہم کو ایسی جان اور دانش ملے

در عدم مارا چہ استحقاق بود ... تا چنیں عقلے و جانے رونمود

تھا عدم میں ہم کو استحقاق کیا ... تا یہ عقل و جاں ہمیں دیتا خدا

اے کردہ یار ہر اغیار را ... لے بدادہ خلعتِ گل خار را

ایکہ تو نے دوست غیروں کو کیا ... خلعتِ گل خار کو ہے دیدیا

خاک مارا ثانیا پالیز کن ... ہیچ نے را بار دیگر چیز کن

پھر ہماری خاک کو پالیز کر ... ہے جواب ناچیز اس کو چیز کر

ایں دعا تو امر کردی ز ابتدا ... ورنہ خاکی را چہ زہرہ ایں ندا

حکم تو نے خود دعا کا ہے دیا ... ورنہ یہ خاکی کرے گا کیا ندا

چوں دعا مان امر کردی اے عجاب ... ایں دعائے خویش را کن مستجاب

خود دیا حکم دعا اے مستطاب ... اب دعا کر اپنی خود ہی مستجاب

شب شکستہ کشتیِ فہم و حواس ... نے امیدے ماندہ نے خوف و نہ یاس

شب نے توڑی کشتیِ فہم و حواس ... ڈر رہا باقی نہ امید و ہراس

بردہ در دریائے حیرت ایزدم ... تا از چہ فن پر کند بفرستدم

بحرِ حیرت میں جو ڈالا ہے مجھے ... اب سکھاتا ہے وہ کیا فن دیکھئے

لہ کشت زار یعنی ہرا بھرا ؎

آں یکے را کردہ پر نور و جلال ۔ ویں دگر را کردہ پر وہم و خیال
ایک کو کرتا ہے پُر نور و جلال ۔ دوسرے کو بخشے وہم و خیال

گر بخویشم ہیچ رائے و فن بدی ۔ رائے و تدبیرم بحکم من بدی
اسکے اور فن پر جو ہوتا اختیار ۔ ہوتا قبضے میں مرے انجام کار

شب نرفتے ہوش بے فرمان من ۔ زیر دام من بدے مرغان من
بے اجازت رات کو جاتا نہ ہوش ۔ مرغ زیر دام ہوتے بے خروش

بودمے آگہ ز منزلہائے جاں ۔ وقت خواب و بیہشی و امتحاں
منزلیں سب جان کی ہوتیں عیاں ۔ خواب و بے ہوشی میں وقت امتحاں

چوں کفم زیں حل و عقد ایں تہیست ۔ اے عجب ایں معجبی من ز چیست
جب میں حل و عقد سے ہوں بے نصیب ۔ پھر تعجب ہے ہوں ایسا کیا عجیب

دیدہ را نادیدہ خود انگاشتم ۔ باز زنبیل دعا برداشتم
سمجھا نادیدہ اُسے جو دیدہ تھا ۔ پھر اٹھا لی میں نے زنبیل دعا

چوں الف چیزے ندارم اے کریم ۔ جز دلے دلتنگتر از چشم میم[1]
جوں الف یارب نہیں میرے پاس کیا ۔ صرف اک دل تنگ چشم میم سا

ایں الف ویں میم اُمّ بود ماست ۔ میم اُم تنگست الف زاں نر گداست
یہ الف یہ میم اُمّ بود تھا ۔ میم ایسا تنگ، الف ایسا گدا

ایں الف چیزے ندارد غافلیست ۔ میم دلتنگ آں زمان عاقلیست
ہے الف ناچیز ۔ وہ جو غافلی ۔ میم ہے دل تنگ ۔ وہ ہے عاقلی

درزمان بیہشی خود ہیچ من ۔ درزمان ہوش پیچاپیچ من
بے ہوشی کے وقت میں خود ہیچ ہوں ۔ ہوش آیا ہے تو پیچا پیچ ہوں

[1] یعنی جیسے میم کا سرا چھوٹا سا ہوتا ہے ۔

[2] مال ۔

ہیچ دیگر بر چنیں پیچ پیچے منہ	نام دولت بر چنیں ہیچے منہ
اور پیچیدہ نہ کر اس ہیچ کو	طعنۂ دولت نہ دے اس ہیچ کو
خود ندارم ہیچ بہ سازد مرا	چوں زرو ہم دارستایں صد غنا
ہیچ ہیں ہوں تو وہ کر دے گا بھلا	درہم دارائی میں گو ہوں مبتلا
ور ندارم ہم تو دارائیم کن	رنج دیدم رحمت افزائیم کن
ہوں بھکاری میں اگر دارائی کر	ہوں میں غمگیں، رحم کر اے داوگر
ہم ور آب دیدہ عریاں بیستم	بر در تو چونکہ دیدہ نیستم
آنسوؤں میں اپنے عریاں ہوں کھڑا	تیرے در پہ کیونکہ ہوں انجان سا
زاب دیدہ بندہ بے دیدہ را	سبزہ بخش و نبات زیں چرا
آب دیدہ سے تو اس نادیدہ کو	کر عطا سرسبزیاں، برہم نہ ہو
ور نماند آب آبم دہ ز عین	ہمچو عینین نبی ہطالتین
گر نہ ہو پانی، عطا کر آب عین	مثل عینین نبی ہطالتین[ل]
او چو آب دیدہ جست از جود حق	با چناں اجلال و اقبال و رق
جب وہ مانگیں آب چشم اللہ سے	باوجود اس عظمت و اقبال کے
چوں نباشم ز اشک خوں باریک ریس	من تہی دست قضا و کاسہ لیس
کیوں نہ شغل اشکباری میں کروں	ہوں تہیدست اور پھر محتاج ہوں
چوں چناں چشم اشک را مفتوں بود	اشک من باید کہ صد جیحوں بود
ایسی آنکھیں جب ہوں مفتوں گریہ کی	چاہیئے جیحون بنیں آنکھیں مری

ل حضرت جبرئیل نے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ اگر کوئی محزون اپنی امت کے لئے روئے تو خدا اس امت کو بخش دیتا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ محزون میں ہوں اور میری امت مرحوم ہے پھر آپ نے زیادتیٔ رحمت کی طلب کی اور فرمایا اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ عَیْنَیْنِ ھَطَّالَتَیْنِ۔ اے اللہ مجھے ابر کی طرح برسنے والی دو آنکھیں عطا کر۔

قطرۂ زاں بیش صد جیحون ہست — کہ بداں یک قطرہ جن و انس رست

اُن کا اک قطرہ سمندر سے بڑا — جس سے جن و انس کو پیدا کیا

چونکہ باراں جست آں روضہ بہشت — چوں نجوید آب شورہ خاک زشت

کی تھی جنت نے بھی بارش کی طلب — کیوں نہ ڈھونڈھتا ہے میری خاکِ پُر تعب

اے اخی دست از دعا کردن مدار — با اجابت یا رد او ترا چہ کار

تو دعا کرتا ہی رہ اے دل ملول — تجھ کو اس سے کیا وہ رد ہو یا قبول

ناں کہ سد و مانع ایں آب بود — دست ازاں ناں مے بباید شست زود

اشکباری سے اگر مانع ہو ناں — ایسی روٹی سے تو دھو ہاتھ اے جواں

خویش را موزون و چست و سختہ کن — زآب دیدہ نانِ خود را پختہ کن

چست و موزوں اپنی ہستی کو بنا — اپنی روٹی آبِ دیدہ سے پکا

فقیر کی مشکل حل ہوجانا

اندریں بود او کہ الہام آمدش — کشف شد ایں مشکلات از ایزدش

تھا وہ اس دھن میں ہوا الہام اسے — کھولیں اُس کی مشکلیں اللہ نے

گفت گفتم بر کماں تیرے بنہ — کے بگفتم من کہ اندر کش تو زہ

یہ کہا تھا رکھ کماں میں تیر تو — کب کہا تھا کھینچ چلہ جلد جو!

مے نگفتم کایں کماں را سخت کش — در کماں نہ گفتمت نے پر کنش

کب کہا تھا۔ کھینچ سختی سے کماں — تیر رکھنے کا دیا تھا حکم ہاں

از فضولی تو کماں افراشتی — صنعت قواسیی بر داشتی

تو نے ناحق لی کماں اپنی اٹھا — اور تیر اندازیاں کرنے لگا

ترک ایں سختہ کمانی رو بگو — در کماں نہ تیر و پرّاں مجو

کھینچنا سختی سے اس کو ترک کر — [illegible] کماں [illegible] تیر چلانے [illegible] نہ [illegible]

چوں بمقصد تیر آنجا ے طلب	زور بگذار و بزاری جو ذہب
گر پڑے جب کر تلاش مدعا	زور چھوڑ اور بہ زور و زاری کرکے پا
آنچہ حقست اقرب از حبل الورید	تو فگندی تیر فکرت را بعید
شاہ رگ سے ہے قریب اللہ تو	تو نے پھینکا دُور تیر فکر کو
اے کمان و تیرہا بر ساختہ	صید نزدیک و تو دور انداختہ
تھا کمان و تیر پر تجھ کو غرور	صید تھا نزدیک، پھینکا تیر دور
ہر کہ او دور ست دور از روئے او	کاو نماید قوت بازوئے او
دُور رہتا ہے جو اُس سے زعم میں	آزماتا ہے وہ اُس کی قوتیں
ہر کہ دور انداز تر او دور تر	وز چنیں گنجست او مہجور تر
جو ہے دور انداز تر ہے دُور تر	ان خزانوں سے وہ ہے مہجور تر
فلسفی خود را از اندیشہ بکشت	گو بدو کو راست سوئے گنج پشت
فلسفی ہے کیوں اسیر مرگ و رنج	اُس سے کہہ اندھے ترے پیچھے ہے گنج
گو بدو چنداں کہ افزوں میدود	از مراد دل جدا تر میشود
اُس سے کہہ جتنا ہے آگے بھاگتا	دُور ہے اتنا ہی مقصد سے پڑا
جاهدوا فینا بگفت آں شہریار	جاهدوا عنا نگفت اے بیقرار
جاهدوا فینا[1] ہے ارشاد رسولؐ	جاهدوا عنا[2] نہیں اے بوالفضول
ہمچو کنعاں کو ز ننگ نوحؑ رفت	بر فراز قلۂ آں کوہ رفت
خاندان نوحؑ سے کنعاں چھٹا	جب وہ چوٹی پر پہاڑی کی چڑھا
ہر چہ افزوں تر ہمے جست او مناص	سوئے کہ میشد جدا تر از خلاص
جس قدر اوپر وہ چڑھتا جاتا تھا	ہوتا جاتا تھا خلاصی سے جدا

[1] یعنی ہم سے مل کر کوشش کرو۔

[2] یعنی ہم سے الگ ہو کر کوشش کرو۔

ہمچو ایں درویش بہر گنج و کاں | ہر صباحے سخت تر جستے کماں
جیسے یہ درویش بہر گنج و کان | کھینچتا تھا روز سختی سے کماں

ہر کمانے کو گرفتے سخت تر | بودی از گنج و نشاں بد بخت تر
کھینچتا تھا وہ کماں کو جس قدر | دور ہو جاتا تھا اتنا گنج زر

ایں مثل اندر زمانہ جانی ست | جان ناداناں برنج ارزانی ست
یہ مثل سچ ہے جہاں میں بیش و کم | بیوقوفوں کے لئے سستا ہے غم

زانکہ نادان ہست ننگ از اوستاد | لاجرم رفت و دکان نو گشاد
کیونکہ اُن کو عار ہے استاد سے | اور نئی دکان وہ ہیں کھولتے

آں دکان بالائے استادان کار | گندہ و پُر کژدم است و پُر ز مار
پر دکان وہ غیر استادان کار | سانپ بچھو سے بھری ہے بیشمار

زود ویراں کن دکان و باز گرد | سوئے سبزہ و گلستان آبخورد
بند کر دے یہ دکان اور لوٹ تو | سوئے سبزہ سمت باغ آبجو

نے چو کنعان کو ز کبر و ناشناخت | از کہ عاصم سفینہ فوز ساخت
بن نہ کنعاں کر لیا جس نے وہاں | کوہ عاصم پر سفینے کا گماں

علم تیر اندازیش آمد حجیب | واں مراد او بدہ حاضر بجیب
تیر اندازی تھی پردہ پر نہاد | ورنہ اس کی جیب ہی میں تھی مراد

اے بسا علم و ذکاوات و فطن | گشتہ رہرو را چو غول و راہزن
اے بسا اکثر یہ ہوش و علم و فن | راہرو کے ہو گئے ہیں راہزن

بیشتر اصحاب جنت ابلہ اند | تا ز شر فیلسوفی مے رہند
اکثر[لہ] اہل خلد ابلہ ہیں تھا | تا ہوں شر فیلسوفی سے رہا

لہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اہل الجنۃ البلہ ؛

خویش را عریاں کن از جملہ فضول ۔ ترک خود کن تا کند رحمت نزول
ترک کر دے سب جو باتیں ہیں فضول ۔ کر خودی کو ترک ، رحمت ہو نزول

زیرکی ضد شکست و نیاز ۔ زیرکی بگذار و با گولی بساز
ضد شکست و عجز کی ہے زیرکی ۔ زیرکی کو چھوڑ دے لے ابلہی

زیرکی شد دام برد و طمع گاز ۔ تا چہ خواہد زیرکی را پاکباز
زیرکی ہے دام ، لالچ ہے کمیں ۔ گھات اور پھندے کا کیوں ہے شوقیں

زیرکان با صنعتی قانع شدند ۔ ابلہان از صنع در صانع شدند
رہ گئے صنعت میں عاقل مبتلا ۔ احمقوں کو صنع سے صانع ملا

زانکہ طفل خورد را مادر نہار ۔ دست و پا باشد نہادہ در کنار
ننھے بچے کو ماں ، ہر سحر تو دیکھ لے ۔ گود میں لیتی ہے کیسے پیار سے

مسلمان یہودی اور ترسا مسافروں کی حکایت

یک حکایت بشنو اینجا اے پسر ۔ تا نگردی ممتحن اندر ہنر
اک حکایت اس جگہ سن اے پسر ۔ تا نہ ہو تجھ پہ بلا تیرا ہنر

آں جہود و مومن و ترسا[۱] مگر ۔ ہمرہی کردند با ہم در سفر
ایک مومن ایک ترسا اک یہود ۔ ہمسفر تھے مثل قند و نار و دود

با دو گمرہ ہمرہ آمد مومنے ۔ چوں خرد با نفس و با آہرمنے
ساتھ اک مومن کے دو گمراہ تھے ۔ نفس و شیطاں ساتھ جیسے عقل کے

مروزی و رازی[۲] افتند در سفر ۔ ہمرہ و ہمسفر پیشہ ہمرہ گو
مروزی و رازی کریں جیسے سفر ۔ اتفاقاً چل پڑیں باہم مگر

۱ ۔ عیسائی ۔ آتش پرست ۔
۲ ۔ یعنی مرو اور رے کے رہنے والے ۔

در قفس افتند زاغ و چغز و باز
جفت شد در حبس پاک و بی نماز

جیسے اک پنجرے میں کوّا اور باز
جیسے قیدی ایک پاک، اک بے نماز

کرده منزل شب بیک موضع بهم
مشرقی و مغربی و قانع بهم

منزل اک شب کو کسی موضع میں کی
تھے وہاں کچھ مشرقی کچھ مغربی

مانده در منزل زره خود و شگرف
روزها باهم ز سرما و ز برف

عاجز و درمانده ہارے اور تھکے
برف و سرما سے رہے کچھ دن پڑے

چون گشاده شد ره و بگشاد بند
بگسلند و هر یکی سوئی روند

رفتہ رفتہ راستہ جب کھل گیا
ہر طرف اک قافلہ جانے لگا

چون قفس را بشکند شاه خرد
جمع مرغان هر یکی سوئی پرد

توڑ دیتا ہے قفس کو جب وہ رب
اک طرف کو مرغ اڑ جاتے ہیں سب

پر گشاده هر یکی در شوق و یاد
در هوائی جنس خود سوئی معاد

شوق میں کھولے ہوئے سب اپنے پر
اپنے ہم جنسوں کی جانب لوٹ کر

پر گشاده هر دمی با اشک و آه
لیک پر پریدن ندارد روی راه

پر کشاده مبتلائے اشک و آہ
اور نہ اڑنے کی کوئی صورت نہ راہ

چونکه ره وا شد پرد مانند باد
سوئی آن کز یاد او پر میگشاد

جب کھلا رستہ اڑے مثل ہوا
اس طرف تھی یاد جس کی پر کشا

آن طرف کش بود اشک و سوز و آه
چونکه فرصت یافت آن سو کوفت راه

اس طرف جس کے لئے تھے اشک و آہ
جب قفس سے چھٹ گئے لی اپنی راہ

در تن خود بنگر این اجزائی تن
از کجا جمع آمدند اندر بدن

اپنے تن پر غور کر اجزا ترے
جمع ہیں کیونکر بدن میں ہو گئے

آبی و خاکی و بادی آتشی
عرشی و فرشی و رومی و کشی[۱]

آبی و خاکی و بادی آتشی
عرشی اور فرشی ہیں رومی اور کشی

۱؎ کش کسی شہر کا نام ہے مطلب یہ کہ مختلف مقامات اور مختلف فضاؤں کے اجزا ؛

از امید عود ہر یک بستہ طرف — اندریں منزل بہم از بیم برف

عود کرنے لوٹنے کے واسطے — اک جگہ ٹھہرے ہیں خوف برف سے

برف گو ناگوں جمود ہر جماد — در شتا از بُعد آں خورشید داد

برف سے طاری ہے ہر شے پر جمود — کیونکہ ہے دور ہے خورشید جود کا

چوں بتابد تفِ آں خورشید خشم — کوہ گردد گاہ ریگ و گاہ پشم

پہنچے گی گرمی جو اس خورشید کی — کوہ ہوگا ریت اور پتھر کبھی

در گداز آید جمادات گراں — چوں گداز تن بوقت نقل جاں

یہ جمادات گراں گل جائیں گے — جسم گھل جاتا ہے جیسے موت سے

چوں رسیدند ایں سہ ہمرہ منزلے — ہدیہ شاں آورد حلوا مقبلے

تینوں جب منزل پہ پہنچے ہم وطن — لایا حلوا ایک محسن با عطا

ابرد حلوا نزد آں ہر سہ غریب — محسنے از مطبخ مانی قریب

لایا ان تینوں غریبوں کے لئے — حلوا اپنے مطبخ نزدیک سے

نان گرم و صحن حلوائے عسل — بردِ آنکہ بود ثوابش بو و اکل

گرم روٹی اور شہد کے حلوے کی قاب — کیونکہ تھی اس کو تمنائے ثواب

الکیاسۃ والادب لاہل المدر — الضیافۃ والقری لاہل الوبر

بولا دانش حصہ اہل شہر کا — اور ضیافت گاؤں والوں کی بجا

الضیافۃ للغریب والقری — اودع الرحمن فی اہل القری

میہمانی ہر مسافر شخص کی — گاؤں والوں کو امانت حق نے دی

کل یوم فی القری ضیف جدید — مالہ غیر الالٰہ من مغیث

گاؤں میں ہے روز اک مہماں نیا — جس کا پرساں ہی نہیں غیر خدا

کل لیل فی القری وفد جدید — مالہم ثم سوی اللّٰہ المجید

شب کو روز آتا ہے اک وفد جدید — کون ہے اس کا بجز رب مجید

تخمہ بودند آں دو بیگانہ ز خور | بود صائم روز آں مومن مگر
تھے یہ کافر کھا کے تخمہ کا شکار | اور تھا بیچارہ مومن روزہ دار

چوں نماز شام آں حلوا رسید | بود مومن ماندہ در جوع شدید
وقت مغرب جبکہ وہ حلوا ملا | بھوک سے مومن کا پتلا حال تھا

آں دو کس گفتند ما از خور پریم | امشباں بنہیم و فردا مے خوریم
بولے کافر سیر ہیں اس وقت ہم | رہنے دو کل کھائیں گے حلوا بہم

صبر گیریم از خود امشب تن زنیم | بہر فردا لوت را پنہاں کنیم
رات کو تو صبر کرنا چاہیئے | کھانا تا محفوظ ہو کل کے لئے

گفت مومن امشب ایں خوردہ شود | صبر را بنہیم تا فردا بود
بولا مومن۔ یہ تو کھا لو رات کو | صبر کیسا، صبر کو کل پر رکھو

پس بدو گفتند زیں حکمت گری | قصد تو آنست تا تنہا خوری
بولے دونوں سمجھے ہم حکمت تری | کھائے تو تنہا۔ ارادہ ہے یہی

گفت اے یاراں کہ نہ ما سہ تنیم | چوں خلاف افتاد قسمت میکنیم
بولا مومن، تین ہیں ہم دوستو | اختلاف رائے ہے تو بانٹ لو

ہر کہ خواہد قسم خود بر جاں زند | وانکہ خواہد قسم خود پنہاں کند
جس کا جی چاہے۔ وہ حصہ اپنا کھائے | اور جو چاہے اپنے حصے کو چھپائے

آں دو گفتندش ز قسمت درگذر | گوش کن قسام فی النار از خبر
بولے دونوں۔ بانٹنے سے در گذر | بانٹنے والا ہے ناری بے خبر

گفت قسام او بود کو خویش را | کرد قسمت بر ہوا نے بر خدا
بولا مومن۔ ہے یہ قول اس کے لئے | جو کرے تقسیم حصہ حرص سے

ملک حق و جملہ قسم او ستی | قسم دیگر را دہی دو گوستی
تو ہے خود تقسیم حق ملک خدا | پھر کرے گا اور کو تقسیم کیا

این سہ غالب شدے ہم بر سگاں — گر نبودے نوبت آں بدرگاں

غالب اُن کتوں پہ آ جاتا یہ شیر — گر نہ ہوتا اُن کا حصہ اے دلیر

این سہ غالب شدے ہم بر بقور — گر نبودے نوبت آں گاو زور

غالب تا ساری گایوں پر یہی — گائے گر حصہ نہ لیتی مکر کی

قصد شاں آں کاں مسلماں غم خورد — شب برد وز بینوائی بگذرد

چاہتے تھے وہ مسلماں کھائے غم — رات گذرے بیکسی میں دمبدم

بود مغلوب او بتسلیم و رضا — گفت سمعاً طاعةً اصحابنا

تھا جو وہ مغلوب تسلیم و رضا — بولا اچھا جو ہو مرضی عذر کیا

پس بخفتند آں شب و برخاستند — بامدادان خویش را آراستند

شب کو سوئے اور اٹھے وقت سحر — پھر ہوئے آراستہ با کر و فر

روی شستند و دہان ہر یکے — داشت اندر ورد و راہ و مسلکے

سب نے دھویا ہاتھ منہ بہر صفا — سب کا مسلک اور طریقہ تھا جدا

یک زمانے ہر یکے آورد رو — سوئے ورد خویش از حق فضل جو

پھر رجوع رحمت خالق ہوئے — اپنا اپنا ورد سب پڑھتے رہے

مؤمن و ترسا جہود و گبر و مغ — جملہ را رو سوئے آں سلطان الغ

کوئی مومن ہو کہ ہو کافر کوئی — سب کو دھن ہے ایک ہی اللہ کی

مؤمن و ترسا جہود و نیک و بد — جملگاں را ہست رو سوئے احد

مومن ترسا یہودی نیک و بد — سب کا رخ ہے جانب رب احد

بلکہ سنگ و خاک و کوہ و آب را — ہست واگشت نہانی با خدا

بلکہ پانی اور پتھر کوہ و خاک — سب کا مرجع ہے وہی اک ذات پاک

این سخن پایاں ندارد ہر سہ یار — رو بہم کردند آں دم یار وار

قصہ لمبا ہے غرض تینوں وہ یار — مل کے بیٹھے اک جگہ پر دوست وار

آں یکے گفتا کہ ہر یک خواب خویش | آنچہ دیدہ است دوش گو آور بہ پیش
ایک بولا جس نے جو دیکھا ہو خواب | رات کو کر دے بیاں وہ بے حجاب

ہر کہ خوابش بہ بود حلوا خورد | قسم ہر مفضول را فاضل برد
جس کا خواب اچھا ہو۔ حلوا کھائے وہ | دوسرے کا حصہ بھی لے جائے وہ

آنکہ اندر عقل بالاتر رود | خوردن او خوردن جملہ بود
عقل میں ہم سب سے جو بالا رہے | سب کا کھانا ہے اسی کے واسطے

فائق آید جان پر انوار او | باقیاں را بس بود تیمار او
فائق اس کی جان پُر انوار ہو | باقی ہر شخص اس کا بس غمخوار ہو

عاقلاں را چوں بقا آمد ابد | پس بمعنی ایں جہاں باقی بود
عاقلوں کی جب بقا ہے جاوداں | تو حقیقت میں ہے باقی یہ جہاں

پس جہود آورد آنچہ دیدہ بود | تا کجا شب روح او گردیدہ بود
تھا جو کچھ دیکھا یہودی نے کہا | شب کو اس کی روح تھی کتنی رسا

گفت در رہ موسیم آمد بہ پیش | گربہ بیند دنبہ اندر خواب خویش
بولا۔ موسیٰ رات کو مجھ سے ملے | خواب میں بلی کے چھیچھڑے ہی رہے

در پئے موسیٰ شدم تا کوہ طور | ہر سہ مان گشتیم ناپیدا ز نور
ساتھ موسیٰ کے گیا تا کوہ طور | ہو گیا ہم تینوں پر غالب وہ نور

ہر سہ سایہ محو شد زاں آفتاب | بعد ازاں زاں نور شد یک فتح باب
تینوں سائے گم تھے اس خورشید سے | پھر کھلا اک در شرف سے نور کے

نور دیگر رو دل آں نور رست | پس ترقیش آمد آں ثانی نو رست
نور چمکا یا نور پر اک دوسرا | دوسرے نے کی ترقی بر ملا

ہم من و ہم موسیٰ و ہم کوہ طور | ہر سہ گم گشتیم زاشراق نور
میں بھی اور موسیٰ بھی کوہ طور بھی | ہو گئے گم نور میں تینوں اے اخی

بعد ازاں ہم کُہ سہ شاخ شد — چونکہ نورِ حق درو نفاخ شد
یعنی ٹکڑے ہو گئے پھر کوہ کے — کیونکہ دم پھونکا تھا اُس میں نور نے

وصفِ ہیبت چوں تجلی زد برو — مے گسست از ہم ہمیشد سو بسو
وقفِ ہیبت جب تجلی سے ہوا — ٹوٹ کر وہ ہر طرف اُڑنے لگا

زاں یکے شاخے کہ آمد سوئے یم — گشت شیریں آبِ تلخ ہمچو سم
اُن میں سے ٹکڑا جو آیا سوئے یم — میٹھا پانی ہو گیا وہ۔ تھا جو سم

واں دگر شاخش فرو شد در زمیں — چشمۂ زاد و بروں آمد معیں
دوسرا ٹکڑا گیا زیرِ زمیں — نکلا اک چشمے سے پھر ماءِ معیں

کہ شفائے جملہ رنجوراں شد آب — از ہمایونی وحی مستطاب
پائی بیماروں نے پانی سے شفا — اُس میں پرتو تھا مبارک وحی کا

واں دگر شاخ سبک پرید زو — تا بجوارِ کعبہ کہ عرفات بود
تیسرا ٹکڑا اُڑا جو پاک بیباک — پہنچا سوئے کعبہ وہ عرفات تک

باز ازاں صعقہ چو با خود آمدم — طور بر جا بد نہ افزوں و نہ کم
ہیں جو بے ہوشی سے چونکا باشعور — تھا بدستور اپنی حالت پر وہ طور

لیک زیرِ پائے موسیٰ ہمچو یخ — میگدازید و نماندش شاخ و شخ
پر تھا زیرِ پائے موسیٰ برف سا — نرم اور ہموار اور پگھلا ہوا

با زمیں ہموار شد کوہ از نہیب — گشت بالایش ازاں ہیبت نشیب
کوہ تا زمیں سے ڈر کے وہ ہموار تھا — پست ساری ہو گئیں اُچھائیاں

باز با خود آمدم زاں انتشار — باز دیدم طور و موسیٰ برقرار
پھر جو میرا کم ہوا یہ انتشار — طور اور موسیٰ کو دیکھا برقرار

واں بیاباں سر بسر در ذیلِ کوہ — پُر خلائق گشتہ موسیٰ با شکوہ
بھر گیا خلقت سے وہ صحرا و کوہ — تھی وہ خلقت مثلِ موسیٰ باشکوہ

چوں عصا و خرقهٔ او خرقه شاں | جمله سوئے طور خوش دامن کشاں

ایسے ہی کپڑے تھے ایسے ہی عصا | جانب طور آرہے تھے سر ملا

جمله کفها در دعا افراخته | نعرهٔ ارنی بهم در ساخته

ہاتھ اٹھائے تھے دعا کے واسطے | رب ارنی کے تھے نعرے مارتے

باز آں غشیاں چو از من رفت زود | صورت هر یک دگرگونه ام نمود

پھر جو فوراً ہی ہٹی یہ بے خودی | دیکھیں سب کی صورتیں بدلی ہوئی

انبیا بودند ایشاں اهل ود | اتحاد انبیایم فهم شد

انبیاء تھے سب وہ ارباب صفا | میں نے جانا اتحاد انبیا

باز املاکی همی دیدم شگرف | صورت ایشاں بد از اجرام برف

پھر فرشتے میں نے دیکھے واقعی | برف سے تھیں صورتیں ان کی بنی

حلقهٔ دیگر ملائک مستعین | صورت ایشاں بجمله آتشین

دوسری طرف تھی فرشتوں کی وہاں | تھیں غرض ان سب کی شکلیں آتشیں

زیں نمط میگفت احوال آں جهود | بس جهودی کاخرش محمود بود

یوں یہودی کر رہا تھا قیل و قال | ہاں بہت سے ہیں یہودی خوش مآل

هیچ کافر را بخواری منگرید | که مسلماں مردنش باشد امید

کافروں پر کر نہ ذلت سے نظر | چاہتے ہیں ختم ہونا اسلام پر(۱)

چه خبر داری ز ختم عمر او | تا بگردانی ازو یکباره رو

ان کے جب انجام سے واقف نہیں | ان سے منہ کیوں پھیرتا ہے ہمنشیں

بعد ازاں ترسا در آمد در کلام | که مسیحم رو نمود اندر منام

گفتگو ترسا نے یوں کی ابتدا | خواب میں آئے تھے عیسے بے گماں

(۱) یعنی اکثر کافروں کی یہ آرزو ہوتی ہے کہ ان کا خاتمہ اسلام پر ہو ۵

پس شدم با او بچارم آسماں | مرکز و مثوای خورشید جہاں

میں گیا ہمراہ چوتھے چرخ پر | جو جگہ خورشید کی ہے سربسر

خود عجب ہائے قلاع آسماں | نیستش نبود بآیات جہاں

آسماں کے قلعے پر دیکھی گئیں | ایسی کچھ چیزیں جو دنیا میں نہیں

ہر کسے داند اے فخر البنین | کہ فزوں باشد فن چرخ از زمین

جانتے ہیں سب سبھی کو ہے خبر | ہے زمیں سے آسماں ممتاز تر

اونٹ گائے اور مینڈھے کی حکایت

اشترے گاوے و قچی در پیش راہ | یافتند اندر روش بندگیا

ایک اونٹ ایک گائے اک مینڈھا تیلا | راستے میں گھاس کا گچھا ملا

گفت قچ بخش ار کنیم ایں را یقیں | ہیچکس از ما نگردد سیر ازیں

بولا مینڈھا اس کی ہو تقسیم اگر | سیر ہم پائے نہ ہو کوئی نفر

لیک عمر ہر کہ باشد بیشتر | ١ ایں علف اوراست اولیٰ گو بخور

اس لئے جس کی زیادہ عمر ہو | کھائے یہ کھانے وہی۔ اس سے کہو

کہ اکابر را مقدم داشتن | آمدہ است از مصطفیٰؐ اندر سنن

ہیں مقدم اپنے چھوٹوں پر بڑے | سنت احمدؐ یہی ہے خیر سے

گرچہ پیراں را دریں دور لئام | در دو موضع پیش میدارند عام

آج کل گو اپنے پیروں کو تمام | ہیں مقدم دو جگہ رکھتے عوام

یا در آں لوتے کہ بس سوزاں بود | یا بر آں پل کز خلل ویراں بود

یا تو اک جلتے آب سنگستان میں | یا پھر اس پل پر جو ہو نقصان میں

١ یعنی بزرگوں اور پیروں کو صرف مشکل اور خطرناک راستوں میں اپنا پیشوا بنایا جاتا ہے۔

خدمت شیخی بزرگی قائدے	عام نارد بے قرینہ فاسدے
شیخ کی خدمت عوام نامراد	کرتے ہیں جب دیکھتے ہیں کچھ فساد
خیر شان اینست چہ بود شرشان	قبح شان با زوال از فرشان
گر یہ نیکی ہے تو شر پر غور کر	اس بھلائی سے بدی پر کر نظر

ظاہر پرستوں کی ایک مثال

سوئے جامع میشدے یک شہریار	خلق را میزد نقیب و چوبدار
مسجد جامع چلا اک شہریار	مارتے جاتے تھے سب کو چوبدار
آں یکے را سر شکستی چوب زن	واں دگر را بر دریدے پیرہن
سر کسی کا توڑ دیتے چوب زن	پھاڑتا کوئی کسی کا پیرہن
در میانہ بیدلی دہ چوب خورد	بیگناہے کہ برو از راہ گرد
ایسے بیکس کے پڑیں دس لکڑیاں	بے گنہ تھا پوچھتا تھا ہے کہاں
خوں چکاں رو کرد با شاہ و بگفت	ظلم ظاہر بین چہ پرسی از نہفت
یوں ستمدیدہ شاہ بولا خوں چکاں	ظلم ظاہر پہ ہے کیا ہوگا نہاں
خیر تو اینست جامع میروی	تا چہ باشد شر و شرت اے غوی
راہ مسجد میں یہ نیکی ہے تری	شر ترا کیا ہو سکا اے مرد غوی
یک سلامے نشنود پیر از خسے	تا نہ پیچد عاقبت از وے بسے
جب کمیں پیروں کو نالائق سلام	پیچ و تاب ان کو ہے لاحق الکلام
گرگ دریابد ولی را بہ بود	تا کہ دریابد ورا نفس بد
بھیڑیا بہتر ہے ولیوں کے لئے	نفس بدتر ہوں نہ لیکن واسطے
زانکہ گرگ ارچہ کہ بس استمگریست	لیکش آں فرہنگ کید و مکر نیست
بھیڑیا ظالم تو بے شک ہے و لے	مکر و فن اس میں نہیں ہیں دیکھ لے

ورنہ کے اندر فتادی او بدام — بلکہ اندر راہ کی باشد تمام

ورنہ اس کو پھانستا کس طرح دام — مگر بس انسان ہی ہیں سے تمام

مگر از آں دست کو دارد کرم — بشنود آواز د گوید من کرم[۱]

مگر اس اہل کرم کو زیب دے — جو سنے آواز اور بہرا بنے

گائے اونٹ اور مینڈھے کا قصہ

گفت میش با گاو و اشتر کای رفاق — چوں چنیں افتاد ما را اتفاق

بولا مینڈھا اونٹ سے اور گائے سے — اتفاق ایسا پڑا ہے - دیکھئے

ہر یکے تاریخ عمر ابدا کنید — پیرتر اولیٰ ست باقی تن زنید

اپنی اپنی عمر سب کر دیں بیاں — جو بڑا ہو بوڑھا بس وہ اولے ہے یہاں

گفت میش مرج من اندر آں عہود — بار میش قربان اسمٰعیل بود

ہے چراگہ میری - مینڈھے نے کہا — جس میں اسمٰعیلؑ کا مینڈھا چرا

گاو گفتا بودہ ام من سالخورد — جفت آں گاوم کش آدم جفت کرد

گائے بولی عمر میری ہے بڑی — گائے آدمؑ میری جوڑی دار تھی

جفت آں گاوم کش آدم بہر خلق — در زراعت بر زمیں میکرد فلق

جوڑی ہوں اس گائے کی میں بیگماں — جس سے آدم جوتتے تھے کھیتیاں

چوں شنید از گاو و میش اشتر شگفت — سر فرود آورد و آں را برگرفت

اونٹ نے جب یہ بیان ان کا سنا — سر جھکایا اور اٹھا لے لیا

بر ہوا برداشت آں بند قصیل — اشتر بختی سبک بے قال و قیل

گھاس وہ اوپر اٹھا کر بے دلیل — کی قوی اس اونٹ نے بے قال و قیل

۱؎ جیسے منصور کے متعلق روایت ہے کہ کسی عورت کے گزرنے کی آواز سنکر بلحاظ تجاہل بہرے بنگئے تھے یا حاتم اصم کی حکایت جو بہرے بنگئے تھے اور جن کا حال حضرت سعدیؒ نے بوستان میں لکھا ہے

که مرا خود حاجت تاریخ نیست | که چنین جسمے و عالی گردنیست
مجھے تو تاریخ کی حاجت نہیں | ہے بڑا جسم اور گردن بالیقین

خود همه کس آگه‌اند اے جان پدر | که نباشم از شما من خرد تر
جانتے ہیں سب یہ سب کو آگہی | تم سے چھوٹا ہو نہیں سکتا کبھی

و اندرین ره هر که ز اصحاب نهاست | که نهاد من فزون تر از شماست
جانتے ہیں اہل عقل و ہوشمند | میری خلقت تو ہے تم سب سے بلند

جملگان دانند کاین چرخ بلند | هست صد چندان که این خاک نژند
جانتے ہیں سب کہ چرخ با علا | ہے بلندی میں زمین سے سو گنا

کو گشاد قلعه های آسمان | کو نهاد و بقعه های خاکیان
آسماں کے قلعوں میں ہے جو کشاد | خاکداں کی ہے کہاں ایسی نہاد

تقریر عیسائی کیطرف رجوع اور مسلمان کی باری

پس مسلمان گفت کاے یاران من | پیشم آمد مصطفیٰ سلطان من
پس مسلمان نے کہا اسے دوستو | خواب میں آئے محمد رات کو

سید سادات سلطان نبیل | مفخر کونین و هادی سبیل
سب کے سردار اور وہ شاہوں کے شاہ | سرور کونین اور ہادی شاہ

پس مرا گفت آن یکے بر طور تاخت | با کلیم حق و نرد عشق باخت
مجھ سے فرمایا گیا اک طور پہ | عشق موسیٰ میں ہوا وہ بے خبر

وان دگر را عیسیٰ صاحبقران | برد بر اوج چهارم آسمان
دوسرے کو عیسیٰ صاحبقران | لے گئے چوتھے فلک پر بے گمان

خیز اے پس مانده دیده ضرر | باری این حلوا و یخنی را بخور
تو یہاں باقی ہے آکر اسے با ضرر | اور اس حلوے کو کھالے بے خطر

آن ہنرمندان پر فن راندند ۔ نامہ اقبال و منصب خواندند

ان ہنرمندوں نے پائے مرتبے ۔ نصب و اقبال اُن کو مل گئے

آن دو فاضل فضل خود دریافتند ۔ با ملائک فضل خود در بافتند

فضل اُن دونوں کو حاصل ہو گیا ۔ اُن کا رتبہ تو فرشتوں سے ملا

اے سلیم گول واپس ماندہ ہین ۔ برجہ و بر کاسہ حلوا نشین

اے سادہ دل لاچار کیوں بیٹھا ہے تو ۔ تاب رکھ حلوے کی اپنے روبرو

پس بگفتندش کہ اے اہل حریص ۔ اے عجب خوردی ز حلوائے خبیص

بولے کافر اے حریص بے ہنر ۔ کھا گیا کمبخت کیا حلوائے تر؟

گفت چون فرمود آن شاہ مطاع ۔ من کہ باشم تا کنم زان امتناع

اولا سوئیں؟ جب وہ سلطان حکم دے ۔ پھر بھلا انکار کوئی کیا کرے

تو جہود از امر موسیٰ سرکشی ۔ گر بخواند در خوشی یا ناخوشی

اے یہودی! ہوگا سرکش اُن سے کیا؟ ۔ حکم دیں موسیٰ اگر اچھا برا

تو مسیحی ہیچ از امر مسیح ۔ سر توانی تافت از خوب و قبیح

اے مسیحی حکم عیسیٰ سے بچے ۔ عذر ہو سکتا ہے؟ کہ ایمان سے

من ز فخر انبیا چون سر کشم ۔ خوردم آن حلوا و اینک سرخوشم

سرکشی میں مصطفےٰ سے کیوں کروں ۔ کھا لیا حلوا اور اب دل شاد ہوں

پس بگفتندش کہ واللہ خواب راست ۔ تو بدیدی وین بہ از صد خواب ماست

بولے تیرا خواب ہی سچا ہے یار ۔ سیکڑوں خوابوں سے ہے وہ خوشگوار

خواب تو بیداریست اے ذو نظر ۔ کان ببیداری عیانستش اثر

خواب بیداری ہے تیرا خوش نظر ۔ جو ہے بیداری میں بھی اُس کا اثر

خواب تو بیداریست اے خوش نہاد ۔ کہ تو در خوابت رسیدی با مراد

خواب بیداری ہے تیرا خوش نہاد ۔ تو نے پائی خواب میں اپنی مراد

خواب تو بیداریست اے نیکخو
کز ازاں خوابت رسید امر کلوا
خواب بیداری ہے اے مومن ترا
خواب ہی میں حکم کھانے کا ملا

خواب تو بیداریست اے نیکمرد
کہ ازاں خوابت تو علّے ست زرد
خواب بیداری ہے تیرا نیک مرد
خواب سے تیرے ہمارا رنگ زرد

خواب تو بیداریست اے سرجاں
کہ ہمارا ظاہر او بدی نہاں
خواب بیداری ہے تیرا اے جوان
خواب میں دیکھا تو تھا جو کچھ ہے عیاں

خواب تو مانند خواب انبیاست
کہ شد ایں خواب تو بے تعبیر راست
ہے یہ تیرا خواب خواب انبیا
یوں کہ بے تعبیر سچا ہو گیا

درگذر از فضل و از جلدی و فن
کار خدمت دارد و خلق حسن
چھوڑ دے جلدی اور اپنا علم و فن
بندگی ہے شرط اور خلق حسن

بہر ایں آورد ما یزداں بروں
١ ما خلقت الانس الا یعبدون
اس لئے حق نے ہمیں پیدا کیا
ما خلقت پڑھ لے قرآں میں ذرا

سامری را آں ہنر چہ سود کرد
کاں فن از باب اللہش مردود کرد
سامری کے کام کیا آیا ہنر
ہو گیا مردود حق وہ بے خبر

چہ کشید از کیمیا قاروں ببیں
کہ فرو بردش بقعر خود زمیں
کیمیا سے کیا ملا قاروں کو یار
کھا لیا اس کو زمیں نے ایکبار

بوالحکم آخر چہ بربست از ہنر
سرنگوں رفت او ز کفراں در سقر
کیا ہنر سے پا لیا بوجہل نے
پہنچا وہ دوزخ میں سر ڈالے ہوئے

خود ہنر آں داں کہ دید آتش عیاں
نے گپ دل علی النار الدخان ٢
یا ہنر وہ آگ جو دیکھے عیاں
گپ ہے آتش پر دلالت ہے دھواں

١ ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنی ہم نے جن و انسان کو نہیں پیدا کیا مگر بندگی اور عبادت کے لئے
٢ یعنی یہ تو نری گپ ہے کہ الدخان دل علی النار دھواں آگ پر دلالت کرتا ہے ؎

اے دلیلت گندہ تر نزد لبیب	در حقیقت از دلیل آں طبیب
تیری یہ ناقص دلیل اے بے ہنر	اُس دلیل طب سے بھی ہے گندہ تر[1]
چوں دلیلت نیست جز ایں اے پسر	ژاژ میخا در کمیز خے مگر
بس یہی تیری دلیلیں ہیں اگر	تو زباں کر بند اور بک بک نہ کر
اے دلیل تو مثال آں عصا	در کفت دل علی عیب العمی
ہے عصا تیری دلیل اے بے سبیل	ہے عصا تو عیب کوری کی دلیل
اے دلیل ما چو فکر با دلیل	ہیچ ما پیش دانایاں قلیل
ہے بینائوں کی طرح اپنے دلیل	پیش دانا کچھ نہیں اپنی دلیل
غلغل و طاق و طرنب و گیر و دار	گر نمی بینم مرا معذور دار
دبدبہ فخر و حکومت اور شان	گر نہ دیکھوں ہیں تو سمجھے معذور بالنہ

ملک ترمذ کے سردار کا منادی کرنا

سید ترمد کہ آنجا شاہ بود	مسخرہ او دلقک و نخواہ بود
سید ترمد جو اس جا شاہ تھا	دلقک اس کا مسخرہ و نخواہ تھا
داشت کارے در سمرقند او مہم	جست الاقی تا شود او مستتم
اک اہم کام سمرقند اس کو تھا	جس کی خاطر ڈاک دی اس نے بٹھا
زد منادی کہ اگر او در پنج روز	آردم پیغام خوب با فروز
او منادی کی کہ جو تا پنج روز	مجھ کو لا دے اک پیغام دلفروز
بخشمش او را از زر و گنج بے شمار	تا شود میر و عزیز اندر دیار
مال و زر بخشوں اسے میں بے شمار	ہو وہ سردار و عزیز شہر دیار

[1] یعنی طبیب قارورہ سے مرض کی تشخیص کرتے ہیں مگر اسے استدلال تیری دلیل اس سے بھی زیادہ گندہ ہے [2] یعنی اس بادشاہ کو۔

دلقک اندر ده بد و چون آن شنید | برنشست و تا به ترمد می‌دوید
گاؤں میں دلقک تھا۔ جب اس نے سنا | دوڑتا گھوڑے پہ ترمذ کو چلا

مرکبی دو اندر آن ره شد سقط | از دوانیدن فرس را زان نمط
گاؤں میں سے یہاں دو گھوڑے گئے | اپنا گھوڑا یوں بھگایا زور سے

پس به دیوان در دوید از گرد راه | وقت ناهنگام ره جست او به شاه
قصر تک پہنچا اڑاتا گرد راہ | اور کیا بے وقت عزم دید شاہ

فجفجی در جمله دیوان فتاد | شورشی در وهم آن سلطان فتاد
محل میں ہونے لگیں سرگوشیاں | وہم میں سلطان ترمذ تھا وہاں

خاص و عام شهر را دل شد ز دست | تا چه تشویش و بلا حادث شده است
تھے پریشاں شہر والے جابجا | کہتے تھے تشویش کیا ہے ۔ کیا بلا

یا عدوی قاهری در قصد ماست | یا بلای مهلکی از غیب خاست
چڑھ کر آیا کیا قوی کوئی غنیم | یا بلا آئی کوئی ہم پر عظیم

که ز ده دلقک به سیران درشت | چند اسپ تازی در راه کشت
دلقک آیا کیوں یہاں دوڑا ہوا | کتنے گھوڑے کچلتا ۔ مارتا

جمع گشته بر سرای شاه خلق | تا چرا آمد چنین اشتاب دلق
تھی سرِ شاہی پہ خلقت کا ہجوم | کہتا تھا کیوں دلقک آیا؟ کیسی یہ دھوم

از شتاب او و جهد و اجتهاد | غلغل و تشویش در ترمد فتاد
اس کی جلدی اور جد و جہد سے | غلغلے ترمذ میں تھے ہر سو پڑے

آن یکی دو دست بر زانو زنان | وان دگر از وهم واویلا کنان
ہاتھ تھا زانو پہ کوئی مارتا | کر رہا تھا کوئی نالہ اور بکا

از نفیر و فتنه و خوف نکال | هر دلی رفته به صد کوی خیال
خوف سے فتنوں کے ہیبت تھی کمال | سو طرح کے تھے ہر اک دل میں خیال

هر یکے فالے همی زد از قیاس
تا چه آفت زاد اندر پاس

فال لیتا تھا قیاس سے ہر کوئی
کہہ رہا تھا آگ یہ کیسی لگی

راه جست و راه دادش شاه زود
چون زمین بوسید گفتا هی چه بود

دلک سلطاں سے لیا اس سے ملا
کی زمیں بوسی، کہا قصہ ہے کیا؟

هر کسے پرسید حال از ترش
دست بر لب مینهاد و یعنی خمش

پوچھتے تھے اس سے سب وجہ ترش
ہاتھ منہ پر رکھ کے کہتا تھا خموش!

وهم می افزود آن فرهنگ او
جمله در تشویش گشته دنگ او

وہم بڑھتا اس کی ایسی بات سے
سب پریشاں اور بہت حیران تھے

کرد اشارت دلقک اے شاه کرم
یکدمے بگذار تا من دم زنم

تب ہی دلقک نے اشارے سے کہا
دیجئے مہلت کہ دم لے لوں ذرا

بو که باز آید به من عقلم دمے
که فتادم در عجائب عالمے

ہوش آ جائے مجھے تو کچھ کہوں
ہاں ٹھہرئیے میں عجب عالم میں ہوں

بعد یکساعت که شاه از وهم و ظن
تلخ گشتش هم گلو و هم دهن

بعد یک ساعت بڑھا پھر وہم شاہ
فکر سے تھی بے طرح حالت تباہ

کو ندیده بود دلقک را چنین
کز وی خوشتر نبودش همنشین

ایسا دلقک کو کبھی دیکھا نہ تھا
کوئی بہتر ہم نشیں اس سا نہ تھا

دائما دستان و لاغ افراشتے
شاه را بس شاد و خندان داشتے

دل لگی کی وہ سنا کر داستان
شاہ کو رکھتا تھا دائم شادماں

آنچنان خندانش کردی در نشست
که گرفتی شه شکم را با دو دست

یوں ہنساتا تھا وہ شہ کو برمحل
ہنستے ہنستے پیٹ میں پڑتے تھے بل

که ز زور خنده خو کردے تنش
رو در افتادے ز خنده کردنش

زور خندہ سے عرق آلود تھا
ہنستے ہنستے شاہ اکثر گر پڑا

باز امروز این چنین زرد و ترش — دست برلب میزنانے شہ خمش
یا وہی ہے آج ایسا پر خروش — ہاتھ رکھ کر منہ پر کہتا ہے خموش

وہم در وہم و خیال اندر خیال — شاہ را تا خود چہ آید از نکال
وہم پر وہم اور خیالوں پر خیال — شاہ کو ڈر تھے۔ دیکھیں کیا آئے وبال

کہ دل شہ با غم و پرہیز بود — زانکہ خرم شاہ بس خونریز بود
بادشہ خود صاحب پرہیز تھا — خرم البتہ بڑا خونریز تھا

جائے تخت او سمرقند گزیں — بد وزیر دست والی او ہمنشیں
تھا سمرقند اس کا دار السلطنت — تھا وزیر اس کا ذہین سب سے زیرک

پس شہاں آں طرف آشفتہ بود — یا بحیلت یا بسطوت آں عنود
اس نے مارے تھے بہت سے بادشاہ — حیلہ و سطوت سے کر کے تباہ

وین شہ ترمد ازو در وہم بود — در قرن واثق ہے دہشت فزود
شاہ ترمد کو اسی کا وہم تھا — جو خوشی سے تھا ولقاء کی سوا

گفت زوتر باز گو تا حال چیست — ایں چنیں آشوب تو از شر کیست
بولا پوچھا پھر یہ شہ نے۔ بتا اب ماجرا — کس کے شر سے ہے یہ گھبرانا ترا

گفت من گو دہ شنیدم آنکہ شاہ — زد منادی بر سر ہر شاہراہ
بولا میں نے یہ سنا ہے آپ نے — ڈونڈی پٹوائی ہے لوگوں کے لئے

کہ کسے خواہم کہ تا او تا سہ روز — تا سمرقند او چو پیک با فروز
مانگ الی کی ہے جو دوڑے تین روز — تا سمرقند اور ہو پیک دلفروز

گنجہا بدہم ورا اندر عوض — چوں شود حاصل پیغامش غرض
دوں خزانے مال و زر کے میں اُسے — ہو غرض پوری اگر پیغام سے

لہ خرم شاہ والی سمرقند ؎

من شکستہ پایم بر تو بہر آں | تا بگویم من ندارم آں تواں

بہانا کیا ہوا ہوں سنا ہاں لنگڑا بن | تا یہ کہدوں مجھ میں یہ طاقت نہیں

اینچنیں کارے نیاید از خود من | تا ازیں امید را برمن شکن

مجھ سے ہو سکتا نہیں ہرگز یہ کام | رکھ نہ یہ امید مجھ سے لاکلام

گفت لعنت بر چنیں پیچ و دبیت باد | گر دو صد تشویش در شہر او فتاد

بولا اس پہ لعنت ہو جلدی پیر تیری | شہر میں اک چل پل سی تو نے ڈالدی

از برائے ایں قدر اے خام ریش | آتش افگندی دریں برج و حشیش

صرف اتنے کے لیے اسے مدعی | جس میں یہ چنگاری ہے تو نے ڈالدی

ہمچو ایں خامان با طبل و علم | کہ الغ خانیم در فقر و عدم

ایسے ہی یہ خام با طبل و علم | بھرتے ہیں فقر و فنا میں اپنا دم

لاف شیخی در جہاں انداختہ | خویشتن را بایزیدی ساختہ

مارتے ہیں شیخیاں کیا کیا پلید | اور سمجھتے ہیں کہ ہم ہیں بایزید

ہم ز خود واصل شدہ سالک شدہ | محفلے وا کردہ در دعوت کدہ

خود ہی واصل خود ہی سالک بن گئے | دعوتیں میں محفلیں کرنے لگے

خانۂ داماد پر آشوب و شر | قوم دختر را نبودہ زاں خبر

خانۂ داماد ہے پر شور و شر | لڑکی والوں کو نہیں اس کی خبر

ولولہ کہ کار نیمے راست شد | شرطہائے کاں ز سوئے ماست شد

شادیاں دو کام آدھا ہو گیا | ہو گئیں پوری جو شرطیں تھیں یہاں

خانہا را رفتہ و آراستہ | زاں ہوس سرمست و خوش برخاستہ

کر لیا آراستہ اس نے تو گھر | اور سرمستی سے خوش ہے سر بسر

زاں طرف آمد یکے پیغام نہ | مرغے آمد ایں طرف زاں بام نہ

اور نہیں پیغام ادھر سے یا لیتیں | کوئی مرغ اس بام سے آیا نہیں

زیں رسالات مزید اندر مزید — در مضاحک یک جوابے نا رسید
خط پہ خط بھیجے مگر ناکامیاب — ہنس کے ہی پڑ گئے۔ کیسا جواب

نے ولیکن یار ما زیں آگہ است — زانکہ از دل سوئے دل پنہاں رہ است
ہے مگر واقف ہمارا درد خواہ — کیونکہ پوشیدہ ہے دل کو دل سے راہ

پس از آں یارے کہ امید شماست — از جواب نامہ رہ خالی چراست
آس ہے جب دوست سے اپنے تجھے — کیوں ہے مایوسی جواب نامہ سے

صد نشانست از سرار روانہ جہا — لیک بس کن پردہ زیں ہم برآ
ہاں نشاں لاکھوں خفی ہیں اور جلی — رہنے دے پردے میں لیکن اے اخی

باز رو تا قصۂ دلق جہول — کہ بلا آورد بر خویش از فضول
دلقک جاہل کا پھر قصہ سنا — بے وقوفی سے بلا میں جو پڑا

پس بہ پیرش گفت اے حق راستن — بشنو از بندہ کمینہ یک سخن
اے مزکی! بولا وہ زیرک شخ — سنئے اس ناچیز کا بھی اک سخن

دلقک از دہ بہر کارے آمدست — راہ گم گشت و پشیماں زاں شدست
کام دلقک کو یقیناً تھا کچھ اور — اب پشیماں ہو گئے بدلا ہے یہ طور

ز آب و روغن کہنہ را نو میکند — او بمسخرگی بر دل شو میکند
آب و روغن تلکے کرتا ہے نہاں — دل لگی ہیں بات دل کی بیگماں

نغمہ را بنمود و پنہاں کرد تیغ — باید افشردن مر او را بے دریغ
تیغ کی پنہاں۔ دکھاتا ہے میاں — چاہیئے اس کو دبانا بے گماں

او میاں بنمود و پنہاں کرد کارد — بیگماں و را ہمے باید فشارد
ہے میاں دکھلایا۔ پنہاں کی چھری — ہے دبانا اس کو شاہا لازمی

پستہ را یا جوز را تا نشکنی — نے نماید دل نہ بدہد روغنی
گر نہ توڑیں پستے اور اخروٹ کو — دیں نہ وہ روغن، نہ باہر مغز ہو

مشنو این دفع وی و فرهنگ او	در نگر در ارتعاش و رنگ او
مکر و حیلہ کی نہ اس کی سن بات	دیکھئے رنگ اور اس کے زلزلے
گفت حق سیماهم فی وجوههم[1]	زانکه غماز است سیما و منم
حق یہ سیماھم سے دیتا ہے نشاں	یعنی کرتے ہیں نشان غمازیاں
این معائن هست ضد آن خبر	که بشر بسرشته آمد آن بشر
اس خبر کی ضد ہے یہ بات اے پدر	شر سے وابستہ ہے تخلیق بشر
گفت دلقک با فغان و با خروش	صاحبا در خون این مسکین مکوش
بولا دلقک ہو کے محو اضطراب	کیوں ہے میرے قتل کی کوشش جناب
بس گمان و وهم آید در ضمیر	کان نباشد حق و صادق ای امیر
ہیں گمان و وہم ایسے سیکڑوں	کیا ضرورت ہے کہ سب سچے ہی ہوں
ان بعض الظن اثم ست ای وزیر	نیست اثم راست ظاهر بر فقیر
ہیں گنہ اکثر گماں سن اے وزیر	ظلم ہے بیجا اور ہیں بے کس فقیر
شه نگیرد آنکه می رنجاندش	از چه گیرد آنکه می خنداندش
شہ نہ پکڑے اس کو بھی جو رنج دے	جو ہنساتا ہو، عوض کیا اس سے لے
گفت صاحب پیش شه جاگیر شد	کاشف این مکر و این تزویر شد
قلب شہ میں جم گیا قول وزیر	کھل گیا دلقک ہے مکار و شریر
گفت دلقک را سوئے زندان برید	چاپلوس و زرق او را کم خرید
دے دیا حکم اس کو زنداں میں رکھو	چاپلوسی کی نہ کچھ پروا کرو
می‌زنیدش چون دهل اشکم تهی	تا دهل وار او دهد تان آگهی
ڈھول کی مانند پیٹو بے تکاں	تا کہ دل کی بات یہ کر دے عیاں

[1] قوله تعالی سِیمَاهُمْ فِی وُجُوهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُودِ یعنی ان کی صورتوں میں سجدوں کے نشان ہو گئے ہیں ۔

زانکه ہم پر ہم تہی باشد دہل — بانگ وا آگہ کند ما را ز کل

ڈھول جیسا بھی ہو خالی اور بھرا — بھید کہ دیتی ہے سب اُس کی صدا

تا بگوید سرِ خود را اضطرار — آنچنانکہ گیرد این دلہا قرار

بے بھی کر دے دل کی باتیں آشکار — یوں کہ سب کے دل کو آ جائے قرار

چون طمانینہ است صدق با فروغ — دل نیارامد بگفتارِ دروغ

ہے طمانیت فقط سچائی سے — جھوٹ سے پھرتا نہیں دل اس لئے

کذب چون خس باشد و دل چون دہان — خس نگردد در دہان ہرگز نہان

جھوٹ خس ہے اور دل مثلِ دہان — پھر دہن میں کس طرح ہو خس نہان

تا درو باشد زبانی مے زند — تا بدانش از دہان بیرون کند

وہ رہے جب تک زبان چلتی رہے — تا کہ اس کو منہ سے باہر پھینک دے

خاصہ یکبار در چشم افتد خس ز باد — چشم افتد در نم و بند و گشاد

آنکھ میں پڑتی ہے جب خس بیش و کم — کھلتی ہے بچتی ہے ہو جاتی ہے نم

ما پس این خس را زنیم اکنون لگد — تا دہان و چشم زین خس وا رہد

اس کمینے کے بھی اب لاتیں لگیں — تا کہ منہ اور آنکھ سے تنکے گریں

گفت ایتاقک کہ اے ملک آہستہ باش — روی حلم و مغفرت را کم خراش

بولا ایتاقک رحم کر اے بادشاہ — کر نہ حلم و مغفرت کو یوں تباہ

تا بدین حد چیست تعجیل و نقم — من ہمیم پیش دستت تو درم

آخر ایسی آفت اور بیداری سے کیا — اُڑ نہ جاؤں گا میں قیدی ہوں ترا

آن ادب کہ باشد از بہر خدا — اندران مستعجلی نبود روا

ہو اگر تنبیہ از بہر خدا — جلد بازی اس میں پھر کب ہے روا

وانچہ باشد طبع و خشم عارضی — مے شتابد تا نگردد مرتضی[۱]

اور اگر ہوتا ہے غصہ عارضی — ہوتی ہے جلدی نہ ہو تا مرتضی

---

[۱] یعنی غصہ اُتر نہ جائے۔

ترس آرد از رضا خشمش رود | انتقام و ذوق از وفائت شود

ہو رضا کے خوف سے غصہ فنا | وقت گذرے انتقام و ذوق کا

شہوت کاذب شتابد در طعام | خوف فوت ذوق بود جز منقام

کھانے کی جلدی ہو جھوٹی بھوک میں | علتیں اس ذوق سے لیکن بڑھیں

اشتہا صادق بود تاخیر بہ | تا گوارندہ شود آں بے گرہ

ہو جو سچی بھوک کچھ تاخیر سے | تو ہے بہتر، ہضم تا وہ ہو سکے

تو پے دفع بلا ئم سے زنی | تا بہ بینی رخنہ را بندش کنی

مارتا ہے تو پئے دفع بلا | تا کہ دیکھ رخنہ جو ہو۔ تو دے چھپا

تا ازاں رخنہ بروں ناید بلا | غیر آں رخنہ بسے دارد قضا

تا بلا آئے نہ رخنے سے کوئی | ہیں بہت رخنے قضا کے واقعی

چارۂ دفع بلا نبود ستم | چارہ احسان باشد و عفو و کرم

چارۂ دفع بلا کب ہے ستم | ہے علاج احسان اور عفو و کرم

گفت الصدقة ترد للبلا[1] | داو مرضاك بصدقة یا فتی

صدقہ سے آئی بلا کو ٹالتا | صدقے سے اپنے مرض کی کر دوا

صدقہ نبود سوختن درویش را | کور کردن چشم حلم اندیش را

کیا ہے صدقہ پھونکنا درویش کو | بند کرنا چشم حلم اندیش کو

گفت شہ نیکوست خیر و موقعش | لیک چوں خیرے کنی در موضعش

بولا شہ نیکی کا کرنا ہے بھلا | ہاں مگر موقع ہو کار خیر کا

موضع شہ رخ نہی ویرانی ست | موضع شہ پیل ہم نادانی ست

رخ بجائے شہ ہو ویرانی ہے یہ | شہ کی جا ہو پیل نادانی ہے یہ

در شریعت ہم عطا ہم زجر ہست | شاہ را صدر و فرس را در کہ ست

ہے شریعت میں عطا بھی زجر بھی | شاہ کو صدر اسپ کو ہے گھاس ہی

[1] حدیث شریف الصدقة ترد البلا یعنی صدقہ بلا کو رد کر دیتا ہے ۔

عدل چہ بود وضع اندر موضعش ‏| ظلم چہ بود وضع در ناموقعش
عدل یہ ہے اک ٹھکانے سے ہوں کام ‏| بے ٹھکانے ہوں تو ہے ظلم تمام

عدل چہ بود آب دہ اشجار را ‏| ظلم چہ بود آب دادن خار را
عدل کیا ہے آب دے اشجار کو ‏| ظلم کیا ہے؟ پانی دینا خار کو

نیست باطل ہرچہ یزداں آفرید ‏| از غضب وز حلم وز نصح و مکید
حق نے جو پیدا کیا ۔ باطل نہیں ‏| ہو غضب یا حلم یا ہو مکر و کید

خیر مطلق نیست زانہا ہیچ چیز ‏| شر مطلق نیست زانہا ہیچ چیز
خیر مطلق بھی نہیں ہے کوئی چیز ‏| شر مطلق بھی نہیں ہے کوئی چیز

نفع و ضر ہر یکے از موضعیست ‏| علم ازیں رو واجبست و نافعیست
نفع اور نقصان کا ہے اک محل ‏| اس لئے ہے علم نافع اور عمل

اے بسا زجرے کہ بر مسکیں رود ‏| در ثواب از نان و حلوا بہ بود
جھڑکیوں کا اکثر اسے مسکین تاب ‏| نان و حلوا سے زیادہ ہے ثواب

زانکہ حلوا گرمی و صفرا کند ‏| سیلیش از خبث مستنقا کند
کیونکہ حلوا گرمی و صفرا بڑھائے ‏| اور اک تھپیڑ برائی سے بچائے

سیلئے در وقت بر مسکیں بزن ‏| کہ رہاند آنش از گردن زدن
وقت پر مسکیں کے تھپیڑ تو مار ‏| تا ہلاکت سے ہو اپنی رستگار

زخم در معنی فتد بر خوئے بد ‏| چوب بر گرد او فتد نے بر نمد
مار سے ہوتی ہے زخمی اس کی کھوٹ ‏| گرد پر پڑتی ہے یا نمدے پہ چوٹ

بزم و زنداں ہست ہر بہرام را ‏| بزم مخلص را و زنداں خام را
بزم و زنداں ہے ہر اک بہرام کا ‏| بزم مخلص کی ہے ۔ زنداں خام کا

شق بباید ریش را مرہم کنی ‏| چرک را در ریش مستحکم کنی
رکھ نہ مرہم زخم اگر ہا ہے شگاف ‏| پیپ سے کب زخم ہو سکتا ہے صاف

۱؎ یہاں بہرام ہر بادشاہ سے مراد ہے ۔

تا خورد مر گوشت را در زیر آں ۔۔۔ نیم سودے باشد و پنجہ زیاں
تیرے نیچے گوشت کو کھا جائیگا ۔۔۔ فائدہ کم اور نقصاں ہے سوا

از تف آں اندروں ویراں شود ۔۔۔ چرک ناگہ در میاں پنہاں شود
گرمی سے اندر پہنچتا ہے زیاں ۔۔۔ درمیاں میں چرک رہتا ہے نہاں

گفت دلقک من بگو ہم گذار ۔۔۔ لیک گویم سخنری پیش آر
بولا دلقک۔ ہاں نہ کر مجھ کو رہا ۔۔۔ میں تو ہوں تحقیق حالت چاہتا

ایں رہ صبر و تانی را مبند ۔۔۔ صبر کن اندیشہ میکن روز چند
کہ رہِ صبر و تامل کو نہ بند ۔۔۔ صبر کچھ دن چاہیئے اسمیں بہرہ مند

در تانی بر یقینی بر زنی ۔۔۔ گوشمال من بایقانی کنی
صبر کرنے سے یقیں ہو جائیگا ۔۔۔ بایقیں پھر پاؤں گا اپنی سزا

در روش یمشی مکبّا خود چرا ۔۔۔ چونکہ میشاید شدن بر استوا
ہے روش "یمشی مکبّا" کی خطا ۔۔۔ جب ہے چلنا سیدھے رستے پر روا

مشورت کن با گروہ صالحاں ۔۔۔ بر پیمبر امر شاورھم بداں
مشورہ کر اُن سے جو ہیں نیک پے ۔۔۔ حکم پیغمبر کو "شاورھم" کا ہے

امرھم شوریٰ برائے ایں بود ۔۔۔ کز تشاور سہو و کژ کمتر شود
"امرہم شوریٰ" کا مطلب ہے یہی ۔۔۔ مشورہ ہے مانع سہو و کجی

لہ قولہ تعالیٰ۔ أفمن یمشی مکبّا علی وجھه اھدیٰ امّن یمشی سویّا علی صراط المستقیم یعنی جو منہ کے بل چلتا ہے وہ راست روزیادہ ہے یا وہ جو سیدھے راستے پہ چلتا ہے؟

کہ قولہ تعالیٰ۔ وشاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ یعنی اے محمدؐ لوگوں سے مشورہ کرو اور جب کسی کام کا ارادہ ہو تو خدا پر توکّل کرو۔ سہ قولہ تعالیٰ۔ والّذین استجابوا لربّھم واقاموا الصّلوٰۃ وامرھم شوریٰ بینھم وممّا رزقناھم ینفقون یعنی جو لوگ حکم خدا قبول کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور اُنکے کام بطریق مشورہ طے ہوتے ہیں اور ہمارے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں

کاین خردہا چون مصابیح انورست	بیست مصباح از یکے روشن ترست
ہیں یہ عقلیں شمع روشن بر ملا	ایک سے ہے بیس میں زائد ضیا
بو کہ مصباحے فتد اندر میان	مشتعل گشتہ ز نور آسمان
شمع شاید آئے کوئی درمیان	جس میں ہوں انوار نور آسمان
غیرت حق پردۂ انگیختہ است	سفلی و علوی بہم آمیختہ است
غیرت حق ہو گئی ہے پردہ دار	سفلی و علوی ہیں دونوں ہمکنار
گفت سیروا مے طلب اندر جہان	بخت و روزی را ہمیکن امتحان
حکم ہے تم سیر دنیا کی کرو	اور ڈھونڈو رزق اور تقدیر کو
در مجالس مے طلب اندر عقول	آنچنان عقلے کہ بود اندر رسول
مجلسوں میں پھر کرو کسب عقول	عقل ایسی جس کے حامل تھے رسول ﷺ
زانکہ میراث از رسول آنست و بس	کو ببیند غیب تا از پیش و پس
ہے یہ میراث رسول اے نیک خو	دیکھتے ہیں پیش و پس سے غیب کو
در بصرہا مے طلب ہم آن بصر	کہ نتابد وصف آن این مختصر
ڈھونڈ نظروں میں بھی اک ایسی نظر	وصف جس کا ہو برون مختصر
بہر این کردہ است منع آن باشکوہ	از ترہب وز شدن خلوت بکوہ
اس لئے ہے منع حضرت نے کیا	بن ترہب اور پہاڑوں پہ نہ جا
تا نگردد فوت این نوع التقا	کان نظر بخت است و اکسیر بقا
ملنا جلنا تا نہ ہو فوت اے فتا	ہے انہیں نظروں میں اکسیر بقا
در میان صالحان یک اصلحیست	بر سرش توقیعش از سلطان صحیست
ہے اک اصلح صالحوں کے درمیاں	جس پہ انوار خدا ہیں ضوفشاں
کان دعا شد با اجابت مقترن	کفو او نبود کبار انس و جن
ہے دعا اس کی اجابت سے قرین	انس و جن میں کفو تک اس کا نہیں

ور مری اش آنکه حلو و حامض ست	حجت ایشان بر حق داحض ست
ہمسری کرتے ہیں جو اُس سے ذرا	اُن کی حجت ہے غلط نزدِ خدا
گرچه ما او را به خود افراشتیم	عذر و حجت از میان برداشتیم
ہم نے خود رتبے اُسکے برتر دیئے	عذر و حجت درمیاں سے اُٹھ گئے
قبله را چون کرد دست حق عیان	پس تحری بعد ازاں مردود داں
قبلہ کو جب کر دیا حق نے عیاں	تو ہے بے معنی تحری[۱] بعد ازاں
هین بگردان از تحری رو و سر	که پدید آمد معاد و مستقر
پھیر لے اپنا تحری سے تو سر	جب ہے ظاہر بازگشت اور مستقر
یک زمان زین قبله گر ذاهل شوی	سخرهٔ هر قبلهٔ باطل شوی
قبلہ سے دم بھر اگر غافل ہو تو	تو مسخر قبلۂ باطل ہو تو
چون شوی تمییز ده را ناسپاس	بجهد از تو خطرهٔ قبله‌شناس
جب ہے تو تمیز دہ[۲] کا ناسپاس	تجھ سے چھوٹیں خطرۂ قبلہ شناس[۳]
گر ازین انبار خواهی بر و بر	نیم ساعت هم ز همراهان مبر
رزق اور بخشش اگر ہے چاہتا	ساتھیوں سے ہو نہ اک لحظہ جدا
که در آن دم که ببری زین معین	مبتلا گردی تو با بئس القرین
ورنہ اک لحظہ میں تو ہو کر جدا	صحبتِ بد میں تو ہو گا مبتلا

چوہے اور مینڈک کا قصہ

۰ از قضا موشی و چغزی با وفا	بر لب جو گشته بودند آشنا
اتفاقاً ایک مینڈک اک چوہا	تھے کنارِ نہر باہم آشنا

۱ قبلہ کو تلاش کرنا۔ ۲ تمیز دینے والا یعنی خدا ۳ یعنی تجھ میں قبلہ شناسی کے خطرے پیدا ہو جائیں گے ۔

هر دو تن مربوط میعادے شدند   هر صباحے جمع یک جا آمدند
مدتوں تک ربط دونوں میں رہا   ملتے تھے ہر صبح آکر باوفا

نرد دل با همدگر مے باختند   وز وساوس سینه مے پرداختند
نرد دل کی تھے وہ دونوں کھیلتے   دور تھے اُن کے دلوں سے وسوسے

هر دو را دل از تلاقی متسع   همدگر را قصه خوان و مستمع
دونوں دل پس کے ملنے سے تھے شاد   کہتے تھے قصے جو کچھ تھے اُن کو یاد

رازگویاں با زبان بے زباں   الجماعة رحمت تاویل داں
تھی زبان بے زبانی راز گو   ہے جماعت رحمت اس سے جان لو

آں اشر چوں جفت آں شاد آمدے   پنجساله قصه اشش یاد آمدے
ہوتے تھے جب مل کے دونوں شاد شاد   پنج ساله قصے آجاتے تھے یاد

جوش نطق از دل نشان دوستیست   بستگی نطق از بے الفتیست
بات کرنا ہے نشان دوستی   ہے خموشی شاہد بیگانگی

دل که دلبر دید کے ماند ترش   بلبلے گل دید کے ماند خمش
دیکھے جب دلبر کو دل کیوں ہو نہ جوش   گل کو بلبل دیکھ کر کب ہو خموش

[1] ماهی بریاں ز آسیب خضرؑ   زنده گشت و سوئے دریا شد مقر
تھی بھنی مچھلی کو ہیبت خضرؑ کی   زندہ ہو کر لوٹ دریا میں گئی

یار را چوں یار بنشسته شد   صد ہزاراں لوح سر دانسته شد
دوست جب اک دوست کا ہو ہم نشیں   راز کھل جاتے ہیں لاکھوں بالیقیں

[1] روایت ہے کہ جب حضرت خضرؑ آب حیوان کی تلاش میں چشمہ آب حیات تک پہنچے تو ان کے پاس ایک بھنی ہوئی مچھلی تھی۔ انہوں نے وہاں روٹی کھانے کا ارادہ کیا۔ دفعتاً وہ مچھلی ان کے ہاتھ سے پانی میں گری اور زندہ ہوگئی ٭

لوح محفوظ است پیشانیِ یار	راز کونینش نماید آشکار
ہے ازل کی لوح پیشانیِ یار	اس سے ہیں راز دو عالم آشکار
ہادیِ راہ ست یار اندر قدوم	مصطفیٰ زین گفت اصحابی نجوم
دوست ہی ہے ہادیِ راہِ قدوم	مصطفیٰؐ کہتے ہیں اصحابی نجوم
نجم اندر ریگ و دریا رہنماست	چشم اندر نجم نہ کو مقتداست
تارے دشت و بحر میں ہیں رہنما	رکھ نظر ان پر کہ یہ ہیں پیشوا
چشم را با روے او میدار جفت	گرد منگیزان ز راہ بحث و گفت
آنکھ کو چہرے پر ان کے رکھ مدام	گردِ بحث و گفتگو چھوڑ اے غلام
زانکہ گردد نجم پنہاں زاں غبار	چشم بہتر از زبان با عثار
کیونکہ تاروں کو چھپاتا ہے غبار	ہے زباں سے آنکھ بہتر لاکھ بار
تا بگوید آنکہ وحیستش شعار	کاں نشاند گرد و نگیزد غبار
تا کہ فرمائیں جناب مصطفیٰؐ	یہ غبار و گرد سے فارغ رہا
چوں شد آدمؑ مظہر وحی و وداد	ناطقہ او علم الاسما گشاد
تھے جو آدمؑ مظہر وحی خدا	علم الاسماء سے کھولا ناطقا
نام ہر چیزے چنانکہ ہست آں	از صحیفہ دل روی گشتش زباں
نام ہر اک چیز کا جو تھا نہاں	بس کتابِ دل سے آیا تا زباں
فاش میگفتی زبان از رویتش	جملہ را خاصیت و ماہیتش
آشکارا ان کی زباں سے پھر ہوئی	خاصیت اور ماہیت ہر چیز کی
آں چناں نامے کہ اشیا را سزد	نے چنانکہ چیز را خوانی اسد
تھا جو نام اشیاء کا ٹھیک اور مستند	یہ نہیں جو چیز کو کہہ دیں اسد
نوحؑ نہصد سال در راہ سوی	بود ہر روزیش تذکیر نوی
نوحؑ نو سو سال تک تھے مستقیم	تھا نیا اک ذکر روز ان کا ندیم

لعل و تازہ زیاقوت القلوب — نے رسالہ خواندہ نے قوت القلوب

دل کی یاقوتی سے تازہ ہونٹ تھے — کھائی یاقوتی۔ نہ کچھ لکھے پڑھے

وعظ را ناموختہ ہیچ از شروح — بلکہ ینبوع کشوف و شرح روح

وعظ کو سیکھا شرحوں سے کبھی — کشف کے چشمے تھے شرحیں روح کی

زاں مئے کاں مے چو نوشیدہ شود — آب نطق از گنگ جوشیدہ شود

سیکھا اس مے سے کہ جب وہ جوش کھائے — جو ہو گونگا۔ وہ بھی جوشِ نطق پائے

طفل نوزادہ شود حبر و فصیح — حکمت بالغ بخواند چوں مسیح

طفل نو زائیدہ ہو دانا فصیح — حکمت کامل سکھائے جوں مسیحؑ[لہ]

از کُہے کہ یافت زاں مے خوش لبی — صد غزل آموخت داؤدِ نبی

جس نے پائی تھی یہ مے اُس کوہ سے — سیکھے نغمے حضرت داؤدؑ سے

جملہ مرغاں ترک کردہ چیک چیک — ہمزبان و یار داؤدؑ ملیک

پنچھی سب چھوڑ کر چڑیاں وہاں — ہو گئیں داؤد ہی کی ہمزباں

چہ عجب گر مرغ گردد مست او — چوں شنید آہن صدائے دست او

مست ہوں گر مرغ تو حیرت ہے کیا — جب صدا سے اُن کی لوہا موم تھا

صرصری بر عاد قتالہ شدہ — مر سلیماںؑ را چو حمالہ شدہ

عاد والوں کی ہوا قتال تھی — اور سلیمانؑ کی وہی حمال تھی

صرصرے میبرد بر سر تخت شاہ — ہر صباح و ہر مسا یک سالہ راہ

لیکے جاتی تھی ہوا وقت سحر — تخت ان کا اک برس کی راہ پر

لہ جس طرح حضرت عیسیٰؑ نے پیدا ہوتے ہی فرمایا تھا۔ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ آتَانِیَ الْکِتَابَ وَجَعَلَنِیْ مُبَارَکًا وَّجَعَلَنِیْ نَبِیًّا یعنی میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھ کو کتاب دی ہے برکت والا بنایا ہے اور اپنا نبی کیا ہے

هم شده حمّال وهم جاسوس او ‏ ‏ گفت غائب را کنان محسوس او
ان کی حمّال بھی تھی جاسوس بھی ‏ ‏ ان سے کہہ دیتی تھی سب باتیں چھپی

باد چون گفتار غائب یافتے ‏ ‏ سوئے گوش آن ملک بشتافتے
گفتگو پوشیدہ سنتی تھی اگر ‏ ‏ کہتی ان کے کان میں وہ سربسر

که فلانے این چنین گفت این زمان ‏ ‏ اے سلیمان شہ صاحبقران
یعنی یوں اس وقت کہتا تھا فلاں ‏ ‏ اے سلیمانؑ اے شہِ صاحب قران

چوہے کا مینڈک کیساتھ مشورہ کرنا

این سخن پایان ندارد گفت موش ‏ ‏ چغز را روزے که اے فخر وحوش
بات یہ لمبی ہے چوہے نے کہا ‏ ‏ ایک دن مینڈک سے اے بحر آشنا

وقتہا خواہم که گویم با تو راز ‏ ‏ تو درون آب داری ترکتاز
تجھ سے کہنا چاہتا ہوں دل کے راز ‏ ‏ اور ہے پانی میں تیری ترک تاز[1]

بر لب جو من ترا نعره زنان ‏ ‏ نشنوی در آب از عاشق فغان
تجھ کو ندی پر میں دیتا ہوں صدا ‏ ‏ تو کہاں سنتا ہے عاشق کی بکا

من بدین وقت معین اے دلیر ‏ ‏ مے نگردم از ملاقات تو سیر
اک مقرر وقت پر میں اے دلیر ‏ ‏ ہو نہیں سکتا ترے ملنے سے سیر

پنج وقت آمد نماز اے رہنمون ‏ ‏ عاشقان را فی صلوٰة دائمون
ہے مقرر پانچ وقت اپنی نماز ‏ ‏ دائمی لیکن ہے عاشق کی نماز

نے به پنج آرام گیرد آن خمار ‏ ‏ کاندرین سرہاست نے پانصد ہزار
پانچ وقتوں سے نہ ہو پورا خمار ‏ ‏ پانچ کیا ۔گو پانسو ہوں یا ہزار

[1] دوڑ دھوپ ۔

نیست زرغبّا طریق عاشقان — سخت مستسقی ست جان صادقان

سلک عشاق زرغبّا نہیں — جان صادق تشنہ ہے بالیقین

نیست زرغبّا طریق ماہیان — زانکہ بے دریا ندارند انس جان

مچھلیوں کا طور زرغبّا ہو کیا — کس سے ہیں مانوس دریا کے سوا

آب این دریا کہ ہائل بقعہ ایست — با خمار ماہیان یک جرعہ ایست

بقعۂ دریائے ناپیدا کنار — مچھلیوں کو ہے بس اک جرعہ خمار

یکدم ہجران بر عاشق چو سال — وصل سالے متصل پیشش خیال

ایک لمحہ ہجر کا ہے ایک سال — وصل یکسالہ ہے گویا اک خیال

عشق مستسقی ست مستسقی طلب — در پئے ہم این و آن چون روز و شب

عشق خود تشنہ ہے اور تشنہ طلب — ایک پیچھے دوسرے کے روز و شب

روز بر شب عاشق ست و مضطرست — چون ببینی شب بر او عاشق ترست

دن ہے عاشق رات پر دیکھ لے پسر — رات ہے دن پر مگر دلدادہ تر

نیستشان از گفتگو یک لحظہ ایست — از پئے ہمشان یکے دم ایست نیست

بات کرنے کی انہیں مہلت نہیں — پیروی سے ایک دم فرصت نہیں

این گرفتہ پائے آن آن گوش این — این بر آن مدہوش آن بیہوش این

اس نے پکڑا پاؤں اس کا اس نے کان — اس پہ یہ مدہوش وہ دے اس پہ جان

در دل معشوق جملہ عاشق ست — در دل عذرا ہمیشہ وامق ست

قلب میں معشوق کے عاشق ہے گم — دل میں عذرا کے سدا وامق ہے گم

۱؎ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رض سے فرمایا تھا کہ "یا ابا ھریرۃ زُرْ غبًّا تزدد حبًّا" یعنی اے ابو ہریرہ ایک دن بیچ کر کے دوستوں سے ملا کرو اس طرح دوستی زیادہ بڑھ جاتی ہے ؃

۲؎ عذرا معشوق کا اور وامق عاشق کا نام ہے ؃

در دل عاشق بجز معشوق نیست — در میانشان فارق و مفروق نیست

دل میں عاشق کے فقط معشوق ہے — کون ان میں فارق و مفروق ہے

بر یکے اشتر بود این دو درا — پس چه زرغبّا بگنجد این دو را

ہیں یہ دونوں دو درا اک اونٹ پر — پھر ہے زرغبّا کی گنجائش کدھر

هیچکس با خویش زرغبّا نمود — هیچکس با خود بنوبت یار بود

کون رکھے خود سے زرغبّا روا — باری باری کون اپنے سے ملا

آن یکی نه کہ عقلش فهم کرد — فهم این موقوف شد بر مرگ مرد

جس کو سمجھی عقل، وہ وحدت نہیں — موت کے بعد اس کا آتا ہے یقین

جز مگر مردی کہ پیش مرگ مُرد — رخت هستی را بسوی یار برد

ہاں مگر جو مرنے سے پہلے مرا — رخت ہستی سوئے جاناں لے گیا

ور بعقل ادراک این ممکن بدی — قهر نفس از بهر چه واجب شدی

ہوتا ممکن عقل سے گر جاننا — مارنا کیوں نفس کا ہوتا روا

با چنان رحمت کہ دارد شاه هُش — بے ضرورت چون بگوید نفس کُش

باوجود ان رحمتوں کے کردگار — بے ضرورت کیوں یہ کہتا نفس مار

وصل کے لئے چوہے کی خوشامد اور زاری

گفت اے یار عزیز مهرکار — من ندارم بے رخت یکدم قرار

بولا چوہا اے عزیز دوست دار — مجھ کو بن تیرے نہیں اک دم قرار

روز نور و مکسب و تابم توئی — شب قرار و سلوت و خوابم توئی

دن کو میرا نور اور راحت ہے تو — شب کو میرا چین اور عشرت ہے تو

باقی آئندہ — جزیں ؛

از مروت باشد ار شادم کنی — وقت و بیوقت از کرم یادم کنی
یہ مروت ہے کرے گر مجھ کو شاد — وقت اور بے وقت کر لے دل سے یاد

در شبانروزی وظیفہ چاشتگاہ — راتبہ کردی وصال اے نیکخواہ
رات دن میں صرف وقت چاشت تو — وصل سے کرتا ہے شاد اے نیک خو

من بدین یکبار قانع نیستم — در ہوایت طرفہ انسانیستم
ہیں مگر اک بار پر قانع نہیں — ہوں تمنا حسرتہ میں تیری بالیقیں

پانصد استسقاستم اندر جگر — با ہر استسقا قرین جوع البقر[۱]
پانسو ہیں کتنا ہے استسقا جگر — ہے ہر استسقا درا جوع البقر[۲]

بے نیازی از غمم من اے امیر — دہ زکات جاہ و بنگر در فقیر
غم سے بے پروا نہ ہو میرے امیر — دے زکات جاہ کر فکر فقیر

این فقیر بے ادب نادرخورست — لیک لطف عام تو زان برترست
یہ فقیر بے ادب ہے نا سزا — تیرا لطف عام ہے لیکن بڑا

مے نجوید لطف عام تو سند — آفتابے بر حدثہا مے زند
تیرا لطف عام تو ہے بے سند — ہے نجاست پر بھی تاباں آفتاب

نور او را زان زیانے نابدہ — آن حدث از خشکئ ہیزم شدہ
نور کو اس کے نہیں اس سے زیاں — مثل ہیزم خشک ہو جاتی ہے یاں

تا حدث در گلخنے شد نور یافت — در در و دیوار حمامے بتافت
ہو کے گلخن میں نجاست جلوہ گر — کرتی ہے نور افگنی حمام پر

۱ وہ مرض جس میں بار بار پیاس معلوم ہوتی ہے اور پانی سے کسی طرح سیری نہیں ہوتی ؛

۲ وہ مرض جس میں تمام اعضا پھوکے ہو جاتے ہیں اور کھانے پینے سے کسی طرح سیری نہیں ہوتی ؛

بود آلایش شد آرایش کنون	چون برو بر خواند خورشید آن فسون
تھی جو آلائش اب آرائش ہوئی	ہے یہ افسون رخِ خورشید ہی
شمس هم معده زمین را گرم کرد	تا زمین باقی حدثها را بخورد
جب زمیں کو گرم سورج نے کیا	اُس نے پھر ناپاکیوں کو کھا لیا
جزو خاکی گشت و رست از وی نبات	هکذا یمحو الاله السیئات
بن کے جزوِ خاک اُگا ہی پھر گیاہ	محو کرتا ہے یونہی خالق گناہ
جزو خاکی گشت و شد او بهر نور	هکذا یغفر لمن یعطی الغفور
جزوِ خاکی بن کے ہو جاتی ہے نور	بخش دیتا ہے یونہی ربِّ غفور
با حدث کان بدترین است این کند	کش نبات و نرگس و نسرین کند
جب نجاست سے سلوک ایسا کرے	نرگس و نسریں بناتا ہے اسے
تا به نسرین مناسک در وفا	حق چه بخشد در جزا و در عطا
پھر انھیں جو ہیں خدا جو باوفا	کیا خبر اللہ کیا دے گا جزا
چون خبیثان را چنین خلعت دهد	طیبین را تا چه بخشد در رشد
جب خبیثوں کو ہیں ایسی خلعتیں	جانے کیا پاکوں کو بخشے نعمتیں
آن دهد حقشان که لا عین رأت	کان نگنجد در زبان و در لغت
دے گا خالق جو نہ دیکھا آنکھ نے	اور زباں جس کو نہ ظاہر کر سکے
ما کییم این را بیان کن یار من	روز من روشن کن از خلق حسن
ہم ہیں کیا اے دوست تو خود کر بیاں	کیجئے خلقِ حسن سے ضوفشاں
منگر اندر زشتی و مکروهیم	که ز پر زهری چو مار کوهیم
تم یہ دیکھا کیا ہے مرا حال نہ بول	زہر سے پُر اک پہاڑی سانپ ہوں
ای که من زشتم خصالم نیز زشت	چون شوم گل چون مرا او خار کشت
اے برا ہوں میں دیکھنے والا میں ہوں	پھول بنوں کیونکہ ہیں خلقت خار سے

نوبہار حسن گل دہ خار را | زینت طاؤس دہ این مار را

نو بہار حسن گل دے خار کو | زینت طاؤس کی دے مار کو

در کمال زشتیم من منتہی | لطف تو در فضل و در فن منتہی

کج ادائی میں کوئی مجھ سا نہیں | لطف فرمائی میں بھی تجھ سا نہیں

حاجت این منتہی زان منتہی | تو برآر اے غیرت سرو سہی

لطف سے اپنے ابھی پر زشت کی | تو نکال اے غیرت سرو سہی

چون بمیرم فضل تو خواہد گریست | از کرم گرچہ ز حاجت وا بریست

جب مروں گا فضل تیرا روئے گا | بے نشاں ورنہ اُسے حاجت ہے کیا

بر سر گورم بسے خواہی نشست | خواہد از چشم لطیفت اشک جست

آکے تو بیٹھے گا تربت پر مری | اشک باری پر بہیں گے آنکھوں سے تری

نوحہ خواہی کرد بر محرومیم | چشم خواہی بست از مظلومیم

تجھ کو رونا آئے گی محرومی مری | دیکھی کب جائے گی مظلومی مری

اندکے زان لطفہا اکنون بکن | حلقہ در گوشم کن زین سخن

وہ کرم تھوڑا سا مجھ پر آج کر | اور بنا اپنا غلام اے دادگر

آنچہ خواہی گشت تو با خاک من | بر فشاں بر درد کے غمناک من

کل جو باتیں ہوں گی میری خاک سے | ڈال دے اور اک نگاہیں پہ مرے

دستگیرم در چنین بیچارگی | شاد گردانم دران غمخوارگی

ہو مرا بے چارگی میں دستگیر | ہو رہا ہوں غمگین شاد کر رب قدیر

چوہے کی خوشامد اور ایک مثال

صوفئی را گفت خواجہ سیم پاش | کاے قدمہائے ترا جانم فراش

اک سخی خواجہ نے صوفی سے کہا | جان میری تیرے قدموں پہ فدا

یکدرم خواہی تو امروز اے شہم
یا کہ فردا چاشتگاہی سہ درم

اک درہم ابھی اس وقت سے لیگا یہ دغل
یا کہ درہم تین، وقت چاشت کل

گفت من بہ زین دمے راضی ترم
کہ دہی امروز و فردا صد درم

بولا راضی ہوں ابھی اک درہم پہ لا
سو درم بھی کل اگر دے گا تو کیا

سیلی نقد از عطائے نسیہ بہ
نک قفا پیشت کشیدم نقد دہ

سیلی نقد اچھی بڑی بخشش ادھار
نقد گدی حاضر ہے کر دی دو دھول مار

خاصہ آن سیلی کہ از دست تو است
ہم قفا ہم سیلیش مست تو است

خاص کر یہ دھول تیرے ہاتھ کی
دھول و گدی سب ہیں مستانہ تری

ہیں بیا اے شادی و جان جہان
خوش غنیمت دار نقد این زمان

جلد آ اے عشرت و جان جہان
ہے غنیمت نقد وقت اے جان جہان

در مدزد آن روئے ماہ از شب میان
سر مکش زین جوئے آب روان

مہر و شب سے نہ تمہ آپنا چھپا
ہے اگر آب رواں، ندی میں آ

تا لب جو خندد از ماہ سہیں
وز لب جو سر برآرد یاسمین

ہو لب جو خندہ زن ماہ مبین
اور لب جو سے ہو پیدا یاسمین

چون ببینی بر لب جو سبزہ مست
پس بدان از دور کانجا آبہاست

سبزہ جب دیکھے لب جو پر نظر
دور سے پانی کا اندازہ تو کر

گفت سیماہم وجوہ کردگار
کہ بود غماز باران سبزہ زار

جب کہ سیماہم ہے قول کردگار
کیوں نہ ہو غماز باران سبزہ زار

گر ببارد شب نبیند ہیچ کس
کہ بود در خواب ہر نفس و نفس

شب کو بارش ہو تو کیا دیکھے کوئی
ہر نفس ہوتا ہے محو خواب میں

تازگی ہر گلستان جمیل
ہست بر باران پنہانی دلیل

تازگی لیکن چمن کی اے جمیل
بارش پنہاں کی ظاہر ہے دلیل

چوہے اور مینڈک کی حکایت کیطرف رجوع

اے اخی من خاکیم تو آبیی	لیک شاہ رحمت و وہابیی
اے اخی خاکی ہوں میں آبی ہے تو	رحمت خالق کا حامل نیک خو
آنچناں کن از عطا و از قسم	کہ بگہ و بیگہ بخدمت میرسم
کر عطا ایسی مجھے خوش دوستی	گاہے گاہے میں کروں خدمت تری
بر لب جو من بجاں میخوانمت	من نہ بینم از اجابت مرحمت
جب لب جو پر تجھ کو دیتا ہوں صدا	اور صدا پہنچی نہیں میری رسا
آمدن در آب بر من بستہ شد	زانکہ ترکیبم ز خاکی رستہ شد
پانی پر آنا مرا ممکن نہیں	خاک سے ہے میری خلقت بالیقیں
یا رسولے یا نشانے کن مدد	تا ترا از بانگ من آگہ کند
تو مقرر کر کوئی پیغام بر	دے جو میری بانگ کی تجھ کو خبر
بحث کردند اندریں کار آں دو یار	آخر آں بحث آں آمد قرار
بحث کی دونوں نے اس پر بار بار	پائی یہ بات آخر کو قرار
کہ بدست آرند یک رشتہ دراز	تا ز جذب رشتہ گردد کشف راز
ہم کہیں سے لائیں اک ڈورا دراز	تا کہ ہو اس کی کشش سے کشف راز
یک سرے بر پائے ایں بندہ دوتو	بستہ باشد دیگرش بر پائے تو
پاؤں میں اک میرے باندھو اس کا سرا	باندھ کر پاؤں میں اپنے دوسرا
تا بہم آئیم زیں فن ما دو تن	اندر آمیزیم چوں جاں با بدن
تا کہ دونوں کو ملا دے یہ جتن	اور ہم مل جائیں جیسے جان و تن
ہست تن چوں ریسماں بر پائے جاں	میکشاند بر زمینش ز آسماں
جسم اک رسی ہے پائے روح پر	لائی گردوں سے زمیں پر کھینچ کر

چغز جان در آب خواب بیهشی ۔ رسته از موش تن آمد در خوشی
روح کا مینڈک تھا غرق بے خودی ۔ موش تن سے چھوٹ کے کرتا تھا خوشی

موش تن زان ریسمان باز کشید ۔ چند تلخی زین کشش جان می‌چشید
موش تن نے کھینچی رسی پھر یہاں ۔ روح نے اس سے اٹھائیں تلخیاں

گر نبودے جذب موش گنده مغز ۔ عیش‌ها کردے درون آب چغز
گر کشش کرتا نہ یہ گندہ چوہا ۔ عیش پانی میں بڑا مینڈک کو تھا

باقیش چون روز برخیزی ز خواب ۔ بشنوی از نور بخش آفتاب
چھوڑا ہوا جب اٹھے تو بعد خواب ۔ اور دیکھے ہے درخشاں آفتاب

یک سر رشته گره بر پای من ۔ زان سر دیگر تو بر پا عقده زن
اک گرہ تو ہو گی میرے پاؤں پر ۔ دوسری پنجے میں تیرے بے خطر

تا توانم من در این خشکی کشید ۔ مر ترا یک شد سر رشته پدید
بس یہیں لوں گا کھینچ خشکی پہ تجھے ۔ لے جو کھوئے تھے وہ رستے مل گئے

تلخ آمد بر دل چغز این حدیث ۔ که مرا در عقده آرد این خبیث
بات مینڈک کو ہوئی یہ ناگوار ۔ پھنسانا چاہتا ہے مجھے یہ نابکار

هر کراهت در دل مرد بهی ۔ چون در آید از آفت نبود تهی
دل میں آتی ہے کراہت جو کوئی ۔ خالی آفت سے نہیں ہوتی کبھی

وحی حق دان آن فراست اتقو ۔ نور دل از لوح کل کرده است فهم
وحی حق جان اس فراست کو نہ وہم ۔ نور دل تو عرش سے پاتی ہے فہم

امتناع پیل از سیران بیت[1] ۔ با چنان پیلبان و بانگ هیت
جانب کعبہ نہ تھے ہاتھی رواں ۔ باوجود ہیبت و سعی پیلباں

[1] یعنی جب ابرہہ کا لشکر انہدام کعبہ کے لئے روانہ ہوا تو ہاتھی کعبہ کی طرف قدم نہ بڑھا سکا۔ مگر وہ دوسری طرف تبدیل کر چلے چلاتے تھے لیکن پیلبانوں کے منہ سے ہٹ سکتے تھے۔

جانب کعبہ نہ رفتی پائے پیل ۔ با ہمہ لت نے کثیر و نے قلیل
کعبہ کی جانب نہ اٹھا پائے پیل ۔ گو بہت لاتیں پڑائیں اے عقیل

گفتیی کہ خشک شد پاہائے او ۔ یا بمرد آں جان صول افزائے او
خشک گویا پاؤں ان کے ہو گئے ۔ یا نہیں تھی جان باقی ہول سے

پیل را حق جان آگہ می کند ۔ واں خساں را کور و گمرہ میکند
ہاتھیوں کو حق نے بخشی آگہی ۔ اور ان نالائقوں کو گمرہی

چونکہ کردندی سرش سوئے یمن ۔ پیل نر صد اسپہ گشتے گام زن
جب چلاتے تھے انہیں سوئے یمن ۔ تو بہت تیزی سے ہوتے گام زن

حس پیل از زخم غیب آگاہ بود ۔ چوں بود حس ولی با ودود
غیب سے ہاتھی کی حس آگاہ تھی ۔ ہو گی کیا پھر حس ولی اللہ کی

نے کہ یعقوب نبی گفت آں زماں ۔ کہ ازو جستند یوسف را کہاں
کیا نہ تھا یعقوب نے ان سے کہا ۔ بھائیوں نے مانگا جب یوسف کو تھا

از پدر چوں خواستندش آں دواں ۔ تا برندش سوئے صحرا یک زمان
بھائیوں نے باپ سے یوں عرض کی ۔ ہم اسے لے جائیں جنگل اک گھڑی

جملہ گفتندش میندیش از ضرر ۔ یک دو روزش مہلتے دہ اے پدر
کچھ نہ دل میں سمجھئے خوف ضرر ۔ مہلت اک دو دن کی دیجئے اے پدر

تو چرا ما را نہ بسپاری امین ۔ یوسف خود نسپری با ما ظنین
تم سمجھتے کیوں نہیں ہم کو امیں ۔ کیوں نہیں یوسف کو دیتے ہمنشیں

تا بہم در مرج بازی کنیم ۔ ما دریں دعوت امین و محسنیم
تا چراگاہ ہوں میں ہم کھیلیں بہم ۔ ہیں امیں و اللہ اور محسن ہیں ہم

گفت یعقوب این ہم کہ نقلش از برم ۔ میفروزد در دلم درد و سقم
بولے یعقوب اس کا جانا پاس سے ۔ درد پیدا دل میں ہوتا ہے مرے

این دلم ہرگز نمی‌گوید دروغ | کہ ز نور عرش دل دارد فروغ
دل مرا ہرگز نہیں کہتا دروغ | نور سے ہے عرش کے اس کو فروغ

آں دلیل قاطعی بہر فساد | وز قضا آں را نکرد او اعتداد
تھی یہ اک قطعی دلیل انتشار | حکم حق سے پر نہ آیا اعتبار

ور گذشت اندر نشانی آنچناں | کہ قضا در فلسفہ بود آں زماں
باوجود علم چوک ان سے ہوئی | کیونکہ اس لحظہ قضا حکمت میں تھی

ایں عجب نبود کہ کور افتد بچاہ | بوالعجب افتادن بیناست براہ
کیا تعجب ہے کہ چاہ میں اندھا گر سکے | ہاں تعجب ہے اگر بینا گرے

کایں قضا را گونہ گوں تصریفہا | چشم بندش یفعل اللہ ما یشاء[1]
گونہ گوں ہیں انقلابات قضا | ہے کرشمہ یفعل اللہ ما یشاء

ہم بداند ہم نداند دل فنش | موم گردد بہر آں مہر آہنش
جانتا ہے دل کرشمے اور نہیں | موم ہو جاتا ہے لوہا یا یقیں

گوئیا دل گوید کہ میل او | چوں رسن شد ہر چہ باشد یا شکو
سکوہ کی مانند ہو دل سخت جو | اس کی خواہش سے کہے جو ہو سو ہو

خویش را ہم زیں معطل سے کند | وز تقاضاش جہاں معطل سے کند
خود کو کر لیتا ہے غافل ہے کہاں | اس کی رسی میں پھنسا رہتا ہے یہاں

گر شود مات اندریں آں بوالعلا | آں نباشد مات باشد ابتلاء
مات ہو جائے جو وہ ناداں یہاں | تو نہیں یہ مات یہ ہے امتحان

یک بلا از صد بلایش وا خرد | یک ہجومش بر عیار جہاں برد
ہو بلاؤں سے چھڑا لے اک بلا | ایک ہستی سے ہو دل مرا ایسی بھلا

[1] یفعل اللہ جو کچھ چاہتا کرتا ہے۔

خام شوخی کہ رہا نیدش مدام | از خمار صد ہزاراں زشت خام
اب وہ شوخ خام جو کرتا رہا | سیکڑوں ناقص خماروں سے پیدا

عاقبت او پختہ و استاد شد | جست از رق جہان آزاد شد
ہو گیا وہ استاد اب پختہ کار | اور غلامی سے جہاں کی رستگار

از شراب لایزالی گشت مست | شد ممیز و ز خلائق باز رست
ہو گیا مست شراب لایزال | صاحب تمیز اور آزاد ہوا[1]

ز اعتقاد سست پر تقلید شاں | وز خیال دیدہ بے دید شاں
اعتقاد سست و پر تقلید سے | اور فکر دیدہ بے دید سے

اے عجب چہ فن زند ادراک شاں | پیش جزر و مد بحر بے نشاں
کون سا فن اس کو لایا کھینچ کے | ایسے بحر بیکراں کے سامنے

زاں بیاباں ایں عمارتہا رسید | ملکت شاہی و وزارتہا رسید
اس بیاباں سے ہیں یہ آبادیاں | ملک و شاہی اور وزارت کی ہیں

زاں بیابان عدم مشتاق شوق | می رسد اندر شہادت جوق جوق
اس بیاباں عدم سے مست شوق | آتے ہیں بہر شہادت جوق جوق

کارواں در کارواں زیں بادیہ | می رسد در ہر مسا و غادیہ
اور اس جنگل سے لاکھوں قافلے | رات دن جاتے ہیں اس جا دیکھ لے

آید و گیرد وثاق ما گرو | کہ رسید آں نوبت ما شد تو رو
آنے والا چھینتا ہے ہم سے گھر | اب میں آ پہنچا تو رخصت ہو ادھر

چوں پسر چشم خرد را بر گشاد | زود بابا رخت بر گردوں نہاد
جبکہ لڑکا ہو گیا بالغ ہوئی | بابا نے فوراً عدم کی راہ لی

[1] آزاد کس سے ہوا۔ اس کا جواب دوسرے شعر میں ہے +

جادۂ شاہیست این بین بس رواں	وان اثرہا صادران و واردان
ہے یہ اک شہراہ بہت سے رواں	آتے جاتے ہیں اسی سے کارواں
نیک بنگر ما نشستہ میرویم	مے نہ بینی قاصد جائے نویم
بیٹھے ہی بیٹھے چلے جاتے ہیں ہم	ہم ہیں قاصد شہر نو کے دمبدم
بہر مالے مے نگیری راس مال	بلکہ از بہر غرض ہا در مآل
مال سے جیسے بنا زر راس مال	ہے غرض مندی سے وابستہ مآل
پس مسافر آں بود کے رہ پرست	کہ مسیرش و روش در مستقبل ست
پس مسافر ہے وہی پہچان لے	جو کہ ہر دم فکر مستقبل کرے
ہمچناں کز پردۂ دل بے کلال	دمبدم در میرسد خیل خیال
جس طرح پردے سے دل کے بے ملال	ہیں پہنچتے دمبدم لاکھوں خیال
گر نہ تصویرات از یک مغرسند	در پے ہم سوئے جاں چوں میرسند
گر تصور ایک مرکز سے نہ ہوں	روح کی جانب پہنچ جائیں یہ کیوں
جوق جوق اسپاہ تصویرات ما	سوئے چشمۂ دل شتاباں از ظما
یہ تصور دوڑتے ہیں صف بہ صف	تشنگی سے چشمۂ دل کی طرف
جرّہا پر میکنند و میروند	دائما پیدا و پنہاں میشوند
بھر کے کوزے اپنے ہوتے ہیں رواں	ہیں ہمیشہ ہو رہے پیدا و نہاں
فکرہا را اختران چرخ داں	دائر اندر چرخ دیگر آسماں
ہیں یہ فکریں اختران چرخ سے	در پے گردوں یہ جو ہیں گھومتے

۱۔ یعنی مال دنیا سے غافل ہو کر راس المال عقبیٰ سے بے فکر ہو گیا ہے ⁂

۲۔ کہتے ہیں کہ چرخ نہم جو عرش اعظم ہے۔ اس کے جوف میں طبق در طبق اور آسمان کچھ ہیں اور دائرہ کے ستارے انہیں کی گردش کے ماتحت ہیں ⁂

سعد دیدی شکر کن ایثار هم ‏ ‏ ‏ نحس دیدی صدقه و استغفار هم
سعد ہوں تو شکر کر ایثار بھی ‏ ‏ ‏ نحس ہوویں صدقہ بھی استغفار بھی

ما کییم این را بیارائے یار من ‏ ‏ ‏ طالعم مقبل کن و چرخے بزن
ہم ہیں کیا اے دوست آ طالع کو لا ‏ ‏ ‏ کرکے خوش تقدیر گردش دے ذرا

روح را تابان کن از انوار ماه ‏ ‏ ‏ زانکه ز آسیب ذنب شد دل سیاه
روح پر کر بارشیں انوار ماہ ‏ ‏ ‏ کیونکہ یہ دل ہے گناہوں سے سیاہ

از خیال و وہم و ظن بازش رہان ‏ ‏ ‏ از چہ و جور رسن بازش رہان
پھر رہا کرکے خیال و وہم سے ‏ ‏ ‏ تو اسے جور رسن سے کھول دے

تا ز دلداری خوب تو دلے ‏ ‏ ‏ پر برآرد بر پرد ز آب و گلے
تیری دلداری سے نکلیں دل کے پر ‏ ‏ ‏ آب و گل سے جائیں یہ اڑ کر ادھر

اے عزیز مصر جانم دستگیر ‏ ‏ ‏ عذر این زندانی خود در پذیر
اے عزیز مصر جاں تو لطف سے ‏ ‏ ‏ عذر اس قیدی کا اپنے مان لے

اے عزیز مصر جانم آن تست ‏ ‏ ‏ یوسف مظلوم در زندان تست
اے عزیز مصر جان تجھ پر فدا ‏ ‏ ‏ یوسف مظلوم ہے قیدی ترا

در خلاص او یکے خوابے ببین ‏ ‏ ‏ زود کان الله یحب المحسنین
دیکھ خواب اس کی رہائی کے بھی چند ‏ ‏ ‏ کیونکہ ہیں اللہ کو محسن پسند

هفت گاو لاغر پر از گزند ‏ ‏ ‏ هفت گاو فربهش را میخورند
دبلی پتلی سات گائیں اے عجب ‏ ‏ ‏ کھا رہی ہیں سات موٹی گائیں اب

هفت خوشه زشت خشک ناپسند ‏ ‏ ‏ سنبلات تازه اش را میچرند
سات خوشے جو کہ ہیں سوکھے ہوئے ‏ ‏ ‏ چر رہے ہیں تازہ ہوئے دیکھ لے

قحط از مصرش برآ اے عزیز ‏ ‏ ‏ هین مباش اے شاه این را مستجیز
مصر جاں میں چھا گیا قحط اے عزیز ‏ ‏ ‏ ہاں روا اس کو نہ رکھ اے باتمیز

یوسفم در حبس تو اے شہ نشاں　　ہین ز دستان زنانم وارہاں
ہے جو تیری قید میں یوسف مرا　　عورتوں کے مکر سے اس کو چھڑا
از سوئے عرشی کہ بودم مربط او　　شہوت او را فکندم کاهبطوا
عرش سے جو تھا مقام آبرو　　پھینکا یاں شہوت نے کہکر اهبطوا[1]
پس فتادم زاں کمال مستتم　　از فن زناں بہ زندان رحم
اس کمال قرب سے پس میں گرا　　زناں کے فن سے رحم میں آپڑا
روح را از عرش آرد در حطیم[2]　　لاجرم کید زناں باشد عظیم[3]
روح کو پستی میں لائے عرش سے　　مکر ہیں ان عورتوں کے بھی بڑے
اول و آخر ہبوط من ز زن　　چونکہ بودم روح و چوں گشتم بدن
اول و آخر مری پستی ہے زن　　جبکہ تھا میں روح اور اب ہوں بدن
بشنو ایں زاری یوسف را عنا　　یا براں یعقوب بیدل رحم آر
بیکسی میں سن لے یوسف کی بکا　　رحم کر یعقوب بیدل پہ ذرا
نالہ از اخواں کنم یا از زناں　　کہ فکندندم چو آدم از جناں
عورتوں سے روؤں یا اخوان سے　　مثل آدم خلد سے پھینکا مجھے
زاں مثال برگ دے پژمردہ ام　　کز بہشت وصل گندم خوردہ ام
ہوں فسردہ صورت برگ خزاں　　گیہوں خلد وصل سے کھایا ہے ہاں
چوں ببینم لطف و اکرام ترا　　واں سلام و سلم و پیغام ترا
لطف اور اکرام جب دیکھے ترے　　اور سنے مژدے سلام و امن کے
من سپند چشم بد کردم ترا　　در سپندم نیز چشمم بد رسید
کالا دانہ ہیں نے کو حسد سے کیا　　چشم زخم اس میں بھی کو پہنچا

۱ یعنی اتر جاؤ۔ ۲ یعنی زوال دنیا۔
۳ قولہ تعالیٰ: اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ ۔ سورۂ یوسف

دافع ہر چشم بد از پیش و پس ۔۔۔ چشمہائے پر خمار تست و بس

چشم بد کی ہیں جو دافع پیش و پس ۔۔۔ ہیں خمار آلود آنکھیں تیری بس

چشم بد را چشم نیکویت شہا ۔۔۔ مات و مستاصل کند نعم الدوا

چشم بد کو تیری چشم خوش ادا ۔۔۔ دفع کر دیتی ہے یہ ہے اچھی دوا

بل ز چشمت کیمیاہا مے رسد ۔۔۔ چشم بد را چشم نیکو مے کند

کیمیا ملتی ہے آنکھوں سے تری ۔۔۔ نیک ہو جاتی ہیں اب آنکھیں بری

چشم شہ بر چشم باز دل زدہ ست ۔۔۔ چشم بازش سخت باہمت شدہ ست

چشم باز دل پہ چشم شہ پڑی ۔۔۔ ہو گئیں باہمت آنکھیں باز کی

تا ز بس ہمت کہ یابید از نظر ۔۔۔ مے نگیرد باز شہ جز شیر نر

باز شہ جب سے ہوا عالی نظر ۔۔۔ صید کرتا ہے فقط اب شیر نر

شیر چہ کان شاہ باز معنوی ۔۔۔ ہم شکار تست ہم صیدش توئی

شیر کیا یہ شاہباز معنوی ۔۔۔ ہاں ترے صید اور تو ان کا صید بھی

شد صفیر باز جاں در مرج دیں ۔۔۔ نعرہائے لا احب الآفلین

باز جان جو ہے مقیم کشت دیں ۔۔۔ کہہ رہا ہے لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن[1]

باز دل را کہ پئے تو مے پرید ۔۔۔ از عطائے بے حدت چشمے رسید

باز دل کو جو ترے پیچھے اڑا ۔۔۔ تو نے یہ چشم بصیرت کی عطا

یافت بینی بوئے و گوش از تو سماع ۔۔۔ ہر حسے را قسمتے آمد مشاع

ناک کو خوشبو سماعت کان کو ۔۔۔ پایا ہر اک حس نے حصہ دیکھ لو

ہر حسے را چون دہی رہ سوئے غیب ۔۔۔ نبود آں حس را فتور مرگ و شیب

غیب کی جانب ملی جب حس کو راہ ۔۔۔ پائی مرگ و ضعف ہستی سے پناہ

[1] میں ڈوبنے اور فنا ہونے والوں کو دوست نہیں رکھتا ۔

تا اگر ملکی بجنس خیز دے ہی
تا کہ بر جنسہا کند آں جنس شہی
جس کو لے بالاک تو دے وہ مرتبا
سب جنسوں پر وہ رہے فرماں روا

سلطان محمود غزنوی اور چوروں کی جماعت

شب چو شہ محمود برمے گشت فرد
با گروہ دزد و شبرو باز خورد
گشت میں اک شب سے شاہ غزنوی
اک جماعت اُن کو چوروں کی ملی

پس بگفتندش کہ اے بو الوفا
گفت شہ من ہم یکے ام از شما
تو پوچھا ان کو کون ہے اے مرد نیک شا
بولے سلطان میں بھی ہوں تم میں سے ایک

آں یکے گفت اے گروہ مکر کیش
ہین بگوئید از فن و فرہنگ خویش
ایک بولا صاحب فن دوستو
اپنے اپنے فن یہاں ظاہر کرو

تا بگوید با حریفاں در سمر
کو چہ دارد در جبلت از ہنر
کہہ دو ہم پیشوں سے اپنی داستاں
کیا ہنر ہے کس کی فطرت میں نہاں

آں یکے گفت اے گروہ فن فروش
ہست خاصیت مرا اندر دو گوش
ایک بولا سنئے ارباب صفت
ہے عجب کانوں میں میرے خاصیت

کہ بدانم سگ چہ میگوید بہ بانگ
قوم گفتندش ز دیناری دو دانگ
کتے کی آواز ہوں پہچانتا
بولے سب دینار دو حصے ترا

آں دگر گفت اے گروہ زر پرست
جملہ خاصیت مرا چشم اندر است
دوسرا بولا کہ اے ارباب مال
ہے مری آنکھوں میں سب میرا کمال

ہر کرا شب بینم اندر قیرواں
روز بشناسم مر اورا بیگماں
کالی راتوں میں جس کو دیکھوں وقت شب
دن کو پہچانوں اُسے میں بے تعب

گفت یک خاصیتم در بازو است
کہ زنم من نقبہا با زور دست
ایک بولا میرے بازو دیکھنا
ہاتھ سے میں نقب دیتا ہوں لگا

گفت یک خاصیتم در بینی ست	کار من در خاک ہا بو بینی ست
ایک بولا خاصیت ہے ناک میں	کام میرا سونگھنا ہے خاک میں
سرّ الناس معادن[1] او دست	کہ رسول آں را پئے چہ گفتہ ست
علم الناس معادن ہے سمجھے	کیوں یہ فرمایا رسول اللہ نے
من ز خاک تن بدانم کاندر آں	چند نقد ست و چہ دارد او ز کاں
جسم کی مٹی سے میں لیتا ہوں جان	کس قدر ہے نقد اور کیسی ہے کان
در یکے کاں زر بے اندازہ درج	واں دگر دخلش بود کمتر ز خرج
اندر ہے سونا اک کان میں	خرچ ہے بے انتہا اک کان میں
ہمچو مجنوں بو کنم ہر خاک را	خاک لیلیٰ را بیابم بے خطا
مثل مجنوں خاک کو ہوں سونگھتا	اور لگا لیتا ہوں لیلیٰ کا پتا
بو کنم دانم ز ہر پیراہنے	گر بود یوسف وگر آہرمنے
جانتا ہوں سونگھ کر ہر پیرہن	اس میں ہے یوسف اور اس میں راہزن
ہمچو احمد که برد بو از یمن	زاں نصیبے یافت ایں بینی من
بو یمن کی سونگھ لیتے تھے نبی[2]	ہے وہی نقشہ یہ میری ناک کا
کہ کدامیں خاک ہمسایہ زر ست	یا کدامیں خاک صفر و ابتر ست
یہ سمجھتی ہے خزانہ ہے کہاں	اور کہاں خالی زمیں ہے بیکراں
گفت یک خاصیتم در پنجہ ام	گر کمندے افگنم طول علم
ایک بولا میرا پنجہ ہے ستم	ہوں کمند افگن بقدر یک علم

[1] حدیث شریف:- الناس معادن کمعادن الذہب والفضۃ یعنی آدمی سونے چاندی کی کانوں کی طرح کانیں ہیں

[2] حدیث شریف:- انی لاجد ریح الرحمٰن من الیمن۔ یعنی تحقیق مجھے جانب یمن سے رحمان کی خوشبو آتی ہے۔

قصر گرچہ چند باشد بس بلند ۔ کنگرش و سخت گردانم کمند

قصر ہو کتنا ہی اونچا اور بلند ۔ کنگرے پر اس کے پڑتی ہے کمند

ہمچو احمد کہ کمند انداخت سخت ۔ کہ کمندش برد سوئے تخت و بخت

جس طرح احمدؐ کمند افگن ہوئے ۔ تخت و بخت اُن کے لئے مسکن ہوئے

ہمچو احمد کہ کمند انداخت جانش ۔ تا کمندش برد سوئے آسمانش

روح نے جب آپ کی پھینکی کمند ۔ لے گئی وہ جانبِ چرخِ بلند

گفت شخصی اے کمند انداز بیت ۔ آں کہ من قال ما رمیت اذ رمیت

بولا یوں قائل کہ اے میرے پھینکیت ۔ ہے یہ مجھ سے ما رمیت اذ رمیت

پس بپرسیدند از آنشہ کاے سند ۔ مر ترا خاصیت اندر چہ بود

بعد ازاں سب نے یہ پوچھا شاہ سے ۔ تجھ میں خاصیت ہے کیا اب کھول دے

گفت در ریشم بود خاصیتم ۔ کہ رہانم مجرماں را از ستم

بولے خاصیت مری ڈاڑھی میں ہے ۔ مجرم اس سے چھوٹتے ہیں سب پہ سے

مجرماں را چوں بجلاد اوفتند ۔ چوں بجنبد ریش من ایشاں رہند

مجرموں کو جب کہ حکم قتل ہوں ۔ ڈاڑھی کی جنبش چھڑاتی ہے انہیں

چوں بجنبانم بہ رحمت ریش را ۔ وا کنند از قتل آں تشویش را

سر ہلاتے ہیں ادھر ڈاڑھی ہلی ۔ دور ہو تشویش سے رخصت ملی

قوم گفتندش کہ قطب ما توئی ۔ چوں خلاص روز محنت ہا توئی

بولے سب سچ قطب ہیں سب کا تو ہی ۔ دن مصیبت کے چھڑانے کا تو ہی

بعد ازاں جملہ ہم پیدل شدند ۔ سوئے قصرِ آں شہ میموں شدند

بعد ازاں سب مل کے وہ باہر چلے ۔ قصر شاہی کی طرف جانے لگے

لہ یعنی دین و دنیا کی بادشاہی بھی پائی اور خوش نصیبی بھی ۔ سلہ یعنی آسمان تک تیر چلایا کنکریاں
بجائے ہاتھ سے پھینکا ۔

چوں سگے بانگے بزد از دست راست — گفت میگوید کہ سلطاں با شماست
سگ نے داہنی سمت سے آواز دی — بولا۔ ہیں سلطان ہمارے ساتھ ہی

خاک بو کرد آں دگر از ربوۂ — گفت کایں ہست از وثاق بیوۂ
دوسرے نے سونگھ کر ٹیلہ کہا — ہے کسی بیوہ کا گھر یہ بر ملا

پس کمند انداخت استاد کمند — تا شدند آں سوئے دیوار بلند
پھر کمند انداز نے پھینکی کمند — پہنچے سب بالائے دیوار بلند

جائے دیگر خاک را چوں بوے کرد — گفت خاک مخزن شاہی ست فرد
سونگھ کر خاک اک جگہ کی پھر کہا — خاک گنج شاہ ہے یہ بر ملا

نقب زن زد نقب تا مخزن رسید — ہر یکے از مخزن اسبابے کشید
نقب زن نے سینده فوراً دی لگا — سب نے ساماں اس خزانے سے لیا

بس زر و زربفت و گوہرہائے زفت — قوم بردند و نہاں کردند تفت
زر بہا۔ زربفت اور گوہر لئے — اور سب چوروں نے پنہاں کر دیئے

شہ معین دید منزلگاہ شاں — حلیہ و نام و پناہ و راہ شاں
شاہ کو معلوم تھا اُن کا مقام — جانتے تھے سب کا مسکن اور نام

خویش را دزدید از ایشاں باز گشت — روز در دیواں بگفت آں سرگذشت
چھپ چھپا کر لوٹ آئے شہریار — دوسرے دن سب کہا حال آشکار

پس رواں گشتند سرہنگاں مست — تا کہ ہر سرہنگ دزدے را ببست
پس سپاہی ہو گئے شہ کے رواں — اور پکڑا ہر اک کو جو تھے کہاں

دست بستہ سوئے دیواں آمدند — وز نہیب جاں ہمہ لرزاں شدند
لائے بندھے دیوان میں اُن کو باندھ کر — لرزہ خوف جاں سے کھاتا ہر تن بدن

لہ یعنی وہ شخص بولا جو کتے کی آواز پہچانتا تھا۔

چونکہ استادند پیشِ تختِ شاہ ... یارِ شب شاں بود آں شاہِ چو ماہ
جس کے آگے کھڑے تھے یہ تھا وہ شاہ ... جو انہیں شب رہا تھا مثلِ ماہ

آنکہ شب بر ہر کہ چشم انداختی ... روز دیدے بیشکش بشناختے
اُس نے جو تھا شب کو جس کو دیکھتا ... دن کو تھا پہچان لیتا بے ملا

شاہ را بر تخت دید و گفت ایں ... بود با ما دوش شبگرد و قریں
دیکھا شہ کو تخت پر بولا کہ ہاں ... تھا ہمارے ساتھ شب کو یہ جواں

آنکہ چندیں خاصیت در ریشِ اوست ... ایں گرفتِ ما ہم از تفتیشِ اوست
خاصیت ہے چونکہ اس کی ریش میں ... اس نے کی ہے جستجو تفتیش میں

عارفِ شہ بود چشمش لاجرم ... برگشاد از معرفت لب با حشم
آنکھ اس کی شہ کو تھی پہچانتی ... یوں کہا پہچان کر یہ ہے وہی

گفت و ہو معکم ایں شاہ بود ... فعلِ ما میدید و سرِ ما مے شنود
شب کو یہ سلطاں ہمارے ساتھ تھا ... آشنا ہر قول اور ہر راز کا

چشمِ من رہ برد شب شہ را شناخت ... جملہ شب با روئے ماہش عشق باخت
شاہ کو پہچان آنکھوں نے لیا ... رات بھر دیکھا ہے چہرہ چاند سا

امتِ خود را بخواہم من ازو ... کہ نگرداند ز عارف ہیچ رو
میں رہائی سب کی کر لوں گا طلب ... موڑتا ہے منہ کوئی عارف سے کب

چشمِ عارف دان امانِ ہر دو کون ... کہ بدو یابید ہر بہرام عون
چشمِ عارف ہے پناہِ دو جہاں ... اس سے ہے ہر شاہ نے پائی اماں

زاں محمد شافعِ ہر داغ[1] بود ... کہ ز جز شہ چشمِ او مازاغ[2] بود
یوں محمد شافعِ ہر داغ تھے ... جلوے سے دو آنکھوں میں تھے مازاغ کے

[1] یعنی داغِ عصیان ۔ [2] قولہ تعالیٰ:- ما زاغ البصر وما طغیٰ یعنی اُن کی آنکھ نے کجی کی نہ زیادتی مطلب یہ کہ جیسا خدا کو دیکھنا چاہئے تھا ویسا ہی دیکھا۔

در شبِ دنیا کہ محجوب است شید ‌ ‌ ‌ ناظرِ حق بود و زو بودش امید
ظلمتِ دنیا میں گو سورج نہ تھا ‌ ‌ ‌ دیکھتے تھے جلوۂ حق برملا

از الم نشرح دو چشمش سرمہ یافت ‌ ‌ ‌ دید آنچہ جبرئیلؑ آں بر نتافت
یوں الم نشرح کا سرمہ تھا لگا ‌ ‌ ‌ دیکھا جو جبریلؑ نے دیکھا نہ تھا

مر یتیمے را کہ حق سرمہ کشد ‌ ‌ ‌ گردد او دُرِّ یتیم با رشد
سرمہ کش ہو جس کی آنکھوں میں علیم ‌ ‌ ‌ پھر نہ کیوں ہو جائے وہ دُرِّ یتیم

نورِ او بر دُرّہا غالب شود ‌ ‌ ‌ آنچناں مطلوب را طالب شود
موتیوں پر اس کی غالب ہو ضیا ‌ ‌ ‌ اس طرح طالب ہو وہ مطلوب کا

در نظر بودش مقاماتُ العباد ‌ ‌ ‌ لاجرم نامش خدا شاہد نہاد
آشکار ان پہ تھے بندوں کے مقام ‌ ‌ ‌ رکھ دیا شاہد خدا نے ان کا نام

آلتِ شاہد زبان و چشم تیز ‌ ‌ ‌ کہ ز شب خیزش ندارد سر گریز
آلۂ شاہد زبان اور آنکھ تیز ‌ ‌ ‌ رات اس سے کر نہیں سکتی گریز

گر ہزاراں مدعی سر بر زند ‌ ‌ ‌ گوش قاضی جانبِ شاہد کند
مدعی پیدا کرے سر بے گماں ‌ ‌ ‌ جانبِ شاہد رہیں قاضی کے کان

قاضیاں را در حکومت ایں فن است ‌ ‌ ‌ شاہد ایشاں را دو چشم روشن است
قاضیوں کا یہ ہنر ہے بالیقیں ‌ ‌ ‌ شاہد ان کی آنکھ ہے شاہد نہیں

گفتِ شاہد زاں بجائے دیدہ است ‌ ‌ ‌ کو بدیدہ بے غرض سر دیدہ است
اس کا کہنا ہے گویا دیکھنا ‌ ‌ ‌ بے غرض ہے کیونکہ اس کا دیکھنا

مدعی دیدہ است اما با غرض ‌ ‌ ‌ پردہ باشد دیدہ دل را غرض
مدعی کا دیکھنا ہے با غرض ‌ ‌ ‌ پردہ ہے دل اور آنکھوں کا غرض

لہ قولہ تعالیٰ: - إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا۔ یعنی اے محمدؐ تحقیق ہم نے تم کو شاہد (گواہ) اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔

حق ہمے خواہد کہ تو زاہد شوی	تا غرض بگذاری و شاہد شوی
چاہتا ہے حق کہ تو زاہد بنے	اور غرض کو چھوڑ کر شاہد بنے
حق ہمیگوید غرض را ترک کن	تا قبول افتد ترا با ما سخن
حق یہ کہتا ہے غرض کو ترک کر	تا کہ تیری بات ہو مقبول تر
کاین غرضہا پردۂ دیدہ شود	بر نظر چوں پردہ پوشیدہ شود
پردہ آنکھوں پر گراتی ہے غرض	اور نظر کو پھر چھپاتی ہے غرض
پس نہ بیند جملہ را با طم و رم	حبك الاشياء يعمى ويصم
پس نہ آئے پھر نظر کچھ خیر و شر	دوستی چیزوں کی کردے کور و کر
در دلش خورشید چوں نورے فشاند	پیشش اختر را مقادیرے نماند
جب ہوا مہر اس کے دل میں ضو فشاں	ہو گئے بے قدر تارے بے گماں
پس ببیند او بے حجاب اسرار را	سیر روح مومن و کفار را
اس نے دیکھا بے حجاب اسرار کو	سیر روح مومن و کفار کو
در زمیں حق را و در چرخ سمی	نیست پنہاں تر ز روح آدمی
اس زمیں پر اور سارے چرخ پر	روح سے کوئی نہیں پوشیدہ تر
باز کرد از حق دو چشم خویشتن	آنکہ صاحب نعمت آمد در سخن
اس کی آنکھیں ذات حق سے ہیں کھلیں	سب طریقوں سے ہوئی ہے منتہیٰ
باز کرد از رطب و یابس حق نورد	روح را من امر ربی مہر کرد
رطب و یابس سے اسے کر کے جدا	مہر دی پیشانی امر ربی نے اس کی
پس چو دید آں روح را چشم عزیز	پس برو پنہاں نماند ہیچ چیز
پس جو دیکھے روح کو اس آنکھ سے	اس پہ پوشیدہ رہے کس کو کوئی چیز

لقوله تعالیٰ: ويسئلونك عن الروح قل الروح من امر ربي - یعنی اے محمد ﷺ لوگ پوچھتے ہیں کہ روح کیا ہے ؟ ان سے کہدے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے ؛

شاہد مطلق بود در ہر نزاع　　بشکند گفتش خمار ہر صداع
شاہد مطلق وہ ہر جھگڑے میں ہو　　بات اس کی دور کر دے سب کسل کو

نام حق عدلست شاہد آنِ اوست　　شاہد عدلست زین رو چشم دوست
عدل حق ہے شاہد اس کی ہے ادا　　شاہد عادل ہے یوں چشم خدا

منظر حق دل بود در دو سرا　　کہ نظر در شاہد آید شاہ را
منتظر حق دل سے سب کو چھوڑ کر　　شاہ کی پڑتی ہے شاہد پر نظر

عشق حق و سرّ شاہد بازیش　　بود مایہ جملہ پردہ سازیش
عشق حق اور بھید پر شاہد بازیاں　　ہیں اسی سے سب یہ پردہ سازیاں

پس ازاں لولاک گفت اندر لقا　　در شب معراج شاہد باز ما
پس اسی باعث سے لولاک(۱) تھا　　آپ سے معراج میں حق نے کہا

این قضا بر نیک و بد حاکم بود　　بر قضا شاہد نہ حاکم میشود
نیک و بد پر یہ قضا ہے حکمراں　　ہے مگر شاہد پہ اس کا بس کہاں

شد اسیر آن قضا میر قضا　　شاد باش ای چشم تیز مرتضیٰ
اس قضا کا صید ہے میر قضا　　خوش ہوا سے چشم حقیقت آشنا

عارف از معروف بس درخواست کرد　　کای رقیب ما تو اندر گرم و سرد
التجا عارف نے کی معروف سے　　اے نگہباں سرد کے اور گرم کے

ای مشیر ما تو اندر خیر و شر　　از اشاراتہات دل ماں بیخبر
سچ تو یہ ہے اے مشیر خیر و شر　　تھا اشاروں سے ترے دل بے خبر

ای یرانا لا نراہ روز و شب　　چشم بند ما شدہ دید سبب
تو کہا تھے ہم نہ دیکھیں روز و شب　　ہیں نظر بند آہ تھا یہ سب سبب

۱ لولاک لما خلقت الافلاک ۱۲

چشم من از چشمها بگزیده شد | تا که در شب آفتابم دیده شد
آنکھ میری بڑھ گئی ہر آنکھ سے | رات کو پھر تو جو سورج کے پڑے

لطف معروف تو بود آن ای بہی | پس کمال البرّ فی اتمامہ
لطف تیرا خوبیوں سے ہے بھرا | ہے کمال[۱] احساں اگر پورا ہوا

ربّنا اتمم نورنا بالساهرہ | وانجنا من مفضحات القاهرہ
حشر میں دے نور کامل استوار | دے فضیحت سے نجات اے کردگار

یار شب را روز مہجوری مدہ | جان قربت دیدہ را دوری مدہ
ہم نشین شب کو مہجوری نہ دے | قرب کے واصل جان کو دوری نہ دے

بعد تو مرگست از نکر و نکال | خاصہ بعدی کان بود بعد الوصال
ہے تری دوری عجب رنج و ملال | خاص کر وہ دوری جو کہ ہو بعد وصال

آنکہ دیدستت مکن نادیدہ اش | آب زن بر سبزہ بالیدہ اش
دیکھنے والے کو نادیدہ نہ کر | ڈال پانی سبزۂ بالیدہ پر

من نکردم لاابالی در طریق | تو مکن ہم لاابالی اے شفیق
لاابالی میں ہوا تجھ سے کہاں | تو بھی بے پروا نہ ہو اے مہرباں

ہین مران از روئے خود او را بعید | آنکہ او یکبار روئے تو بدید
اپنی رویت سے نہ رکھ اس کو بعید | جس کو حاصل ہو چکی ہے تیری دید

دید روئے جز تو شد غل گلو | کل شیء ما خلا اللہ باطل
ہے وبال روح دید ما سوا | یعنی ہے ہر چیز باطل جز خدا

باطلند و می‌نمایندم رشد | زانکہ باطل باطلاں را می‌کشد
حق نظر آتی ہے ہر باطل روش | جاذب باطل ہے باطل کی کشش

۱ یعنی کمال احسان و نیکی یہ ہے کہ وہ تکمیل تک پہنچ جائے۔ ادھورا نہ رہے۔

ذرہ ذرہ کاندریں ارض و سماست	جنس خود را ہمچو کاہ و کہرباست
ذرہ ذرہ اس جہان خاک کا	اپنی اپنی جنس کو ہے کھینچتا
معدہ ناں را میکشد تا مستقر	میکشد مر آب را تف جگر
روٹی لے جاتا ہے معدہ کھینچکر	کھینچتی ہے آب گرمی جگر
چشم جذاب بتاں زیں کوہاست	مغز جویاں از گلستاں بوہاست
آنکھ اس کوچے سے ہے معشوق جو	گلستان سے ڈھونڈتا ہے مغز بو
زانکہ حس چشم آمد رنگ کش	مغز و بینی میکشد بوہائے خوش
رنگ کش ہے کیونکہ حس ہر آنکھ کی	مغز و بینی بو کو کھینچیں اے اخی
زیں کششہا اے خدائے رازداں	تو بجذب لطف خودماں دہ اماں
ہر کشش سے اے خدائے رازدان	اپنے جذب لطف سے دے تو اماں
غالبی بر جاذباں اے مشتری	شاید ار درماندگاں را واخری
جاذبوں پر ہے تو ہی غالب سربسر	کرلے شاید عاجزوں سے درگذر
رو بشہ آورد چوں تشنہ بابر	آنکہ بود اندر شب قدر او چو بدر
(۱) کھنچا لب جیسے تشنہ سوئے ابر	شاہ سے جو تھا شب ظلمت کا بدر
چوں لسان و جان او بود آن او	آن او با او بود گستاخ گو
چونکہ تھا وہ کھفا زبان و روح بہر	اس سے گستاخی تھی وہ باخبر
گفت ما مشتیم چوں جاں بند طیں	آفتاب جاں توئی در روز دیں
بولا مثل بتان جیسے ہم خاک ہیں	تو ہے سورج روز بعثت تک ہیں
وقت آں شد اے شہ مکتوم سیر	گر کرم ریشی بجنبانی بخیر
وقت آ پہنچا ہے شاہ نیک خو	جو کرم کرے ہلا کے ریش تو

(۱) یعنی وزیر پہچاننے والا صاحب کھفا +

هر یکے خاصیت خود وا نمود | آں ہنرہا جملہ بدبختی فزود

خاصیت ہر اک نے اپنی کی بیاں | لیکن ہر اک خاصیت میں تھا زیاں

آں ہنرہا گردن ما را ببست | زاں مناصب سرنگونساریم و پست

ہم کو سب اپنے ہنر سے بندھ گئے | اپنے رتبوں سے پشیماں بھی ہوئے

آں ہنر فی جیدنا حبل مسد | روز مردن نیست زاں فنہا مدد

ہو گئے گردن کی پھانسی سب ہنر | نکلے وقتِ مرگ بے مطلب ہنر

جز ہماں خاصیت آں خوش حواس | کہ بشب بد چشم او سلطاں شناس

صرف خاصیت اُسی کی آئی راس | آنکھ جس کی شب کو تھی سلطاں شناس

آں ہنرہا جملہ غول راہ بود | غیر چشمے کو ز شاہ آگاہ بود

وہ ہنر بھٹکے سب تھے غولِ راہ | ماسوا اُس کے جو تھا آگاہِ شاہ

شاہ را شرم آمد از وے روز بار | کہ بشب بر روئے شہ بودش نظار

شاہ کو دربار میں شرم آ گئی | کیونکہ شہ پر شب کو اس کی آنکھ تھی

سگ چو بیدار است شب چوں پاسباں | بے خبر نبود ز شبگیر شہاں

رات کو جاگے جو کتا پاسباں | بے خبر بیدار کی شب سے نہیں

ہیں ز بدناماں نباید ننگ داشت | ہوش بر اسرار ایشاں باید گماشت

تو نہ بدناموں سے ننگ و عار کر | ہوش سے کر اُن کے بھیدوں پر نظر

ہر کہ او یکبار خود بدنام شد | خود نباید نام جست و خام شد

جو کوئی اک مرتبہ بدنام ہو | جستجوئے نام میں کیوں خام ہو

اے بسا زر کہ سیہ تابش کنند | تا شود ایمن ز تاراج و گزند

آگ سے کر دیتے ہیں سونا سیاہ | تا نہ ڈالیں اس پہ غارتگر نگاہ

ہر کسے چوں پیشہ بود در سر ما | باز کن دو چشم و سوئے ما بیا

جو چھپا اس راز کا کوئی نشاں | کھولے آنکھیں اور ہمارے پاس آئے

دریائی گائے اور گوہر شب چراغ

گاو آبی گوہر از آب آورد	بنہد اندر مرج و گردش ہے چرد
گائے آبی لاتے موتی بحر سے	رکھکر چرتی ہے گرد کہ چراگہ میں لے
در شعاع نور گوہر گاو آب	می چرد از سنبل و سوسن شتاب
نور گوہر کی چمک میں گاو آب	سنبل و سوسن کو چرتی ہے شتاب
زاں فگندہ گاو آبی عنبر است	کہ غذایش نرگس و نیلوفر است
عنبر آبی ہے اس لئے پیدا ہوا	نرگس و نیلوفر اس کی ہے غذا
ہر کہ باشد قوت او نور جلال	چوں نزاید از لبش سحر حلال
ہے غذا جس کی بنے نور جلال	کیوں نہ اس کے لب سے نکلے سحر حلال
ہر کہ چوں زنبور وحیستش نقل	چوں نباشد خانہ او پر عسل
نقل جس کا مثل ہو وحی خاص سے	کیوں نہ چھتہ شہد سے اس کا بھر
می چرد در نور گوہر آں بقر	ناگہاں گردد ز گوہر دور تر
گائے چرتی ہے غرض لیکر وہ نور	ناگہاں پھر اس سے ہو جاتی ہے دور
تا بجستہ بر گل نہد ظل سیاہ	تا شود تاریک مرج و سبزہ زار
تا پھر اس پہ ڈال دے کیچڑ سیاہ	اور ہو تاریک ساری سبزہ گاہ
پس گریزد مرد تا جہد بر درخت	گاو جویاں مرد را با شاخ سخت
بھاگ کر چڑھ جائے تا بر پیڑ پر	گائے وہ ڈھونڈے سخت سینگوں سے ادھر
چند بار آں گاو تازد گرد مرج	تا کند آں مرد را در شاخ درج
اور پھرے گرد چراگہ چند بار	تا کرے سینگ سے اس کو فگار
چوں ازو نومید گردد گاو نر	آید آنجا کہ نہادہ بد گہر
اس سے جب مایوس ہو وہ گاو نر	اس جگہ آئے جہاں تھا وہ گہر

دخل بیند فوق فرشا ہموار | پس ز طیں بگریزد ابلیس وار
ہوتی پر گیہیں وہ دیکھے بے شمار | بھاگ گئے مٹی دیکھ کر ابلیس[لہ] وار

کاں بلیس از تن و طین کور و کر است | گاو کے داند کہ در گل گوہر است
خاک سے کے سر سے ہے شیطان بےخبر | گاؤ سے کیا جانے کہ ہے گل میں گہر

اھبطوا افگند جاں را در حضیض | از نمازش کرد محروم آں محیض
اھبطوا سے روح نے پستی نواز | حیض کر دیتا ہے محروم نماز

اے رفیقاں زینہار ازیں مقال | اتقوا ان الہوی حیض الرجال
دوستو ہشیار رہنا دیکھنا | حیض ہے مردوں کا یہ حرص و ہوا

اھبطوا افگند جاں را در بدن | تا بہ گل پنہاں بود دُر عدن
اھبطوا نے جسم میں ڈالی ہے جاں | خاک میں قطرۂ عدن تا ہو نہاں

تا چرش داند ولیکن گاو نے | اہل دل داند ہر گل گاو نے
تا جو اس کو جانے جانے گائے کیا | اہل دل جانا ہیں نہ جانے [illegible]

ہر گلے کاندر دل او گوہر است | گوہرش غماز طین دیگر است
دل میں جس مٹی کے پنہاں ہے گہر | کہتا ہے جوہر ہے خاک دگر

واں گلے کز رش حق نورے نیافت | صحبت گلہائے پر در برنیافت
کہتی نہ جس مٹی پہ بارش نور کی | تا صحبت گل سے رہی محروم ہی

ایں سخن پایاں ندارد ہوش ما
بات یہ بے انتہا ہے اور ہوش ما
ہست بر لبہا چو دُر در گوش ما
مشغلہ گویا گوش سے لب پر چڑھا

لہ یعنی جس طرح ابلیس حضرت آدم کا خاکی پتلا دیکھ کر بھاگا تھا۔

چوہے اور مینڈک کا قصہ

آں سرشتہ عشق رشتہ مے کشد | بر امید وصل چغز با رشد

ڈورا باندھا اُس سرشتہ عشق نے | تا کہ دائم وصل مینڈک سے رہے

مے تند بر رشتۂ دل دمبدم | کہ سر رشتہ بدست آوردہ ام

دل سے اس رشتہ پہ وہ مسرور تھا | یہ تو اک رشتہ بہت اچھا ملا

ہمچوں تارے شد دل و جاں در شہود | تا سر رشتہ بمن روئے نمود

جان و دل سب ہو گئے تار اک ساتھ | جب کہیں آیا یہ رشتہ میرے ہاتھ

چوں غراب البین آمد ناگہاں | در شکار موش و بردش زاں مکاں

جنگلی اک کوا آیا ناگہاں | لے گیا چوہے کو بے خوف و گماں

چوں برآمد بر ہوا موش از غراب | منسحب شد چغز نیز از قعر آب

جب ہوا پر آیا چوہا بر ملا | پانی سے مینڈک بھی کھنچ کر آ گیا

موش در منقار زاغ و چغز ہم | در ہوا آویختہ پا در رسم

چونچ میں چوہا تھا مینڈک تھا بندھا | پاؤں میں ڈورا تھا اور لٹکا ہوا

خلق میگفتند زاغ از مکر و کید | چغز آبی را چگونہ کرد صید

کہتے تھے سب لوگ کوے کا فریب | کس طرح مینڈک ہوا اسکے گرفتار

چوں شد اندر آب و چونش در ربود | چغز آبی کے شکار زاغ بود

لایا کیونکر جا کے پانی میں اسے | مینڈک اور کوے کی کیونکر نسبت

چغز میگفت ایں سزائے آں کسے | کو چو بے آباں شود جفت خسے

کہتا تھا مینڈک یہ ہے اس کی سزا | جس نے ناجنس کو جنس اپنا کیا

اے فغان از یار ناجنس اے فغاں | ہمنشین نیک جوئید اے مہاں

الاماں ہو صحبت ناجنس سے | ہمنشیں [illegible] اپنا [illegible]

عقل را افغان ز نفس پر عیوب | ہمچو بینی بدی بر روی خوب
نفس سے ہے عقل فریاد ناک | جیسے اچھے چہرے پر بھدی ہو ناک

عقل میگفتش کہ جنسیت یقین | از رہ معنیست نے از آب و طین
عقل بولی جنسیت تو با یقیں | ہے حقیقی آگ مٹی میں نہیں

ہین مشو صورت پرست این مگو | سر جنسیت بصورت در مجو
ہو نہ صورت میں پرستار یگانہ | ڈھونڈ صورت میں نہ جنسیت کا راز

صورت آمد چون جماد و چون حجر | نیست جامد را ز جنسیت خبر
ہے یہ صورت مثل پتھر کے بشر | کیا ہو جنسیت کی پتھر کو خبر

جان چو مور و تن چو دانہ گندمی | میکشاند سو بسویش ہر دمی
جان چیونٹی اور دانہ ہے بدن | کھینچتی ہے اس کو ہر سو بے سخن

مور داند کان حبوب مرتہن | مستحیل و جنس من خواہد شدن
چیونٹی کو معلوم ہے دانے مرتہن[1] | ایک دن ہم جنس سب ہو جائینگے

آن یکی مورے گرفت از راہ جو | مور دیگر گندمے بگرفت و دو
ایک چیونٹی لے چلی جو راہ سے | دوسری پہنچی وہاں گیہوں لئے

جو سوئے گندم نمی تازد ولے | مور سوئے مور می آید بلے
جو نہیں ہوتا سوئے گندم رواں | چیونٹی چیونٹی کی طرف آتی ہے ہاں

رفتن جو سوئے گندم تابع است | مور را بین کو بجنسش راجع است
گیہوں کی جانب تو ہے جو کا سفر | چیونٹی سوئے جنس جاتی ہے مگر

تو مگو گندم چرا شد سوئے جو | چشم را بر خصم نہ نے بر گرو
یوں نہ کہہ جاتا ہے گندم سوئے جو | رکھ نظر راہن پہ کر ترک گرو

[1] یعنی چیونٹی راہن ہے جس کے منہ میں دانہ گرو ہے ۔

مور اسود بر سر لبد سیاه	مور پنہاں دانہ پیدا پیش راہ
کالی چیونٹی کالے نمدے پر چلے	چیونٹی چھپی ہو اور ہوئے عیاں دانہ ہے
عقل گوید چشم را نیکو نگر	دانہ ہرگز کی رود بے دانہ بر
عقل کہتی ہے کہ آنکھوں پر نظر	دانہ کب حرکت کرے بے دانہ بر
زین سبب آمد سگ اصحاب کلب	ہست صورتہا حبوب مور قلب
کتا اہل کہف کا دیوانہ ہے	دل ہے چیونٹی اور صورت دانہ ہے
زاں شود عیسیٰ سوی پاکان چرخ	بد قفصہا مختلف یک جنس فرخ
حضرت عیسیٰ فرشتوں سے گئے	مختلف پنجرے ہیں چڑیاں ایک ہے
ایں قفص پیدا وآں فرخش نہاں	بے قفص کش کے قفص شد رواں
پنجرے ظاہر اور چڑیاں ہیں نہاں	بے قفس کش کے قفس کب ہو رواں
اے خنک چشمے کہ عقلستش امیر	عاقبت بیں باشد و حبر و قدیر
شاد ہو ہے عقل جس کی دستگیر	ہے وہ انجام بیں روشن ضمیر
فصل زشت و نغز از عقل آورید	نہ ز چشمے کہ سیہ گفت و سپید
عقل سے لے نیک و بد کا فرق کا بھید	آنکھ دکھلاتی ہے کالا یا سپید
چشم غرہ شد بخضرائے دمن	عقل گوید بر محک ماش زن
آنکھ ہو کھو رہی سبزہ چمن	عقل کہتی ہے پرکھ لے دیکھ لے
آفت مرغ است چشم کام بیں	مخلص مرغ است چشم دام بیں
مرغ کی آفت ہے چشم کام بیں	اور ہے مختار چشم دام بیں
دام دیگر بد کہ عقلش در نیافت	وحی غائب بیں بداں سو زاں شتافت
عقل سے وہ دوسرا پایا نہ دام	وحی غائب بیں جہاں آئی کو سے امام
جنس و ناجنس از خرد دانی شناخت	سوئے صورتہا نشاید زود تاخت
جنس اور ناجنس پاسکے عقل سے	چونکہ صورت سے نہ پڑتا پتا ہے

نیست جنسیت بصورت لی ولیک　　عیسی آمد در بشر جنس ملک

کب ہے جنسیت کی صورت میں جو لیک　　عیسیٰ انساں تھے بنے جنس ملک

برکشیدش فوق ایں نیلی حصار　　مرغ گردونے چو چغدش زاغ وار

اوج پر کھینچا فلک نے بر ملا　　جیسے اس مینا کو کوا لے گیا

عبدالغوث کو پریوں کا لیجانا

بود عبدالغوث ہمجنس پری　　چوں پری نہ سال در پنہاں پری

اک تھا عبد الغوث ہم جنس پری　　نو برس تک اس سے کی پوشیدگی

شد زنش را نسل از شوے دگر　　واں یتیمانش ز مرگش در سمر

کر لیا عورت نے شوہر دوسرا　　تھا یتیموں میں فسانہ موت کا

مدتے بگذشت زو نامد خبر　　زو طمع ببرید ہم زن ہم پسر

ہو چکی مدت نہ آیا کچھ پتا　　نا امید اس سے عیال اس کا ہوا

کہ مر او را گرگ زد یا رہزنے　　یا فتاد اندر چہے یا مکمنے

گرگ نے مارا اسے رہزن نے یا　　یا کنوئیں یا غار میں وہ گر پڑا

جملہ فرزندانش در اشغال مست　　خود نگفتندے کہ بابائے بدست

کام میں مشغول سب لڑکے تمام　　کوئی لیتا باپ کا ہرگز نہ نام

بعد نہ سال آمد او ہم عاریہ　　گشت پیدا باز شد متواریہ

نا ہویت کے طور پر وہ آ گیا　　نو برس کے بعد پھر پنہاں ہوا

یک شبے فرزند و زن را دید باز　　گشت پنہاں کس ندیدش بار راز

اک مہینہ بال بچوں سے ملا　　پھر چھپا ایسا کہ بالکل گم ہوا

یک مہے مہمان فرزندان خویش　　بود زاں پس کس ندیدش رنگ بیش

اک مہینے تک فقط مہماں رہا　　با فرزندوں کے پھر پنہاں ہوا

بود ہمجنسی پری پنہان چنان | کہ رباید روح را از جسم‌دان
ایسی کتنی ہم یوں کی ہم جنسی اسے | جان لے زخم سناں جس طور سے

چون بہشتی جزو جنت آمدست | ہم ز جنسیت شود یزدان پرست
جب بہشتی جزو جنت کا ہوا | جنسیت سے ہو پرستارِ خدا

نے نبی فرمود جود و محمدہ | شاخ جنت دان بدنیا آمدہ
ہیں یہ اس کو حسبِ ارشادِ نبی | شاخِ جنت جان دنیا میں آئی

مہرہا را جملہ جنس مہر خوان | قہرہا را جملہ جنس قہر دان
مہر و الفت کو تو جنس مہر مان | قہر و غصہ کو تو جنس قہر جان

لا ابالی لا ابالی آورد | زانکہ ہمجنس اند ایشان در خرد
لا ابالی لا ابالی لائے ہاں | عقل میں ہمجنس ہیں یہ بیگماں

بود جنسیت در ادریس از نجوم | ہشت سال او با زحل بد ہم قدوم
آٹھ سال ادریس ہم جنس نجوم | تھے زحل کے ساتھ گویا ہم قدوم

در مشارق در مغارب یار او | ہم حدیث و محرم اسرار او
مشرق و مغرب میں ان کا یار تھا | ہم کلام و محرم اسرار تھا

بعد غیبت چونکہ آورد او قدوم | در زمین می‌گفت او درس نجوم
بعد غیبت کے زمیں پر آئے جب | درس دیتے تھے ستاروں کو وہ جب

پیش او استارگان خوش صف زدہ | اختران در درس او حاضر شدہ
تارے ان کے سامنے صف باندھتے | اختر ان کے درس میں دو زانو تھے

آن چنانکہ خلق آواز نجوم | می‌شنیدند از خصوص و از عموم
اس طرح تا سنتے تھے مضمون کلام | سنتے تھے آواز ان کی خاص و عام

جذب جنسیت کشیدہ تا زمین | اختران را پیش او کردہ مبین
جنسیت کے جذب سے تا زمیں کھینچے | تا زمیں اور سامنے ان کے ہوئے

هر یکے نام خود و احوال خود | باز گفته پیش او شرح رصد
نام و حال اپنا کہا ہر ایک نے | شرح گردش کی بیاں کی سامنے

چیست جنسیت یکے نام نظر | که بداں یابنده ره در یکدگر
کیا ہے جنسیت فقط نام نظر | جس سے پاتے ہیں سب آپس میں گزر

آں نظر که کرد حق در وے نہاں | چوں نہد در تو تو گردی جنس آں
وہ نظر جو حق نے اس میں کی نہاں | تجھ میں رکھے تو ہو اس کی جنس ہاں

ہر طرف چوں می کشد تن را نظر | بے خبر را کے کشاند با خبر
کون کھینچے جسم کو ہر سو نظر | بے خبر کو کون کھینچے با خبر

حق چو اندر مرد خوئے زن نہد | او مخنث گردد و گوں می دہد
مرد میں حق خو جو عورت کی رکھے | ہیجڑا ہو جائے وہ اور گوں دے

چوں نہد در زن خدا خوئے نری | طالب زن گردد او چوں سعتری
جب رکھے عورت میں حق خوئے نری | طالب زن ہو وہ مثل سعتری[1]

چوں نہد در تو صفات جبرئیل | ہمچو فرخے در ہوا جوئے سبیل
رکھے جب تجھ میں صفات جبرئیل | تو ہوا میں ڈھونڈے جو (بچہ) رہ سبیل[2]

منتظر بنہادہ دیدہ بر ہوا | از زمیں بیگانہ عاشق بر سما
ہو گی بالا سے ہوا تیری نظر | ہو زمیں سے دور عاشق چرخ پر

چوں نہد در تو صفت گاو خری | صد پرت گر ہست آخور پری
گر گدھے پن کی صفت تجھ میں رکھے | سو ہوں پر جب بھی طویلے میں اڑے

از پے صورت نیامد موش خوار | از خبیثی شد زبون موش خوار
چوہا صورت کے سبب سے کب ہے خوار | ہے خباثت سے زبون موش خوار

[1] وہ عورت جو اُلٹا چپٹی یعنی عورت کے ساتھ جماع کرے۔ مجازاً شوخ و بدکار ہ
[2] راہ

طعمہ چو وخائن ظلمت پرست ‏ ‏ ‏ از پنیر و جوز و دوشاب مست
چوہا۔ پیٹو اور اندھیرے میں رہے ‏ ‏ ‏ مست دوشاب[1] و پنیر و جوز سے

باز اشہب را چو باشد خوئے موش ‏ ‏ ‏ ننگ موشاں باشد و عار وحوش
باز میں آ جائیں گر عادات موش ‏ ‏ ‏ موش کیا۔ اس سے تو شرمائیں وحوش

خوئے آں ہاروت و ماروت اے پسر ‏ ‏ ‏ چوں بگشت و داد شاں خوئے بشر
عادت ہاروت و ماروت اے پسر ‏ ‏ ‏ بدلی جب۔ اور دی انہیں خوئے بشر

در فتادند از لنحن الصافون ‏ ‏ ‏ در چہ بابل فتادہ سرنگوں
تو وہ رتبے سے ملائک[2] کے گرے ‏ ‏ ‏ چاہ بابل میں وہ اوندھے گر پڑے

لوح محفوظ از نظرشاں دور شد ‏ ‏ ‏ لوح ایشاں ساحر و مسحور شد
لوح محفوظ اُن کی نظروں سے چھپی ‏ ‏ ‏ لوح[3] ان کی ساحر و مسحور تھی

سر ہماں ہیکل ہماں و پر ہماں ‏ ‏ ‏ موسیے بر عرش و فرعونے مہاں
جثہ یہ اور سر وہی اے نامدار ‏ ‏ ‏ تخت فرعونی پہ اک موسیٰ تھے خوار

در پئے خو باش و با خوش خو نشیں ‏ ‏ ‏ خو پذیری گل و روغن ببیں
خو کے پیچھے چل۔ ہو یار نیک خو ‏ ‏ ‏ دیکھ روغن دے رہا ہے گل کی بو

خاک گور از مردہ ہم یابد شرف ‏ ‏ ‏ تا نہد بر گور او دل روئے و کف
خاک کو ملتا ہے مُردے سے شرف ‏ ‏ ‏ رکھتے اس کی قبر پہ دل رو و کف

خاک از ہمسائگی جسم پاک ‏ ‏ ‏ چوں مشرف آمد و اقبال ناک
پائی جسم پاک کی ہمسائیگی ‏ ‏ ‏ خاک با اقبال و با رتبہ ہوئی

پس تو ہم الجار ثم الدار گو ‏ ‏ ‏ گر دلے داری برو دلدار جو
تو بھی ہو ہمسایہ۔ با اقبال ہو ‏ ‏ ‏ دل جو رکھتے ڈھونڈ لے دلدار کو

[1] انگوروں کا رس ۔ [2] افرشتے ۔

[3] یعنی یا تو لوح محفوظ کو پڑھتے تھے یا اس جادو کی لوح کو پڑھنے لگے ۔

خاک تو ہم سیرت جاں می شود | سرمۂ چشم عزیزاں می شود

خاک تیری جان کی ہم خو رہے | سرمۂ چشم عزیزاں بھی بنے

اے بسا در گور خفتہ خاک وار | بہ ز صد زندہ بہ نفع و انتشار

ہیں کئی۔ جوں خاک سوئیں قبر میں | سیکڑوں زندوں سے بہتر نفع میں

سایہ بردہ او و خاکش سایہ مند | صد ہزاراں زندہ در سایہ وے اند

سایہ وہ۔ خاک اُن کی سایہ مند تھی | لاکھوں زندے اُن کے سائے میں ہی

ایک وظیفہ لینے والے درویش کی حکایت

آں یکے درویش ز اطراف دیار | جانب تبریز آمد وام دار

ایک تھا درویش اطراف دیار | جانب تبریز آیا قرض دار

نہ ہزارش وام بود از زر مگر | بود در تبریز بدر الدین عمر

قرض کو تھا نو ہزار اس پر مگر | اس جگہ تھا ایک بدر الدین عمر

محتسب بود او یکے بحر آمدہ | ہر سر مویش یکے حاتم کدہ

محتسب تھا وہ مگر بحر سخا | بال بال اس کا تھا اک حاتم بنا

حاتم ار بودے گدائے او شدے | سر نہادے خاک پائے او شدے

ہوتا حاتم اس کا اک ادنیٰ گدا | سر ٹیکتا۔ ہوتا اس کی خاک پا

گر بدادے تشنہ را بحرے زلال | در کرم شرمندہ بودے زاں نوال

بخشتا پیاسے کو گر بحر زلال | اس کرم سے ہوتا اس کو انفعال

ور بدادے ذرہ را مشرقی | بودے آں در ہمتش نالائقی

گر تا ذرے کو خورشید فی کمال | اس کی بخشش کے نہ تھا شایان شاں

بر امید او بیامد آں غریب | کو غریباں را بدے خویش و قریب

آیا بس امید پہ اس کی غریب | تھا غریبوں کا وہ غمخوار و قریب

دخل بند فوق ذرّیتنا ہوار	پس ز طین بگریزد او ابلیس وار
ہوتی ہے کیچڑ وہ دیکھے بے شمار	بھاگے مٹی دیکھ کر ابلیس وار
کاں بلیس از خاک طین کور و کر است	گاو کے داند کہ در گل گوہر است
خاک کے سر سے ہے شیطان بے خبر	گائے کیا جانے کہ ہے گل میں گہر
اہبطوا افگند جاں را در حضیض	از نمازش کرد محروم آں محیض
اہبطوا سے روح ہے پستی نواز	حیض کر دیتا ہے محروم نماز
ایں رفیقاں زینہار زیں مقال	اتقوا ان الہوی حیض الرجال
دوستو ہشیار رہنا دیکھنا	حیض ہے مردوں کا یہ حرص و ہوا
اہبطوا افگند جاں را در بدن	تا بہ گل پنہاں بود در عدن
اہبطوا نے جسم میں ڈالی ہے جاں	خاک میں قرۃ عدن تا ہو نہاں
تاجرش داند و لیکن گاو نے	اہل دل دانند ہر گل کاو نے
تاجر اس کو جانے جانے گائے کیا	اہل دل جانیں نہ جانے گھس کھدا
ہر گلے کاندر دل او گوہر است	گوہرش غماز طین دیگر است
دل میں جس مٹی کے پنہاں ہے گہر	کہتا ہے جوہر ہے سے خاک دگر
واں گلے کز رش حق نورے نیافت	صحبت گلہائے پر دُر برنیافت
نہ ملی جس مٹی پہ بارش نور کی	صحبت گل سے رہی محروم ہی

ایں سخن پایاں ندارد موش ما
بات یہ ہے انتہا ہے اور چوہا
ہست بر لبہا چو دُر در گوش ما
اشتیل نہ یہ گوش سے لب پہ چڑھا

۱ یعنی جس طرح ابلیس نے حضرت آدم کا خاکی پتلا دیکھ کر بھاگا تھا۔

یک سواره تاختن تا قلعه بکر — تا در قلعه ببستند از حذر

حملہ کرکے قلعہ تک تنہا گیا — بند دشمن نے کیا در خوف سے

زهره نے کس را که پیش آید بجنگ — اہل کشتی را چه زهره با نهنگ

کسی کی نا تھی ہمت اس سے ہو مقابل جنگ — کشتی والے کیا لڑیں ساتھ نہنگ کے

روی آورد آن ملک سوی وزیر — که چه چاره هست اندرین وقت اے مشیر

شاہ نے متوجہ ہو کر کہا سوئے وزیر — بولو تمہارا ہے تدبیر کیا اس سلسلے میں مشیر

گفت آن که نیست گوئی مکر و فن — پیش او آئی بشمشیر و کفن

بولا وہ اب چھوڑ سلسلہ مکر و فن — اس کے آگے جا تیغ و کفن

گفت آخر نے که او مردیست فرد — گفت منگر خوار در فردی مرد

شہ نے بولا وہ تنہا ہے مرد — بولا خوار اس کو نہ جانو گو ہے فرد

چشم بگشا قلعه را بنگر چو [illegible] — همچو سیماب است لرزان پیش او

کھول آنکھ اور دیکھ قلعے کو ذرا — پارے کی صورت ہے کیسا کانپتا

بر سر زین آن چنان محکم نشست — گوئیا شرق و غرب اندر دست

زین پر مضبوط کیا بیٹھا ہے وہ — ساتھ شرق و غرب کو رکھتا ہے وہ

چند کس همچون فدائی تاختند — خویشتن را پیش او انداختند

جوں فدائی چند کس آگے بڑھے — اور ان کے بالمقابل آ گئے

هر یکی را او بگرزے می فگند — سر نگونشان اندر اقدام سمند

وہ گرا دیتا سب کو اک اک گرز سے — اور [illegible] قدموں میں ان کو [illegible]

داد او بر هر [illegible] جمعیتے — که همی زد یک تنه بر [illegible]

حق سے [illegible] جمعیت دل ان کو دی — [illegible] لشکر پہ تنہا اک آدمی

ا؎ یعنی وہیں جان اس کے حوالے کرتے ہیں

۲؎ یعنی وزیر بولا

چشم من چون در پی شه آن قباد | کثرت اعداد از چشمم فتاد
جب سے میں نے دیکھی شکل اس شاہ کی | کثرت اعداد نظروں سے گری

اختران بسیار و خورشید از یکیست | پیش او بنیاد ایشان مندکیست
بے شمار اختر مگر ایک آفتاب | اس کے آگے ان کی ہستی جوں حباب

گر هزاران موش پیش آرند سر | گربه را نے ترس باشد نے ضرر
سر نکالیں گی ہزاروں موش اگر | ڈر ہو بلی کو نہ پہنچے کچھ ضرر

گر بہ پیش آیند موشان اے فلان | نیست جمعیت درون جان شان
چوہے آگے آئیں گر اے ہمنشیں | جان میں ان کی تو جمعیت نہیں

هست جمعیت بصورت در فشار | جمع معنی خواه هین از کردگار
ایسی ہے جمعیت سے دل ظاہری | مانگ لے اللہ سے جمع باطنی

نیست جمعیت ز بسیاری جسم | جسم را بر باد قائم دان چو اسم
ہوویں کتنے گر جسم جمعیت کہاں | ہے ہوائی جسم مثل اسم ہاں

در دل موش ار بدے جمعیتے | جمع گشتے چند موش از حمیتے
ہوتی جمعیت جو دل میں چوہوں کے | جمع ہوتے چند غیرت سے چوہے

بر زدندے خویش را بر گربه | هر یکے برجستے زدندے حربه
اس سے جا پڑتے کسی بلی پہ سب | اور چلاتے اپنا اپنا حربہ سب

بر زدندے چون فدائی حمله | خویش را بر گربه بے مهله
کرتے یوں جاں توڑ حملہ سب ہی | اس کو حملے کا نہ ملتا وقت ہی

آن یکے چشمش بکندے از ضراب | وان دگر گوشش دریدے هم بتاب
ایک تو ناخن سے آنکھیں پھوڑتا | کان اس کے کاٹ لیتا دوسرا

وان دگر سوراخ کردے پهلوش | از جماعت گم شدے بیرون شوش
چھید دیتا کوئی اس کی پسلیاں | پھر نہ بلی بھاگ سکتی ہے کہاں

لیک جمعیت ندارد جانِ موش | بجهد از جانش ز بیم گربه هوش

ایسی جمعیت نہیں ہے ہوش میں | خوف سے بلی کے اس کے ہوش اڑیں

گر بود اعداد موشان صد هزار | خشک گردد از نہیب گربه زار

لاکھ چوہے بھی اگر ہوں بیش و کم | ڈر سے بلی کے ہوا ان کا خشک دم

از گله انبه چه غم قصاب را | انبهی هش چه بندد خواب را

بکریاں نہیں ریوڑ کا غم قصاب کو | ہوش کی کثرت نہ روکے خواب کو

مالک ملک است جمعیت دهد | شیر را تا بر گله گوران جهد

حق سے جمعیت سے پاتی شیر نے | گورخر کے گلے پر حملہ کرے

ور زبانے شان لبا ز زور تر | کس نیارد گفتنش از راه بر

دل میں گرتا ہے تو نہیں نہیں زور | کوئی کہہ سکتا نہیں جا شیر تر

صد هزاران گور ده شاخ و دلیر | چون عدم باشند پیش صول شیر

لاکھوں وہ شاخ والے گورخر | نیست ہوں حملہ کرے جب شیر نر

مالک الملک است بدهد ملک حسن | یوسفی را تا بود چون ماه زن

جس کو مالک چاہے ملک حسن دے | یا کسی یوسف کو وہ ہو جاں چاند سے

در رخی بنهد شعاع اختری | تا شود شاهی غلام دختری

ہر رخ میں رکھتے تاب اختر کا کلام | بادشہ ہو ایک دختر کا غلام

بنهد اندر روی دیگر نور خود | که ببیند نیم شب هر نیک و بد

دوسرے رخ میں وہ نور اپنا رکھے | نیم شب جو نیک و بد کو دیکھ لے

یوسف و موسی از حق برده‌اند نور | در رخ و رخسار و در ذات الصدور

یوسف و موسیٰ نے پایا حق سے نور | نور رو سے و نور شرح ۔ نور صدور

روی موسی بارقی انگیخته | پیش رو او توبره آویخته

نور تجلی کا رخ موسیٰ میں کھلا | نکتے سکے آگے اور ایک پردہ کھیچا پڑا

نور رویش آنچنان بردی بصر | که زمرد از دو چشم مار کر
نورِ موسیٰ چمکتا تھا نظر کو اس طرح | سانپ کی آنکھیں زمرد جس طرح

او ز حق درخواسته تا توبره | گردد آن نور قوی را ساتره
حق سے موسیٰ نے تھا چاہا توبرا | تاکہ اس نور قوی کے لئے چھپا

توبره گفت از گلیمت ساز هین | کان لباس عارفی آمد یقین
اپنی کملی سے بنا لے توبرا | ہے یہ لباسِ عارفی ۔ بولا خدا

کان کسا از نور صبر یافته است | نور جان در پود و تارش تافته است
نور کو جو صبر اس کملی سے ہے کمال | اس کے تار و پود میں ہے نورِ جاں

جز چنین خرقه نخواهد شد صوان | نور ما را بر نتابد غیر آن
ہے یہی خرقہ نگہبان نور کا | اسے کوئی نہ تابے اس کے سوا

کوه قاف ار پیش آید بهر سد | همچو کوه طور نورش بر درد
کوہ قاف آئے جو اس کے سامنے | پھاڑ ڈالے نور مثلِ طور کے

از کمال قدرت ابدان رجال | یافت اندر نور بیچون احتمال
قدرت کامل سے تن انسان کا | نور کو اندر کے لیتا ہے سمیٹ

آنکه طورش بر نتابد ذره | قدرتش جا سازد از قاروره
ذرہ سے ہی سے طور کے بس ہوش اڑیں | چاہئے قدرت ۔ تھمالے قندیل میں

آنکه طورش بر نتابد ای کیا | ذره اندر زجاجی ساخت جا
جس کے اک ذرہ سے گھبرائے طور بھی | گھر بنا لے اپنا وہ قندیل میں

گشت مشکوة و زجاجی جای نور | که همی درد ز نورش قاف و طور
وہ ساتے شیشے کی قندیل بنا | جس سے قاف و طور کے ٹکڑے کریں

لہ یعنی حضرت موسیٰ کے چہرے کا نور دیکھنے والے کی آنکھ کو اس طرح اچک لیتا تھا جس طرح زمرد سانپ کی آنکھیں اندھی کر دیتا ہے ۔ لہ یعنی کملی سے ۔

چشمشان مشکوٰة و جان‌شان زجاج — تافتہ بر عرش و افلاک این سراج

آنکھ ہے قندیل جان ان کی زجاج — چمکا عرش و چرخ پر ہے یہ سراج

نورشان حیران این نور آمدہ — چون ستارہ زین ضحیٰ فانی شدہ

ان کا نور اس نور سے حیران ہوا — جوں ستارہ مہر سے وہ چھپ گیا

زین حکایت کرد آن ختم رسل — از ملیک لایزال و لم یزل

ذکر جو فرما گئے ہیں مصطفیٰ — بادشاہ لم یزل کچھ ہم کہا

کہ نگنجیدم در افلاک و خلا — در عقول و در نفوس با علیٰ

میں سمایا ہی نہیں افلاک میں — اور نہ ارواح و عقول پاک میں

در دل مومن بگنجیدم چو ضیف — بی ز چون و بی چگون بی ز کیف

ہوں دل مومن میں لیکن بس گیا — مثل اک مہمان کے بے چون ڈیرا

تا بدلالی آن دل فوق و تحت — یابد از من پادشاہی ہا و بخت

زیر و بالا اس کی دلالی سے ہاں — دل نے شاہی مجھ سے پائی ہے کہاں

بی چنین آئینہ این خوبی من — بر نتابد ہم زمین و ہم زمن

جز اس آئینے کے میری خوبیاں — کب اٹھا سکیں یہ زمیں یا یہ زماں

ہر دو کون اسپہ رحم تا ختیم — بس عریض آئنہ پرسا ختیم

دو جہاں پر رحم ہم نے کر دیا — پھوڑا چھلکا اک بنایا آئینہ

ہر دمے زین آئنہ پنجاہ عرس — گشتہ آئینہ ولے شرحش مپرس

شاد رکھے ہر گھڑی یہ آئینہ — آئنہ سن پوچھتا ہے شرح کیا

حاصل آن کز لبس خود پوشیدہ یافت — کہ نفوذ او قمر را می شگافت

اپنی ہی پوشاک سے پردہ کیا — نور وہ ورنہ قمر کو پھاڑتا

گر بدے پردہ ز غیر لبس او — پارہ گشتے در بدے کوہ دو تو

پردہ گر ہوتا لباس غیر سے — ٹکڑے ہوتے سب پہاڑ تو بیچ کے

ز آہنیں دیوارہا نافذ شدے	توبرہ با نور حق چہ فن زدے
پار ہوتا آہنی دیوار سے	توبرہ کیا حیلہ کرتا نور سے
گشتہ بود آں آئنہ صاف لقی	بود وقتے سوز خرقۂ عارفی
ہو گیا تھا آئنہ پہلے فنا	خرقہ سوز عارفی کا ہو چکا
گشتہ بود آں آئنہ ستار نور	زانکہ بود از خرقۂ یک با حضور
ہو گیا تھا آئنہ ستار نور	اور وہ تھا ایک خرقۂ با حضور
زاں شود آتش رہین سوختہ	کوست با آتش ز اہلش آموختہ
سوختہ کی رہن ہے آگ اس لئے	آگ کا خوگر ہوا وہ قبل سے
در ہوائے عشق آں نور رشاد	خود صفورا ہر دو دیدہ باز داد
یہ ہے ایسا نور جس کے عشق میں	خود صفورا[۵] اپنی دونوں آنکھیں دیں
اولا بربست یک چشم و بدید	نور روئے او و یک چشمش پرید
آنکھ آنکھوں سے ایک پہلے بند کی	نور رخ دیکھا تو ایک آنکھ اڑ گئی
بعد ازاں صبرش نماند و آں دگر	برکشاد و کرد خرج آں قمر
پھر ہوئیں بے صبر کھولی دوسری	وہ بھی لیکن اس قمر کی نذر کی
ہمچناں مرد مجاہد ناں دہد	چوں بروزد نور طاعت جاں دہد
جیسے پہلے اک مجاہد نان دے	نور طاعت کا پڑے تو جان دے
پس زنے گفتش کہ چشم عبہری	چوں ز دستت رفت حسرت میخوری
ایک عورت نے کہا آنکھیں عبہری	ہو گئیں حسرت ہے آہ! آنکھیں نرگسیں
گفت حسرت میخورم کہ صد ہزار	دیدہ بودے کہ ہمی کردم نثار
بولیں حسرت ہے کہ آنکھیں صد ہزار	ہوتیں گر تو سب کو کر دیتی نثار

۵ حضرت موسیٰؑ کی زوجہ محترمہ۔

روزن چشم زمه ویران شده است | لیک سر چون گنج در ویران نشست

آنکھ کا روزن ٹوٹا ویران تو ہو گیا | یاد میرا گنج ویرانہ بنا

گر گذارد گنج کنجی ویرانه ام | یاد آرد از وثاق و خانه ام

گنج کب چھوڑیگا ویرانہ میرا | یاد کرے منزل اور خانہ میرا

حق شنید این [illegible] یار داد | دید موسی را ز نورش ساز داد

حق نے سنا [illegible] دونوں [illegible] | دید موسیٰ کے وہ قابل ہو گیا

از لطف این [illegible] پنهان شد | از خروجه خاص پیدا ویران شد

[illegible] | گنجا جو گنج خاص سے قائم رہا

نور [illegible] | در قفا [illegible] وشباک قصور

[illegible] | روزن [illegible] سے جاتا ہر گھر میں ضرور

پس بگفتند [illegible] درون خانه | یوسف [illegible] این سو گذر

[illegible] | اس طرف سے حضرت یوسف گئے

زانکه [illegible] | [illegible] کردند [illegible] اصحاب بقاع

[illegible] | اہل خانہ کو [illegible] اٹھا [illegible]

خانه [illegible] یوسف آن طرف | وارد از [illegible] یوسف این طرف

جس مکان کا [illegible] اس طرف | [illegible] یوسف سے وہ پاتا ہے شرف

پس [illegible] یوسف [illegible] | از نگاهش فرجه آغاز کن

تو [illegible] یوسف کا دل [illegible] | اور اس روزن سے لطف [illegible]

عشق ورزی آن [illegible] کردن است | کز جمال دوست دیده روشن است

عشق کرنا [illegible] | آنکھ میں [illegible] نور حسن یار کا

پس همیشه [illegible] | [illegible] ای پسر

پس ہمیشہ [illegible] | [illegible] ہاتھ میں [illegible] اے پسر

راہ کن در اندرونہا خویش را ۔ دور کن ادراک دور اندیش را
راہ کر لوگوں کے دل میں شاد ہو ۔ دور کر ادراک دور اندیش کو

کیمیا داری دوائے پوست کن ۔ دشمناں را زیں صناعت دوست کن
کیمیا[1] ہے پاس تیرے کر دوا ۔ اس ہنر سے یار دشمن کو بنا

چوں شدی زیبا بداں زیبا رسی ۔ کو رہاند روح را از بیکسی
ہوگا جب زیبا تو زیبا سے ملے ۔ بیکسی سے روح تیری بچ رہے

پرورش مر باغ جانہا را دہش ۔ زندہ کردہ مردۂ غم را دمش
باغ جاں شاداب اس کے فیض سے ہے ۔ مردۂ غم زندہ اس کے دم سے ہے

نے ہمہ ملک جہان دوں دہند ۔ صد ہزاراں ملک گوناگوں دہند
سمجھ کو یہ دنیائے دوں کب دیگا وہ ۔ لاکھ ملک مختلف بخشے گا وہ

بر سر ملک جمالش داد حق ۔ ملکتے تعبیر بے درس و سبق
حسن یوسف کو دیا ملک جمال ۔ کشور تعبیر بھی دی بے مثال

ملکت حسنش سوئے زنداں کشید ۔ ملکت علمش سوئے کیواں کشید
حسن کا ملک ان کو زنداں لے گیا ۔ علم لیکن سوئے کیواں[2] لے گیا

شد غلام او شہ از علم و ہنر ۔ ملک علم از ملک حسن آسودہ تر
علم سے شہ ہو گیا ان کا غلام ۔ علم بہتر حسن سے ہے لا کلام

وظیفہ لینے والے مقروض درویش کی حکایت

آں غریبی ممتحن از بیم وام ۔ اندر آمد سوئے آں دار السلام
قرض کے ڈر سے وہ بیچارہ گدا ۔ شہر تبریز میں داخل ہوا

[1] یعنی خاکساری خاک اکسیر سے کم نہیں ۔
[2] ستارہ زحل جو ساتویں آسمان پر ہے ۔

شد سوئے تبریز و کوی گلستان	خفتہ اومیدش فراز گلستان
تھا وہ تبریز ایک ایسا گلستاں	پھولوں پر امید تھی راحت کناں
زد برو دار الملک تبریز سنی	بر امیدش روشنی بر روشنی
خطۂ تبریز میں جا اسے سعید	لے جا اس کے پاس تو روشن امید
جانش خنداں شد ازاں روضۂ رجال	از نسیم یوسف مصر خیال
اس چمن سے غنچۂ جاں کھل گیا	آئی یوسف کی نسیم دلفزا
گفت یا حادی انخ لی ناقتی	جاء اسعادی و طارت فاقتی
بولا اے حادی[1] بٹھا ناقہ مرا	آئی خوش بختی گیا فاقہ مرا
ابرکی یا ناقتی طاب الامور	ان تبریزاً مناخات الصدور
بیٹھ ناقے بن گیا ہے میرا کام	راز سینہ کھلنے کا ہے یہ مقام
اسرحی یا ناقتی حول الریاض	ان تبریزاً لنا نعم المفاض
گرد گلزاروں کے چر ناقے مرے	یہ مقام فیض ہے اپنے لیے
ساربانا بار بکشا ز اشتراں	شہر تبریز است و کوی گلستاں
کھول دے اونٹوں کا بار اے ساربان	یہ تو ہے تبریز گویا گلستاں
فر فردوسیست ایں پالیز را	شعشعۂ عرشیست ایں تبریز را
شان فردوسی ہے اس پالیز[2] میں	عرش کی ہے روشنی تبریز میں
ہر زمانے موج روح انگیز جاں	از فراز عرش بر تبریزیاں
ایک موج روح افزا ہر زماں	عرش سے تبریزیوں پر ہے رواں
چوں وثاق محتسب جست آں غریب	خلق گفتندش کہ بگذشت آں حبیب
جب گدا کو محتسب کا گھر ملا	لوگ بولے وہ تو پیارا مر گیا

[1] حدی خواں یعنی گیت گانے والا ساربان ۔

[2] خربوزے ۔ تربوز اور ککڑی کا کھیت ۔

او پریدہ از دارِ دنیا نقل کرد / مرد و زن در واقعۂ او رخ زرد
پرسوں وہ تو دنیا سے رحلت کر گیا / زرد رو ہر مرد و زن غم سے ہوا

رفت آں طاؤس عرشی سوئے عرش / چوں رسید از ہاتفانش بوئے عرش
اڑ گیا طاؤس عرشی سوئے عرش / پہنچی جب ہاتف سے اس کو بوئے عرش

سایہ اش گرچہ پناہِ خلق بود / در نوردید آفتابش زود زود
سایہ اس کا گو پناہ خلق تھا / مہر نے تہ اس کو جلدی کر دیا

راند او کشتی ازیں ساحل پگہ / گشتہ بود آں خواجہ زیں تنہا سیر
پرسوں اس ساحل سے کشتی لے گیا / خواجہ اس تنہائی سے دل سیر تھا

نعرہ زد مرد و بیہوش اوفتاد / گوئیا او نیز پیشش جاں بداد
نعرہ مارا اس نے غش کھا کر گرا / وہ بھی گویا اس کے پیچھے مر گیا

بس گلابے آب بر رویش زدند / ہمرہاں بر حالتش گریاں شدند
بس گلاب و آب چھڑکا لوگوں نے / اور اس کے حال پر رونے لگے

تا بشب بیہوش بود و بعد ازاں / نیم مردہ باز گشت از غیب جاں
رات تک بیہوش تھا اور بعد ازاں / نیم مردہ غیب سے لوٹ آئی جاں

مخلوق پہ اعتماد سے درویش کی توبہ.

چوں بہوش آمد بگفت اے کردگار / مجرمم بودم بہ خلق امیدوار
ہوش میں آیا - کہا پروردگارا / میں ہوں مجرم خلق سے امیدوار

گرچہ خواجہ بس سخاوت کرد و جود / ہیچ از کفِ عطائے تو نبود
گو بہت جود و سخا خواجہ نے کی / تیری بخشش کے مقابل کچھ نہ تھی

لہ یعنی اس کی عمر کے دن جلد گزر گئے۔

دو کله بخشید تو سر پر خرد
او قبا بخشید تو بالا و قد

اس سے ٹوپی، تو نے سر پر خرد
اس سے تو بخشی قبا پر تو نے قد

او زرم داد و تو دست زر شمار
او ستورم داد و تو عقل سوار

اس نے سونا ۔ تو نے دست زر شمار
اس سے گھوڑا تو نے دی عقل سوار

خواجه شمعم داد و تو چشم قریر
خواجه لقمه داد و تو طعمه پذیر

شمع اس سے ۔ تو نے ٹھنڈک آنکھ کا
نقل اس سے ۔ تو نے من بھائی غذا

او وظیفه داد و تو عمر و حیات
وعده اش زر وعده تو طیبات[1]

گر وظیفہ اس سے تو نے دی حیات
اس کا وعدہ زر کا ۔ تیرا طیبات

او وثاقم داد و تو چرخ و زمین
در وثاقت او و صد چون او رهین

اس سے گھر ۔ تو نے دیئے چرخ و زمیں
تیرے گھر میں سینکڑوں اس جیسے[2] رہین

آنچه داد او ای ملک هم از تو داد
کز دل و دست ورا کردی تو راد

اس نے اے شہا! تجھ سے سب لیکر دیا
تو نے اس کے دست و دل کو دی سخا

زر از آن تست و زر نافرید او
نان از آن تست نانش از تو رسید

زر ترا ۔ اس کا نہیں زر بے کیا ان
نان تیری ۔ تو نے بخشی اس کو نان

آن سخاوت هم تو دادیش
کز سخاوت می فزودی شادیش

اس کو جود و کرم بھی تو نے دیا
اور سخاوت سے اسے شادان کیا

من چو می گویم همه تو می دهی
بار منت بر کسی می نهی

کیا کہوں میں اب سبھی کچھ تو ہی دے
بار احسان کا کسی پر کب دھرے

من مر او را قبله خود ساختم
قبله ساز اصل را انداختم

میں نے اس کو اپنا قبلہ کر لیا
اصل قبلہ ساز سے جاہل رہا

۱؎ ستھری پاکیزہ چیزیں ۔ ۲؎ یعنی اس جیسے گلہ گروی ۔

ما کجا بودیم کین دیان دین
عقل می کارید اندر آب و طین

ہم کہاں تھے ۔ مالک روز جزا
آب و گل میں عقل تھا جب بو رہا

چون همی کرد از عدم گردون پدید
وین بساط خاک را می گسترید

جب عدم سے آسمان پیدا کیا
اور بچھایا یہ بچھونا خاک کا

ز اختران می ساخت او مصباح ہا
در طبایع قفل با مفتاح ہا

جب بنائے اس نے تاروں سے دیئے[۱]
طبع میں قفل اور کنجی رکھ دیئے[۲]

اے بسا بنیاد ہا پنہان و فاش
مضمر این سقف گردون در قماش

لاکھوں ہی بنیادیں پنہان و عیاں
اس زمین و آسمان میں ہیں نہاں

آدم اصطرلاب گردون علوست
وصف آدم مظہر آیات اوست

آدم اصطرلاب[۳] چرخ اوج کا
وصف آدم مظہر وصف خدا

ہرچہ در وے می نماید وصف اوست
ہمچو عکس ماہ اندر آب جوست

ہے جو کچھ آدم میں ہے وصف خدا
عکس ندی میں ہو جیسے ماہ کا

بر صطرلابش نقوش عنکبوت
بہر اوصاف ازل دارد ثبوت

نقش ہیں جو آدم اصطرلاب کے
ان سے اوصاف ازل ثابت ہوئے

تا ز چرخ غیب و ز خورشید روح
عنکبوتش درس گوید با شروح

نکلے مہر روح چرخ غیب سے
عنکبوت[۴] اس کو مشرح درس دے

عنکبوت این صطرلاب رشاد
بے منجم در کف عام اوفتاد

عنکبوت ایسے ہی اصطرلاب کی
بے منجم عام کے ہاتھ آگئی[۵]

۱ چراغ ۔ ۲ یعنی طبیعتوں میں ہماری رکھ کر قفل اُنکا واسطے کنجیوں کے ۔ ۳ ستاروں کے حالات معلوم کرنے کا آلہ ۔
۴ اصطرلاب کا ایک حصہ جس پر اس کے احکام درج ہوتے ہیں ۔
۵ عقل سے مراد ہے ۔

انبیا را داد حق تنجیم[1] این ۔ غیب را چشمے بباید غیب بیں

انبیا کو حق نے یہ تعلیم دی ۔ غیب بیں ہے آنکھ ناظر غیب کی

در چہ دنیا فتادند ایں قروں ۔ عکس خود را دید ہر یک چہ دروں

چاہ دنیا میں یہ اسلاف آ پڑے ۔ عکس اپنا ہی کنوئیں میں دیکھ کے

عکس در چہ دید از بیروں ندید ۔ ہمچو شیر گول اندر چہ دوید

شیر سا وہ لوح چہ میں گر پڑا ۔ عکس دیکھا پر نہ باہر سے ذرا

از بروں داں ہرچہ در چاہت نمود ۔ ورنہ آں شیرے کہ در چہ شد فرود

چاہ میں جو کچھ ہے باہر جان اسے ۔ ورنہ کیوں شیر آتا اندر چاہ کے

برد خرگوشیش از رہ کاے فلاں ۔ در تگ چاہ است آں شیر ژیاں

اس کو اک خرگوش نے بہکایا ہاں ۔ چاہ کے اندر ہے وہ شیر ژیاں

در رو اندر چاہ و کیں از وے بکش ۔ چوں ازو غالبتری سر برکشش

چاہ میں جا اور بدلہ اس سے لے ۔ ہے جو غالب تو سر اس کا توڑ دے

آں مقلد[2] سخرۂ خرگوش شد ۔ وز خیال خویشتن پرجوش شد

وہ مقلد سخرۂ خرگوش تھا ۔ اور اپنی دھن میں بس پرجوش تھا

او نگفت ایں نقش داو آب نیست ۔ ایں بجز تقلیب آں قلاب[3] نیست

وہ نہ بولا یہ نہیں نقش آب کا ۔ یہ الٹنا کام ہے قلاب کا

تو ہم از دشمن چہ کینہ می کشی ۔ اے زبون ششدر غلط در ششدری

تو عدو سے کینہ کیا لے بے دلیل ۔ خود غلط ہے ششدر جہت کے اے ذلیل

آں عداوت اندرو عکس حق است ۔ کز صفات قہر آنجا مشتق است

عکس حق ہے اس کے دل میں دشمنی ۔ قہر کے اوصاف سے پھوٹی کلی

[1] یعنی ستارہ شناسی کی تعلیم ۔ [2] وہ شخص جس پہ خفیہ ہیں ۔ انتخوکہ ۔
[3] الٹ دینے والا ۔ حق تعالیٰ سے مراد ہے ۔

وان گنہ در وی ز عکس جرم تست ‏ — ‏ باید آں خو را ز طبع خویش شست

جرم اس کا عکس تیرے جرم کا ‏ — ‏ طبع سے اپنی تو یہ خو دھو ذرا

خلق زشتت اندراں رو شد نمود ‏ — ‏ مر ترا او صفحۂ آئینہ بود

اس میں تیرا خلق بد ظاہر ہوا ‏ — ‏ صفحہ وہ تیرے لئے آئینے کا

چونکہ قبح خویش دیدی اے حسن ‏ — ‏ اندر آئینہ بر آئینہ مزن

آئینے میں دیکھا اپنے عیب کو ‏ — ‏ توڑنے سکے پھر آئینے نہ ہو

می زند بر آب استارہ سنی ‏ — ‏ خاک تو بر عکس اختر می زنی

اختر اپنا عکس ڈالے آب پر ‏ — ‏ تو گرائے عکس پر مٹی مگر

کیں ستارہ نحس در آب آمدست ‏ — ‏ تا کند مر سعد ما را زیر دست

ہے ستارہ نحس اندر آب کے ‏ — ‏ تا ہمارے سعد کو تابع کرے

خاک از استیلا بریزی بر سرش ‏ — ‏ چونکہ پنداری ز شبہ اخترش

خاک اس کے سر پہ ڈالی اس لئے ‏ — ‏ مثل اختر چونکہ تو سمجھا اُسے

عکس پنہاں گشت و سوئے غیب راند ‏ — ‏ تو گماں بردی کہ آں اختر نماند

جب چھپا اختر تو عکس اس کا رہا ‏ — ‏ تو یہ سمجھا وہ ستارہ چھپ گیا

آں ستارہ نحس ہست اندر سما ‏ — ‏ ہم بداں سو بایدش کردن دوا

ہے ستارہ نحس اوپر چرخ کے ‏ — ‏ اب دوا بھی اس کی کرنی چاہئے

بلکہ باید دل سوئے بے سوئے بست ‏ — ‏ عکس ایں سو عکس نحس آں سوست

بے جہت جو ہے تو اس سے دل لگا ‏ — ‏ عکس ادھر کا عکس ہے اس سمت کا

داد داد حق شناس و بخشش ‏ — ‏ عکس آں داد است اندر پنج و شش[1]

داد حق ہے جو کسی کو ہے ملا ‏ — ‏ پنج و شش[1] میں عکس ہے اس داد کا

[1] یعنی پنج حس میں بھی اور شش جہت میں بھی ۔

گر بود داد خسان افزون ز ریگ | تو بمیری وان نماند مرده ریگ

داد ناکس ہو جو افزوں ریگ سے | تو مرے، میراث آخر کو رہے

عکس آخر چند پاید در نظر | اصل بینی پیشہ کن اے کژنگر

عکس ٹھہرے گا نظر میں تا کجا | کج نگر! تو اصل پر نظریں جما

حق چو بخشش کرد بر اہل نیاز | با عطا بخشیدشان عمر دراز

حق نے بخشش کی جو با اہلِ نیاز | ساتھ ہی بخشی انہیں عمرِ دراز

خالدین شد نعمت و منعم علیہ | محیی الموتیٰ ست فاجتازوا الیہ

نعمت و منعم سے وہ بہرہ ور ہوگئے | مُردوں کو زندہ کرے ہے تو دوڑو اُسے

داد حق با تو درآمیزد چو جاں | آنچناں کہ آں تو باشی و تو آں

دادِ حق تجھ سے مثالِ جاں ملے | ایسے وہ تو تو بنے، تو وہ بنے

گر نماند اشتہائے[ل] نان و آب | بدہدت بے ایں دو قوت مستطاب

روٹی پانی کی نہیں گر اشتہا | دیگا بے اِن دو کے پاکیزہ غذا

فربہی گر رفت حق در لاغری | فربہی پنہانت بخشد آں سری

فربہی جاتی ہے جانے غم سے کیا | فربہی پوشیدہ بخشے گا خدا

چوں پری را قوت از بو می دہد | ہر ملک را قوت جاں او می دہد

دیتا ہے جو پری کو وہ بو کی غذا | قوت جاں کر کے فرشتوں کو عطا

جاں چہ باشد تا تو سازی زو سند | حق بہ عشق خویش زندہ‌ات می کند

جان کیا شے ہے سند جس کی تو لے | عشق سے اپنے خدا زندہ کرے

زو حیات عشق خواہ و جاں مخواہ | تو ازو آں رزق خواہ و ناں مخواہ

جا حیاتِ عشق مانگ اور جاں نہ مانگ | رزق بے ناں مانگ اس سے ناں نہ مانگ

ل بھوک ۔ خواہش ۔

خلق را چون آب دان صاف و زلال
جان سے خلقت کو جوں آب زلال

اندر و تابان صفات ذو الجلال
اس میں ہیں درخشاں ہیں صفات ذو الجلال

علمشان و عدلشان و لطفشان
علم و عدل و لطف ان کا جان لے

چون ستاره چرخ بر آب روان
پانی پر جیسے ستارے چرخ کے

پادشاهی زیبد آن خلاق را
شاہی ہے شایان شان خلاق کے

پادشاهی جملگان عاجز ورا
سب کی شاہی عاجز اس کے سامنے

پادشاهان مظهر شاهی حق
شاہ مظہر شاہی حق کے ہیں سبھی

فاضلان مرآت آگاهی حق
فاضل آگاہی حق کے آئنے

قرنها بگذشت این قرن نویست
اب ہے دور نو - گئیں صدیاں کئی

ماه آن ماه است آب آن آب نیست
مہ وہ مہ ہے - پانی وہ پانی نہیں

عدل آن عدل است فضل آن فضل هم
عدل بھی وہ ہے وہی ہے فضل بھی

لیک مستبدل شد آن قرن و امم
پر زمانہ اور ہے لوگ اور ہی

قرنها بر قرنها رفت ای همام
گزری ہیں صدیوں پہ صدیاں اے ہمام

وین معانی برقرار و بر دوام
ان معانی کو ہے پر حاصل دوام

آب مبدل شد درین جو چند بار
پانی اس ندی کا بدلا چند بار

عکس آن خورشید دائم برقرار
عکس اس خورشید کا ہے برقرار

پس بنایش نیست بر آب روان
آب جاری پر بنا اس کی کہاں

بلکه بر اقطار عرض آسمان[۱]
بلکہ آگے اس سے یعنی لامکاں

این صفتها چون نجوم معنویست
یہ نجوم معنوی کی خوبیاں

دان که بر چرخ معانی مستویست[۲]
چرخ معنی پہ وہ یکساں ہے عیاں

۱ے آسمان مراد ہے۔
۲ے یعنی خورشید۔

خوبرویان آئینهٔ خوبی او	عشق ایشان عکس مطلوبی او
خوبرو آئینہ اس خوبی کا ہے	عشق اس کا عکس مطلوبی کا ہے
هم باصل خود رود این خد و خال	دائما در آب کے ماند خیال
اصل کی جانب یہ جائیں خد و خال	کب ہے قائم رہتا پانی کا خیال
جمله تصویرات عکس آبجوست	چون بمالی چشم خود خود جمله اوست
آبجو کا عکس تصویریں ہیں سبھی	آنکھ مل کر دیکھ سب کچھ ہے وہی
باز عقلش گفت بگذار این حول	خل دو شابست و دو نابست خل
عقل بولی - چھوڑ یہ دو بینی بھلا ہے	ہے دو شاب اک سرکہ، سرکہ ہے دو با
خواجه را از چشم ابلیس لعین	منگر و نسبت مکن او را بطین
خواجہ کو ابلیس کی تو آنکھ سے	دیکھ مت اور خاک سے نسبت نہ دے
خواجه را جان بین مبین جسم گران	مغز او را بین مبینش استخوان
جان سمجھ خواجہ کو مت جسم گران	مغز اس کو جان مت جان استخوان
خواجه را چون غیر گفتی در غرور	شرم دار ای احول از شاه غیور
کیوں کہا غیر اس کو از راہ غرور	شرم کر بھینگے! وہ ہے شاہ غیور
خواجه را کو در گذشتست از اثیر	جنس این موشان تاریکی مگیر
خواجہ تو گزرا ہے اوج چرخ سے	مت اندھیرے کے چوہوں جیسا جان اسے
همره خورشید را شب پره خوان	آنکه او مسجود شد ساجد مدان
مہر کے ساتھی کو چمگادڑ نہ جان	جو ہوا مسجود اسے ساجد نہ مان
عکسها را ماند این عکس نیست	در مثال عکس خود بنمودنیست
ہے تو وہ جوں عکس لیکن عکس کب	عکس کی صورت میں ہے وہ نیست اب
آفتابے دید شیخ جامد نماند	روغن گل روغن کنجد نماند
شیخ نے دیکھا مہر - پھر جامد نہیں	روغن گل روغن کنجد نہیں

چون مبدل گشتہ اند ابدال حق — نیستند از خلق برگردان ورق

ہو گئے تبدیل سب ابدال حق — وہ نہیں مخلوق سے الٹا ورق

قبلۂ وحدانیت دو چون بود — خاک مسجود ملائک چون شود

قبلۂ وحدانیت کیونکر ہو دو — سجدہ کیوں کرتے فرشتے خاک کو

چون درین جو دید عکس سیب مرد — دامنش را دید آن پر سیب کرد

دیکھا ندی میں جو عکس سیب کا — سیب سے پھر مرد کا دامن بھرا

آنچہ در جو دید کے باشد خیال — چونکہ شد از دیدنش پر صد جوال

دیکھا جو ندی میں وہ کب ہے خیال — اس کے دیکھنے سے ہوا وہ مالا مال

عکس ہا را ماند و این نیست عکس — در مثال عکس حق معنیست عکس

عکس کب ہے عکس سے ملتا ہوا — یہ ہے معنی عکس حق کی شکل کا

تن مبین و جان مکن بکم و صم — کذبوا بالحق لما جاءہم[1]

تن نہ دیکھ اور جان نہ کر گنگ بہرہ تو — سو ہے یہ قول حق سے کذبوا

تا رمیت اذ رمیت احمد بدہ است[2] — دیدن او دیدن خالق شدہ است[3]

تا رمیت اذ رمیت احمد ہوئے — دید حق ہوتی ہے ان کی دید سے

حق مر او را برگزید از انس و جان — رحمۃ للعالمین خواند آن

حق نے ان کو خلق سے افضل کیا — رحمۃ للعالمین فرما دیا

خدمت او خدمت حق کردن است — روز دیدن دیدن این روزن است

ان کی خدمت خدمت حق ہے بھلا — دیکھ اس روزن کو گر ہے دیکھنا

[1] قولہ تعالی فقد کذبوا بالحق لما جاءہم فسوف یاتیہم انبؤا ما کانوا بہ یستہزءون یعنی انہوں نے حق کو جھٹلایا جبکہ ان کے پاس آیا۔ سو قریب آ جائیں گی ان کو اس کی آگاہی جس پر ٹھٹھا مارتے تھے۔ [2] قولہ تعالی ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی یعنی جب تو نے تیر پھینکا تو تو نے نہیں پھینکا۔ بلکہ اللہ نے پھینکا۔ [3] حدیث شریف من رانی فقد رای اللہ یعنی جس نے مجھ کو دیکھا اس نے خدا کو دیکھا۔

خاصہ ایں روزن درخشاں از خودست	نے ودیعہ آفتاب و فرقدست
خاص یہ روزن کہ خود روشن ہوا	مہر یا فرقد[1] ذریعہ کب بنا
ہم ازاں خورشید زد بر روزنے	لیک از راہ و سوئے معہود نے
اس میں ہے مہر حقیقی جلوہ گر	راہ و جانب سے نہ معین ہے مگر
درمیان شمس و ایں روزن رہی	ہست روزن را ازاں شہ آگہی
شمس اور روزن میں ہے اک راہ بھی	جس سے روزن کو نہیں ہے آگہی
تا اگر ابرے برآید چرخ پوش	اندریں روزن بود نورش بجوش
گر کبھی آجائے جو ابر چرخ پوش	نور روزن میں ہو ویسا پُر ز جوش
غیر ایں راہ و ہوائے شش جہت	درمیان روزن و خور را الفت
قید راہ و باد و ہوا کی نہیں	مہر و روزن میں ہے اک الفت بالیقیں
مدحت و تسبیح او تسبیح حق	میوہ می روید ز عین ایں طبق
اس کی تسبیح و ثنا ہے حمد خدا	اس طبق کی ذات سے میوہ اُگا
سیب روید زیں طبق تو اش بخت	عیب نبود گر نہی نامش درخت
اس سے نکلا اور بہت سے سیب اُگے	عیب کیا گر تو درخت اس کو کہے
ایں سبد[2] را تو درخت سیب خواں	کز میان ہر دو رہ آمد نہاں
اس سبد کو کہہ تو نخل سیب ہاں	دونوں راہوں سے ہے آیا ہے نہاں
آنچہ روید از درخت بارور	زیں سبد روید ہماں خیزد ثمر
جو درخت بارآور سے اُگے	اس سبد سے بھی وہی بس پھل ملے
پس سبد را تو درخت بخت بیں	زیر سایہ ایں سبد خوش می نشیں
پس سبد کو جان نخل اقبال کا	اس سبد کے زیر سایہ بیٹھ جا

[1] قطب شمالی کے پاس کا ایک ستارہ۔

[2] ٹوکری۔ ٹوکرا۔

ناں چو اطلاق آورد اے مہرباں / ناں چرا میخوانیش محصورِ جہاں

ناں سے دست آپش کر لے با صفا / ناں سست کر یکم اُسے مستغنی بنا

خاک رہ چوں چشم روشن کرد جاں / خاک رہ را سرمہ بین و سرمہ داں

خاک رہ نے کی جو روشن آنکھ جاں / خاک رہ کو سرمہ دیکھ اور سرمہ جان

چوں ز رُوئے ایں زمیں تابد شروق / من چرا بالا کنم رو در عیوق[۲]

اس زمیں سے نور جب پیدا ہوا / کس لیے میں منہ تکوں عیوق کا

شد فنا ہستش ز خوابِ چشم شوخ / در چنیں ہُو خشک کے ماند کلوخ

ہست ست کہ جب وہ فانی ہو گیا / خشک کب اس نہر میں ڈھیلا رہا

پیش ایں خورشید کے تابد ہلال / با چنیں رستم چہ باشد زورِ زال

آگے کب اس مہر کے چمکے ہلال / ایسے رستم کے مقابل کیا ہو زال

طالب است و غالب است آں کردگار / تا ز ہستیہا بر آرد او دمار

طالب و غالب ہے رب العالمیں / ہستیوں کو نیست کرتا ہے یقیں

دو مگو و دو مخواں و دو مداں / بندہ را در خواجہ خود محو داں

دو نہ کہہ اور دو نہ پڑھ اور دو نہ جان / بندے کو خواجہ میں اپنے محو جان

خواجہ ہم در نورِ خواجہ آفریں / فانی است و مردہ و مات و دفیں

نور میں خواجہ آفریں کے خواجہ بھی / مردہ فانی اور ہے مدفون لے اخی!

چوں جدا بینی ز حق ایں خواجہ را / گم کنی ہم متن و ہم دیباچہ را

گر جدا دیکھے تو حق سے خواجہ کو / گم کرے گا متن اور دیباچہ کو

چشم و دل را ہیں گذارا کن ز طین / آں یکے قبلہ است دو قبلہ مبیں

چشم دل کو آب و گل سے نکال / ایک قبلہ ہے نہیں دو کر خیال

۱؎ ایک تلخ دوا جو صفرا و بلغم کی مسہل ہے ۔

۲؎ ایک نہایت سرخ رنگ اور بہت روشن ستارہ ہے کا نام جو کہکشاں کی داہنی جانب واقع ہے

چون دو دیدی ماندی از ہر دو طرف	آتشی در خف فتاد و رفت خف
دیکھے دو - تو دونوں جانب سے گیا	آگ لگ کر سوختہ فانی ہو گیا

گر عمر نامی تو اندر شہر کاش	کس نفروشد بصد دانگت لواش
تو عمر گر خطۂ کاشاں میں ہو	دے نہ کوئی ٹکڑہ کو نان سو دانگ کو

دو دیکھنے والا عمر کاشانی کی مانند ہے

چون بیک دکان بگفتی عمرم	این عمر را نان فروشید از کرم
اک دکاں پر تو کہے ہیں جو عمر	مول دے روٹی - کرم کی کر نظر

او بگوید رو بدان دیگر دکان	زین یکی نان گزین پنجاہ نان
وہ کہے جا - اک دکان ہے اور یاں	اس سے بہتر لے وہاں سے نان پچاس

گر نبودی احول او اندر نظر	او بگفتی نیست دکان دگر
سامنے کہتا - گر نہ وہ ہوتا دو بیں	دوسری اس جا دکاں ہرگز نہیں

پس زدی اشراق آن نا احولی	بر دل کاشی شدی عمر علی
برلی اس یک بینی کی وہ روشنی	وہ عمر کاشی کو ہو جاتا علی

این ازینجا گوید آن خباز را	این عمر را نان فروش ای نانبا
دوسرے پھر نانبائی سے کہا	اس عمر کو نان دے اے نانبا

چون شنید او ہم عمر نا احولی	در کشید آن نان کہ ہست آن علی
سنتے ہی نام عمر نان کھینچ لی	اور کہا اس سے یہ ہے بلکہ علی

پس فرستادش بدکان بعید	نان ز پیشش روی او اندر کشید
اک دکاں پہ بھیجا پھر جو دور تھی	روٹی اس کے سامنے سے کھینچ لی

کہ عمر را نان دہ ای نانبا زمن	راز یعنی فہم کن ز آواز من
بولا اسے کہا ہے کہ عمر کو نان دے	راز اس آواز سے تو جان لے

او بهشتی زانسو حواله می کند | هین عمر آمد که تا بر نان زند
وہ بہشتی کو ادھر جانب بھیج دے | لو عمر آیا کہ روٹی پہ گرے

چون به یک دکان عمر بودی برو | در همه کاشان ز نان محروم شو
اک دکان پر جب عمر تو ہو گیا | سارے کاشاں میں نہ روٹی پائیگا

ور به یک دکان علی گفتی بگیر | نان ازینجا بی حواله بی زحیر
اک دکاں پر گر کہا میں ہوں علی | نان یہیں پاسے تجھے مل جائیگی

احول ده بین چه بی بهره ز نوش | احول صد بینی ای عمر فروش
احول دہ بیں کو تو ... کر دیا | احول صد بیں ہے تو اے بیچ جیا

اندران کاشان خاک احولی | چون عمر می گرد چون نبود علی
کاشان[1] خاک احولی میں اے اخی! | جوں عمر پھر گر نہیں ہے تو علی

هست احول را دریں ویرانه دیر | گوشه گوشه نقل کن تو کم نفیر
کھینچیگا تو اس دہر میں ایسے نیا نام | پھرتا رہتا ہے نہیں اک جا قیام

ور دو چشم حق شناس آمد ترا | دوست بین در عرصه هر دو سرا
حق شناس آنکھیں ملی ہیں گر تجھے | دو جہاں کو دوست اپنا جان لے

وا رهیدی از حواله جا بجا | اندرین کاشان پر خوف و رجا
جا بجا پھرنے سے تو بس چھٹ گیا | اس جہاں میں جو ہے پر خوف و رجا

اندرین چشمه بدیدی یا حجر | مشکل است آن خیالش ظن مبر
دیکھا اس ندی میں شیشہ یا حجر | عاصم ندی کی پر خیال اس کا نہ کر

کم ترا از عین این عکس و نقوش | حق حقیقت گرد و دو بینی تو نوش
نقش سے اس عکس کے تجھ پر اخی! | اصل وہ بینی کی حق نے کھول دی

[1] یعنی اس کاشاں میں جہاں احولی پیدا ہوتی ہے ٭
[2] امید

چشم از آن آب از حول حُر می شود   عکس می بیند سبد پُر می شود

آنکھ کی اس سے دو بینی چھوٹ گئی   عکس دیکھا ۔ ٹوکری اس کی بھری

پس یقینی باغ باشد این آب   پس مشو عریان بلقیس از حباب

آب کب ہے اصل میں ہے یہ چمن   ہو نہ عریاں مثل بلقیس حسن

بار گونا گون است بر پشت خران   هین بیک چوب این خران را تو مران

بار گوناگوں گدھوں پر ہے لدا   ایک لاٹھی سے نہ ہانکو ہر گدھا

بر یکی خر بار لعل و گوهر است   بر یکی خر بار سنگ و مرمر است

ایک خر پر لعل و گوہر کا ہے بار   ایک خر پر سنگ مرمر کا ہے بار

بر همه جوها تو این حکمت مران   اندرین جو ماه بین عکسش مخوان

مت لگا سب نہروں پر یہ حکم ہاں   چاند ہے اس نہر میں سایہ کہاں

آب خضرست این نه آب دام و دد   هرچه اندر وی نماید حق بود

پانی ہے اس نہر کا آب بقا   بالیقیں اس میں ہے حق جلوہ نما

زین تنک جو ماه گوید من همم   من نه عکسم همحدیثم همرهم

چاند ندی سے کہے میں ماہ ہوں   عکس کب ہوں ہم سخن ہمراہ ہوں

اندرین جو هرچه بر بالاست هست   خواه بالا خواه پستی دار دست

نہر کے جو کچھ ہے اوپر ہست جان   خواہ اوپر خواہ اندر ہست مان

اندر دگر جوها مگیر این جوئے را   ماه دان این پرتو مهروئے را

اور نہروں کی طرح اس کو نہ جان   ماہ تو اس پرتو مہرو کو مان

اندرین جو هر چه ماهی نیست   از قصص تاریخ و تخت هم زمین

جب کہ اس ندی میں ... دیکھئے   دین سے ... تاریخ و تخت سے

اندرین جو هر چه داری تو مراد   باز جو و شکر کن بهر زیاد

جو کچھ اس ندی میں ہے تیری مراد   دیکھ پھر اس کو شکر کر تا ہو زیاد

جملہ مطلوبات خلق ہر دو کون
گشت موجود اندرو بے لون و لون

دو جہاں کی خلق کے مطلب سبھی
اس میں ہیں موجود بے فرق اے اخی!

این سخن پایان ندارد آن غریب
گریہ کرد از درد آن مرد لبیب

اس سخن کی حد نہیں کچھ۔ وہ غریب
روتا ہے اور کرتا ہے یاد حبیب

درویش کا قبر محتسب پر جاکر قصہ کہنا

واقعہ آن وام او مشہور شد
پامرد از درد او رنجور شد

جبکہ اس کے قرض کا چرچا ہوا
پامرد اس درد سے کڑھنے لگا

از پئے توزیع گرد شہر گشت
وز طمع می گفت ہر جا سرگذشت

چندے کو وہ شہر میں پھرنے لگا
حرص سے کہتا تھا ہر جا ماجرا

ہیچ نا ورد از رہ کدیہ بدست
غیر صد دینار آن کدیہ پرست

بھیک سے اس کو ملا کچھ بھی نہیں
صرف سو دینار پاسکے ہمنشیں

پامرد آمد بدو دستش گرفت
شد بگورستان کریم بس شگفت

ہاتھ سے پکڑا اسے غمخوار نے
اس سخی کی قبر پر دونوں گئے

گفت چون توفیق یابد بندۂ
کو کند مہمانیٔ فرخندۂ

بولا جب توفیق ... ہے کسے
وہ کسی فرخندہ کی دعوت کرے

مال خود ایثار راہ او کند
جان خود ایثار جاہ او کند

مال اس کی راہ میں سب صرف ہو
جاہ پر قربان کرے وہ جان کو

شکر او شکر خدا باشد یقین
چون باحسان کرد توفیقش قرین

شکر اس کا شکر حق کا ہے اخی!
جس نے احسان سے یہ توفیق دی

ترک شکرش ترک شکر حق بود
حق او لا شک بحق ملحق شود

ترک شکر اس کا ہے ترک شکر حق
حق سے ملحق ہے بلا شک اس کا حق

شکر می کن مر خدا را در نعم ۔ نیز می کن ذکر و شکر خواجہ ہم

نعمتوں میں شکر کر اللہ کا ۔ خواجہ کا بھی شکر کر تو بر ملا

رحمت مادر اگر چہ از خدا ست ۔ خدمت او ہم فریضہ است و سزاست

اس کی رحمت گرچہ ہے اللہ سے ۔ فرض خدمت اس کی بھی شایان ہے

زین سبب فرمود حق صلوا علیہ ۔ کہ محمد بود محتاج الیہ

کہہ دیا بھیجو درود اللہ نے ۔ مستحق اس کے رسول پاک تھے

در قیامت بندہ را گوید خدا ۔ ہین چہ کردی آنچہ من دادم ترا

حشر میں بندے سے پوچھیگا خدا ۔ ہیں سنے جو تجھ کو دیا تھا کیا کیا

گوید اے رب شکر تو کردم بجاں ۔ چوں ز تو بود اصل آن روزی و ناں

وہ کہیگا شکر تیرا ہی کیا ۔ اصل تھی روزی کی تجھ سے اے خدا

گویدش حق نے نکردی شکر من ۔ چوں نکردی شکر آن اکرام فن

تو تھا ناشکرا یہ فرمائے خدا ۔ اس سخی کا شکر تو نے کب کیا

بر کریمے کردہ ظلم و ستم ۔ نے ز دست او رسید آن نعمتم

اس سخی پر تو نے کی جور و جفا ۔ اس سے نعمت کب ملی پہنچا دیا

چوں بگور آن ولی نعمت رسید ۔ گشت گریان زار و آمد در نشید

اس سخی کی قبر پر جب وہ گیا ۔ رو پڑا پیٹا اور یوں سے کہنے لگا

گفت اے پشت و پناہ ہر نبیل ۔ ہر سخا و غوث با ہناء السبیل

اے سخی و نیک کی پشت و پناہ ۔ اے مسافر کے انیس و تکیہ گاہ

اے غم ارزاق ما بر خاطرت ۔ اے چو رزق عام احسان و برت

کتنا ہماری روزیوں کا غم تجھے ۔ مثل رزق احسان تیرے عام تھے

حقولہ تعالیٰ ۔ یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ۔ یعنی اے ایمان والو!
اس پر درود اور سلام بھیجو جیسا کہ بھیجنا چاہیے ۔

اے فقیراں را عشیرو والدین	در خراج و خرج در ایفائے دین
تو گدا کا خویش تھا ماں باپ تھا	خرچ دیتا۔ قرض کرتا تھا ادا
اے چو بحر از بہر نزدیکاں گہر	دادہ تحفہ سوئے دوراں مطر
پاس والوں کے لیے گوہر تھا	دور والوں کے لیے بارش بنا
پشت ما گرم از تو بود اے آفتاب	رونق ہر قصر و ہر گنج خراب
تجھ سے ہم کتنے گرم پشت اے آفتاب	رونق ہر خانہ و گنج ترا سب!
اے ندیدہ کس ورا ابرو گرہ	اے چو میکائیل راد و رزق دہ
کس نے دیکھی تیرے ابرو پہ گرہ؟	مثل میکائیل تو تھا رزق دہ
اے دلت پیوستہ با دریائے غیب	اے بقاف مکرمت عنقائے غیب
غیب کے دریا سے تیرا دل ملا	قاف بخشش کا تھا عنقا بر ملا
یاد نارد کہ از مالم چہ رفت	سقف قصر ہمتش ہرگز نکفت
یاد کب لایا کہ دولت کیا ہوئی	قصر ہمت کی نہ چھت ٹوٹی کبھی
اے من و صد ہمچو من در ماہ و سال	مر ترا چوں نسل تو گشتہ عیال
میری۔ مجھ سے سیکڑوں کی ماہ و سال	پرورش کی تو نے مانند عیال
نقد ما و جنس ما و رخت ما	نام ما و فخر ما و بخت ما
تو ہمارا نقد و جنس و رخت تھا	تو ہمارا نام و فخر و بخت تھا
تو نمردی ناکہ بخت ما بمرد	عیش ما و رزق مستوفی ببرد
بخت اپنا مر گیا تو کب مرا	رزق اور خوشیاں ہماری لے گیا
ایں ہمہ از حق بدو تو واسطہ	در میان ما و حق تو رابطہ
تھا یہ سب حق سے مگر تو واسطہ	ہم ہیں اور حق ہیں تو تھا اک رابطہ
واحد کالالف در بزم کرم	صد چو حاتم گاہ ایثار نعم
ایک تھا بزم کرم میں جوں ہزار	مثل صد حاتم ترا جود و نثار

حاتم از مردہ بہ مردہ می دہد — گردگانہائے شمردہ می دہد
دیتا ہے مُردے سے حاتم مُردے کو — اور گن گن کر دیتا ہے اخروٹ جو

تو حیاتے می دہی در ہر نفس — کز نفیسی می نگنجد در نفس
تو مگر دیتا ہے ہر گھڑی تازہ حیات — اور ایسی عمدہ اس کی کیا ہے بات

تو حیاتے می دہی بس پائدار — نقد زرِّ بے کساد و بے شمار
زندگی دیتا ہے تو بس پائدار — نقد زر اور بے کساد و بے شمار

وارثے نابودہ یک موئے ترا — اے فلک سجدہ کناں کوئے ترا
تیری خُو کا کب کوئی وارث ہوا — تیرے کوچے کا فلک ساجد بنا

خلق را از گرگ غم لطفت شباں — چوں کلیم اللہ شبانِ مہرباں
گرگِ غم سے تو چھڑاتا جوں شباں — مثلِ موسیٰؑ اک شبانِ مہرباں

حضرت موسیٰؑ سے بکری کا بھاگنا

گوسفندے از کلیم اللہ گریخت — پائے موسیٰؑ آبلہ شد نعل ریخت
بھاگی اک بکری کلیم اللہ سے — دوڑے وہ اور پاؤں میں چھالے پڑے

در پئے او تا بشب در جستجو — واں رمہ غائب شدہ از چشم او
جستجو میں اس کی وہ شب بھر رہے — ہو گیا غائب وہ ریوڑ آنکھ سے

گوسفند از ماندگی شد سست و ماند — پس کلیم اللہ گرد از وے فشاند
تھک کے بکری سست ہو کر رہ گئی — گرد پھر موسیٰؑ نے اس کی جھاڑ دی

کف ہمی مالید بر دوش و سرش — می نوازش کرد ہمچوں مادرش
پشت و سر پر ہاتھ پھیرا آپ نے — مثلِ مادر مہرباں اس پر ہوئے

١ بے رواج
٢ گلہ ریوڑ

نیم ذرہ طیرگی و خشم نی — غیر مہر و رحم و آب چشم نی

وہ مطلق اس سے رنجیدہ نہ ہوئے — رحم سے آنکھوں میں آنسو آ گئے

گفت گیرم بر منت رحمی نبود — طبع تو بر خود چرا استم نمود

بولے مجھ پر تو نہ رحم آیا تجھے — کیوں جفا کی تجھ پہ تیری طبع نے

با ملائک گفت یزدان آن زمان — کہ نبوت را ہمی زیبد فلان

اس گھڑی حق نے ملائک سے کہا — اس کو زیبا ہے نبوت بخشنا

مصطفیٰ فرمود خود کہ ہر نبی — کرد چوپانیش برنا یا صبی

مصطفیٰ بولے چرائے بکریاں — ہر نبی نے خواہ لڑکا یا جواں

بے شبانی کردن و آن امتحان — حق ندادش پیشوائی جہان

بے شبانی اور بغیر امتحاں — حق نے کب دی پیشوائی جہاں

تا شود پیدا وقار و صبرشان — کردشان پیش از نبوت حق شبان

تاکہ پیدا ہو وقار و صبر ہاں — حق نے کیا پہلے نبوت سے شباں

گفت سائل کہ تو ہم اے پہلوان — گفت من ہم بودہ ام دہری شبان

بولا سائل آپ بھی اے مصطفیٰ — بولے ہیں بھی مدتوں چوپاں رہا

ہر امیری کو شبانی بشر — آن چنان آرد کہ باشد مؤتمر

جو یہ چاہے ہیں سب شبانی بشر — یوں بجا لاوے جیسے مؤتمر

حلم موسیٰ وار اندر رعی خود — او بجا آرد بہ تدبیر و خرد

کرے وہ اس سے حلم موسیٰ کا رکھے — پھر بجا لاوے گا وہ تدبیر سے

لاجرم حقش دہد چوپانیی — بر فراز چرخ مہ روحانیی

اس کو دے حق جانی شبانی ہو عطا — اوج چرخ و ماہ روحانی ہو عطا

۱ [illegible] کیا گیا - [illegible] زمانہ [illegible]

آں چنانکہ انبیاء ازیں رنجہا ‌ ‌ برکشیدو داد رنجی اصفیا

جیسے نبیوں کو سرافرازی ملی ‌ ‌ اصفیا کی اُن کو جو پائی ملی

خواجہ تو بہر سود ایں چہ پا نیست ‌ ‌ کردی آنچہ کور گردد شانیت

خواجہ تو نے اس شتابی میں کیا ‌ ‌ کام ایسا ۔ کہ دشمن اندھا ہو گیا

داعم آنچہ در مکافات بدت ‌ ‌ سروری جاوداں بخشدت

اس کے بدلے حق نے تجھ کو بے گماں ‌ ‌ بخشی ہو گی سروری جاوداں

بر امید کف چوں دریائے تو ‌ ‌ ور وظیفہ دادن انفاسے تو

تیرے دست وجود پر تکیہ کیا ‌ ‌ اور وظیفہ دینے پر اسے یا سخی

وام کردم نہ ہزار از زر گزاف ‌ ‌ تو کجائی تا شود ایں ہم صاف

قرضے دینار مجھ پہ نو ہزار ‌ ‌ تو کہاں تا ہوں ادا نیک شعار

تو کجائی تا بصد چنداں کرم ‌ ‌ با من خستہ بجا آری نعم

تو کہاں تا مہر سے اسے مہرباں ‌ ‌ کہہ سکے تجھ عاجز سے ہیں دید نگاہاں

تو کجائی تا دو صد لطف و عطا ‌ ‌ با غریب خستہ دل آری بجا

تو کہاں تا سیکڑوں لطف و عطا ‌ ‌ مجھ غریب و زار سے رکھے روا

تو کجائی تا کہ خنداں چوں چمن ‌ ‌ گوئیم بستاں دو صد چنداں ز من

تو کہاں تا مثل گل ہنس کر کہے ‌ ‌ یہ بھی لیا ۔ دو سو گنا تو مجھ سے لے

تو کجائی تا مرا خنداں کنی ‌ ‌ لطف و احساں چوں خداونداں کنی

تو کہاں ہے تا مجھے خنداں کرے ‌ ‌ لطف و احساں جوں خداونداں کرے

تو کجائی تا بری در مخزنم ‌ ‌ تا کنی از وام و فاقہ ایمنم

تو کہاں مخزن میں لے جائے مجھے ‌ ‌ اور قرض و فاقہ سے ایمن کرے

من ہمی گویم بس و تو مفضلم ‌ ‌ گفتہ کیسہ ہم بگیر از بہر دلم

بس میں کہتا ہی رہے تو بولا اور لے ‌ ‌ یہ تھیلا بھی میری خوشی سے لو

چوں ہمی گنجد جہانے زیر طیں
چوں نگنجد آسمانے در زمیں

تو سمایا کس طرح زیرِ زمیں
آسماں اس میں سماتا جب نہیں

حاش للہ تو بروںی زیں جہاں
ہم بوقتِ زندگی ہم ایں زماں

تو بلا شک اس جہاں سے تھا جدا
زندگی میں اور اب بھی ہے جدا

در ہوائے غیب مرغے می پرد
سایۂ او بر زمیں می گسترد

جس طرح کوئی ہوا میں مرغ اڑے
اور زمیں پر اس کا پھر سایہ پڑے

جسم سایہ سایۂ سایہ دلست
جسم کے اندر خورِ پایۂ دلست

سایۂ دل کا ہے سایہ جسم ظل[1]
دل کے لائق کب ہے جسم اے نیک دل

مرد خفتہ روح او چوں آفتاب
در فلک تاباں و تن در جامہ خواب

مرد سوئے روح مثل مہر صاف
چرخ پر روشن ہو تن زیرِ لحاف

جاں نہاں اندر خلا ہمچوں سجاف
تن تقلب می کند زیرِ لحاف

جاں فضا میں ہے جو ہے مثل سجاف
کروٹیں لیتا ہے تن زیرِ لحاف

روح چوں من امر ربی مختفیست[2]
ہر مثالے کہ بگویم منتفیست

روح چوں من امر ربی سے نہاں
ہر مثال اس کی بھی ہوگی نیست ہاں

اے عجب کو لعل شکر بار تو
واں جوابات خوش و اسرار تو

آہ لب ہائے شکر بار اب کہاں
وہ جواب خوش وہ اسرار اب کہاں

اے عجب کو آں عقیق لعل خا
آں کلید قفل مشکلہائے ما

وہ کہاں اب ہائے لعلیں اے سپید
وہ ہمارے قفل مشکل کی کلید

اے عجب کو آں دم چوں ذوالفقار
آنکہ کردے عقل ہا را بیقرار

آہ وہ دم ہے کہاں جوں ذوالفقار
جس سے ہو جاتی تھیں عقلیں بے قرار

---

[1] سایہ ۔

[2] قولہ تعالیٰ: قل الروح من امر ربی یعنی کہہ دے اے محمد روح میرے رب کے امر سے ہے ۔

چند گوئی فاختہ سان اے عمو	کو و کو و کو و کو و کو و کو
تا کجا جوں فاختہ بولے گا تو	کو و کو و کو و کو و کو و کو
کو ہمان جا کہ دل و اندیشہ اش	دائم آنجا بد چو شیر و بیشہ اش
وہ گیا جس جا دل و اندیشہ تھا	جو ہمیشہ بیشہ تھا اس شیر کا
کو ہمان جا کہ صفات رحمت است	قدرت است و نزہت است و فطنت است
وہ وہاں ہے جس جگہ رحمت بھی ہے	قدرت و نزہت بھی ہے فطنت بھی ہے
کو ہمان جا کہ امید مرد و زن	می رود در وقت اندوہ و حزن
وہ وہاں جس جا امید مرد و زن	جاتی ہے ہنگام اندوہ و حزن
کو ہمان جا کہ بوقت علتے	جسم دارد بہر امید صحتے
وہ وہاں ہے وقت بیماری جہاں	تن رکھے امید صحت بے گماں
آن طرف کہ بہر دفع زشتیے	باد جوئی بہر کشتی کشتیے
دفع زشتی کو جہاں تو [illegible]	کشتی کشتی کے لئے ڈھونڈے ہوا
آن طرف کہ دل اشارت می کند	چوں زبان یاہو عبارت می کند
آنکہ طرف جس سمت اشارہ دل کرے	جوں زباں یاہو کہے وہ شوق سے
او مع اللہ است بے کو کو ہمے	کاش جولاہہ ما کو گفتمے
وہ خدا کے ساتھ ہے کو کو سے کیا	کاش جولاہا [illegible] ما کو بولتا
عقل ما کو تا ببیند غرب و شرق	روحہا می تند صد گون برق
دیکھیں غرب و شرق عقل [illegible] کہاں	روح ہر [illegible]
جزو جزو ما [illegible]	مستحق شد جزو باقی باشد
[illegible]	جزو [illegible] اور باقی [illegible]

[illegible] کا [illegible]

[illegible]

تمت [illegible] ١٢٩٢ [illegible]

نہ ہزارم وام و من بے دسترس	ہست صد دینار زین قرض و بس
قرض تو ہے نو ہزار اور میں غریب	چند سو دینار ہے صرف اے عجیب
حق کشیدت ماندہ ام در کشمکش	میروم من با دو بر تو خاک خوش
حق نے کھینچا تجھ کو میں ہوں مبتلا	اب میں جاتا ہوں تجھے بخشے خدا
ہمچنین می دار با پُر حسرتت	اے ہمایون دست و رو و ہمتت
رکھو خیال اس اپنے پُر امید کا	اے مبارک دست و روئے باسخا
آمدم بر چشمۂ اصل عیون	یافتم ور فتے بجائے آب خون
اصل چشمے پر میں آیا اے عمو	پایا پانی کی جگہ اس میں لہو
چرخ آں چرخ است اگر مہتاب نیست	جو ہمان جو است آب آن نیست
چرخ ہے وہ چرخ پر مہتاب کب	نہر ہے وہ نہر لیکن آب کب
محسنان ہستند کو آن مہتاب	اختران بسیار کو آن آفتاب
ہیں بہت محسن کہاں وہ مہتاب	ہیں بہت اختر کہاں وہ آفتاب
تو شدی سوئے خدا اے محترم	پس بسوئے حق روم من ہم زہم
تو گیا اللہ کی جانب اے محترم	پس ادھر جاتا ہوں میں [illegible]
جمع و پیشہ عالم مادی الفزول	ہست حق [illegible]
[illegible]	[illegible]
نقشہا گر بے خبر گر با خبر	در کف نقاش باشد مستقر
نقش ہیں گر بے خبر یا باخبر	ہاتھ میں نقاش کے [illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]

لہ خوش ، پاک وہ

کلہ [illegible] پاس [illegible] جائیں گے

خشم می آرد رضا را می برد	بخل می آرد سخا را می برد
غصہ لاتا اور کھوتا ہے رضا	بخل لاتا اور کھوتا ہے سخا
گہ برد حقد و صفا آرد ہمی	گہ برد عجز و عطا کارد ہمی
کینہ لے جائے کبھی لائے صفا	عجز کو کاٹے کبھی بوئے عطا
نیم لحظہ مدرکاتم شام و غدو	ہیچ خالی نیست زیں اثبات و محو
اپنی عقلیں صبح و شام اک لحظہ بھی	کب ہیں ثبت و محو سے خالی کبھی
کوزہ گر با کوزہ باشد کارساز	کوزہ از خود کے بود پہن و دراز
کوزہ گر ہی کوزے کا ہے کارساز	کوزہ خود ہی کب ہو چوڑا اور دراز
چوب در دست درودگر معتکف	ورنہ چوں گردد بریدہ مؤتلف
لکڑی تو ہے ہاتھ میں بڑھئی کے	ورنہ کب کٹ کر کسی سے جا ملے
جامہ اندر دست خیاطے بود	ورنہ آں خود چوں بدوزد یا درد
کپڑا تو ہے ہاتھ میں خیاط کے	ورنہ وہ خود قطع کب ہو یا سلے
مشک با سقا بود اے منتہی	ورنہ آں خود کے بود پر یا تہی
مشک ہے سقے کے پاس اے منتہی	ورنہ وہ خود کب بھرے یا ہو تہی
ہر دمے پر[1] می شوی تی[2] می شوی	پس بداں کاندر کف صنع ویی
تو بھی ہر دم ہو خالی اور بھرے	تو خدا کے ہاتھ میں ہے جان لے
چشم بند از چشم روزے گر بود	صنع از صانع چساں پیدا شود
چشم بند آنکھوں دیدہ ور نہ ہو لے	جس طرح سے صنع صانع سے عیاں
چشم داری تو بچشم خود نگر	منگر از چشم سفیہے بے خبر
آنکھیں رکھتا تو دیکھ اپنی آنکھ سے	دیکھ مت تو بے خبر کی آنکھ سے

[1] پُر ہوتی ۔ [illegible] ۔

[2] خالی ۔

گوش داری تو بگوش خود شنو ‖ گوش گولاں را چرا باشی گرو

کان ہیں۔ تو سن تو اپنے کان سے ‖ گوش احمق کا مقید کس لئے

بے ز تقلیدے نظر را پیشہ کن ‖ ہم برائے عقل خود اندیشہ کن

دیکھے جو کچھ دیکھ بے تقلید کے ‖ سوچ اپنی رائے اپنی عقل سے

بشنو از من یک حکایت اے نظیر ‖ تا شوی از سرّ گفت من خبیر

اک حکایت سن مثال اے اخی! ‖ تا کہ میرے قول سے ہو آگہی

خوارزم شاہ کا ایک گھوڑے کو دیکھنا

بُد امیرے را یکے اسپ گزیں ‖ در گلۂ سلطاں نبودش ہم قریں

رکھتا تھا اک عمدہ گھوڑا اک امیر ‖ شہ کے گلے میں نہ تھی اس کی نظیر

او سوارہ گشت در موکب پگاہ ‖ ناگہاں دید اسپ را خوارزم شاہ

ایک دن اس پر جلو میں وہ چڑھا ‖ دیکھا وہ خوارزم شہ نے برملا

چشم شہ را فر و رنگ او ربود ‖ تا بہ رجعت چشم شہ بر اسپ بود

اس کی شان و رنگ پر عاشق ہوا ‖ واپسی تک شاہ اسے دیکھا کیا

بر ہر آں عضوے کہ افگندے نظر ‖ ہر یکے خوشتر نمودے زاں دگر

پڑتی تھی جس عضو پر اس کی نظر ‖ دوسرے سے ہوتا تھا وہ خوب تر

غیر چستی و کشی و در جست ‖ حق مر او را دادہ بد نادر صفت

خوبیِ رفتار و چستی کے سوا ‖ حق نے اس کو وصف نادر تھا دیا

پس تجسس کرد عقل پادشاہ ‖ کیں چہ باشد کو زند بر عقل راہ

عقل دوڑائی بہت کچھ شاہ نے ‖ یہ ہوا مفتوں بھلا کس چیز سے

چشم من سیر است و پر استغنی ‖ از دو صد خورشید دارد روشنی

آنکھ میری سیر و پر ہے اور غنی ‖ سیکڑوں سورج کی رکھے روشنی

اے رخ شاہان بر من بیدقی | نیم اسپم در رباید ناحقی
بادشہ عاجز ہیں میرے سامنے | جانے کیوں بھول گیا اس کے سامنے

جادوئے کردست جادو آفریں | ہندبہ باشد آں خاصیات ایں
سحر کے خالق نے جادو کر دیا | یہ اسی کا جذب ہے گھوڑا ہے گیا

فاتحہ خواندے بسے لاحول کرد | فاتحہ اش در سینہ می افزود درد
فاتحہ لاحول اس نے بس پڑھی | درد پر سینے میں اٹھا اور بھی

زانکہ اورا فاتحہ خود می کشید | فاتحہ در جر و رفع آمد وحید
فاتحہ خود اس طرف تھی کھینچتی | فاتحہ ہے جذب میں یکتا اجی ا

گر نماید غیر ہم تمویہ اوست | در رود غیر از نظر تنبیہ اوست
گر دکھا دے غیر سمجھ اس کا یہ جان | غیر غائب ہو ہدایت اس کی مان

پس یقیں گشتش کہ جذب آں سرست | کار حق ہر لحظہ نادر آوریست
پھر وہ سمجھا یہ اسی کا جذب ہے | ہر گھڑی حق لاتا ہے نادر شے

اسپ سنگیں گاو سنگیں ز ابتلا | می شود مسجود از مکر خدا
۱۰ اسپ سنگیں گاو سنگیں بے گماں | مکر حق سے ہوتے ہیں مسجود یاں

پیش کافر نیست بت را ثانیے | نیست ہر بت را فسون و جانیے
بت کا کافر کے لئے ثانی نہیں | بت سے زائد کوئی روحانی نہیں

چیست آں جاذو نہاں اندر نہاں | در جہاں تابندہ از دیگر جہاں
کیا ہے وہ جاذب نہاں اندر نہاں | اس جہاں سے اس میں چمکے ہر جہاں

عقل محجوبست و جاں ہم زیں کمیں | من نمی بینم تو می بینی ببیں
عقل سے اور جان سے ہے یہ نہاں | میں نہ دیکھوں۔ تو جو دیکھے دکھا دے یاں

چونکہ شاہنشہ ز جولاں باز گشت | با خواص مملکت ہمراز گشت
بادشہ جب سیر سے واپس ہوا | راز سب خاصان دولت سے کہا

پس بہ سرہنگان بفرمود آن زمان	تا بیارند در اسپ از آن خاندان
پھر پیادوں سے کہا اس نے کہ ہاں	لاؤ گھوڑا اس قبیلے سے یہاں
ہمچو آتش در رسیدند آن گروہ	ہمچو پشمے گشت امیر ہمچو کوہ
آگ کی تیزی سے پہنچا وہ گروہ	ہو گیا جوں پشم امیر مثل کوہ
جانش از درد و حزن بر لب رسید	جز عماد الملک پناہے ندید
جاں بلب وہ درد و کرب سے تھا وہ آہ	جز عماد الملک کب دیکھی پناہ
کہ عماد الملک بد پشتے عظیم	بہر ہر مقتول و ہر مظلوم ہم
تھا عماد الملک ہی جائے اماں	بہر ہر مظلوم و بے کس بیکساں
محترم تر زو نبد خود سرورے	پیش سلطان بود چون پیغمبرے
کوئی بھی اس سے معزز تر نہ تھا	جوں پیمبر تھا وہ پیش پادشا
بے طمع بود و اصیل و پارسا	رائض و شب خیز و حاتم در سخا
بے طمع تھا اور شریف و متقی	اور شب بیدار۔ حاتم سا سخی
بس ہمایون رائے و با تدبیر و داد	آزمودہ رائے او در ہر مراد
وہ جواں مرد اور با تدبیر تھا	رائے صائب رکھتا تھا وہ با صفا
ہم ببذل جان سخی و ہم بمال	طالب خورشید غیبے چون ہلال
خرچ کرتا تھا کرم سے جان و مال	طالب خورشید تھا وہ جوں ہلال
در امیری او غریب و محتبس	در صفات فقر و خلت ملتبس
وہ امیری میں غریب اور قید تھا	پردہ فقر و محبت میں چھپا
بود ہر محتاج را ہمچون پدر	پیش سلطان شافع و دفع ضرر
باپ کی مانند ہر محتاج کا	پیش سلطاں شافع و ہمدرد تھا

لہ یعنی مطلق امان نہیں تھا۔

هر بدان استر چون حلم خدا
خلق او بر عکس خلقان و جدا
تھا بُروں کا پردہ جوں حلم خدا
اس کی عادت اور لوگوں سے جدا

بارہا می شد بسوے کوہ فرد
شاہ با صد لابہ او را منع کرد
بار بار وہ کوہ کی جانب گیا
منع پر شہ نے خوشامد سے کیا

ہر دم او صد جرم را شافع بدے
چشم سلطان را ازو شرم آمدے
ہر گھڑی شافع تھا وہ سو جرم کا
اس سے شرماتی تھی چشم بادشا

رفت او پیش عماد الملک راد
سر برہنہ کرد و در پایش فتاد
وہ عماد الملک سے آگے گیا
ننگے سر پاؤں پر اس کے گر پڑا

کہ حرم با ہر چہ دارم گو بگیر
تا بگیرد حاصل من ہر مغیر
خوش ہوں شہ سے کہ لے سب مال
تا کوئی ڈاکو نہ لے اسے خوش خصال

این یکے اسپ است جانم رہن اوست
گر برد مُردم یقین اے خیر دوست
ایک گھوڑا ہے میں عاشق جس پہ ہوں
وہ جو لے جائے تو ہیں قطعاً مروں

گر برد این اسپ را از دست من
من یقین دانم نخواہم زیستن
یہ جو گھوڑا مجھ سے وہ لے کر ہیں
میں نہیں زندہ رہوں گا بالیقیں

چون خدا پیوستگیم دادہ است
بر سرم مال اے مسیحا از دو دست
حق نے دی پیوستگی اس سے مجھے
اے مسیحا ہاتھ رکھ سر پر مرے

از زن و زر و عقارم صبر ہست
این تکلف نیست تزویر است
گر نہ زن ہو گاؤں ہاتھ غم نہیں
یہ ہے سچ اور یہ بناوٹ بالیقیں

اندرین گر می نداری باورم
امتحان کن امتحان گفت و قرم
اور اگر اس کا یقین تجھ کو نہ ہو
آزما ہاں آزما اس بات کو

آن عماد الملک گریان چشم مال
پیش سلطان شد دوید آشفتہ حال
وہ عماد الملک غمگیں اشکبار
آگے سلطان کے گیا با حال زار

لب ببست او پیش سلطان ایستاد	راز گویان با خدا رب العباد
بادشہ کے آگے وہ چپ تھا کھڑا	راز اپنا تھا خدا سے کہہ رہا
ایستادہ راز سلطان می شنید	اندر آن اندیشہ آن می تنید
سن رہا تھا وہ کھڑا سلطان کا راز	اور یہ کہتا تھا دل میں پاک باز
کاے خدا گر آن جوان کژ رفت راہ	کس نشاید ساختن جز تو پناہ
اے خدا گر وہ جوان ٹیڑھا چلا	تو نہیں اس کو اماں تیرے سوا
تو از آن خود بکن از وے مگیر	گرچہ او خواہد خلاص از ہر اسیر
اس کو اپنی ملک کر پرسش نہ کر	وہ رہائی چاہے ہر اک سے اگر
زانکہ محتاج اند این خلقان ہمہ	از گدائے گیر تا سلطان ہمہ
کیونکہ ہے محتاج خلقت بر ملا	شاہ سے لے کر گدا تک اے خدا
با وجود آفتاب با کمال	رہنمائی جستن از شمع و ذبال
باوجود آفتاب پر ضیا	شمع ہی سے رہنمائی ڈھونڈھنا
در حضور آفتاب خوش مساغ	رہنمائی جستن از نور چراغ
جلوۂ خورشید کے ہوتے ہوئے	رہنمائی چاہنا اک شمع سے
بیگمان ترک ادب باشد ز ما	کفر نعمت باشد و فعل ہوا
بیگمان ترک ادب ہم سے ہوا	کفر نعمت اور حرکت نا سزا
لیک اغلب ہوشہا در افتکار	ہمچو خفاشند ظلمت دوستدار
لیکن اکثر فکر ہو جب ہوش کو	مثل چمگادڑ کے ظلمت دوست ہے
در شب ار خفاش کرمے می خورد	کرم را خورشید ہم می پرورد
رات کو خفاش کیڑے کھائے جو	پالتا خورشید ہے ان کیڑوں کو
در شب ار خفاش از کرم است مست	کرم از خورشید جنبیدہ شدست
مست ہے کیڑے سے شب خفاش جو	حرکت اس کیڑے کو سورج سے ہو

آفتابی کز ضیا او می زهد — دشمن خود را نواله می دهد
مہر ایسا جس سے پیدا ہو ضیا — اپنے دشمن کو بھی دیتا ہے غذا

لیک خفاشی که او ره گم کند — آخر از خورشید هم یابد سند
ایسی چمگادڑ جو رستہ گم کرے — کیوں غذا پاوے نہ پھر خورشید سے

لیک شهبازی که او خفاش نیست — چشم بازش شاه بین روشن است
جو مگر شہباز ہے چمگادڑ نہیں — آنکھ روشن اس کی ہے اور شاہ بیں

گر بشب جوید چو خفاشش او نمو — در ادب خورشید مالد گوش او
شب کو جو ہی خفاش اگر ڈھونڈے ہے غذا — تو اسے خورشید دیتا ہے سزا

گویدش گیرم که آن خفاش شد — علتی دارد ترا باری چه شد
اور یہ کہتا کہ وہ خفاش تھا — گرچہ وہ بیمار ہے تجھ کو کیا ہوا

مالشت بدهم بزجر و اکتیاب — تا نتابی سر تو دیگر ز آفتاب
اب سزا بھی سخت دیتا ہوں تجھے — پھر نہ سرتابی کرے خورشید سے

قید خانے میں حضرت یوسف سے مواخذہ

آنچنانکه یوسف از زندانیی — با نیاز و خاضعی سعدانیی
جس طرح یوسف نے اک زندانی سے — پُر نیاز و عاجزی سعدانی سے

خواست یاری گفت چون بیرون روی — پیش شه مدکار گردی مستوی
چاہی امداد اور کہا جب ہو بحال — کام پر باشد تو پیش بادشاہ

یاد من کن پیش تخت آن عزیز — تا مرا هم وا خرد زین حبس نیز
ذکر کرنا میرا تخت سلطان کے سامنے — تا مجھے بھی وہ چھڑا دے قید سے

کی دهد زندانی در اقتناص — مرد زندانی دیگر را خلاص
ایسے قید کی اپنا بیں جو آپ ہو — کب چھڑائے دوسرے زندانی کو

اہل دنیا جملگی زندانیند — انتظار مرگ دار فانیند

اہل دنیا سارے زندانی ہوئے — منتظر دار فنا میں موت کے

جز مگر نادر یکے فردانیے — تن بزنداں جان او کیوانیے

جز بزرگ و عارف یکتا مگر — جس کا تن زنداں میں جاں افلاک پر

پس جزائے آنکہ دید او را معین — ماند یوسف حبس در بضع سنین[1]

لی مدد یوسف نے اس زندانی سے — سات سال اک قید خانے میں رہے

یاد یوسف دیو از عقلش سترد — وز دلش دیو آں سخن از یاد برد

یاد یوسف کی بس اُتری ذہن سے — وہ بھلا دی بات اُس سے شیطان نے

زاں خطائے کآمد از نیکو خصال — ماند در زنداں ز داور ہفت سال

ہوئی یوسف سے جرم جو وہ نیکو خصال — قید خانے میں رہے پس سات سال

کہ چہ تقصیر آمد از خورشید داد — تا تو چوں خفاش افتی در سواد

ہو لاحق کہ مہر کی ہے کیا خطا — تو ہوا چوں خفاش اندھیرے میں گیا

ہیں چہ تقصیر آمد از بحر و سحاب — تا تو یاری جوئی از ریگ و سراب

کیا خدا کی بحر سے یا ابر سے — ہے مدد تو چاہتا ریگ سے

عام گر خفاش طبع اند و مجاز — یوسفا آخر تو داری چشم باز

عام اگر خفاش صورت ہیں سبھی — تیری تو اے یوسفؑ! آنکھیں ہیں کھلی

گر خفاشے رفت در کور و کبود — باز سلطاں دیدہ را بارے چہ بود

کیا ہے گر خفاش اندھیرے میں پڑا — باز سلطاں دیدہ کو کیا ہو گیا

[1] قولہ تعالیٰ: وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِي عِندَ رَبِّكَ فَأَنسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ۔ یعنی حضرت یوسفؑ نے اس شخص سے کہا جس کو گمان تھا کہ یہ دونوں میں سے رہائی پائے گا۔ تو میرا حال اپنے بادشاہ سے کہنا۔ پس شیطان نے بادشاہ سے ان کا حال کہنا اسے بھلا دیا تھا ان کا ذکر رب سے۔ لہٰذا وہ سات سال تک قید خانے میں رہے۔

پس ادب کردش بدین جرم اوستاد | کہ مساز از چوب پوسیدہ عماد

دی سزا استاد نے پس لاجرم | کیوں بناتا ہے تھنی لکڑی کا کھم

لیک یوسف را بخود مشغول کرد | تا نباید در دلش زاں حبس درد

اپنے میں مشغول انہیں اللہ نے | کر لیا تا دکھ نہ پہنچے قید سے

آں چنانش انس و مستی داد حق | کہ نہ زنداں یاد آمد نہ غسق

ایسا عشق اور ایسی مستی اُن کو دی | یاد زنداں اور نہ تاریکی رہی

نیست زندانی وحش‌تر از رحم | ناخوش و تاریک و پرخون و وخم

زشت تر زنداں رحم سے کب ہُوا | ناخوش و تاریک اور خوں سے بھرا

چوں کشادت حق دریچہ سوئے خویش | در رحم اندر فزاید تنت بیش

حق دریچہ اپنی جانب کھولے جب | تن رحم میں پرورش پائے عجب

اندر آں زنداں ز ذوق بے قیاس | بشگفد چوں گل ز غرس تن حواس

اندر اُس کے پھر ہو ذوق بے قیاس | کُھل تن سے کھلتے ہیں جوں گل حواس

زاں رحم بیروں شدن آید درشت | می گریزد از زہارا و سوئے پشت

اس رحم سے باہر آنا ہو درشت | فرج سے وہ بھاگتا ہے سوئے پشت

راہ لذت از دروں داں نز بروں | ابلہی داں جستن از قصر و حصون

لذت اندر سے نہ باہر سے ملی | قصر و قلعہ ڈھونڈنا ہے احمقی

آں یکے در کنج مسجد مست شاد | واں دگر در باغ ترش و بے مراد

گوشۂ مسجد میں ہے اک مست شاد | دوسرا ہے باغ میں بے مراد

قصر چیزے نیست ویراں کن بدن | گنج در ویرانہ است اے میر من

کچھ نہیں ہے قصر ویراں کر بدن | گنج ویرانے میں ہے سردار من

آں نمی بینی کہ در بزم شراب | مست آنگہ خوش شود کو شد خراب

دیکھ لے جب گرم ہو بزم شراب | مست ہو اس وقت خوش جب ہو خراب

گرچه پرنقش است خانه برکنش ‖ گنج جو و ز گنج آبادان کنش

گرچہ گھر پرنقش ہے برباد کر ‖ گنج ڈھونڈ اور گنج سے آباد کر

خانۂ پرنقش و تصویر و خیال ‖ وین صور چون پرده بر گنج وصال

تو ہے گھر پرنقش و تصویر و خیال ‖ صورتیں ہیں پردہ بر گنج وصال

تابش گنج است و پرتوهای زر ‖ کاندرین سینه همی جوشد صور

تابش گنج و عکس زر سے ہیں ‖ جوش زن اس میں ہیں جو کہ صورتیں

هم ز لطف و جوش جان باثمن ‖ پرده بر روی جان شد شخص تن

بیش قیمت جان کا لطف و جوش ہے ‖ جس پہ تن پردہ بنا ہے ایک ہے

هم ز لطف و عکس آب باشرف ‖ پرده شد بر روی آب اجزای کف

پہ ہے بلکہ عکس بحر باشرف ‖ جس کے منہ پر پردہ ہیں اجزائے کف

پس مثل بشنو که در افواه خاست ‖ کانچه بر ماست ز ما هم بر ماست

پس تو سن لے یہ مثل مشہور ہے ‖ ہم پہ جو گزرے ہمیں سے ہے وہ سب

زین حجاب این تشنگان کف‌پرست ‖ ز آب صافی اوفتاده دوردست

پس اسی پردے سے پیاسے کف پرست ‖ آب صافی سے پڑے ہیں دوردست

آفتابا با چو تو قبله و امام ‖ شب‌پرستی و خفاشی می‌کنیم

تجھ سا سورج ہے قبلہ اور امام ‖ پھر بھی ہم لیتے ہیں خفاشی سے کام

سوی خود کن این خفاشان را مطار ‖ زین خفاشی‌شان بخر ای مستجار

شپروں کو اپنی جانب تو اڑا ‖ ان کو خفاشی سے اے اللہ چھڑا

این جوان زین جرم ضالست و مغیر ‖ که مرا بگرفت تو او را مگیر

اس جوانی سے مجھ کو پکڑا کی خطا ‖ تو اسے ماخوذ مت کر اے خدا

در عماد الملک این اندیشه‌ها ‖ گشته جوشان چون اسد در بیشه‌ها

تھے یہ افکار عماد الملک کو ‖ شیر جیسے کو تھا جنگل میں ہو

ایستاده پیش سلطان ظاهرش | در ریاض قدس جان طاهرش

ظاہرا وہ پیش سلطاں تھا کھڑا | جان ریاض قدس میں تھی پر ملا

چون ملائک او به اقلیم الست | هر نفس می شد به شهر ناز مست

جوں ملائک وہ بہ اقلیم الست | تھا شب و روز ناز سے ہر شہر میں مست

اندرون دل پر ز شور بیرون با سکون | در تن همچون لحد خوش عالمی

ظاہرا خاموش تھا دل پر شور تھا | جوں لحد تن کی عجیب عالم ہوا

و اندرین حیرت شد او در انتظار | تا چه پیدا آید از غیبش بسطر

منتظر وہ اس حیرت میں تھا | غیب سے ظاہر ہو کیا دیکھوں ذرا

اسپ را اندر کشیدند ناگهان | در بر خوارزم شاه مه سپاهیان

گھوڑے کو اندر سپاہی لے گئے | آگے کھڑی خوارزم شہ کے سامنے

الحق اندر زمان بس خوش کبود | آنچنان اسپی بقد و تگ نبود

حق یہ ہے اس وقت کے کسی شہ کو تھا | کوئی گھوڑا ایسا قد و رفتار کا

سبز پوشی رنگ او همچون پیدا | مرحبا آن برق مه زائیده را

رنگ اس کا سبزی اور نہ تھا | برق مہ زائیدہ تھا وہ مرحبا

تیز همچو ماه و چون عطارد تیز رو | گوئیا صرصر علف بودش نه جو

تھا وہ جوں ماہ و عطارد تیز رو | صرصر اس کا چارہ تھی گویا نہ جو

ماه عرصهٔ آسمان را در شبی | می برد اندر سیر ...

ایک شب میں آسماں کو طے کرے | ماہ تاباں حکم سے اللہ کے

چون بیک شب مه برد ابراج را | از چه منکر می شوی معراج را

ماہ جوں کہ ایک شب میں طے کرے | منکر معراج ہے تو کس لئے

صد چو ماه است آن عجب دُرّ یتیم | که بیک ایمای او شد مه دو نیم

دُرّ یتیم جوں صد ماہ اک ... | مہ ہوا ... اشارے سے دو نیم

آن عجب کو در شکاف مہ نمود
هم بقدر فهم حس خلق بود

معجزہ شق القمر کا سر بسر
یہ بقدر فہم حس خلق تھا

کار و بار انبیا و مرسلون
هست از افلاک و اختر ها برون

کاروبار انبیاء و مرسلیں
دور ہیں افلاک و انجم سے کہیں

تو برون شو هم ز افلاک و دوار
وانگهی نظاره کن این کار و بار

تو بھی چرخ و دور سے باہر ہو یار
اور دیکھ اس وقت یہ سب کاروبار

در میان بیضه چون فرخها
نشنوی تسبیح مرغان هوا

مثل چوزہ تو جو ہے انڈے میں چھپا
کب سنے تسبیح مرغان ہوا

معجزات اینجا نخواهد شرح گشت
زاسپ و سلطان گو فعال بگذشت

معجزات اس جا نہیں ہوں گے بیاں
اسپ و سلطان کی سنا تو داستاں

آن چه لطف حق بپیرت یافتست
از سنگ و از اسپ تیز کهنه یافتست

جیسے ہو چمکا بہر الطاف خدا
اسپ چوپا سنگ ملا رکھتا کیا

تا سبب لطفش با تو یکسان هم بدان
سنگ با لعل آرد او نشان

اس کی تاب لطف کو یکساں تو جان
لعل پتھر کو دیا اس نے نشان

لعل را زان هست نور مقتبس
سنگ را گرمی و تابانی و بس

لعل نے پائی ہے اس سے روشنی
سنگ کو گرمی و تابانی رہی

آنکه بر دیوار افتد آفتاب
آنچنان نبود که بر آب مضطرب

جیسے ہو دیوار پہ جو آفتاب
مضطرب ہے کب ہو مثل عکس آب

بادشاہ اور گھوڑے کی حکایت

چون همی حیران شد آن شاه فرد
روی تا سوی عماد الملک کرد

دیکھ کر گھوڑے کو شہ حیران ہوا
پھر عماد الملک سے اس نے کہا

کاے اخی اسپے عجب اسپے ست ایں
از بہشت است ایں مگر نے از زمیں

اے اخی! یہ اسپ ہے لیس خوش عناں
یہ بہشتی ہے۔ زمینی ہے کہاں

پس عماد الملک گفتش اے خدیو
چوں فرشتہ گردد از میل تو دیو

پس عماد الملک بولا اے خدیو!
تیری رغبت سے ملک بن جائے دیو

در نظر آنچہ آوری گردد نیاب
بس گش و رعنا ست ایں چرکینہ لباب

نیاب ہو۔ جنگل پہ پڑے تیری نظر
خوش ہے یہ رعنا یہ گھوڑا ہے ۔ مگر

ہست ناقص ایں سر اندر پیکرش
چوں سر گاو است گوئی آں سرش

اس کے سر میں نقص ہے اے بادشا
سر یہ گھوڑے کا نہیں۔ ہے بیل کا

در دل خوارزم شاہ ایں کار کرد
اسپ را در منظر او خوار کرد

شاہ کے دل میں اثر اس نے کیا
اس کی نظروں میں یہ گھوڑا گر گیا

چوں غرض گرد و دلال آں وصفے
از سہ گز کرباس یابی یوسفے[1]

جب غرض تعریف اس شے کی کرے
تین گز کپڑے سے بس یوسفؑ ملے

چونکہ ہنگام فراق جاں شود
دیو دلالِ در ایماں شود

جان تن سے نکلنے کی جب بڑ ملا
ہو گا پھر شیطان دلال ایمان کی

پس فروشد ابلہ ایماں را شتاب
اندر آں تنگی بیک ابریق آب

بیچے گا ایمان کو احمق شتاب
نزع میں از بہر یک ابریق[2] آب

واں خیالے باشد و ابریق نے
قصد آں دلالہ جز تخریق نے

وہم ہو گا پانی کی چھاگل کہاں
چاہتے شیطان آگ ہی میں ڈالنے ان

ایں زماں کہ تو صحیح و فربہی
صدق را بہر خیالے می دہی

تندرست اب اور ہے فربہ تو
صدق کو کھوتا ہے بہر وہم تو

[1] یعنی حقیر لباس سے بھی حضرت یوسفؑ نظر آئیں چنانچہ حضرت ممدوح ایک پرانا پٹکا پہنے کوئیں سے نکلے تھے۔ [2] پانی کی چھاگل۔

می فروشی ہر زمانے زرّ کاں	می ستانی ہمچو طفلاں گردکاں
کان کا سونا تو بیچے ہر گھڑی	مثل لڑکوں کے تو لے اخروٹ ہی
پس در آں رنجوری روزِ اجل	نیست نادر گر بود اینت عمل
وقت بیماری کے پس روزِ اجل	کیا عجب ہے گر یہ ہو تیرا عمل
در خیال صورتے جوشیدۂ	ہمچو جوزے وقتِ دق پوسیدۂ
دھن میں اک صورت کی تو جوشیدہ ہو	مثل اک اخروٹ کے بوسیدہ ہو
ہست از آغاز چوں بدر آں خیال	لیک آخر می شود ہمچوں ہلال
چودھویں کا چاند سے پہلے یہ خیال	لیکن آخر گھٹ گئے ہو مثلِ ہلال
گر تو آخر بنگری در آخرش	فارغ آئی از فریبِ فاترش
پہلے گر انجام اس کا دیکھ لے	تو ہو فارغ اس کے مکرِ زشت سے
جوز پوسیدہ است دنیا اے امیں	امتحانش کم کن از دورش ببیں
اک سڑا اخروٹ ہے بس یہ جہاں	دور سے دیکھ اس کو مت کر امتحاں
شاہ دید آں اسپ را با چشمِ حال	واں عماد الملک با چشمِ مآل
شہ نے گھوڑا دیکھا چشمِ حال سے	چشمِ باطن سے عماد الملک نے
چشمِ شہ دو گز ہمی دید از لغز	چشمِ آں پایاں نگر پنجاہ گز
دو ہی گز سے دیکھا چشمِ شاہ نے	چشمِ آخر بیں نے گز پنجاہ سے
تا چہ سرمہ است آنکہ یزداں می کشد	کز پسِ صد پردہ بیند جاں رشد
کیسا سرمہ ہے لگائے جو خدا	جان شو پردوں سے دیکھے برملا
چشمِ احمد چوں بہ آخر بود جفت	پس بداں دیدہ جہاں را جیفہ گفت
چونکہ آخر بیں تھی چشمِ مصطفیٰ	اس لیے مردار دنیا کو کہا
آں یکے عیبش کہ بشنید او عجب	پس فسرد اندر دلِ او مہرِ اسپ
شہ نے وہ اک عیب اس کا جب سنا	اس کا عشقِ اسپ ٹھنڈا ہو گیا

چشم خود بگماشت چشم او گزید | ہوش خود بگماشت قول او شنید

شہ نے اس کی آنکھ کو ترجیح دی | دل سے اپنی چھوڑی بات اس کی سنی

ایں بہانہ بود کاں دیان فرد | از نیاز آں بر دل شہ سرد کرد

اک بہانہ ہی تھا یہ اللہ کا | شہ کا دل بیزار اس سے کر دیا

در بہ بست از حسن او پیش نظر | ایں سخن بُد درمیان چوں بانگ در

حسن کا دروازہ بند اس پہ کیا | درمیاں جوں بانگ در یہ قول تھا

پردہ کرد آں نکتہ را بر چشم شہ | کہ ازاں پردہ نماید مہ سیہ

چشم شہ پر نکتہ وہ پردہ بنا | چاند جس پردے سے کالا ہو گیا

پاک بنمائے کہ پر ساز حصول | در جہان غیب از گفت فضول

کیا بتائے کھلے اس ستار سے | غیب کی دنیا میں قول دیگر سے

بانگ در دان گفت را از قصر راز | تا کہ بانگ بستہ است آں یا فراز

بانگ در اس قصر کی وہ قول تھا | بند ہونے کی کہ کھلنے کی صدا

بانگ در محسوس در از حسن وصول | بشنو اں ایں بانگ در لا تہمزن

بانگ در محسوس دروازہ نہاں | بانگ در آتی ہے دروازہ کہاں

چنگ حکمت چونکہ خوش آواز شد | تا چہ درہا از روضۂ جنت باز شد

چنگ حکمت کا جو خوش آواز ہو | کیا باغ خلد کا در باز ہو

بانگ گفت بد چو در وا می شود | از سقر تا خود چہ در وا می شود

بانگ گفت بد جو دروازہ سے ہے | کیا پھر دوزخ سے دروازہ کھلے

بانگ در بشنو چو دوری از درش | اے خنک او را کہ وا شد منظرش

بانگ در سن تو دور اگر در سے ہوا | کیا مبارک وہ ہے جس کی آنکھ وا

چوں تو می بینی کہ نیکی می کنی | بر حیات و راحتے بر می زنی

جب تو یہ دیکھے کہ تو نیکی کرے | تو حیات اور راحتوں پہ تو چلے

چونکہ تقصیر و فسادے می رود — آں حیات و ذوق پنہاں می شود

جب ہوا اس نیکی میں کوتاہی ذرا — تو حیات اور ذوق پنہاں ہو گیا

دیدہ خود مگذار از دیدہ خساں — کہ بمردارت کشند ایں کرکساں

دیدہ ناکس سے تو مت چھوڑ اپنی دید — کھینچیں گے گدھ سوئے مردار اے پلید

چشم چوں نرگس فرو بندی کہ چیں — کہ عصایم کش کہ کورم اے امیں

تو نے جوں نرگس جو آنکھیں بند کیں — یہ پکڑ لاٹھی - ہوں اندھا اے امیں

اے عصا کش کہ گزیدی در سفر — باز بیں کو ہست از تو کور تر

جس عصا کش کو کیا ہے ہم سفر — غور کر دہ تجھ سے تو ہے کور تر

دست کورانہ بحبل اللہ زن — جز بر امر و نہی یزدانی متن

مثل کوراں ہاتھ حبل اللہ پہ مار — امر و نہی حق کو کر لے اختیار

چیست حبل اللہ رہا کردن ہوا — کیں ہوا شد صرصرے مر عاد را

کیا ہے حبل اللہ - ہوا کا چھوڑنا — عاد کو صرصر اجل کی تھی ہوا

خلق در زنداں نشستہ از ہوا ست — مرغ را پرہا ببستہ از ہوا ست

خلق زنداں میں ہوا کی وجہ سے — مرغ کے پر ہیں ہوا ہی سے بندھے

ماہی اندر تابہ گرم از ہوا ست — رفتہ از مستوریاں شرم از ہوا ست

اور توے پر مچھلیاں بھونے ہوا — شرم مستورات کی کھو دے ہوا

خشم شحنہ شعلۂ نار از ہوا ست — چار میخ و ہیبت دار از ہوا ست

محتسب کا غصہ شعلہ آگ کا — چار میخ اور سولی سب ہے ہوا

شحنۂ اجسام دیدی بر زمیں — شحنۂ احکام جاں را ہم ببیں

جسم کے شحنے تو دیکھے بر ملا — شحنۂ احکام والے دیکھ اب تو ذرا

۱ خدا کی رسی یعنی قرآن شریف + ۲ یعنی حرص و ہوس + ۳ ایک قسم کی سزا جس میں مجرم کو چت لٹا کر اس کے ہاتھ پاؤں میخوں سے باندھ دیتے ہیں +

روح را در غیب خود اشکنجهاست
لیک تا جُستی شکنجه در خفاست

غیب میں خود ہیں شکنجے روح کے
تن نہ جبتک چھوڑے تو وہ ہیں چھپے

چون رہیدی بینی اشکنجه دمار
زانکه ضد از ضد گردد آشکار

چھوڑے تن ۔ تو وہ شکنجے دیکھے یار
کیونکہ ضد ہوتی ہے ضد سے آشکار

آنکه در چه زاد و در آب سیاه
او چه داند لطف دشت و رنج چاه

جو کنوئیں یا پانی میں پیدا ہوا
لطف دشت و رنج چہ وہ جانے کیا

چون رہا کردی ہوا از بیم حق
در رسد سغراق از تسنیم حق

جب خدا کے ڈر سے تو چھوڑے ہوا
نہر جنت سے پیالہ پائے گا

لا تطرق فی ہواک سل سبیل
من جناب اللّٰہ نحو السلسبیل

مانگ راہ راست لالچ چھوڑ دے
چاہ نہر سلسبیل[1] اللہ سے

لا تکن طوع الہوی مثل الحشیش
ان ظل العرش اولی من عریش

جوں گیاہ اب کر نہ تقلید ہوا
اچھا ہے ہو شیخ سے سایہ عرش کا

گفت سلطان اسپ او واپس دہید
زود تر زین مظلمه بازم رہید

شاہ بولا ۔ گھوڑے کو واپس کرو
اور نجات اس فتنے سے اپنے کو دو

با دل خود شه بفرمود این قدر
شیر را مفریب زین لباس البقر

اپنے دل سے یہ کہا اس شاہ نے
گاؤ سر سے شیر کو دھوکا نہ دے

پای گاو اندر میان آری ز داو
نروند وزد حق بر اسپے شاخ گاو

بیل کا تو ذکر لایا کرکے داؤ
حق نہ گھوڑے پہ لگائے شاخ گاؤ

پس مثال صنعت استاں شہزاد
کے نہادہ بر سم اسپ و عضو گاو

یہ مثل مشہور ہے ۔ یعنی خدا
عضو کب گھوڑے پہ رکھے بیل کا

[1] بہشت کی ایک نہر کا نام ہے۔

زاویہاں را مناسب ساختہ است — قصرہائے منتقل برداشتہ است
جسم سوزوں ہیں گوشے اندر سے — پھرنے والے یہ محل پیدا کئے

در میان قصرہا تخریجہا — از سوئے بے سوئے این صحرا بہا
نالیاں قصروں کے اندر ہیں رواں — جو دوش ہیں بے سوئے حق سے بیگماں

در درون شان عالمے بے منتہا — در میان خرگہے چندیں فضا
اندر ان قصروں کے دنیا ہے بڑی — اور ان خیموں میں ہیں میداں کئی

گہ چو کاہ و گہ نماید ماہ را — گہ نماید روضہ قعر چاہ را
جس و حرکت بنا سکے ماہ کو — گہ بنا سکے باغ قعر چاہ کو

قبض و بسط چشم دل از ذوالجلال — دمبدم چوں می کند سحر حلال
بند ہونا کھلنا چشم و قلب کا — حق سے گویا ایک جادو کر دیا

زین سبب فرمود است از حق مصطفیٰ — زشتہا را زشت و حق را حق نما
اس لئے چاہیں خدا سے مصطفیٰ — نیک کو نیک اور بد کو بد دکھا

تا بآخر چوں بگردانی ورق — از پشیمانی نیفتم در قلق
تا کہ جب آخر میں تو الٹے ورق — پھر نہ پھیرے دل کو ہو رنج و قلق

مکر کرد آں عماد الملک فرد — مالک الملکش بداں ارشاد کرد
جو کیا شاید عماد الملک نے — وہ بتایا مالک کل نے اسے

حیلہ محمود ایں باشد و لیک — تو تمیز باش ہر بد را ز نیک
حیلہ محمود سے گنتے ہیں حال — پر تمیز نیک و بد کر سیکھ کمال

مکر حق سرچشمۂ ایں مکرہاست — قلب بین الاصبعین کبریاست
مکر حق سرچشمہ ہے ان حیلوں کا — دل ہے مومن کا بدست کبریا

آنکہ سازد در دلت مکر و قیاس — آتشے تاند زد اندر آں پلاس
مکر و حیلہ دل میں جو پیدا کرے — تا اسے کو بھی وہ جلا دے آگ سے

بے نہایت آمد آں خوش سرگذشت

چوں غریب از گور خواجہ باز گشت

داستاں وہ عجیب تھی ایسی عجیب

گور خواجہ سے جو وہ لوٹا غریب

مقروض درویش کی حکایت

پامردش سوئے خانۂ خویش برد

وجہ صد دینار را با او سپرد

اپنے گھر پامرد اس کو لے گیا

اور سو دینار اس کو دے دیا

لوتش آورد و حکایتہاش گفت

کز امید اندر دلش صد گل شگفت

کھانا لایا اور بہت قصے کہے

اس کے دل میں پھول امیدوں کے کھلے

آنچہ بعد العسر یسرا دیدہ بود

با غریب از قصۂ آں لب گشود

بعد تنگی جو فراغت دیکھی تھی

وہ کہانی اس مسافر سے کہی

نیم شب بگذشت و افسانہ کناں

خواب شاں انداخت تا مرعائے جاں

رات آدھی قصہ گوئی میں کٹی

بعد اس کے آنکھ ان کی لگ گئی

دید پامرد آں ہمایوں خواجہ را

اندر آں شب خواب در صدر سرا

خواب میں پامرد کیا ہے دیکھتا

خواجہ ہے جلوہ گر صدر سرا

خواجہ گفت اے پامرد با نمک

آنچہ گفتی من شنیدم یک بیک

خواجہ بولا پامرد خوش کلام

جو کہا تو نے سنا وہ کل کلام

لیک پاسخ دادنم فرماں نبود

بے اشارت لب نیارستم گشود

حکم کب تھا جو میں دیتا جواب

بے اشارہ کچھ نہ بولوں اے جناب

ما چو واقف گشتہ ایم از چون و چند

مہر بر لبہائے ما بنہادہ اند

حال اشیا سے ہوئی جب آگہی

اس نے مہر لب پہ ہمارے کی

تا نگردد رازہائے غیب فاش

تا نگردد منہدم نظم معاش

تا رہیں اسرار غیبی سب نہاں

درہم و برہم نہ ہو نظم جہاں

تا نگردد ہیچکس واقف بر آں ۔ تا نسوزد پردۂ دعوی وراں

تاکہ کوئی واقف نہ ہو اُن سے ذرا ۔ جل نہ جائے پردہ دعوے والوں کا

تا ندرد پردۂ غفلت تمام ۔ تا نماند دیگ حکمت نیم خام

تا پھٹے پردہ نہ غفلت کا تمام ۔ تا نہ ہو یہ دیگ حکمت نیم خام

بر نیفتد از طبق سرپوش غیب ۔ تا نہ بیند دیدہ بینی را عیب

تا طبق پر غیب کا پردہ رہے ۔ دیدۂ شک ہو نہ واقف راز سے

ما ہمہ گوشیم گر شد نقش گوش ۔ ما ہمہ نطقیم اما لب خموش

گوش ہیں ہم گو نہیں اب نقش گوش ۔ ہم ہیں گویائی مگر لب ہیں خموش

ما ہمہ عینیم گر شد نقش عین ۔ بل ہمہ عینیم بے ریب و شین

آنکھ ہیں گو آنکھ کا گم ہے نشاں ۔ آنکھ بالکل - ابر ہے مانع کہاں

غرق دریائیم گرچہ قطرہ ایم ۔ جملگی شمسیم گرچہ ذرہ ایم

غرق ہیں دریا میں گو ہم قطرہ ہیں ۔ ہم ہمہ تن شمس ہیں گو ذرہ ہیں

بے حجاب پردۂ دل آئیم صاف ۔ در جہان جاوداں گشتہ مصاف

دل کا پردہ نہیں - ہیں آپ صاف ۔ ہم جہان جاوداں میں ہیں مصاف

ہرچہ ما دادیم دیدیم ایں زماں ۔ ایں جہاں ہیکلیست پردہ آں جہاں

جو دیا تھا ہم نے دیکھا ہے یہاں ۔ یہ جہاں ہیکل - پردہ ہے وہ جہاں

روز کشتن روز پنہاں کردن ست ۔ تخم در خاکے پریشاں کردن ست

وہ کہا دن بونے کا چھپنے کا ہے ۔ اور زمیں میں تخم ریزی کے لئے

وقت بدرودن گہ منجل زدن ۔ وقت اظہار آمد و پیدا شدن

آگیا اب کاٹنے کا وقت ہاں ۔ وقت پیدا وار کا سمجھے کیا

لہ یعنی نہ کوئی شرعی تکلیف ہے اور نہ مواخذہ ۔

پائمرد کو خواجہ کا جواب

بشنو اکنون راز مهمان جدید — من همی دیدم که او خواهد رسید
راز اب مہمان نو کا سن ذرا — جانتا تھا میں کہ وہ بس آئے گا

هم شنیده بودم از دوشش خبر — بسته بهر او دو سه پاره گهر
مجھ کو اس کے قرض کی بھی تھی خبر — اس لئے دو تین رکھتا تھا گہر

که دفائے هم او هست آن و بیش — تا که ضیفم بر نگردد سینه ریش
قرض اتر کر تھوڑا ازر بچ جائے گا — تا نہ لوٹے غمزدہ مہماں مرا

وام دارد از ذهب او نه هزار — وام را از بعض او گوید گزار
قرض ہے دینار اس پر نو ہزار — کہ جو ہے اس میں سے تو اپنا قرض اتار

فضله ماند زان بسی گو خرج کن — در دعا گوید مرا هم درج کن
جو بچے اس میں سے خرچ اپنا کرے — اور دعا پھر وہ کرے حق میں مرے

خواستم آن تا بدست خود دهم — در فلان دفتر نوشته ست آن رقم
چاہتا تھا دوں یہ اپنے ہاتھ سے — اور فلاں دفتر میں لکھا ہے اسے

خود اجل مهلت ندادم تا کنم — خفیه بسپارم بدو دُر عدن
موت نے مجھ کو نہ مہلت دی ذرا — میں اسے خفیہ وہ گوہر سونپتا

لعل و یاقوت بهر وام او — در خریطه و نوشته نام او
لعل اور یاقوت بہر قرض ہاں — نام کا ہے پرچہ اس کا بیگماں

در فلان طاقیش مدفون کرده ام — من غم آن یار پیشین خورده ام
اور فلاں سے طاق میں گاڑا اسے — اس سے ہمدردی تو کی ہے پہلے سے

قیمت آن هم نداند جز ملوک — فاجتهد بالبیع ان لم یخدعوک
اس کی قیمت شاہ ہی ہیں جانتے — بیچ تا کوئی نہ دھوکا دے سکے

در بیوع آں کن تو از خوف غرار	کہ رسول آموخت سہ روز اختیارا
تین دن کی واپسی پر بیچ اُسے	ہو نہ گھاٹا - جو نبیؐ فرما گئے
از کساد آں مترس و مسپفت	کہ رواج آں نخواہد ہیچ جفت
بے رواجی سے نہ اس کی خوف کھا	تجھ کو کبھی نقصاں نہ پہنچے گا ذرا
وارثانم را سلام من بگو	ویں وصیت را بیاں کن نیکو
جا کے میرے وارثوں کو کہہ سلام	اور وصیت یہ بیاں کر دے تمام
تا ز بسیاری آں زر نشکہند	بے گرانی پیش آں مہماں نہند
زر کی کثرت سے نہ وہ مطلق ڈریں	بے تامل نذر مہماں کی کریں
ور بگوید او نخواہم من فره	گو بگیر و ہر کرا خواہی بدہ
گر کہے وہ - میں نہیں لوں گا سوا	کہہ دے لے دے جس کو جی چاہے ترا
زانچہ دادم باز نستانم فقیر	شیر پستاں باز ناید ہیچ شیر
دل نہ واپس ہیں سے جو کچھ دیدیا	دودھ پستاں میں کبھی واپس گیا؟
گشتہ باشد چوں سگ قی راکول	ہست قی صدقہ از قول رسول
قے کو کھانے والا وہ کتا بنا	صدقہ قے جیسے - جو بقول مصطفیٰ
بہر او بنہادہ ام آں از دو سال	کردہ ام من نذر ہا یا ذوالجلال
رکھا ہے دو سال سے اس کے لئے	ہیں نے نذریں کی ہیں بس اللہ کے
ور نہ بیند ور نیاید آں فرش	گو بریزند آں عطا را بر سرش
گر نہ کو ہر پیش قیمت لے نہ یارا	گر نہ دے - اس کے سر پہ وہ کر دیں نثار
ہر کہ آنجا بنگرد روزی بود	نیست بہر صلہ الی المستزد
سب کے ذرا جا تا ہے جو جیتے وہاں	مستزد ہو یہ نیکوں کا کہاں
ور روا دارند تجربہ آں ستند	نیست چنداں کو زیاں شاں ہی رسد
وارث اس میں سے اگر لیں گے ذرا	ان کا نقصاں نہیں سے پہنچے ہو سوا

گر روان من بشوراند زود	صد در محنت بر ایشان بر کشود
دیں وہ میری جان کو تکلیف اگر	ان پہ وا ہوں سیکڑوں محنت کے در
از خدا امید دارم من لبق	کو رساند حق را با مستحق
حق سے ہیں امید رکھوں بر ملا	حق وہ بس حقدار کو پہنچائے گا
دو قصیده دیگر او را دست داد	لب بگرد او نخواهم بر کشاد
اور دو قصیدے اسے حاصل ہوئے	لب رکھوں گا بند ان کے ذکر سے
تا بماند دو قصیده سر و راز	هم بگو دو مثنوی چندین دراز
تا وہ دو قصیدے رہیں مانند راز	مثنوی بھی ہو شاں سے بس دراز
بر جهید از خواب انگشتک کنان	گر غزل خوانان و گر نوحه کنان
خواب سے چونکا بجاتا چٹکیاں	وہ غزل خواں تھا کبھی نوحہ کناں
گفت یاران درچه سودا استی	پا ئمرد است خوش برخاستی
بولا یاراں کیا ہے سودا ہوا	مست و شاداں تو چلے پامرد اٹھا
تا چه دیدی دوش خواب ای بو العلا	که نگنجی تو در شهر و فلا
تو نے دیکھا خواب میں کیا اے ابی	شہر و جنگل میں سماتا جو نہیں
خواب دیده فیل تو هندوستان	که رمیدستی ز حلقه دوستان
دیکھا خواب ہند تیرے فیل نے	تو جو بھاگا حلقۂ احباب سے
گفت سودا تا که خوابی دیده ام	در دل شب آفتابی دیده ام
بولا ہے سودا ہے دیکھا ایک خواب	[illegible] شب کو دیکھا میں نے آفتاب
خواب دیدم خواجه بیدار را	آن سپهر و جان چو دیدار را
خواجہ بیدار کو دیکھا ہے یار	جس نے دید حق پہ جاں کر دی فدا
خواجه را دیدم بخواب ای بو العلا	آن سپهر و جان براه کبریا
خواب میں خواجہ کو دیکھا اے ابی	جس نے راہ حق میں [illegible]

خواب دیدم خواجۂ مصطفیٰ المثنیٰ ۔ واحدے کالالف از اہر خدا

خواب میں دیکھا ہے خواجہ یا سنا ۔ جوں ہزار اک تھا با امر کبریا

مست و بیخود ایں چنیں برمی شمرد ۔ تا کہ مستی عقل و ہوشش را ببرد

مست و بیخود کر رہا تھا ایسے ہی ۔ عقل اس کی مستی سے جاتی رہی

در میان خانۂ افتاد او دراز ۔ خلق اندر گرد آں آمد فراز

گر پڑا گھر میں وہ غش کھا کر جو ہی ۔ جمع خلقت پاس اس کے ہو گئی

با خود آمد گفت اے بیخود شدی ۔ اے نہادہ ہوش ہا در بیہشی

ہوش آیا بولا اے بیخود شدی ۔ بیہشی میں عقل تو نے ہے رکھی

خواب در بنہادۂ بیداریے ۔ بستۂ در بیدلی دلداریے

خواب میں تو نے ہے بیداری رکھی ۔ بیدلی میں تو نے دلداری رکھی

منعمی پنہاں کنی در شکل فقر ۔ طوق دولت بستی اندر غل فقر

فقر کے سانچے میں پنہاں ہے غنا ۔ طوق و دولت فقر میں ہے باندھتا

ضد اندر ضد پنہاں مندرج ۔ آتش اندر آب سوزاں مندرج

ضد کے اندر ضد ہے پوشیدہ ہوئی ۔ آگ جیسے آب سوزاں میں رکھی

روضہ در آتش نمرود درج ۔ دخلہا روباں شدہ از ذل خرج

آتش نمرود میں گلشن نہاں ۔ خرچ سے آمد ہوا پیدا بیگماں

تا بگفتہ مصطفیٰ شاہ نجاح ۔ السماح یا اولی النعمیٰ رباح

مصطفیٰ نے یہ فرما دیا ۔ نفع ہے اے مال والو بخشنا

ما نقص مال من الصدقات قط ۔ انما الخیرات نعم المرتبط

صدقوں سے مال میں نقصاں کہاں ۔ [illegible]

جوشش افزونی زر در زکوٰۃ ۔ عصمت از فحشا و منکر در صلوٰۃ

مال و دولت کو بڑھاتی ہے زکوٰۃ ۔ [illegible] سے صلوٰۃ

قولہ تعالیٰ ان الصلوٰۃ تنہیٰ عن الفحشاء والمنکر [illegible]

آں زکاتت کیسہ ات را پاسباں ۔۔۔ واں صلاتت ہم ز گرگاں شد شباں

پاسباں ہے تیرے کیسے کی زکوٰۃ ۔۔۔ بھیڑیوں سے تیری رکھوالی صلوٰۃ

میوۂ شیریں نہاں در شاخ و برگ ۔۔۔ زندگی جاوداں در زیر مرگ

میوۂ شیریں ہے پتوں میں نہاں ۔۔۔ موت میں ہے زندگی جاوداں

زیں گشتہ قوت خاک از شیوۂ ۔۔۔ زاں غذا زادہ زمیں را میوۂ

خاک کی خوراک جب گوبر بنا ۔۔۔ اس غذا سے میوہ پھر پیدا ہوا

در عدم پنہاں شدہ موجودیے ۔۔۔ در سرشت ساجدے مسجودیے

ہے[۱] عدم میں دیکھ موجودی نہاں ۔۔۔ اور ساجد میں ہے مسجودی نہاں

آہن و سنگ از برونش مظلمے ۔۔۔ وز درون نورے و شمع عالمے

لوہا پتھر ہیں سیہ باہر سے ہاں ۔۔۔ باطن ہیں نور اور شمع جہاں

درج در خوف ہزاراں ایمنی ۔۔۔ در سواد[۲] چشم چندیں روشنی

خوف کے اندر ہزاروں ایمنی ۔۔۔ ہے سواد چشم میں بس روشنی

اندرون گاو تن شہزادۂ ۔۔۔ گنج در ویرانۂ بنہادۂ

بیل[۳] کے تن میں ہے شہزادہ نہاں ۔۔۔ گنج ویرانے میں پنہاں بیگماں

تا خر پیرے گریزاں زاں نفیس ۔۔۔ گاو بیند شاہ نے یعنی ابلیس

تا کہ[۴] بوڑھا گدھا گریزاں اس سے ہو ۔۔۔ بیل کو دیکھے نہ دیکھے شاہ کو

---

۱ یعنی عدم ہی سے وجود پا کر موجود ہوتے ہیں اور انسان فرشتوں کا مسجود تھا جیسے کہ حضرت آدم خود ہی مسجود ساجد کی سرشت میں پنہاں آیا ہے ۔ ۲ سیاہی ۔

۳ یعنی اس جسم میں جو بیل کی مانند ہے ۔ اور کھانے کے سوا کچھ نہیں جانتا ، ایک شہزادہ یعنی روح پوشیدہ ہے ۔

۴ بوڑھا گدھا ابلیس ہے کہ جس نے حضرت آدم میں بیل یعنی جسم اندر مٹی کو دیکھا اور شاہ یعنی روح کو جو ان کے اندر فرشتوں کی مسجود تھی نہ دیکھا ۔

ایک بادشاہ کی اپنے تین بیٹوں کو وصیت

پادشاہے بود او را سہ پسر — ہر سہ صاحب فطنت و صاحب نظر

ایک شہ تھا تین تھے اس کے پسر — تینوں دانشمند اور صاحب نظر

ہر یکے از دیگرے استودہ تر — در سخا و در وغا و کر و فر

ایک سے تھا ایک بڑھ کر باہنر — شوکت و جود و وغا میں سر بسر

پیش شہ شہزادگاں استادہ جمع — قرۃ العینان شہ ہمچوں سہ شمع

شہ کے آگے شہزادے تھے کھڑے — شاہ کے نور نظر جوں شمع تھے

از رہ پنہاں ز عینین پسر — می کشید آبے نخیل آں پدر

بیٹوں کے چشموں سے خفیہ راہ سے — باپ کے اعضا تھے پانی کھینچتے

تا ز فرزند آب ایں چشمہ شتاب — می رود تا در ریاض ام و باب

پانی جب تک چشمۂ فرزند سے — جاتا ہے گلزار میں ماں باپ کے

تازہ می باشد ریاض والدین — گشتہ جاری عینشاں زیں ہر دو عین

تازہ رہتا ہے چمن ماں باپ کا — گو نہیں چشموں سے وہ جاری ہوا

چوں شود چشمہ ز بیماری علیل — خشک گردد برگ شاخ آں نخیل

چشمہ جب بیمار ہو بیماری سے — سوکھ جائیں برگ و شاخ اس نخل کے

خشکی نخلش ہمی گوید پدید — کز ز فرزند آں شجر نم میکشید

نخل کی خشکی سے یہ ہے برملا — پانی یہ فرزند ہی سے لیتا تھا

اے بسا کاریز پنہاں ہمچنیں — متصل با جان تاں یا غافلیں

ایسی کاریزیں بہت سی ہیں چھپی — غافلو جانوں سے تمہاری ہیں لگی

۱ یعنی باپ کے نخل وجود کے ۔ ۲ کاریز اس نہر کو کہتے ہیں جو خود زمین کے نیچے چھپی ہوئی ہو ۔ اور اس کا پانی اوپر رواں ہو ۔

ای کشیده ز آسمان و زمین || مایه ها تا گشته جسم تو سمین

آسمانوں اور زمینوں سے لئے || اتنے سرمایے کہ تن موٹے ہوئے

تن ز اجزای زمین دزدیده || پایه پایه زیر آن ببریده

تن میں اجزائے زمیں چوری کئے || ٹھونک ٹھونکا کاٹا اس کے تختہ سے

از زمین و آفتاب و آسمان || پاره ها بردوختی بر جسم جان

اور زمین و آفتاب و چرخ سے || ٹکڑے ٹکڑے لے کر جسم پر تو نے سئے

تا تو پنداری که بردی رایگان || باز بستانند از تو این و آن

تو یہ سمجھے مفت ہی میں لے گیا || تجھ سے وہ واپس نہ لیں گے کب بھلا

کالهٔ دزدیده نبود پایدار || لیک آرد دزد را تا پای دار

مال چوری کا کہاں سے پائدار || چور کو لاتا ہے سولی تک وہ بار

عاریه ست این کم همی باید فشارد || کانچه بگرفتی همه باید گزارد

عاریت ہے تو نہ ہو شیدا ابھی || جو لیا ہے تو نے چھوڑے گا سبھی

جز نفخت کان ز وهاب آمده است || روح را باش آن دگرها بیهده است

جز نفخت فیہ من روحی کے اب || روح کا ہو اور بیہودہ ہے سب

بیهده نسبت بجان می گویمش || نی به نسبت با صنیع محکمش

جسم ہے بیہودہ جاں کے سامنے || ورنہ وہ ہے متقنہ استاد کے

لہ قولہ تعالیٰ یعنی میں نے اپنی روح اس میں پھونک دی ۰

عارف کا سرچشمۂ حیاتِ ابدی سے مدد چاہنا

رُباعی

کاریز درونِ جانِ تو می باید　　کز عاریہا ترا درے نکشاید

یک چشمۂ آب از درونِ خانہ　　بہ زاں جو بیکہ از بروں می آید

(ترجمہ)

کاریز جو ہو تیری جاں کے اندر　　کرے جو سے نیاز جوئے دیگر

ہر سمت جو نہر آئے اس کا کیا ہے　　اس نہر سے تو گھر کا ہی چشمہ بہتر

منبع کاریز اصل چشمہ ہا　　فارغت آرد ازیں کاریزہا

اصل ہے جو منبع اس کاریز کے　　تجھ کو سب کاریزوں سے فارغ کرے

تو ز صد ینبوع شربت میکشی　　ہر چہ زاں صد کم شود کاہد خوشی

تو ہے سو چشموں سے شربت پی رہا　　تو ہو ناخوش ایک بھی گر کم ہوا

چوں بجوشد از دروں چشمہ سنی　　زاستراق چشمہا گردد غنی

دل سے اگر چشمہ روشن کوئی　　چشموں کی چوری سے وہ کرے غنی

چشمۂ آبے درونِ خانہ　　بہ ز رودے کاں بروں کاشانہ

گھر کے اندر چشمہ پانی کا ہو جو　　بہتر اس ندی سے جو گھر سے باہر ہو

قرۃ العین ست چوں زائیدہ گل اود　　[illegible]

[illegible]　　[illegible]

ناودان چوں ابر آید از بروں　　در زیان اس باشد پرخوں

[illegible]　　[illegible]

چونکہ دشمن گرد آں حلقہ کند | تا کہ اندر خونشاں غرقہ کند
دشمن اس قلعے کو جب گھیر لے | غرق خوں تا قلعہ والوں کو کرے

آب بیروں را ببندند آں سپاہ | تا نباشد قلعہ را زانہا پناہ
روک دے باہر سے پانی وہ سپاہ | تا ہوں اہل قلعہ محروم پناہ

آں زماں یک چاہ شورے اندروں | بہ ز صد جیحون شیریں از بروں
اپنا پھر کھاری کنواں اندر کا ہو | بہتر سو دریاؤں سے باہر ہوں جو

قاطع الاسباب لشکرہائے مرگ | ہمچو دے آمد بقطع شاخ و برگ
کاٹتی اسباب کو ہے فوج مرگ | کاٹتی جیسے خزاں ہے شاخ و برگ

در جہاں نبود مددشاں از بہار | جز مگر در جاں بہار روئے یار
کب مدد دے ان کو دنیا میں بہار | ہاں مگر جاں کی بہار روئے یار

زاں لقب شد خاک را دار الغرور | کو کشد پا را سپس یوم العبور
نام دنیا کا ہے یوں دار الغرور | موت کے دن بھاگتی ہے یہ ضرور

پیش ازاں از راست و از چپ می دوید | کہ بچینیم درد تو چیزے نچید
پہلے دائیں بائیں سے یہ بھاگتا | دوڑتی تھی درد لوں پر کب [illegible]

او بگفتے مر ترا وقت غماں | دور از تو رنج دہ کہ در میاں
تجھ کو کہتی تھی کہ وقت اندوہ کے | دور دور از رنج و غم تجھ سے رہے

چوں سپاہ رنج آمد بست دم | خود ہمی گوید ترا من دیدہ ام
فوج غم آئی تو چپ ہی سادھ لی | تجھ کو دیکھا ہے کب اتنا کبھی

حق پئے شیطان بدیں ساں زد مثل | کہ ترا در رزم آرد با حیل
دی ہے شیطان کی مثال اللہ نے | حیلوں سے وہ جنگ میں لے آئے

کہ ترا گوید کہ من یشتم ترا | در جفا و در بلا و در عنا
تجھ سے کہتا ہے میں ہوں حامی ترا | تو جو ہو رنج و الم میں مبتلا

من ترا یاری دہم من با توام ‌‌ ‌ در خطرہا پیش تو من می دوم
میں ہوں تیرے ساتھ تیرا یار ہوں ‌ ‌ وقت خطرے کے تیرے آگے رہوں

اسپرت باشم گہ تیر و خدنگ ‌ ‌ مخلصت باشم ہم اندر وقت جنگ
تیروں کی بارش میں تیری ڈھال ہوں ‌ ‌ جنگ میں تیری حفاظت میں کروں

جان فدائے تو کنم در انتعاش ‌ ‌ رستمی شیری ہلا مردانہ باش
عیش و عشرت میں ہوں میں تجھ پر نثار ‌ ‌ ہو بہادر شیر در رستم ہے تو یار

سوئے کفرش آورد زین عشوہا ‌ ‌ آن جوال خدعہ و مکر و دغا
لائے سوئے کفر اسے یوں بہلا ‌ ‌ پتلا وہ دھوکے فریب اور مکر کا

چون قدم بنہاد در خندق فتاد ‌ ‌ او بخندہ قہقہہ لب را کشاد
جب قدم رکھتے ہی خندق میں گرا ‌ ‌ مار کر اک قہقہہ شیطان ہنسا

ہین بیا این طمعہا دارم ز تو ‌ ‌ گو بپایش رو رو کہ بیزارم ز تو
یہ کہے - آ - تجھ سے امیدیں رکھوں ‌ ‌ وہ کہے - چل - چل کہ میں بیزار ہوں

تو نترسیدی ز عدل کردگار ‌ ‌ من ہمی ترسم تو دست از من بدار
تو نہ انصاف خدا سے تھا ڈرا ‌ ‌ ڈرتا ہوں میں - چھوڑ دے پیچھا مرا

گفت حق او خود جدا شد از ہی ‌ ‌ تو بدین تزویرہا ہم کے رہی
وہ ہوا الگ - کہا اللہ نے ‌ ‌ تو بھی ان مکروں سے لیکن کب بچے

فاعل و مفعول در روز شمار ‌ ‌ روسیاہند و حریف سنگسار
فاعل و مفعول روز حشر کو ‌ ‌ روسیہ ہوں سنگساری ان پہ ہو

رہزدہ و رہزن یقین در حکم داد ‌ ‌ در سعیر جہند و در بئس المہاد
رہزدہ - رہزن خدا کے حکم سے ‌ ‌ بالیقیں ہوں گے جہنم میں پڑے

گول را و غول را کو را فریفت ‌ ‌ از خلاص و فوز میباید شکیفت
اس نے جس احمق کو دھوکا ہے دیا ‌ ‌ صبر اس کی مغفرت سے کر دیا

ہم خرد و خرگہ اینجا در گلند / غافلند اینجا و آنجا آفلند

کلبش سے گئے خر گیرہ خرد دونوں یہاں / غافل اس جا۔ ڈوبنے والے وہاں

جز کسانے را کہ واگردند ازاں / در بہار فصل آیند از خزاں

ماسوا ان کے جو اس سے ہیں رہا / وہ خزاں سے فصل گل کا لیں مزا

توبہ آرند و خدا توبہ پذیر / امر او گیرند و او نعم الامیر

وہ کریں توبہ۔ خدا توبہ پذیر / مانیں اس کا حکم۔ وہ اچھا امیر

چوں برآرند از پشیمانی حنیں / عرش لرزاں از انین المذنبین

جب پشیماں ہو کے وہ روئیں یہاں / عرش کانپے سن کے فریاد و فغاں

آنچناں لرزد کہ مادر بر ولد / دستشاں گیرد بہ بالا می‌کشد

ایسے ماں بچے پہ بیٹے کانپ اٹھے / پھر پکڑ کر ہاتھ اوپر کھینچ لے

کاے خداتاں وا خریدہ از غرور / نک ریاض فضل ما نک رب غفور

اب تمہیں دے دی نجات اللہ نے / کھاؤ پھل اس کے کرم کے باغ سے

بعد ازیں تاں برگ و رزق جاوداں / از ہوائے خود بود تر ناوداں

پھر تمہیں حق دے گا رزق جاوداں / جیسا تم چاہو گے ویسا بے گماں

چونکہ دریا بر وسائل رشک کرد / تشنہ چوں ماہی بترک مشک کرد

رشک دریا نے وسیلوں پر کیا / مثل ماہی پیاسے کو دریا ملا

قصہ شہزادگاں آمد بہ پیش / کایں حدیث از حد گذشت و کاست بیش

شاہزادوں کی سنا اب داستاں / یہ کہانی تو ہے بیحد بیاں

بادشاہ کے ملکوں کو شہزادوں کی روانگی

عزم رہ کردند آں ہر سہ پسر / سوئے املاک پدر بہر سفر

تینوں لڑکوں نے ارادہ کر لیا / باپ کی کل سلطنت کی سیر کا

در طواف شہرہا و قلعہ ہاش | از پئے تدبیر دیوان و معاش

اس کے شہروں اور قلعوں میں پھریں | حکم سے اُس کے دورہ کریں

خواستند از شہ اجازت گاہِ عزم | داد اجازت شان چو نیت شد بجزم

شاہزادوں نے اجازت شہ سے لی | دیکھا آمادہ اجازت شہ نے دی

دست بوس شاہ کردند و وداع | پس بایشاں گفت آں شاہِ مطاع

دست بوسی کی اُنہوں نے شاہ سے | پس کہا ان کو شہِ ذی جاہ نے

ہر کجا دلتاں کشد عازم شوید | فی امان اللہ دست افشاں روید

جس جگہ جی چاہے تم اُس جا پھرو | فی امان اللہ اب سیریں کرو

غیر آں قلعہ کہ نامش ہش ربا | تنگ آرد بر کلہ داراں قبا

ہش ربا نامی جو قلعہ ہے مگر | جس سے ہوتے ہیں پریشاں تاجور

اللہ اللہ زاں دژِ ذات الصور | دور باشید و بترسید از خطر

اس میں مت جاؤ ہے پر تصویر جو | دور ہی اس سے رہو کانپو ڈرو

روئے و پشتِ برجہاش و سقف و پست | جملہ تمثال و نگار و صورت است

نیچے اوپر جس جگہ نظریں اٹھیں | ہر طرف ہیں صورتیں ہی صورتیں

ہمچو آں حجرہ زلیخا پُر صُوَر | تا کند یوسف بناکامش نظر

جیسے حجرے میں زلیخا کے تھیں ہاں | صورتیں تا دیکھیں یوسف ناگہاں

چونکہ یوسف سوئے او می ننگرید | خانہ را پُر نقشِ خود کرد آں مکید

چونکہ یوسف تھے نہ اس کو دیکھتے | بھر دیا گھر اپنی ہی تصویروں سے

تا بہر سو بنگرد آں خوش عذار | روئے او را بیند او بے اختیار

تاکہ جس جانب بھی دیکھیں وہ غیور | سامنے صورت اسی کی ہو ضرور

بہر دیدہ روشنان یزدانِ فرد | شش جہت را مظہر آیات کرد

عارفوں کے واسطے حق نے کیا | مظہر اس دنیا کو اپنی ذات کا

تا بهر حیوان و نامی ننگرند ٭ از ریاض حسن ربانی چرند

تا وہ جس حیوان کو دیکھیں بر ملا ٭ حسن حق کے باغ سے پائیں غذا

بهر آن فرمود با آن اسپه او ٭ حیثما ولیتم فثم وجهه

اس لیے اس نے یہ انساں سے کہا ٭ منہ جدھر پھیرو ادھر پاؤ خدا

از قدح گر در عطش آبے خورند ٭ در درون آب حق را ناظرند

یہ اگر پانی پیالے سے پئیں ٭ پانی کے اندر خدا کو دیکھ لیں

آنکه عاشق نیست او در آب در ٭ صورت خود بیند اے صاحب نظر

جو نہیں عاشق وہ پانی میں مگر ٭ اپنی صورت دیکھے اے صاحب نظر

صورت عاشق چو فانی شد درو ٭ پس در آب اکنون کرا بیند بگو

صورت عاشق جو اس میں ہے فنا ٭ اب وہ کس کو پانی میں دیکھے بتا

حسن حق بینند اندر روئے حور ٭ همچو مه در آب از صنع غیور

حوروں میں دیکھیں وہ حسن اللہ کا ٭ چاند جیسے پانی میں جلوہ نما

غیرتے بر عاشقے و صادقیست ٭ غیرتش بر دیو و بر استور نیست

عاشق و صادق پہ غیرت ہے مگر ٭ جانور پر ہے نہ غیرت دیو پر

دیو اگر عاشق شود هم گوئے برد ٭ جبرئیلے گشت و آن دیوے بمرد

دیو عاشق ہو تو بازی جیت لے ٭ مرتبہ جبریل کا اس کو ملے

اسلم الشیطان[1] آنجا شد پدید ٭ که یزیدے شد ز فضلش بایزید

اسلم الشیطاں کو سن لے یہ پتہ ٭ تھا یزید اور ہو گیا وہ بایزید

این سخن پایان ندارد اے گروه ٭ هین نگهدارید از آن قلعه وجوه

بات یہ لمبی بہت ہے دوستو ٭ ہوشیار - اس قلعے کی وجہیں سنو

[1] یعنی شیطان مسلمان ہو گیا ۔

هین مبادا که هوستان ره زند | که فتید اندر شقاوت تا ابد

ہاں ایسا نہ ہو کہیں تم کو ہوس دھوکا دے | اور نہ بدبختی میں دائم رہیے

از خطر پرهیز آمد مفترض | بشنوید از من حدیث بے غرض

فرض ہے خطرے سے تم بچتے رہو | اب یہ میری بے غرض باتیں سنو

در فرج جوئی همه سر تیز به | از کمین گاه بلا پرهیز به

تیری فرحت ڈھونڈنے میں سب سے بھلی | پر بلاؤں سے رہے پرہیز ہی

گر نمی‌گفت این سخن را آن پدر | ور نمی‌فرمود زان قلعه حذر

گر نہ کہتا ان سے باپ اس بات کو | اور نہ کہتا۔ قلعے سے بچتے رہو

خود بدان قلعه نمی‌شد خیلشان | خود نمی‌افتاد آن سو میلشان

خود نہ جاتے ان کے گھوڑے قلعے میں | خود نہ ہوتی رغبت اس جانب انہیں

کان نبد معروف بس مهجور بود | از قلاع و از مناهج دور بود

وہ نہ تھا مشہور۔ نظارہ سے جدا | قلعوں سے اور راستوں سے دور تھا

چونکه کرد او منع دلشان زان مقال | در هوس افتاد و در کوی خیال

روکنے سے اور دل مائل ہوا | دیکھنے کا شوق پیدا ہو گیا

رغبتی زان منع در دلشان برست | که بباید سر آن را باز جست

ان کی خواہش تھی کہ ڈھونڈا چاہیئے | بھید اس میں کیا ہے دیکھا چاہیئے

کیست کز ممنوع گردد ممتنع | چونکه الانسان حریصٌ ما منع[1]

کون ہے جو منع کرنے سے رکے | حرص انسان باز رکھنے سے بڑھے

نهی بر اهل تقی تبغیض شد | لیک بر اهل هوا تحریض شد

اہل تقویٰ باز رہتے ہیں مگر | حرص ہو اہل ہوس کی تیز تر

[1] حدیث شریف: الانسان حریصٌ فیما منع۔ انسان کی حرص اسی میں زیادہ ہوتی ہے جس سے وہ منع کیا جاتا

پس ازیں یغوی بہ قوم کثیر | ہم ازیں یہدی بہ قلب خبیر

لوگ اکثر ہوتے ہیں گمراہ ہی | حق شناسوں کو ہدایت ہو گئی

بے رہ از نے حمام آشنا | پل رہا از نے حمایت ہوا

نے سے کب بھاگے کبوتر آشنا | جنگلی جو ہو وہ بھاگے برملا

پس بہ شہ گفتند خدمتہا کنیم | بر سمعنا و اطعنا پا زنیم

ہم ہیں خادم شاہ سے بولے سبھی | ہو گی تعمیل آپ کے ارشاد کی

رو نگردانیم از فرمان تو | کفر باشد غفلت از احسان تو

منہ نہ پھیریں گے ترے فرمان سے | کفر ہے غفلت ترے احسان سے

لیک استثنا و تسبیح خدا | ز اغتنا خود از ایشاں بد جدا

استثنا واجب تھا ایسا اُن کو تھا | بھول سے یہ کہنا۔ اگر چاہے خدا

ذکر استثنا و جزم ملتوی | گفتہ شد در ابتدائے مثنوی

ذکر استثنا کا اچھے قصد کا | مثنوی کی ابتدا میں ہے کیا

صد کتاب ار ہست جز یک باب نیست | صد جہت را قصد جز محراب نیست

سو کتابیں ہیں مگر ہے باب ایک | سیکڑوں طرفیں مگر قبلہ ہے ایک

این طرق را مخلصی یک خانہ است | وین ہزاراں سنبلہ یک دانہ است

انتہا سب راہوں کی ہے خانہ ایک | بالیاں تو ہیں ہزاروں دانہ ایک

گونہ گونہ خوردنیہا صد ہزار | جملہ یک چیز است اندر اعتبار

گرچہ کھانے مختلف ہیں سو ہزار | ایک ہیں لیکن بروئے اعتبار

از یکے چوں سیر گشتی تو تمام | سرد شد اندر دلت پنجہ طعام

مٹ گئی گر ایک سے بھوک کی پیاس | دل نہ چاہے گا جو ہوں کھانے پچاس

[illegible]

در مجاعت پس تو احوال دیده	که یکی را صد هزاران دیده
بھوک میں تو ایسا بھینگا ہے تو یار	ایک کو دیکھا ہے تو نے سو ہزار
گفته بودیم از سقام آن کنیز	وز طبیبان کژی تدبیر نیز
قصہ لونڈی کے مرض کا ہو چکا	ذکر ہے دانش طبیبوں کا ہوا
کان طبیبان همچو اسپ بی‌عذار	غافل و بی‌بهره بودند از سوار
وہ اطبا مثل اسپ بے لگام	تھے سوار اپنے سے غافل بس تمام
کامشان پر زخم از قرع لگام	سمشان مجروح از تحویل گام
منہ تھے زخمی زہر [illegible] سے لگام	سم تھے مجروح [illegible] سے [illegible] تمام
ناشده واقف که نک بر پشت ما	رایضی چست است استاد و کیا
وہ نہ تھے واقف ہماری پشت پر	ہے سوار استاد [illegible]
نیست سرگردانی ما زین لجام	جز ز تصریف سوار دوست کام
[illegible] لگام	[illegible] سوار [illegible] کام
ما چو گل [illegible] بستان نا شده	گل بود [illegible] آن [illegible] پاره
ہم [illegible] کو [illegible] تو ہے	[illegible] معلوم ہے [illegible]
پیچ شان [illegible] گو [illegible]	پر [illegible] کہ [illegible]
ان [illegible] سکتا [illegible]	کون [illegible] ہے [illegible]
آن طبیبان جملگی [illegible]	گشته اندر [illegible]
[illegible]	[illegible]
گر [illegible]	باز [illegible]
[illegible]	اور [illegible]

[illegible]

از خری باشد تغافل خفتہ وار
تو گدھا بن سے تغافل خفتہ کا

کہ بجوئی تا کیست این خفیہ کار
جو نہ ڈھونڈے کون یہ استاد چھپا

خود نگفتی کاین مبدل تا کیست
کس نے بدلا - یہ نہیں تو نے کہا

نیست پیدا او مگر افلاکیست
آسمانی ہے نہ گو ظاہر ہوا

تیر سوئے راست پرانیدہٴ
تیر پھینکا تو نے گو سیدھی طرف

سوئے چپ رفتہ است تیرت دیدہٴ
تو نے دیکھا وہ گیا الٹی طرف

سوئے آہو صید سے تاختی
تو شکاری بن کے آہو کا گیا

خویش را تو صید خوکے ساختی
خود شکار خوک لیکن تو ہوا

در پئے سودے دویدی بہر کس
فائدہ لینے کو تو دوڑا گیا

نارسیدہ سود افتادی بحبس
فائدے سے پہلے زنداں میں پڑا

چاہہا کندہ برائے دیگراں
دوسروں کے واسطے کھودیں کنوئیں

خویش را دیدہ فتادہ اندراں
خود ہی لیکن ان کنوؤں میں گر پڑیں

در سبب چوں بے مرادت کرد رب
تجھ کو ناکام سبب حق نے کیا

پس چرا بدظن نگردی در سبب
پھر سبب سے تو نہ کیوں بدظن ہوا

بس کسے از مکسبے خاقاں شدہ
کسب سے اکثر تو سلطاں ہو گئے

دیگراں زاں مکسبہ عریاں شدہ
بعض لیکن اس سے عریاں ہو گئے

بس کسی از عقد زناں قاروں شدہ
بیاہ سے زردار اکثر ہو گئے

دیگرے از عقد زن مدیوں شدہ
بعض لیکن قرضدار اس سے ہوئے

پس سبب گرداں چو دم خر بود
پس سبب کو دم گدھے کی جان لے

تکیہ بر وے کم کنی بہتر بود
اس پہ بس تکیہ نہ کرنا چاہیے

ور سبب گیری نگردی ہم دلیر
سیکھ تنہا تو سبب گیری نہ کر

کہ بس آفتہاش پنہانست زیر
اس میں پنہاں آفتیں ہیں سربسر

بہر استناست این حزم و حذر	زانکہ خر را بز نماید این قدر
بہر استثنا ہے آگاہی ۔ حذر	خر کو جو بز ہے دکھاتی یہ قدر
مشرکان را در دو چشم اہل بدر	کم نمودہ تا ندانند ہیچ قدر
مشرکوں کو چشم اہل بدر میں	کم دکھایا ۔ تا نہ قدر آن کی کریں
آنکہ چشمش بست گرچہ گربزست	زاحولی اندر دو چشمش خربزست
جس کی آنکھیں باندھے گو ہو حیلہ گر	بھینگے پن سے بز لگا آتا ہے نظر
او بگرداند دل و افکار را	چون مقلب حق بود ابصار را
پھیرتا ہے وہ دل و افکار کو	حق ابصار کا پھیرنے والا جو ہو
چاہ را تو خانۂ بینی شریف	دام را تو دانۂ بینی لطیف
چاہ کو دیکھے تو اک خانہ شریف	دام کو دیکھے تو اک دانہ لطیف
این تسفسط نیست تقلیب خداست	می نماید کہ حقیقت ہا کجاست
منکری کب یہ ہے تقلیب خدا	جو بتاتا ہے حقیقت شے ہے کیا
آنکہ انکار حقائق می کند	جملگی او بر خیالے می تند
جو حقائق کا ہے منکر برملا	وہ فقط پابند ہے تخیل کا
او ہمی گوید کہ حسبان خیال	ہم خیالے باشدت چشمے بمال
ہم ہیں جو سمجھیں اس کا ہے وہ خیال	کھول آنکھیں دیکھ خود اپنا خیال
این سخن پایان ندارد آن فریق	بر گرفتند از پئے آن ہم طریق
بات یہ لمبی بہت ہے وہ فریق	تکلے کی جانب چلا سن لے رفیق
بر درخت گندم منہی زدند	از طویلہ مخلصان بیرون شدند
جیسے آدم تھے گندم پر گئے	مخلصوں کے حلقے سے باہر ہوئے

لہ التقدیر ۔ ۲ جس کی آنکھیں قدر یا تقدیر باندھ دے ۔

۳ سوفسطائی ہونا یعنی حقائق اشیا کو نہ ماننا ۔

قلعہ ممنوعہ کی طرف شہزادوں کا جانا

چون شدند از منع و نہیش گرم‌تر ‖ سوئے آں قلعہ بر آوردند سر

روکنے سے شوق کے وہ ضدی بڑھ گئے ‖ قلعے کی جانب روانہ ہو گئے

بر ستیز قول شاہ مجتبیٰ ‖ تا بہ قلعہ صبرسوز ہش‌ربا

برخلاف قول شہ کے بڑھ چلے سب ‖ صبرسوز و ہوش ربا قلعے تک گئے

آمدند از رغم عقل پندتوز ‖ در شب تاریک برگشتہ ز روز[1]

برخلاف عقل پند آ گئے ‖ دن کو چھوڑا، داخل شب وہ ہوئے

اندر آں قلعہ خوش ذات الصور ‖ پنج در در بحر و پنج از سوئے بر

اس قلعۂ خوب و پر تصویر کے ‖ پانچ بحری در تھے۔ بری پانچ تھے

پنج ازاں چوں حس بسوئے رنگ و بو ‖ پنج ازاں چوں حس باطن رازجو

پانچ تھے جوں حس ظاہر رنگ و بو ‖ پانچ تھے جوں حس باطن رازجو

زاں ہزاراں صورت و نقش و نگار ‖ می‌شدند از سو بسو بے‌اختیار

تھیں ہزاروں صورتیں نقش و نگار ‖ پھر رہے تھے وہ ہر اک سو بیقرار

زیں قدحہائے صور کم باش مست ‖ تا نگردی بت‌تراش و بت‌پرست

ہو نہ تصویروں کے پیالوں سے مست ‖ تا نہ ٹھہرے بت تراش و بت پرست

از قدحہائے صور بگذر مایست ‖ بادہ در جامست لیک از جام نیست

جام صورت سے گزر جا اے بھیا! ‖ جام میں ہے۔ جام سے لیکن نہیں

سوئے بادہ بخش بکشا پہن گوش ‖ تا ازانسو بشنوی بانگ و خروش

کان ساقی کی طرف اچھے لگا ‖ تا سنے اس سمت سے بانگ و صدا

۱؎ یعنی راستے کو چھوڑ کر رنج میں پڑ گئے۔

چوں رسد بادہ بیاید جام کم	گوش دار آوازت آید دمبدم
بادہ جب پہنچے تو کب ہو جام کم	سن تو آواز آسے گی پھر دمبدم
آدم را ہستی و لبندم بجوشے	ترک قشر و صورت گندم بگیست
آدم کا اپنا ہستی پہ ہیرے کر لنظر	گندم اور ہستی کو لیں اپنا ترک کر
چونکہ پیکے آرد شاہ پیر خلیل	وانگہ سبز و لسنت گندم اپنے پیل
ریت جب آئی ہوئی پیر خلیل	جان تو گندم کو پہچانا اور تو پیل
صورتہا از پئے صورت آمد وجود	ہمچنان کز آتشے زاوست دود
شکل سے جیسے شکل سے پیدا ہوئی	آگ سے جیسے دھواں ہے اٹھتا ہی
کہ شود ہر بیٹے مصدر و خیال	چوں بیاید پیش آرد ملال
جیسے یہ رکھتی سے تصویر خیال	جیسے لگتا آس کو دیکھے پہ ملال
حیرت محض آرد و بیچونی	تازہ صد گون آلتا بیہ آتی
محض حیرت لاتی سے یہ بے صورتی	آنے سے پیدا کرے سے آلتی
پیچ و دستے و دستہا با فد ہی	جان جہاں سازد و صورت آدمی
اٹھ پہ سیجے ہاتھ وا سیمی شد	جان جہاں سے اس نے آسمان کر دیا
آنچنان کاندر دل از ہجر و وصال	می شود با فیدہ گوناگوں خیال
جیسے دل میں با ہجر پھر و وصال	ہر طرح سے ہوتے ہیں پیدا خیال
ہیچ ماند این مستی با اثر	ہیچ ماند با نگ تو خنہ با ضرر
ایسی کب رہتا ہے کوئی با اثر	ایسی کسی تو سے پہنچا با ضرر
تو چہ را صورت اثر بے صورت	دست خائید از ضرر گشتن بے سست
تو کسی کی صورت سے بے صورتی	ہاتھ اپنے با سے اور پھر سے
این شکل نالاں ہا بے شکل	حیات ہم لطف جمیع اشکال
یہ شکل صورتوں شاہی اسے باد ہیل	دیکھے بھا سے کا پیچ پہ شکل

صنع بے صورت نماید صورتے | تن نگارد با حواس و آلتے

صنعت اس بے شکل کی صورت بنائے | با حواس و آلہ ہی وہ جسم لائے

تا چہ صورت باشد آن وفق خود | اندر آرد جسم را در نیک و بد

مثل صورت ہے بناتی جسم بھی | خواہ اچھی ہو وہ صورت یا بری

صورت نعمت بود شاکر شود | صورت مہلت بود صابر شود

صورت نعمت جو ہو شاکر ہو وہ | صورت مہلت جو ہو صابر ہو وہ

صورتے زخمے بود نالاں شود | صورت رحمے بود بالاں شود

زخم کی صورت جو ہو نالہ کرے | رحم کی صورت جو ہو پھولے پھلے

صورت شہرے بود گیرد سفر | صورت تیرے بود گیرد سپر

شہر کی صورت ہو پیش آئے سفر | تیر کی صورت ہو تو پکڑے سپر

صورت خوباں بود عشرت کند | صورت غیبے بود خلوت کند

صورت خوباں ہو تو عشرت کرے | غیب کی صورت ہو تو خلوت کرے

صورت خوبی بود نازآورد | صورت چنگی بود سازآورد

صورت خوبی ہو تو وہ ناز لائے | صورت چنگی ہو تو وہ ساز لائے

صورت محتاجی آرد سوئے کسب | صورت بازوری آرد غضب

صورت افلاس سوئے کسب لائے | صورت بازوری غصہ بڑھائے

ایں ز حد و اندازہ ہا باشد بروں | داعی فعل از خیال گونہ گوں

مختلف تخئیل سے یہ صورتیں | فعل کی جانب طلب ہم کو کریں

بے نہایت کیش ہا و پیشہ ہا | جملہ ظل صورت اندیشہ ہا

مذہب اور پیشے جو ہیں بے انتہا | سب ہیں سایہ صورت افکار کا

بر لب بام ایستادہ قوم خوش | ہر یکے را بر زمیں بیں سایہ اش

بام پر اک قوم خوش جا وہ کناں | سایہ ہر اک کا زمیں پر دیکھ ہاں

صورت فکرست بر بام مشید	وان عمل چوں سایہ بر ارکاں پدید
چرخ پر ہے صورت فکر اے جواں	اور عمل جوں سایہ ارکاں پر عیاں
فعل بر ارکان و فکرت مکتتم	لیک در تاثیر و وصلت دو بہم
فکر پنہاں ۔ فعل ہے ارکان پر	ہیں بہم تاثیر و وصلت میں مگر
آں صور در بزم کز جام خوشی ست	فائدہ آں بیخودی و بیہشی ست
دہر میں وہ صورتیں جام خوشی	فائدہ ہے بیخودی اور بیہشی
صورت مرد و زن و لعب و جماع	فائدہ اش بیہشی وقت وقاع
شکل مرد و زن کی صحبت اور خوشی	فائدہ صحبت کا ہے بس بیہشی
صورت نان و نمک کاں نعمت ست	فائدہ آں صورت بے صورت ست
صورت نان و نمک نعمت ہوئی	فائدہ ہے شکل کا بے صورت اچھی !
در مصاف آں صورت تیغ و سپر	فائدہ اش بے صوری یعنی ظفر
جنگ میں ہیں وہ صورت تیغ و سپر	فائدہ بے صوری یعنی ظفر
مدرسہ و تعلیم و صورتہائے شے	چوں بدانش متصل شد گشت طے
صورتیں اور مدرسے تعلیم کے	طے ہوئے جب مل گئے وہ عقل سے
ایں صور چوں صورت بے صورتند	پس چرا در نفی صاحب نعمتند
صورتیں ہیں شکل بے صورت کی جو	صاحب نعمت سے کیوں انکار ہو
پیش او در و بند و در نفی او تند	پس صورہا بندۂ بے صورتند
اس کے آگے یہ ہوں پیدا اور مریں	بندے بے شکل کی ہیں صورتیں
ایں صور دارد ز بے صورت وجود	چیست پس بر موجد خویشش جحود
ہیں جو بے صورت سے پیدا صورتیں	کیوں پھر انکار اپنے موجد سے کریں

۱ یعنی جسم +

۲ یعنی جان +

خود ازو یابد ظهور انکار او	نیست غیر عکس خود این کار او
اس سے ہے انکار یہ ظاہر ہوا	کام ہے یہ تو بس اپنے عکس کا
صورت دیوار و سقف هر مکان	سایهٔ اندیشهٔ معمار دان
ہر مکاں کی چھت بھی اور دیوار بھی	جان سایہ فکر کا معمار کی
گرچه خود اندر محل افتکار	نیست سنگ و چوب و خشتی آشکار
خود محل فکر میں گو ہے ایں	اینٹ پتھر اور لکڑی کچھ نہیں
فاعل مطلق یقین بی صورتست	صورت اندر دست او چون آلتست
فاعل مطلق کو بے صورت ہی جان	صورت اس کے ہاتھ میں اک آلہ مان
گه گه آن بی صورت از کتم عدم	مر صور را رو نماید از کرم
صورتوں کو غیب سے پردے سے کبھی	منہ دکھاتا ہے وہ بے صورت کبھی
تا مدد گیرد ازو هر صورتی	از کمال و از جمال و قدرتی
تا مدد ہر شکل کو اس سے ملے	حسن سے قدرت سے اور اوصاف سے
باز بی صورت چو پنهان کرد رو	آمدند از بهر کد در رنگ و بو
جب چھپا وہ صورت اس بے شکل سے	رنگ اور بو کی یہ کوشش میں لگے
صورتی از صورت دیگر کمال	گر بجوید باشد آن عین ضلال
دوسری صورت سے گر صورت کمال	[illegible]
[illegible] صورتی کان میرزاد	[illegible] ارشاد کردش از وداد
[illegible]	[illegible]
پس چه عرضه می‌کنی ای بی گهر	احتیاج خود به محتاجی دگر
[illegible]	اپنی احتیاج [illegible] محتاج سے

[illegible]

چون صور بندست بر یزدان مگو | ظن مبر صورت به تشبیهش مجو
قید صورت حق سے تو نسبت نہ دے | ڈھونڈ مت تشبیہ اس کی جان لے

در تضرع جو و در افنائے خویش | کز تفکر جز صور ناید به پیش
عاجزی میں اور فنا میں ڈھونڈ لے | صرف صورت پیش آئے فکر سے

ور ز غیر صورتت نبود فره | صورتے کان بے تو زاید در تو به
اور جو غیبت سے نہ ہو تو شادماں | [illegible] ہے تو بہتر ہے گماں

صورت شہرے کہ آنجا می روی | ذوق بے صورت کشیدت اے روی
اب چلا جاتا ہے تو جس شہر کو | تجھ کو کھینچے ذوق بے صورت ہے جو

پس بمعنی می روی تا لامکان | کہ خوشی غیر مکانست و زمان
اصل میں جاتا ہے تو تا لامکاں | ہے خوشی بس بے مکان و بے زماں

صورت یارے کہ سوئے او شوی | از برائے مونسی اش می روی
پس جو یار کے جاتا ہے تو | انس ہی کے واسطے جاتا ہے تو

پس بمعنی سوئے بے صورت شدی | گرچہ زاں مقصود غافل آمدی
اصل میں تو بے صورت گیا | گرچہ اس مقصود سے غافل ہوا

در حقیقت حق بود معبود کل | کز پئے ذوق است سیران سبل
اصل میں معبود کل اللہ ہے | لذت کو [illegible] کی آدمی کی راہ ہے

لیک بعضے رو سوئے دم کردہ اند | گرچہ سر اصل است سر گم کردہ اند
[illegible] نے لیکن کیا منہ سوئے دم | گرچہ سر کو [illegible] کی راہ گم

لیک سر پیش این ضالان گم | می دہد داد سری از راہ دم
سر نگر وہ آ سکا ان گمراہوں سے | داد سر پاتا ہے دم کی راہ سے

۱ یعنی ایسی صورت [illegible] ذوق [illegible] ہوتا ہے [illegible]

۲ [illegible]

آں ز سر می یابد آں دیں ز دُم ‖ قوم دیگر پا و سر کردند گم

سر سے وہ ہیں کام پہ از راہ دُم ‖ بعض نے پر کر دئے سر پاؤں گم

چونکہ گم شد جملہ جملہ یافتند ‖ از گم آمد سوئے کل بشتافتند

کھو گئے جو سب کچھ اُن کو مل گیا ‖ خود کو کھو کر کل سے انہیں حاصل ہوا

ایں سخن پایاں ندارد آں گروہ ‖ صورتے دیدند با فر و شکوہ

بات یہ لمبی بہت ہے لے آئیں ! ‖ دیکھی شہزادوں نے صورت اک حسیں

شہزادوں کا دختر شاہِ چین کی تصویر دیکھنا

خوب تر زاں دیدہ بودند آں فریق ‖ لیک زیں رفتند در بحر عمیق

اس سے بہتر پہلے دیکھی تھیں ۔ مگر ‖ بحر میں ڈوبے وہ اس کو دیکھ کر

زانکہ افیوں شاں دریں کاسہ رسید ‖ کاسہا محسوس و افیوں ناپدید

اس پیالے سے انہیں افیوں ملی ‖ جام ہیں محسوس ۔ افیوں ہے چھپی

کرد کارِ خویش قلعہ ہش ربا ‖ ہر سہ را انداخت در چاہِ بلا

کر گیا کام اپنا قلعہ ہش ربا ‖ مبتلا تینوں کو آفت میں کیا

تیرِ غمزہ دوخت دل را بیگماں ‖ الاماں یا ذوالاماں[1] زیں بے اماں

تیرِ غمزہ سے چھدا دل بیگماں ‖ الاماں ۔ اللہ اس سے دے اماں

قرنہا را صورت سنگیں بسوخت ‖ آتشے در دین و دل شاں بر فروخت

مدتوں سے صدیوں سب جلتے رہے ‖ پھونک ڈالا دین و دل کو آگ سے

چونکہ روحانی بود خود چوں بود ‖ فتنہ اش ہر لحظہ دیگر گوں بود

جب ہو خود ذی روح پھر ہو حال کیا ‖ اس کا فتنہ ہر گھڑی آفت نیا

[1] حق تعالیٰ سے مراد ہے ۔

عشق صورت در دل شهزادگان	چون خلش می‌کرد مانند سنان
دل میں شہزادوں کے عشق بے اماں	کرتا تھا پیدا کھٹک مثل سناں
اشک می‌بارید هر یک همچو میغ	دست می‌خائید و می‌گفت ای دریغ
اشک برساتے تھے وہ مثل ابر کے	ہاتھ مل کر آہ بھر کر کہتے تھے
ما کنون دیدیم شه ز آغاز دید	چندمان سوگند داد آن بی‌ندید
ہم نے اب دیکھی یہ شاہ نے پہلے سے	ہم کو قسمیں دی تھیں اس بے مثل نے
انبیا را حق بسیارست از آن	که خبر کردند از پایان ما
انبیاء کا حق ہے بے حد اس لئے	با خبر ہم کو کیا انجام سے
کانکه می‌کاری نروید غیر خار	وان طرف پری نیابی زو مطار
تو جو بوتا ہے اگے گا بن سے خار	اڑ سکے گا یوں نہ سوئے کردگار
تخم از من گیر تا ریعی دهد	با پر من تیر آنسو جهد
بیج لے تو مجھ سے تا حاصل ملے	میرے پر سے اڑ کر تیر اس سمت اڑے
تو ندانی واجبی آن وهب است	هم تو گوئی آخر آن واجب بدست
تو نہ سمجھا اس کو واجب کیوں کیا	پھر کہے گا بعد میں واجب ہوا
او تو است اما نه این تو که تنست	آن توئی که برتر از ما و منست
وہ ہے تو لیکن نہ یہ تو تن ترا	وہ توئی جو ما و من سے ہے جدا
این توئی ظاهر که پنداری توئی	هست اندر سوی تو تو دنیوی
یہ توئی ظاہر توئی جانے ہے جسے	تیری جا نسبت ہے اسی بے سمت سے
بر صدف لرزان چرائی ای گهر	تو که خود را نه دانی ای شکر
کیوں لرزتا ہے صدف پر اے گہر	تو نہ جانا اس کو یہ توئی ہے شکر

۱؎ یعنی تو ہونا +

۲؎ یعنی حق تعالیٰ +

توئی بیگانہ است با تو این توئی | توئی خود را پاے بشکن از دوئی

تو توئی بیگانہ نہ سمجھے یہ توئی | پالے تو اپنی توئی چھوڑ اب دوئی

توئی آخر سوئے توئی اوّلت[۱] | آمدہ است از بہر تنبیہ و صلت

توئی آخر سست اوّل توئی سے | آئی ہے تنبیہ کرنے کے لئے

توئی تو در دیگرے آمد دفین | من غلام مرد خود بین چنین

دفن توئی دوسرے میں ہے مدام | میں ہوں ایسے مرد خود بین کا غلام

آنچہ اندر آئنہ بیند جوان[۲] | پیر اندر خشت بیند بیش از آن

آئنے میں جو جواں ہے دیکھتا | بوڑھا دیکھے اینٹ میں اس سے سوا

ز امیر شاہ خویش بیروں آمدیم | با غنا یا بے پدر یاغی شدیم

حکم کو شہ کے نہ مانا پھر گئے | باپ کے الطاف سے باغی ہوئے

سہل دانستیم قول شاہ را | واں عنایت ہائے بے اشباہ را

ہم نے جانا سہل قول شاہ کو | مہر اور شفقت کو کہ تھی بے مثل جو

تا کہ افتادیم در خندق ہمہ | خستہ و گشتہ بلا بے ملحمہ

دیکھو اب کس طرح خندق میں گرے | اور بغیر جنگ ہم کشتہ ہوئے

تکیہ بر عقل خود و فرہنگ خویش | بودمان تا این بلا آمد بپیش

تھا بھروسہ ہم کو اپنی عقل پر | اس لئے آپڑی بلا یہ سر بسر

بے مرض دیدیم خود را بے زرق | آنچناں کہ خویش را بیمار دق

اپنی بیماری سے ہم تھے بے خبر | جیسے دق والا ہو دق سے بے خبر

علّت پنہاں کنوں شد آشکار | بعد ازاں کہ شد سقیم و شکار

مخفی بیماری ہوئی اب آشکار | پھنس گئے اور ہو گئے جب ہم شکار

۱ آخر توئی سے تن اور اوّل توئی سے رُوح مراد ہے ؞

۲ یعنی آئنے کو دیکھنے اور لکھنے والا اپنی عبادت ؞

سایۂ رہبر بہست از ذکر حق — یک قناعت بہ ز صد لوت و طبق

ذکر حق سے خوب ظل راہبر — اک قناعت سو غذا سے خوب تر

در قناعت خوانده باشی ای حسن — ذکر ذکر حق و ذکر بو الحسن

ہاں قناعت میں پڑھا ہوگا حسن — ذکر ذکر حق کا ۔ ذکر بو الحسن

چشم بینا بہتر از سی صد عصا — چشم بشناسد گہر را از حصا

سو عصا سے چشم بینا خوب تر — جدا کرتی ہے آنکھ ہی پتھر سے گہر

در تفحص آمدند اندر زمان — صورتے کو بود عجب نادران

جستجو میں پڑ گئے تینوں وہ اب — کس کی یہ صورت ہے وہ نیا بیں عجب

بعد بسیاری تفحص در مسیر — کشف کرد آن راز را شیخ بصیر

سیر کر کے جستجو سے گرم سے — کھولا ان پہ یہ الستاد نے

نہ از طریق گوش بل از وحی ہوش — رازہا بد پیش او بے روی پوش

کان کا کیا ذکر وحی ہوش سے — راز کھلتا سب پہ تھی نا پوش

گفت نقش رشک پروین است این — صورت شہزاده چین است این

بولا یہ وہ ہے کو سے رشک اس شکل پہ — چین کی شہزادی ہے یہ پیش نظر

دخترے دارد شہ چین بے مثال — در بہا و در جمال و در کمال

بیٹی شاہ چین کی ہے اک بے مثال — ہے بہا اور ہے جمال اور با کمال

ہمچو جان و چون جنین پنہانست او — در مکتم پردہ ایوانست او

صورت جان و جنین وہ ہے نہاں — ہے محل کے پردے میں با قدر شاں

سوی او نے مرد ره دارد نہ زن — شاه پنہان کرده او را از فتن

مرد پا سکتا ہے اس کو نہ عورت جا سکے — شہ نے فتنوں سے چھپایا ہے اسے

غیرتے دارد ملک بر نام او — کہ نپرد مرغ ہم بر بام او

شاہ کو غیرت ہے اس کے نام پر — پرندہ اڑ سکتا نہیں اس بام پر

وائے آں دل کش چنیں سودا فتاد ‖ ہیچ کس را ایں چنیں سودا مباد
وائے اس دل پر یہ سودا ہو جسے ‖ ایسے سودا میں نہ کوئی بھی پڑے

ایں سزائے آنکہ تخم جہل کاشت ‖ واں نصیحت را کساد و سہل داشت
یہ سزا اس کی ہے جس میں جہل ہے ‖ اور نصیحت کو جو سمجھے سہل ہے

اعتمادے کرد بر تدبیر خویش ‖ کہ برم من کار خود با عقل پیش
ہو بھروسہ جس کو ہر تدبیر پر ‖ اور کہے ہے عقل میری خوب تر

نیم ذرہ زاں عنایت بہ بود ‖ کہ ز تدبیر خرد پانصد رسد
اس کی ذرہ بھر عنایت ہو بھلی ‖ پانسو تدبیر سے بس عقل کی

ترک مکر خویشتن گیر اے امیر ‖ پا بکش پیش عنایات و بمیر
کر و حیلہ اے امیر! اب چھوڑ دے ‖ اور مر جا اس عنایت کے لئے

ایں بقدر حیلۂ معدود نیست ‖ زیں حیل تا تو نمیری سود نیست
یہ عنایت حیلوں سے تو ہے سوا ‖ چھوڑ حیلے ورنہ پہنچے نفع کیا

تا نمیری سود کے خواہی ربود ‖ زو بمیرو بہرہ بردار از وجود
نفع کب مرنے سے پہلے ہو سکے ‖ جا تو مر جا۔ نفع لے جسم سے

بخارا کے صدر جہاں کی حکایت

در بخارا خوئے آں صدر اجل ‖ بود با خواہندگاں حسن عمل
عادت شاہ بخارا تھی یہی ‖ سائلوں سے اس کو الفت خوب تھی

داد بسیار و عطائے بے شمار ‖ تا بشب بودے ز جودش زر نثار
سائلوں کو دیتا تھا وہ بے شمار ‖ زر بچھا کرتا تھا روز و شب نثار

زر بکاغذ پارہا پیچیدہ بود ‖ تا وجودش بود می افشاندہ بود
ٹکڑوں میں کاغذ کے زر لپٹا ہوا ‖ زندگی بھر بخششیں کرتا رہا

همچو خورشید و چو ماه پاکباز — آنچه گیرند از ضیا بدهند باز

چاند سورج کی طرح وہ شاہ تھا — جیسے وہ واپس کریں لے کر ضیا

خاک را زر بخشد او چون آفتاب — زر ازو در کان و گنج اندر خراب

خاک کو دیتا ہے زر کون؟ آفتاب — کان و ویرانہ ہیں اس سے گنج یاب

هر صباحی فرقه‌ای را راتبه — تا نماند امتی زو خائبه

روز راتب ملتا تھا اک قوم کو — تا نہ محروم اس سے کوئی قوم ہو

مبتلایان را بدی روزی عطا — روز دیگر بیوگان را آن سخا

ایک دن خیرات ملتی مبتلا — دوسرے دن ہوتی رانڈوں پر سخا

روز دیگر بر علویان مقل — با فقیهان روز دیگر مشتغل

اگلا دن آتا بچے فقیروں کے لئے — پھر کرم اس کا فقیہوں پر رہے

روز دیگر بر تهیدستان عام — روز دیگر بر گرفتاران وام

اگلا دن تھا مفلسان عام کا — بعد اس کے قرضداروں پر سخا

روز دیگر بر یتیمان صغیر — روز دیگر بر ضعیفان اسیر

اگلے دن ہوتی یتیموں پر عطا — پھر ضعیفوں پر وہ کرتا تھا سخا

روز دیگر بهر ابنای سبیل — روز دیگر مر مکاتب را کفیل

اگلا دن تھا راہگیروں کے لئے — پھر غلاموں کی کفالت پر رہے

شرط آن بد که کسی با زبان — زر نخواهد هیچ و نگشاید دهان

شرط تھی سائل نہ منہ سے کچھ کہے — التجا ہرگز نہ وہ منہ سے کرے

لیک خامش بر حوالی رهش — ایستاده مفلسان دیواروش

سارے مفلس گرد اس کی راہ کے — صورت دیوار چپ رہتے کھڑے

هر که کردی ناگهان با لب سؤال — زو نبردی زین گنه یک حبه مال

کوئی منہ سے لے کے جو کرتا سوال — اس عطا سے ملتا اک حبہ نہ مال

من صمت منکم نجا بد پایہ اش	بر ہمہ اہل بخارا سایہ اش
چپ جو رہتا پاتا وہ دولت مدام	اس کے سائے میں بخارا تھا تمام
بر خموشی داشت عشق تا رسش	خامشاں را بود کیسہ کاسہ اش
عشق خاموشی سے تھا اس کو مدام	دیتا تھا خاموشوں کو نقد و طعام
نادرا روزے یکے پیرے بگفت	دہ زکاتم کہ منم با جوع جفت
ایک بوڑھے نے کہی اک دن یہ بات	مر رہا ہوں بھوک سے دیجئے زکوٰۃ
منع کرد از پیر و پیرش جہد گرفت	ماند خلق از جہد پیر اندر شگفت
اس نے روکا بوڑھے کو ضد اس نے کی	خلق اس تکرار پر حیران تھی
گفت لیس بے شرم پیری آپدر	پیر گفتا از من تو بے شرم تر
بولا بوڑھے بے حیا ہے تو بڑا	بوڑھا بولا تجھ سے کم ہوں بے حیا
کایں جہاں خوردی وی خواہی بطمع	کاں جہاں با این جہاں گیری بجمع
یہ جہاں کھایا مگر لالچ یہ ہے	وہ جہاں اور یہ جہاں لوں ...
خندہ اش آمد مال داد آں پیر را	پیر تنہا برد آں توفیر را
ہنس پڑا شہ اور اس کو زر دیا	بوڑھا تنہا مال سے لے گیا
غیر آں پیرے نخواہندہ ازو	یک پشیز زر ندید و یک تسو
ماسوا اس بوڑھے کے کوئی گدا	نے کبھی اس سے نہ زر لے جا سکا
نوبت روز فقیہاں ناگہاں	یک فقیہ از حرص آمد در فغاں
دن فقیہوں کا جو آیا ناگہاں	ایک ان میں حرص سے چلا اٹھا
کرد زاریہا بسے چارہ نبود	گفت ہر نوعے خموشی ہیچ سود
گو بہت رویا نہ کچھ بھی بن پڑا	گو کیا ہر طرح سے سود نہ تھا
روز دیگر پارہ کو پیچید پا	ماند اندر صف قوم مبتلا
اگلے دن پاؤں پہ پٹی باندھ کر	صف میں بیماروں کی بیٹھا وہ بشر

تختہا بر ساق بست از چوب زرد ... تا برد آں شہ گماں کاشکستہ پاست

چند لیوں تک پچڑیں بھی باندھ لیں ... سمجھے شہ ہے پا شکستہ بالیقیں

دیدش و بشناختش چیزے نداد ... روز دیگر رو بپوشید از لباد

شہ نے پہچانا نہ کچھ اس کو دیا ... دوسرے دن منہ پہ نمدا رکھ لیا

تا گماں آید کہ نابیناست او ... وز میان اعمیاں برخاست او

وہ ہے اندھا تا یہ سمجھے بادشا ... اور وہ اندھوں ہی میں سے ہے اٹھا

پس بدید او را و دانستش ہیچ چیز ... از گناہ و جرم گفتن آں عزیز

پھر بھی دیکھا اور نہ کچھ اس کو دیا ... مانگنے کا جرم تھا اس سے کیا

چونکہ عاجز شد ز صد گونہ مکید ... چوں زناں او چادرے بر سر کشید

جب وہ سو مکروں سے ہارا بیگماں ... چادر اس نے اوڑھ لی مثل زناں

در میان بیوگاں رفت و نشست ... سر فرو افگند پنہاں کرد دست

بیچ میں رانڈوں کے بیٹھا آن کے ... سر جھکایا ہاتھ پوشیدہ کئے

ہم نشناسید و ندادش صدقہ ... در دلش آمد ز حرماں حرقہ

پھر بھی پہچانا نہ کچھ صدقہ دیا ... اپنی محرومی پر اس کا دل جلا

رفت پس پیش کفن خواہے پگاہ ... کہ بپیچم در نمد نہ پیش راہ

پھر کفن والے کے پاس آیا پگاہ ... کچھ کو کفنا کر تو رکھ دے پیش راہ

ہیچ مگشا لب نشیں و می نگر ... تا کند صدر جہاں اینجا گذر

بیٹھ جا چپ چاپ لیکن رکھ نظر ... تا ادھر صدر جہاں کا ہو گذر

بو کہ بیند مردہ پندارد ولیکن ... زر دراندازد ز بہر تکفین

دیکھ کر شاید وہ مردہ جان کے ... اور زر ڈالے کفن کے واسطے

ہر چہ بدہد نیم آں بدہم بتو ... ہمچناں کرد آں فقیر کدیہ جو

جو وہ دیگا آدھا اس میں سے ترا ... اس کفن والے نے ایسا ہی کیا

در نمد پیچید و در راہش نہاد — معبر صدر جہاں آنجا فتاد
لپیٹ اسے کونا کے رستے میں رکھا — اتفاقاً شاہ اُس جا آ گیا

چند زر انداخت بر روئے نمد — دست بیروں کرد از تعجیل خود
دیکھا نمدے پہ جو زر شہ نے رکھا — جلد اُس نے ہاتھ باہر کر لیا

تا نگیرد آں کفن خواہ آں صلہ — تا نہاں نکند از واں دہ دلہ
تا کفن والا نہ لے وہ عطا — وہ فریبی تا نہ اُس کو دے چھپا

مرد از زیر نمد بر کرد دست — سر بروں کرد از پئے دست او ز پست
مرد نے باہر کفن سے کرکے ہاتھ — سر بھی پیچھے سے نکالا اُس کے ساتھ

گفت با صدر جہاں چوں بستدم — اے ببستہ بر من ابواب کرم
شہ سے بولا دیکھ کیونکر زر لیا — در کرم کا بند تھا تو نے کیا

گفت لیکن تا نمردی اے عنود — از جناب ما نبردی ہیچ سود
بولا شہ جب تک نہ تو مردہ بنا — فائدہ تجھ کو نہ کچھ مجھ سے ہوا

سر موتوا قبل موت ایں بود — کز پئے مردن غنیمت ہا رسد
دیکھ یہ ہے پہلے مرنا موت سے — بعد مرجانے کے مال و زر ملے

غیر مردن ہیچ فرہنگے دگر — در نگیرد با خدا اے حیلہ گر
اے فریبی! دیکھ مرنے کے سوا — کب کوئی دانش ہے مقبول خدا

یک عنایت بہ ز صد گوں اجتہاد — جہد را خوف ہست از صد گوں فساد
اک عنایت خوب ہے سو جہد سے — آفتیں سو جہد کے ہیں واسطے

واں عنایت ہست موقوف ممات — تجربہ کردند ایں رہ را ثقات
وہ عنایت موت پر موقوف ہاں — آزمایا ثقتوں نے بیگماں

بلکہ مرگش بے عنایت نیز نیست — بے عنایت ہاں و ہاں جائے مایست
بے عنایت بلکہ مرنا بھی نہیں — بے عنایت مت کھڑا ہو تو کہیں

آں زمرّد باشد ایں افعیٔ پیر	بے زمرّد کے بود افعی ضریر
وہ زمرد ہے یہ سانپ اسے یا تھا	بے زمرد سانپ اندھا کب ہوا

ایک لڑکے ایک کوسے[۱] اور ایک لوطی کی حکایت

امردے و کوسہ در انجمن	آمدند و جمعے بُد در وطن
اک وطن میں لوگ اک جا جمع تھے	آئے لڑکا ایک کوسہ آ گئے
مشتغل ماندند قومے نیم شب	روز رفت و شد زمان ثلث شب
محو اپنے کام میں تھے لوگ سب	دن تو گزرا اور تھی پچھلی رات اب
زاں طرب شاں نرفتند آں دو کس	ہم بخفتند آں سو از ترس عسس
سب گئے لیکن نہ وہ دونوں گئے	محتسب کے ڈر سے اس جا سو رہے
کوسہ را بُد بر زنخداں چار مُو	لیک ہمچوں ماہ بدرش بود رُو
کوسے کی ڈاڑھی پہ تھے گو چار بال	پر مثال بدر تھا حسن و جمال
کودکِ امرد بصورت بود زشت	ہم نہاد اندر پس خود بیست خشت
نقش گو رنا کے بے حد تھے برے	بیس اینٹیں پیچھے تھا رکھے ہوئے
لوطیے دب برد شب از گمرہی	خشتہا را نقل کرد آں مشتہی
لوطی گمرہ وہاں اک آ گیا	اس نے پیچھے سے وہ اینٹیں لیں اٹھا
دست بر کودک نہاد از چاہ زشت	گفت ہی تو کیستی اے سگ سرشت
ہاتھ ڈالا اس پہ لڑکا چونک اٹھا	اور کہا بدکار! یہ کرتا ہے کیا
گفت ایں سی خشت چوں برداشتی	گفت تو سی خشت چوں انباشتی
بولا کیوں تو نے یہ اینٹیں لیں اٹھا	بولا تو نے کس لئے ان کو رکھا

۱ کوسہ اس کو کہتے ہیں جس کی ساری ڈاڑھی صاف ہو صرف ٹھوڑی پر چند بال ہوں۔

گفت اے فی النار خرس مردہ ریگ | ابلہے بے خاصیت مانند ریگ

بولا اے ریچھ اے حقیر اے دوزخی | احمق اور بے سود صورت ریت کی

گو کہ بیمارم و از شفقت خود | کردہ ام اینہا احتیاطہا در لقد

میں ہوں اک بیمار لڑکا شفقت سے | یوں کہا تھا میں نے سو منہ کے لئے

گفت اگر داری ز رنجوری نفی | چون نرفتی جانب دار الشفا

بولا بیماری میں گر تھا مبتلا | کیوں نہ آخر تو شفا خانے گیا

یا بجا نزد یک طبیب مشفقی | سوی کشاف حیا از سقامت مشتفی

یا طبیب مہرباں کے پاس ہی | جاتا تا جاتی یہ بیماری تری

گفت آخر من کجا یارم شدن | کہ بہر جایی روم من ممتحن

بولا لڑکا جاؤں میں آخر کہاں | آزمایا جاتا ہوں جاؤں جہاں

چون تو زندیقی پلیدی ملحدی | می برآرد سر بچشم چون ددی

تجھ سے جو کافر ہوئے ملحد ہوئے | جوں درندہ سر اٹھاتے ہیں سامنے

خانقاہے کو بود بہتر مکان | من ندیدم یک دمی در وی امان

خانقہ میں جو ہے اک بہتر مکاں | واں سے دم بھر بھی نہیں پائی اماں

رو بمن آرند مستی حشر خوار | چشمہا پر نطفہ کف خایہ فشار

کچھ شرابی رکھتے ہیں خواہش مری | خایہ ملتے آنکھوں میں شہوت بھری

وانکہ ناموسیست خود را زیر زیر | غمزہ در دزدی دہد با لش بگیر

شرع والا کہتا ہے اپنے کو جو | غمزے کرتا اور ہے تکیہ کو

یار با ناموس را غیر نظر | نیست لیکن زین نظر دیری خطر

یار باناموس کو پر چیز نظر | کام کب ہے دل ہے لیکن پر خطر

خانقہ چون این بود بازار عام | چون بود خر گلہ دیوان خام

خانقہ کا جب یہ عالم ہو گیا | تو گدھوں سے گھر کا پھر ذکر کیا

خر کجا ناموس و تقوی از کجا ‖ خر چہ داند خشیت و خوف و رجا

خر کجا - ناموس اور تقوی کہاں ‖ کیا خبر خر کو - سمجھ کیا خوف و رجا

عقل باشد ایمنی و عدل جو ‖ بر زن و بر مرد اما عقل کو

امن ڈھونڈتی ہے - عدل ڈھونڈتی ہے عقل ہاں ‖ مرد و زن دونوں - عقل لیکن ہے کہاں

ور گریزم من روم سوئے زناں ‖ ہمچو یوسف رفتہ اندر امتحاں

عورتوں میں جا پڑوں گر بھاگ کر ‖ مثل یوسف دکھ اٹھاؤں سر بسر

یوسف از زن یافت زنداں و فشار ‖ من شوم از بخت بد بر پنجہ دار

زن سے زنداں ہی میں یوسف کشتہ ‖ پس مری بد بختی سولی پر اڑے

آں زناں از جاہلی بر من تنند ‖ اولیا شاں قصد جان من کنند

عورتیں مجھ پر جہالت سے گرداں ‖ بچو ولی ان کے - میری جان لیں

نے ز مرداں چارہ دارم نے زناں ‖ چوں کنم چوں کہ ز بیم نیز ازاں

مرد و زن سے بن نہ آئے - کیا کروں ‖ بھول شراں ہیں سے نہ ہیں آں ؟

بعد ازاں کودک بکوسہ بنگریست ‖ گفت او با ایں دو مو از غم گریست

دیکھ کر لڑکے نے کوسے کو کہا ‖ یہ تو دو بالوں سے غم سے چھٹ گیا

فارغ است از خشت و از پیکار و خشت ‖ وز جو با مادر فروش گنگ و زشت

اینٹیں لانے اور لڑنے سے چھٹا ‖ تجھ سے کنجڑ سے بچا ہے بھی بچا

بر زنخداں چار مو ہر شوں ‖ بہتر از سی خشت پیرامون کوں

بال ٹھوڑی کے دکھا دے کے ‖ کون کے گرد انیٹیں رکھنے سے بھلے

ذرہ سایہ عنایت بہتر است ‖ از ہزاراں کوشش طاعت پرست

سایہ اللہ کی عنایت کا ذرا ‖ سیکڑوں کوشش سے زاہد کی بھلا

زانکہ شیطاں خشت طاعت بر کند گر دو صد خشت است خود ابتر کند
بندگی کی اینٹ شیطاں پھینک دے دو سو اینٹیں ہوں تو سب ابتر کرے

با عنایت او ندارد زہرۂ تا بسازد خویشتن را بہرۂ
عاجز آگے پر عنایت کے رہے کامیاب اپنے کو وہ کیونکر کرے

خشت اگر استا نہادہ تو است واں دو سہ مو از عطاش آں سوی است
جمع اینٹوں کو تو ہے تو نے کیا بال یہ دو تین حق کی ہیں عطا

در حقیقت ہر یک از آں مو کہ ہست کاں امان نامہ و صلہ شاہنشہ است
اصل میں ہے اک پہاڑ ایک ایک بال جو ہے انعام و امان ذو الجلال

تو اگر صد قفل بنہی بر درے بر کند آں جملہ را خیرہ سرے
تو لگا دے در پہ اک سو قفل اگر توڑ دے ان سب کو اک ادنیٰ خیرہ سر

شحنہ از موم اگر مہرے نہد پہلواناں را از آں دل بشکند
موم سے گر مہر کر دے کوتوال پہلواں دل چھوڑیں ڈر کا ہو یہ حال

آں دو سہ تار عنایت ہمچو کوہ سد شدہ چوں قفل پیشا در وجوہ
مثل کوہ سد ہیں عنایت کے یہ تار جیسے ہو زیب جبیں چہروں میں یار

خشت را بگذار اے نیکو سرشت لیک ہم ایں مخسپ اے دیو پشت
چھوڑ دے ان اینٹوں کو اے نیک خو پر نڈر شیطاں سے ہو کر سو نہ تو

رو دو تا موزاں کرم در پیش آر وانگہاں ایمن بخسپ و غم ندار
بال دو حاصل کرم سے اس کے کر اور بے غم ہو کے سو رہ بے خطر

خواب عالم از عبادت بہ بود آنچناں علمے کہ مستنبہ بود
خواب عالم بندگی سے خوب تر ایسا عالم ہو جو صاحب دل مگر

لہ دیوار پشت

آں سکونِ سابح اندر آشنا — بہ ز جہدِ اعجمی با دست و پا

ہے کہیں بہتر سکوں تیراک کا — سبھی ناداں سے جو مارے دست و پا

دست و پا ساکن بآب اندر سباح — بہ بود از اعجمی با انتطاح

باسکوں تیراک اس ناداں سے — اچھا ہے جو ٹکریں مارا کرے

می رود سباح ساکن چوں عمد — اعجمی زد دست و پا و غرق شد

مثل کشتی کے بہتا ہے تیراک تو — سبھی سے بھی ڈوب جاتا ناداں جو

علم دریا ہست بے حد و کنار — طالب علم است غواص بحار

علم ایک دریا ہے ناپیدا کنار — طالب علم اس میں غوطہ زن ہے یار

گر ہزاراں سال باشد عمرِ او — می نگردد سیر او از جستجو

ہو ہزاروں سال کی بھی عمر جو — جستجو سے وہ نہ ہو کبھی سیر ہو

طالب علم اور طالب دنیا سیر نہیں ہوتے

کاں رسولِ حق بگفت اندر بیاں — ایں کہ منہومان ہما لایشبعان[1]

جیسے ہے ارشادِ ختم مرسلین ہو — دو ہیں بھوکے سیر جو ہوتے نہیں

طالب الدنیا و توفیراتہا — طالب العلم و تدبیراتہا

ایک بھوکا طالب دنیا ہوا — دوسرا بھوکا ہے طالب علم کا

پس دریں قسمت چو بکشادی نظر — غیر ایں دنیا بود علم اے پدر

پس تو اس تقسیم پر ڈال اب نظر — غیر دنیا علم وہ ہے اے پدر

غیر دنیا پس چہ باشد آخرت — کت کند زیں جا و گردد رہبرت

غیر دنیا آخرت ہے اور کیا — دوسری جانب ہے تیری رہنما

[1] حدیث شریف:۔ منہومان لایشبعان طالب العلم و طالب الدنیا۔ یعنی دو بھوکے ایسے ہیں جو سیر نہیں ہوتے۔ ایک طالب علم اور دوسرا طالب دنیا۔

غیر دنیا آخرت باشد یقیں — کاں بود زنجات آنجا لے امیں
غیر دنیا آخرت ہے بالیقیں — تجھ کو لے جائیگی اُس جا لے امیں

شہزادوں کی آپس میں بحث

رو بہم کردند ہر سہ مفتتن — ہر سہ را یک رنج و یک درد و حزن
رو برو تھے تینوں شہزادے بہم — سب کو اک رنج۔ ایک درد اور ایک غم

ہر سہ در یک فکر و یک سودا ندیم — ہر سہ از یک رنج و یک علت سقیم
ایک فکر اور ایک سودا ان کو تھا — ایک بیماری میں تینوں مبتلا

در خموشی ہر سہ را خطرت یکے — در سخن ہم ہر سہ را حجت یکے
خوف خاموشی میں تھا تینوں کو ایک — گفتگو حجت میں غمگینوں کو ایک

یک زمانے اشک ریزاں ہر سہ شاں — بر سر خوانِ مصیبت خوں فشاں
اشکبار اک وقت تھے تینوں جواں — اک مصیبت میں وہ تینوں خوں فشاں

یک زباں از آتش دل ہر کسے — بر زدہ با سوز چوں ہمدم نفس
گر کسی وقت آتش دل بجھ نکلتی — سانس سینے میں نکلتی آگ سی

آں بزرگیں گفت کاے اخوان خیر — ما نہ نر بودیم اندر نصح غیر
جو بڑا تھا ان میں بولا۔ کیا ہوا! — مرد تھے ہم غیر کے سمجھانے کو

از حشم ہر کہ بما کردے گلہ — از بلا و خوف و فقر و زلزلہ
کوئی بھی ہم سے گر کرتا گلہ — کہتے ہیں ہو کیا رنج و غم میں مبتلا

ما ہمی گفتیم کم نال از حرج — صبر کن کہ صبر مفتاح الفرج
ہم یہ کہتے تھے کہ نہ رو یا اس کا رنج — صبر کر ہے مشکل آساں کی کنجی

آں کلید صبر را اکنوں چہ شد — اے عجب منسوخ شد قانون چہ شد
صبر کی وہ کنجیاں اب کیا ہوئیں — کیا ہوا اب قانون نہ رہا باقی نہیں

ما همی گفتیم کاندر کشمکش ۔ آتشی اندر رهیم چون زر خوش

کہتے تھے ہم ۔ کیسے ہی ہوں رنج و غم ۔ آگ میں جوں زر رہیں ہنستے ہی ہم

هر سپه را وقت تنگاتنگ جنگ ۔ گفته ما که هین مگردانید رنگ

فوجوں کو جنگ میں کہتے تھے ہم ۔ زرد رو مت ہونا ۔ ہمت ہو نہ کم

آن زمان که بود اسپان را وغا ۔ جمله سرها بریده زیر پا

گھوڑوں کے جب دوڑنے کا وقت تھا ۔ اور کٹے سر تھے پڑے سب زیر پا

ما سپاه خویش را ایمن کنان ۔ که به پیش آیید قاهر چون سنان

فوج کو تنبیہ کرتے تھے کہ ہاں ۔ سامنے دشمن کے آؤ جوں سناں

جمله عالم را نشان داده به صبر ۔ زانکه صبر آمد چراغ و نور صدر

سارے عالم کو سکھایا ہم نے صبر ۔ صبر ہی تو ہے چراغ و نور صدر

نوبت ما شد که خیره سر شدیم ۔ چون زنان زشت در چادر شدیم

اپنی باری آئی تو حیراں ہوئے ۔ عورتوں کی طرح چادر میں چھپے

ای دلی که جمله را کردی تو گرم ۔ گرم کن خود را و از خود دار شرم

تو تو کر دیتا تھا اے دل سب کو گرم ۔ گرم کر اپنے کو رکھ لے اپنی شرم

ای زبان که جمله را ناصح بدی ۔ نوبت تو گشت از چه تن زدی

اے زباں اور دل کی تو ناصح تھی ۔ اپنی باری پر تو کیوں چپ ہو گئی

ای خرد کو پند شکرخای تو ۔ دور تست این دم چه شد هیهای تو

اے خرد! شیریں نصیحت کیا ہوئی ۔ تیرا دور آیا ۔ تو کیوں چپ لگ گئی

ای ز دلها برده صد تشویش را ۔ نوبت تو شد بجنبان ریش را

تو نے کھویا دل سے سو تشویش کو ۔ تیری باری ہے ہلا اب ریش کو

از غزا ریش ار کنون دزدیده‌ای ۔ پیش ازین بر ریش خود خندیده‌ای

گو ہنسی سے ہے بچائی ریش اب ۔ ریش پر پہلے ہنسی تھی واہ عجب

چون بدید و دیگران دستان پری	درد و مهمان تو شد چون تن دری
تو کسی دربان دوسروں کے درد کی	درد اب مہمان ترا کیوں چپ ہوئی
وقت پند دیگرانی های های	در غم خود چون زنانی وای وای
دوسروں کی نصیحت کے وقت ہاۓ ہاۓ	اب اپنے غم میں جوں زنان واۓ واۓ
بانگ پیشه کردن به ساز تو	بانگ بر زن چون گرفته آواز تو
دوسروں کو نغمہ ساز کرتا تھا تیرا ساز	بند ہو گئی آواز اب تو کیا ہوئے راز
آنکه بنشستی به پای فیبه بهوش	زان بپیچ خود بلطف فی بی‌هوش
ہوش سے بیٹھ کر جو تھا	اب پھر اس سے بنا کر ایک تیا
از نوایت بانگ یاران بهوش	دست بیرون آر گوش خود بکش
تھی نوا سے تیری خوشی یاروں کی ذات	کان اپنے کھینچ باہر لا کے ہاتھ
سر بگیر و بیوسته خود را هم بکن	با دو دست ریش و سبلت هم بکن
پھر پکڑ سر کو بھی خود کو تم نرم کر	ہاتھ پاؤں سے مونچھ داڑھی کم نہ کر
بازی آن بیست بیهوده بساط	خویش را در جمع آر و در نشاط
بیٹھ کیا وہ ہے بیہودہ بازی تیری	ہوش میں آ اور ہو وقت خوشی
این حکایت گفته شد زیر و زبر	تا بپایی اندرین معنی رسند
یہ حکایت کہی فرما سنی با خبر	تا کہ تیر ... ہو اس ...

ایک بادشاہ کا ایک عالم کو مجلس میں کھینچ بلانا

پادشاهی مست اندر بزم خوش	می گذشت آن یک فقیهی بر درش
مست ہو کر بزم میں تھا ایک شاہ تھا	ایک عالم کا گذر اس جا ہوا
کرد اشارت کش درین مجلس کشید	وز شراب لعل تسلیمش کنید
ہو اشارہ یہ کہ اس کو کھینچ لاؤ	اور شراب لعل رنگ اس کو پلاؤ

چون کشیدندش به شه بی اختیار ‏ ‏ شست در مجلس ترش چون زهر مار

کھینچ لائے جب اسکو بے اختیار ‏ ‏ تلخ بیٹھا بزم میں جوں زہر مار

عرضه کردندش مئ پر زور و خشم ‏ ‏ از شه و ساقی بگردانید چشم

جب شراب آئی ۔ نہ لی اس نے قبول ‏ ‏ شاہ و ساقی سے ہوا بے حد ملول

که نخوردم و نخوردستم شراب ‏ ‏ خوشتر آید از شرابم زهر ناب

عمر بھر میں نے پی نہیں ہے شراب ‏ ‏ مجھ کو اس سے ہے بہتر زہر ناب

هین بجای می هر زهری رسید ‏ ‏ تا من از خویش و شما زین وارهید

بدلے اس مے کے مجھے دو زہر دو ‏ ‏ تا ہمیں چھٹیں تم اپنی خود سے میں ہم بھی چھوٹیں

مست خورده عربده آغاز کرد ‏ ‏ گشت در مجلس گران او مرگ ورد

مست پی ۔ جھگڑا کیا ۔ اور بار بار ‏ ‏ بزم پر جوں مرگ تھا وہ ناگوار

همچو اهل نفس و اهل آب و گل ‏ ‏ در جهان بنشسته با اهل دل

جیسے دنیا دار ۔ بندہ نفس کا ‏ ‏ ہو بیٹھیں عارفان با صفا

حق ندارد خاصگان را در کمون ‏ ‏ از سبوی ابرار چیزی در افسون

حق سے ابرار کے پردے ہیں کب ‏ ‏ رشتہ خاصوں کو پڑتا ہے وہ سب سے سبب

عرضه می دارند بر محجوب جام ‏ ‏ حس نمی یابد ازو غیر از کلام

اور جب محجوب کو دیتے ہیں جام ‏ ‏ اس کی حس پاتی نہیں کچھ جز کلام

رو همی گرداند از ارشادشان ‏ ‏ که نمی بیند ز ره داد و دادشان

قول سے ان کے بھی وہ منہ پھیرتا ‏ ‏ آنکھ سے دیکھے وہ کب داد و عطا

لہ قولہ تعالیٰ ۔ ان الابرار یشربون من کاس کان مزاجہا کافورا ۔ عینا یشرب بہا عباد اللہ ۔ [illegible] والے پہنچتے ہیں ۔ لہ خدا کے نزدیک [illegible] [illegible]

[illegible] ۔ حقا کہ بیشک آج کے دن وہ لوگ اپنے رب سے [illegible]

[illegible]

گر بگوشش تا بحلقش رہ بدے — بہر نصح اندر درونش در شدے
راہ ہوتی کان سے تا حلق اگر — پھر نصیحت دل پہ کر جاتی اثر

چوں ہمہ نارست جانش نیست نور — کافگند در نار سوزاں چوں قشور
نار بالکل۔ نور کب ہے اس کی جاں — مثل چھلکوں کے جلا ہے اس کو ہاں

مغز بیروں ماند و قشرش گشت رفت — کے شود از قشر معدہ گرم و زفت
مغز باہر۔ چھلکا معدے میں گیا — معدہ چھلکے سے بھلا فربہ ہو گیا

نار دوزخ جز کہ قشر افشار نیست — نار را با ہیچ مغزے کار نیست
آگ سے دوزخ کی چھلکا جل گیا — آگ کو بس مغز سے ہے کام کیا

ور بود بر مغز نارے شعلہ زن — بہر پختن داں نہ بہر سوختن
آگ شعلہ زن اگر ہو مغز پر — تو ہو اس کی پختگی پیش نظر

تا کہ باشد حق حکیم ایں قاعدہ — مستمر داں در گذشتہ و آمدہ
ہے حکیم اللہ۔ تو یہ قاعدا — جان سے جاری ہمیشہ یہ ملا

مغز نغز و قشرہا مغفور ازو — مغز را ایمن چوں بسوزد دور ازو
مغز عمدہ چھلکا ہے بخشا ہوا — مغز کو پھر آگ۔ کیونکر سے جلا

از عنایت گر بکوبد بر سرش — اشتہا آرد شراب احمرش
وہ عنایت سے جو کوٹے اس کا سر — ہو سے احمر کی خواہش سر بسر

ور نکوبد ماند او بستہ دہاں — چوں فقیہہ از شرب و بزم ایں شہاں
گر نہ کوٹے۔ وہ رہے بستہ دہاں — جیسے عالم بزم شہ میں بیگماں

شاہ با ساقی بگفت اے نیک پے — چہ خموشی دہ بطبعش آر ہے
شہ نے ساقی سے کہا اے باصفا — کیوں ہے چپ چپ ہاں اس کو متوالا بنا

ہست پنہاں حاکمے بر ہر خرد — ہر کرا خواہد بفن از خود برد
ہر خرد پر مخفیہ اک حاکم رہے — جس کو چاہے فن سے وہ بیخود کرے

آفتابِ مشرق و تنویرِ او ❊ چوں اسیراں بستہ در زنجیرِ او
مہرِ مشرق اور اُس کی روشنی ❊ اس کی زنجیروں میں جکڑے ہیں اخی

چرخ را چرخ اندر آرد در زمن ❊ چوں بخواند در دماغش نیم فن
چرخ کو چکرا سکے رکھ دے پر بلا ❊ کان میں اس کے جو پھونکے فن ذرا

عقل کو عقلِ دگر را سخرہ کرد ❊ مہرہ زو آرد و بیست استاد نرد
عقل وہ جو اور عقلوں پہ ہنسے ❊ مہرہ لاتی ہے اُسی اُستاد سے

چند سیلی بر سرش زد گفت گیر ❊ درکشید از بیمِ سیلی آں زحیر
سر پہ تھپڑ مارے ۔ بولا لے شتاب ❊ خوف سے تھپڑ کے اُس نے پی لی شراب

مست گشت و شاد و خنداں ہمچو باغ ❊ در ندیمی و مضاحک رفت و لاغ
مست و خنداں باغ کی صورت ہُوا ❊ اور ہنسی ٹھٹھا وہاں کرنے لگا

شیرگیر و خوش شد انگشتک بزد ❊ سوئے میزر رفت تا میزر کند
چٹکیاں اس نے بجائیں ۔ خوش ہُوا ❊ کرنے کو پیشاب پاخانے گیا

یک کنیزک دید در میزر چو ماہ ❊ سخت زیبا و ز کنیزانِ شاہ
دیکھی پاخانے میں لونڈی چاند سی ❊ خوبرو تھی اور تھی لونڈی شاہ کی

چوں بدید آں را دہانش باز ماند ❊ عقل رفت و تن ستم پرداز ماند
دیکھ کر کھلا سا منہ وہ رہ گیا ❊ عقل گم اور تن ہُوا وقفِ بلا

عمرہا بودہ عزب مشتاق و مست ❊ بر کنیزک در زماں برزد دو دست
کتنا وہ مدت سے مجرّد بے قرار ❊ ہاتھ ڈالا لونڈی پر مستانہ وار

بس طپید آں خفتہ و نعرہ فراشت ❊ بر نیامد با وے و سودے نداشت
لونڈی تڑپی اور شور اُس نے کیا ❊ لیکن اُس سے بس نہ کچھ اُس کا چلا

زن بدستِ مرد در وقتِ لقا ❊ چوں خمیر آمد بدستِ نانبا
وصل میں زن مرد سے آگے حقیر ❊ جیسے بس میں نانبائی کے خمیر

بس شد گاهیش نرم و گه درشت | زو برآرد چاق و چاقی زهشت

گاه نرم اور گاہ سخت اس کو کرتے | کھینچ کرتے ہیں کہ پھر جنگی اسکے

گاه پیشش واکشد بر تخته | در پسش آرد که یک لخته

اس کو تختے پر کبھی چوڑا کرتے | گر پیچھے اور اسے پاک چاک کرے

گاه دستے بیز و آرش گرگاس | از شور آتشش ساز و حکاس

گاہ پانی [illegible] نمک سے تر کرتا | اور کبھی تیز آگ پر پکتا کبابا

این چنین پیچید مطلوب شد مطلوب | اندرین پیچید مغلوب شد مغلوب

یہی پیچتا طالب و مطلوب ہوا | پیچتا ہیں غالب و مغلوب ہوا

این سبب تنها نشد ازان آمدست | هر عشق و عاشقے زین فن بست

کسی کو یہ بہر شوہر فن [illegible] | فن ہی سے ہے عاشق و معشوق کا

از قدیم و حادث و عین و عرض | پیچشے چون پیچش ایشان مفترض

ہر قدیم اور حادث اور جوہر عرض | ہیں ویسا ہی کی طرح لپٹیں مفترض

لیک لعب هر یکے رنگے دگر | پیچش هر یک ز فرهنگے دگر

کھیل سبھی ہر ایک کا لیکن جدا | اور لپٹنا بھی الگ ہر ڈھب سے تھا

شوی و زن را گفته شه بهر [illegible] | کز مکن [illegible] ایشان [illegible]

شوہر و زن کو [illegible] | و [illegible] کر زن کو [illegible]

آن شبے گر دوخته پیکار و ستیز | خوش خوش ابا همت وا دشمن اندر [illegible]

پہلی شب [illegible] | [illegible] ابا [illegible]

کاں بچه تو یا او گوئی لے [illegible] | از پدر شیرین خدایا تو کند

تو کرے گا [illegible] | حق کر [illegible] لیں و پیدا [illegible]

این زن و شو نیز [illegible] | حق ابا [illegible] از دل اندر [illegible]

[illegible] | حق [illegible] کو ابا [illegible]

حاصل آنجا آن فقیہ از بیخودی — نے عفیفی ماندش و نے زاہدی

مست و بیخود تھا غرض ایسا فقیہ — زہد اور پاکیزگی بھولا فقیہ

آن فقیہ افتاد بر آن حور زاد — آتش او اندر آن پنبہ فتاد

وہ فقیہ اس حور وش پر جا پڑا — آگ سے اس کی وہ روئی دی جلا

جان بجان پیوست قالبہا طپید — چون دو مرغ سر بریدہ می طپید

جان سے جان قالب سے قالب مل گیا — مرغ بسمل بن کے تڑپنے لگا

چہ شراب و چہ ملک چہ ارسلان — چہ حیا چہ دین چہ خوف و بیم جان

کیا شراب اور کیا غلام اور شاہ کیا — خوف جاں کیا دین کیا اور کیا حیا

چشمشان افتاد اندر عین عین — نے حسن پیدا نے آنجا حسین

آنکھوں میں آنکھیں وہ کتنے ڈالتے — ان سے آگے کیا سے کچھ سوجھتے

یافتہ ہر یک شان از آن دیگر مراد — طبع ہر یک شد خرم و دل گشت شاد

دونوں نے اک دوسرے سے لی مراد — خوش طبیعت ان کی تھی اور دل تھا شاد

شد دراز و کو طریق بازگشت — انتظار شاہ ہم از حد گذشت

لمبا عالم بس طرح وہ کو گیا — انتظار شاہ حد سے بڑھ گیا

شاہ آمد تا ببیند واقعہ — یافت آنجا زلزلہ و القارعہ

شاہ آیا تاکہ دیکھے واقعہ — حشر برپا تھا وہاں اور زلزلہ

آن فقیہ از جا بجست و برفت — شوق مجلس جام ہم بر لب گرفت

وہ فقیہ اٹھا وہاں سے اور گیا — شوق سے مجلس کے اک ساغر پیا

شہ چو دوزخ پر شرار و پر نکال — تشنہ خون دو عفریت بد فعال

چمک شعلے جہنم شاہ کا — دونوں سے وہ خون کا پیاسا ہوا

چون فقیہش دید پر از خشم و قہر — تلخ و خونی گشتہ چون جام زہر

دیکھا ظالم سے جو وہ غصہ بھرا قہر — ہو گیا سرخ شاہ تلخ جام زہر

بانگ زد بر ساقیش کای گرم کار | چہ نشستی خیز پیش آر طبعش آر

بولا ساقی سے کہ اے خوش کار آ | آگے آ۔ مزے میں نشہ کو لا۔ بیٹھا ہے کیا

خندہ آمد شاہ را گفت ای کیا | آمدم با طبع آں دختر ترا

شاہ نے عالم سے یہ سن کر کہا | لے وہ لونڈی۔ میں مزے میں آ گیا

پادشاہم کار من عدلست و داد | زاں نخوردم کہ یارا جو دم بداد

بادشہ ہوں۔ عدل ہے سب میرا کام | جو میں کھاؤں۔ یار کو دوں لا کلام

آنچہ آں را می خورم از نیش و نوش | من کہ ہم در خورد یار از پنج و شش

میں جو کچھ کھاتا ہوں اچھا یا برا | یار کو بھی دیتا ہوں ویسی غذا

آنچہ آں را می نخورم ہمچو نوش | کے دہم آں را بخورد یار دل نوش

میں نہ خود جس چیز کو کھاؤں بھلا | یار کو کب دوں وہ کھانے کو غذا

زاں خورانم من غلاماں را کہ من | بر خورم بر خوان خاص خویشتن

وہ غلاموں کو کھلاؤں یہ بھلا | جو میں خوان خاص پر کھاؤں غذا

زاں خورانم بندگاں را از طعام | کہ خورم من خود ز پختہ یا کہ خام

وہ کھلاتا ہوں غلاموں کو طعام | جو میں خود کھاؤں۔ وہ پختہ ہو کہ خام

من بپوشم از خز و اطلس لباس | زاں بپوشانم حشم را نے پلاس

پہنوں گر ریشم کا۔ اطلس کا لباس | کیوں انہیں دوں ٹاٹ کا کپڑا لباس

شرم دارم از نبی ذوفنون | البسوہم گفت مما تلبسون[1]

شرم آتی ہے رسول اللہ سے | البسوہم آپ نے فرما گئے

مصطفی کرد این وصیت با بنون | اطعموا الارباب مما تاکلون[2]

یہ وصیت مصطفی کی کیوں بھلاؤ | تم جو کھاتے ہو وہ اوروں کو کھلاؤ

[1] حدیث شریف: البسوہم مما تلبسون یعنی جو کچھ تم پہنتے ہو وہی ان کو پہناؤ۔

[2] حدیث شریف: اطعموا الارباب مما تاکلون۔ جو کچھ تم کھاتے ہو وہی اوروں کو کھلاؤ۔

شد فقیه و مرد با خوف و حجب ۔۔۔ از عطای خاص کشاف الکروب

عالم اپنے ساتھ لونڈی لے گیا ۔۔۔ اس پہ ہے مشکل کشا حق کی عطا[1]

دیگران را بس بطبع آورد او ۔۔۔ در صبوری چست شد راغب بُد او[2]

دوسروں کو تو بہت سے خوش کیا ۔۔۔ صبر میں چست اور راغب کر دیا

هم بطبع آورد صبری خویش را ۔۔۔ پیشوا کرد عقل دوراندیش را

مرد ہی نے اپنے کو خوش کر لیا ذرا ۔۔۔ عقل کی دوراندیشی کو کر رہنما

چون قلاوزی صبرش پر شود ۔۔۔ جان باوج عرش و کرسی بر شود

رہبری جب صبر کی ہاتھ آ گئی ۔۔۔ عرش و کرسی تک وہی لے جا پہنچی

مصطفیٰ آمد چونکه صبرش شد براق ۔۔۔ برکشانیدش ببالای طباق

صبر بنا حسن و مہ براق مصطفیٰ ؐ ۔۔۔ عرش پہ دیکھا ان کو کھینچ کے اڑا

چون صبوری پیشه کرد ایوب را ۔۔۔ از بلا آزاد در رفتن گشاد

صبر جو ایوب نے پیشہ کیا ۔۔۔ تو بلا سے وہ بلندی کا کھلا

صبر صد را کرد بر حالت گره ۔۔۔ صبر وا مگذار تا توانی دست

صبر ہے اکسیر حال میں ہوتا ہے صدر ۔۔۔ تا ہو اسکا ہاتھ سے مت چھوڑ صبر

صبر مفتاح الفرج بشنیده‌ای ۔۔۔ کاندرین تعجیل در پیچیده‌ای

صبر کنجی فتح کی ہے سن ذرا ۔۔۔ کیوں پھر اس جلدی میں ہے لپٹا ہوا

صبر آرد عاشقان را کام دل ۔۔۔ بیدلان را صبر شد آرام دل

مقصد عشاق بر لاتا ہے صبر ۔۔۔ بیدلوں کو غم میں بہلاتا ہے صبر

حد ندارد این سخن کوتاه کن ۔۔۔ در حدیث عاشقان گو سخن

بات یہ لمبی ہے کر دے مختصر ۔۔۔ عاشقوں کی داستان کا ذکر کر

۱؎ حق تعالیٰ سے مراد ہے ۔

۲؎ تینوں شہزادوں میں سے بڑا لڑکا رہا ہے ۔

باز گرد اے عاشق بے زود زیراں	کانتظار است آں شہزادگاں
لوٹ اے عاشق نہیں اب چل جلد تر	منتظر تیرے ہیں شہزادے ادھر

چین کو شہزادوں کی روانگی

ہر سہ شہزادہ چو کار افتادشاں	عشق در شور و گوشمالی دادشاں
تینوں شہزادے پریشاں جب ہوئے	خوب کانوں کو مروڑا عشق نے
با ہمہ بگذاشتند روان گشتند زود	ہر چہ بود اے یار من آں لحظہ بود
پھر گیا اور چل دیئے وہ یک بیک	رنج تھا جو کچھ بھی تھا اس وقت تک
صبر بگزیدند و صدیقیں شدند	بعد ازاں سوئے بلاد چیں شدند
صادقوں میں صبر سے شامل ہوئے	بعد اس کے چین کی جانب گئے
والدین و ملک را بگذاشتند	راہ معشوق نہاں برداشتند
والدین اور ملک سب کو چھوڑ کے	ڈھونڈنے معشوق پنہاں کو چلے
ہمچو ابراہیم ادہم از سریر	عشق شاں بے پا و سر کرد و فقیر
جیسے ابراہیم ادہم کر کے ترک تخت	عشق نے بے تخت و بے گھر کر دیا
یا چو ابراہیم مرسل سرخوشی	خویش افگندہ اندر آتشی
جیسے ابراہیم پیغمبر جو تھے	آگ میں کودے نہایت شوق سے
یا چو اسمٰعیل صبار مجید	پیش عشق و خنجرش حلقے کشید
جیسے اسمٰعیل پیغمبر صبور	خود گلا رکھا چھری کے سامنے

امرء القیس بادشاہ عرب کی حکایت

امرء القیس از ممالک خشک لب	ہم کشیدش عشق از خطۂ عرب
امرء القیس ایک عرب کا شاہ تھا	عشق نے بے خانماں اس کو کیا

بود نازک طبع و هم صاحب جمال — شاعر و صاحب اصول اندر کمال

تھا وہ نازک طبع اور صاحب جمال — با اصول و شاعر و اہل کمال

چونکہ زد عشق حقیقی بر دلش — سرد شد ملک و عیال از خاطرش

جب اسے عشق حقیقی ہو گیا — ملک سے گھر سے وہ اس کا دل پھرا

نیم شب دلقی بپوشید و برفت — از میان مملکت بگریخت تفت

نصف شب کو ایک گدڑی اوڑھ کر — سلطنت سے اپنی بھاگا بے خطر

تا بیامد خشت می زد در تبوک — با ملک گفتند شاهی از ملوک

جب تبوک آیا تو اینٹیں پاتھیں — لوگوں نے شہ کو خبر دی ایک شاہ

امرؤالقیس آمدست اینجا بکد — شد شکار عشق و خشتی می زند

امرؤالقیس اس جگہ سے آگیا — ہے شکار عشق و اینٹیں پاتھتا

آن ملک برخاست آمد پیش او — گفت با او ای ملیک شاہا بگو

شاہ اٹھ کر پاس اس کے آگیا — اور کہا اس سے کہ شاہا باصفا

یوسفی وقتی و ملکت شد کمال — مر ترا رام از بلاد و از جمال

تو ہے یوسف سلطنت تیری کمال — تیرے تابع اہل شہر اہل جمال

گشته مردان بندگان از تیغ تو — وان زنان از حسن بی میغ تو

مرد تیری تیغ سے تابع ہوئے — عورتیں بھی حسن [illegible] سے

پیش ما باشی تو بخت ما بود — جان ما از وصل تو صد جان شود

رہ تو میرے پاس قسمت جاگ اٹھے — میری جان سو جان ہو تیرے وصل سے

هم من و هم ملک من مملوک تو — ای بهمت ملکها متروک تو

میں بھی تیرا ملک بھی ہے سب ترا — تو وہ ہمت ور کہ شاہی چھوڑ کر آ گیا

فلسفه گفتش بسی و او خموش — ناگهان واکرد از سر پرده پوش

حکمتیں شہ نے کہیں وہ چپ تھا بے گمان — سر سے پردہ پوش کھولا ناگہاں

تا چه گفتش او بگوشش از عشق دو — همچو خود در حال سرگردانش کرد
جانے اس کے کان میں کیا کہہ دیا — عشق سے اپنی طرح بے خود کیا

دست او بگرفت با او یار شد — او هم از تاج و کمر بیزار شد
ہاتھ پکڑا اور یار اس کا بنا — وہ بھی بیزار حکومت ہو گیا

تا بلاد دور رفتند آن دو شه — عشق یک کرت نکرده است این گنه
دور ملکوں تک گئے وہ دونوں شاہ — عشق سے پہلا ہوا کب یہ گناہ

بر بزرگان شهد و طفلان است شیر — او بهر کشتی بود من الاخیر
یہ بڑوں کو شہد ہے بچوں کو شیر — عشق ہر کشتی ڈبوتا ہے اخیر

کو چو در کشتی شود غرقش کند — تا بقعر از پائے تا فرقش کند
یہ جو کشتی میں ہو پھر کیونکر سنبھلے — سر سے پا تک تہ میں کرتے غرق ہے

قصهٔ کیخسرو آن شاه زمان — هست شهره در میان انس و جان
تو نے کیخسرو کا قصہ ہے سنا — شہرۂ آفاق جو ہے برملا

غیر این دو بس ملوک بے شمار — عشق شان بربود از ملک و تبار
دو یہ کیا کتنے ہی شاہ ایسے ہوئے — عشق نے جو ملک و گھر سے کھو دیئے

جان این سه بچه هم گرد چنین — همچو مرغان گشته هر سو دانه چین
تینوں شہزادوں کی جاں بھی گرد چیں — مرغ کی صورت تھی ہر سو دانہ چیں

زهره نے تا لب گشاید از ضمیر — زانکه رازے با خطر بود و خطیر
کس کی طاقت راز عشق افشا کرے — کیونکہ تھے اس راز میں خطرے بڑے

صد هزاران سر بیک آن بر زبان — عشق خشم آلوده زه کرده کمان
لاکھ سر اک جو ہاں سے ٹکڑے ہوئے — عشق غصے سے کماں کھینچے ہوئے

عشق خود بے خشم در وقت خوشی — خوئے دارد دم بدم خیره کشی
عشق بے غصہ ہو اور ہو شاد جب — اس کی خو ہے قتل کرنا بے سبب

این بو و آں لحظہ کو خوشنود شد ۔۔۔ من چہ گویم چونکہ خشم آلود شد

جب یہ عالم ہے خوشی کے وقت کا ۔۔۔ کیا کہوں غصّے کا پھر میں ماجرا

لیک مرج جاں فدائے شیر او ۔۔۔ کش کشد این عشق و این شیر او

بیشۂ جاں ہے فدا اُس شیر پر ۔۔۔ تا کہ مارے عشق اس کو بے خطر

کشتنش بہ از ہزاراں زندگی ۔۔۔ سلطنتہا مُردہ آں بندگی

قتل اس کا زندگی سے ہے بھلا ۔۔۔ اس پہ لرزتی ہے حکومت برملا

با کنایت رازہا با یک دگر ۔۔۔ پست گفتندے بصد خوف و خطر

راز اشاروں سے وہ باہم کہتے تھے ۔۔۔ چپکے چپکے ڈرتے ڈرتے خوف سے

راز را غیر از خدا محرم نبود ۔۔۔ آہ را جز آسماں ہمدم نبود

صرف اللہ راز سے تھا آشنا ۔۔۔ آہ کا جز آسماں ہمدم نہ تھا

اصطلاحاتے میان ہمدگر ۔۔۔ داشتند از بہر ایراد خبر

اصطلاحیں اُن کی کچھ مخصوص تھیں ۔۔۔ باخبر کرنے کو جو کافی ہو سکیں

زیں لسان الطیر عام آموختند ۔۔۔ طمطراق و سروری اندوختند ۱

عام نے سیکھی پرندوں کی زبان ۔۔۔ جس سے حاصل کرّ و فر ہے اور شان

صورت آواز مرغ است ایں کلام ۔۔۔ غافل است از جان مرغاں مرد عام

مرغ کی بولی ہے گویا یہ کلام ۔۔۔ جان سے مرغوں کی غافل مرد عام

کو سلیمانے کہ داند لحن طیر ۔۔۔ دیو اگرچہ ملک گیرد ہست غیر

اک سلیمانؑ جانیں بولی مرغ کی ۔۔۔ غیر ہے گو دیو لے ملک بھی

دیو بر شبہ سلیمانؑ کردہ ایست ۔۔۔ علم مکرش ہست علّمناش نیست

دیو ہم شکل سلیمانؑ ہو کہیں ۔۔۔ علم مکر اس کا ہے علّمنا نہیں

۱؎ قولہ تعالیٰ: علّمنا منطق الطیر یعنی ہم نے لیے (حضرت سلیمانؑ کو) پرندوں کی بولی سکھائی۔

چون سلیمان از خدا بشناش بود — منطق الطیرے ز علمناش بود

شاہ حق نے یوں سلیمانؑ کو کہا — طائروں کی گفتگو کا علم تھا

تو از آن مرغ ہوائی فہم کن — کہ ندیدستی طیور من لدان

تو وقتا مرغ ہوائی جان لے — گر نہیں واقف طیور قدس سے

جائے سیمرغان بود آن سوئے قاف — ہر خیالے را نباشد دست باف

قاف کے اس پار سیمرغ کی جا — کب ہے آساں ہو خیال ایسا رسا

ہر خیالے را کہ دیدان اتفاق — آن کہش بود العیان اقتد فراق

اتفاقا اس نے دیکھا جو خیال — ہو گئے ظاہر وہ جو افتراق کا جال

نے فراق قطع ہر وصلت ست — کاین ہاست از ہر فراق آن شقت

ہجر یہ قطعی نہیں ہے وصلت — کیونکہ فرقت سے ہے اس میں پیوست

ہر بقائے آن جسم و جان — لحظہ در پاہر گرو نہان

جسم قائم اس سے ہے پر مشغول جان — ہر پل ہو گیا کہ لحظہ نہاں

ہم استبقائے آن روحی جسد — آفتابا ز برف یک دم در کشد

جسم روحی کی بقا کے واسطے — آفتاب ایک دم الگ ہو برف سے

ہم جہان خویش جوز ایشان صلاح — ہم مزد از حرف ایشان اصطلاح

سبق انہیں سے ڈھونڈے جہاں کی فلاح — ست چھپا ان کے سخن سے اصطلاح

آن زلیخا از سپندان تا بہ عود — نام جملہ چیز یوسف کردہ بود

عود سے اسپند تک ہر چیز کا — نام یوسف تھا زلیخا نے رکھا

نام او در نامہا مکتوم کرد — محرمان را سر آن معلوم کرد

نام ان کا ناموں میں پنہاں کیا — محرم اس کے راز سے تھے آشنا

۱۔ یعنی طائران قدس سے ۔

۲۔ کالا دانہ جو نظر بد دفع کرنے کے لئے جلاتے ہیں ۔

چوں بگفتی موم ز آتش نرم شد | ایں چہ سنگ کاں یار با ما گرم شد
کہتی جب موم آگ سے نرم ہوا | [illegible] یار ہم سے [illegible] خفا

ور بگفتی مہ بر آمد بنگرید | ور بگفتی سبز شد آں شاخ بید
کہتی کہ وہ چاند نکلا دیکھو | کہتی کہ سرسبز [illegible] شاخ بید [illegible]

ور بگفتی آہا خوش می طپید | ور بگفتی خوش ہمی سوزد سپند
کہتی کہ دریا [illegible] ہیں رواں | کہتی کہ [illegible] سپند [illegible]

ور بگفتی برگہا خوش می تپند | وست [illegible] رقص [illegible] می کنند
کہتی کہ پتوں کو دیکھو [illegible] | ہاتھ [illegible] ہاتھ میں رقصاں ہو گیا

ور بگفتی گل بہ بلبل راز گفت | ور بگفتی سر شہباز گفت
کہتی کہ کچھ گل نے بلبل سے کہا | راز [illegible] شہباز نے فاش کیا

ور بگفتی چہ ہما [illegible] | ور بگفتی کہ برافشاند [illegible]
کہتی کہ [illegible] نصیبہ جاگ اٹھا | کہتی کہ کس نے ہے جھاڑا بستر

ور بگفتی کہ سقا آورد آب | ور بگفتی ہیں بر آمد آفتاب
اور اگر کہتی بہشتی لایا آب | کہتی کہ دیکھو وہ نکلا آفتاب

ور بگفتی دوش دیگے پختہ اند | یا حوائج از درش [illegible] آند
اور جو کہتی کل پکائی دیگ تھی | حاجتیں یا اس کے در سے [illegible] تھی

ور بگفتی [illegible] تا نہا [illegible] | ور بگفتی عکس می گردد فلک
اور اگر کہتی [illegible] | گردشیں الٹی ہی کرتا ہے فلک

ور بگفتی کہ بدرد آمد سرم | ور بگفتی درد سر شد خوشترم
کہتی کہ سر درد کرتا ہے مرا | اور جو کہتی درد سر جاتا رہا

محرماں راز [illegible] گفتہ | گر [illegible] با موافق گفتہ است
جو [illegible] کیا کیا | [illegible] دشمن [illegible]

گر شنودے عشاق او نیکے ۔ ور نکو بودے فراق او نیکے

وصل تھا مقصود اگر اچھا سنے ۔ اور جدائی گر برائی وہ کرے

صد ہزاراں نام اگر برہم زدے ۔ قصد او و خواہ او یوسف بدے

یعنی دن بھر میں اگر لاکھوں لیا وہ نام ۔ اس کا مقصود ہوتا تھا یوسف نام

گر بستہ بودے چو گفتے نام او ۔ می شدے سیر و سیراز جام او

بھوکی گر ہوتی تو لیتی ان کا نام ۔ سیر اور سرمست کرتا ان کا جام

تشنگیش از نام او ساکن شدے ۔ نام یوسف شربت باطن شدے

پیاس ان کے نام سے ہوتی فنا ۔ نام یوسف باطنی شربت ہوا

ور بدے دردیش زاں نام بلند ۔ درد او در حال گشتے سودمند

درد میں بھی فرد سے اس نام کے ۔ فائدہ اس درد میں ہوتا اسے

وقت سرما بودے او را پوستین ۔ ایں کند در عشق نام دوستاں

پوستیں اس کے لئے جاڑے میں تھا ۔ یہ اثر الفت میں نام یار کا

عام می خوانند ہر دم نام پاک ۔ ایں عمل نبود چو نبود عشق پاک

عام ہر دم نام پاک اس کا پڑھیں ۔ یہ اثر ہے عشق جو کب پڑھتے ہیں

آنچہ عیسیٰ کردہ بود از نام ہو ۔ می شدے پیدا ورا از نام او

نام حق سے تھا جو عیسیٰ نے کیا ۔ نام یوسف سے زلیخا کو ملا

چونکہ با حق متصل گردید جاں ۔ ذکر آں اینست ذکر اینست آں

حق سے واصل جب کسی کی جان ہی ۔ جو کہا ہے ذکر اس کا ہے وہی

خالی از خود بود و پر از عشق دوست ۔ پس ز کوزہ آں تراود کاندروست

خود سے خالی عشق جاناں سے بھری ۔ کوزے سے ہیں جو ہوگا ٹپکے گا وہی

خندہ بودے زعفران وصل داد ۔ گریہ بودے پیاز آں بعاد

تھی ہنسی تو زعفران وصل سے ۔ رونا تھا پوست پیاز فصل سے

ہ جدائی۔ فراق ۱۲

ہر کسے را ہست در دل صد مراد ۔ ایں نباشد مذہب عشق و وداد
سیکڑوں ارمان جو دل میں ہوں نہاں ۔ عشق و الفت کا یہ مذہب ہے کہاں

باز آمد عشق را روز آفتاب ۔ آفتاب آں روئے را ہمچوں نقاب
عشق کو خورشید سے ہے پرضیا ۔ ہے مگر پردہ وہ روئے یار کا

آنکہ نشناسد نقاب از روئے یار ۔ عابد الشمس است دست از وے بدار
جو نقاب و رخ نہیں پہچانتا ۔ ہاتھ اس سے وہ پجاری شمس کا

روز او و روزی عاشق ہم او ۔ دل ہم او و سوزی عاشق ہم او
روز وہ ہے - روزی عاشق وہی ۔ دل وہی - دلسوزی عاشق وہی

ماہیاں را نقد شد از عین آب ۔ نان و آب و جامہ و دارو و خواب
مچھلیوں کو جیسے سب کچھ آب ہے ۔ روٹی ، پانی کپڑا ، دارو خواب ہے

ہمچو طفل است او ز پستاں شیر گیر ۔ می نداند در دو عالم غیر شیر
جیسے لڑکا دودھ لے پستاں سے ۔ دو جہاں میں جانے کیا جز شیر کے

طفل داند ہم نداند شیر را ۔ راہ نبود ایں طرف تدبیر را
لڑکا جانے اور نہ جانے شیر کو ۔ راہ کب ہے اس طرف تدبیر کو

گنج کرد ایں گنج نامہ روح را[۱] ۔ تا بیابد فاتح و مفتوح را
گنجنامہ ہے یہ شیر یا روح کا ۔ راز لے سمجھے فاتح و مفتوح کا

گنج نبود در روش بلکہ اندرو ۔ حائلش دریا بود نے سیل و جو
گنجنامہ کب - پریشاں روح ہو ۔ نہر کب ہے بحر حائل اس کا تو

چوں بیابد او کہ یابد گم شود ۔ ہمچو سیلے غرقہ قلزم شود
پالی روٹی - دودھ پھر گم ہو گیا ۔ غرق وہ جوں سیل قلزم میں ہوا

[۱] تاکہ روح یعنی لڑکا اس بھید کو سمجھے کہ اس گنج نامے یعنی پستان کا کھولنے والا کون ہے اور کھولا کیا ہے ۔ اور کس کے لئے +

دانہ چوں گم گردد آنگہ طیں شود	تا نروئی زر نہادم ایں بود
دانہ جب گم ہو گیا مٹی بنا	اس کو بو لیں تو نے مرکز زر لیا "

پایۂ تخت چین کو بڑے شہزادے کی روانگی

پایۂ تختش رساندم مقصود مرا	تا سرش بینم چو دل از دیدہ ہا
پایۂ تخت تو مقصد ہے پہنچا دے گا شادماں	مثل دل یا سر بھی دیدوں کا یہاں
آں بزرگیں گفت کاے اخوان من	ز انتظار آمد بلب ایں جان من
جو بڑا تھا بولا وہ اے اخوان اب	انتظار یار سے ہوں جاں بلب
لا ابالی گشتہ ام صبرم نماند	مر مرا ایں صبر در آتش نشاند
میں ہوا بے پروا، نہیں صبر اب مجھے	آگ میں مجھ کو بٹھایا صبر نے
طاقت من زیں صبوری طاق شد	واقعۂ من عبرت عشاق شد
صبر سے اب مجھ میں طاقت ہے کہاں	عبرت عشاق میری داستاں
من ز جاں سیر آمدم اندر فراق	زندہ بودن در فراق آمد نفاق
ہجر میں اب سیر ہوں میں جان سے	ہجر میں جینا خلاف اخلاص سے
چند درد فرقتش بکشد مرا	سر ببر تا عشق سر بخشد مرا
اس کا درد ہجر کب تک مارے گا	کاٹ سر تا عشق دے سر دوسرا
دین من از عشق زندہ بودن است	زندگی زیں جان و سر ننگ من است
میرا دیں ہے زندہ ہونا عشق سے	نام جینا ننگ ہے میرے لئے

ف ۱ ؎ صدر جہاں بخارا کے قول کی طرف اشارہ ہے۔ جس کا ذکر اوپر گذرا۔
کہ ایک فقیر سے منہ بن کر اس سے زر لیا تھا۔

۲ ؎ یہ بات بڑے شہزادے نے اپنے بھائیوں سے رخصت ہوتے وقت کہی۔

تیغ هست از جان عاشق گردروب — زانکه سیف افتاد محّاء الذنوب
جھاڑ گرد تن کو جاں سے تیغ لے — کیونکہ مٹتے ہیں گنہ سب تیغ سے

چون غبار تن بشد ماهم بتافت — ماه جانم من هوای صاف یافت
ماہ چمکا جب غبار تن ہٹا — ماہ جاں کو دل کھلی ستھری فضا

عمرها بر چنگ عشقت ای صنم — ان فی موتی حیاتی می زنم
تیرے چنگ عشق پر گایا یہی — میرے مرنے ہیں سے میری زندگی

دعوی مرغابی کرده است جان — کے ز طوفان بلا آرد امان
جان کا دعویٰ ہے مرغابی ہوں ہاں — مانگے طوفان بلا سے کب اماں

بط را ز اشکستن کشتی چه غم — کشتیش بر آب بس باشد قدم
بط کو کشتی ٹوٹنے کا غم ہو کیا — اس کی کشتی تو پانی پہ ہے پیر کا

زنده زین دعوی بود جان و تنم — من ازین دعوی چگونه تن زنم
زندہ اس دعوے سے جان و تن مرا — جب ہوں اس دعوے سے کیونکر ہوں جدا

خواب می بینم ولیکن خواب نے — مدعی هستم ولے کذّاب[2] نے
دیکھتا ہوں خواب پر ہے خواب کب — مدعی تو ہوں مگر کذاب کب

گر مرا صد بار تو گردن زنی — همچو شمعم بر فروزم روشنی
مارے گر سو بار تو گردن مری — تو بڑھے جوں شمع میری روشنی

آتش ار خرمن بگیرد پیش و پس — شب روان را خرمن آن ماه بس
آگ خرمن کو جو گھیرے پیش و پس — شب رووں کو چاند کا خرمن ہے بس

کرده یوسف را نهان و مختفی — حیلت اخوان ز یعقوب نبی
مکر سے یوسف کو پنہاں کر دیا — بھائیوں سے تڑپا دل یعقوب کا

۱؎ جسم سے مراد ہے۔
۲؎ بہت جھوٹ بولنے والا۔

خفیہ کردندش ز حیلت سازیے	کرد آخر پیرہن غمازیے
حیلہ سازی سے چھپایا گیا ہُوا	پیرہن نے راز ظاہر کر دیا
آں دو گفتندش نصیحت در سمر	کہ مکن زا خطار خود را بے خبر
سن کے دونوں بھائیوں نے یہ کہا	خطروں سے خود کو نہ غافل کر ذرا
ہیں منہ بر زخمہائے ما نمک	ہیں مخور ایں زہر از جلدی و شک
مت چھڑک زخموں پر اے بھائی! نمک	زہر مت کھا۔ کر نہ جلدی۔ کر نہ شک
جز بتدبیر یکے شیخے کبیر	چوں روی چوں نبودت قلب بصیر
تو سوا اک شیخ کی تدبیر کے	دل نہیں بینا تو کیونکر جا سکے
وائے آں مرغے کہ نارو ئیدہ پر	بر پرد بر اوج افتد در خطر
آہ وہ طائر جو ہو بے بال و پر	اُڑ گئے سوئے چرخ ہو وقف خطر
عقل باشد مرد را بال و پرے	چوں ندارد عقل باشد ابترے
عقل بال و پر ہے مردوں کے لئے	ہوں وہ ابتر ہوں جو خالی عقل سے
یا مظفر یا مظفر جوئے باش	یا نظر ور یا نظر ور جوئے باش
یا مظفر ہو۔ مظفر ڈھونڈ یا	یا نظر ور ہو نظر ور ڈھونڈ یا
بے ز مفتاح خرد ایں قرع باب	از ہوا باشد نہ از روئے صواب
بے کلیدِ عقل مت در کھٹکھٹا	حرص سے ہے۔ راستی سے کب بھلا
عالمے در دام می بیں از ہوا	وز جراحت ہائے ہمرنگ دوا
ہے ہوس کے جال میں عالم پھنسا	اور ہیں سب زخم ہمرنگ دوا
ایستادہ مار بر سینہ چو مرگ	در دہانش بہر صید اشگرفِ برگ
سانپ سینے پر کھڑا ہے مثل مرگ	منہ میں ہے بہر شکار اک طرفہ برگ
در حشائش چوں حشیشے او بپاست	مرغ پندارد کہ آں شاخ گیاست
گھاس میں ہے گھاس کی صورت کھڑا	مرغ سمجھے گھاس ہے وہ بر ملا

چوں نشیند بہر خورد ریشۂ برگ — پس فتد اندر دہان مار مرگ

کھانے کو بیٹھے جو اوپر گھاس کے — سانپ کے منہ میں وہ فوراً جا پڑے

کرد مستاوی دہان خویش باز — گرد دندانہاش کرمان دراز

پھر برابر کر لیا اس نے دہاں — کیڑے اس کے دانتوں کے ہیں گرد ہاں

از بقیۂ خور کہ در دندانش ماند — کرم ہا روئیدہ بر دنداں نشاند

باقی کھانا تھا جو اندر دانتوں کے — اس سے کیڑے دانتوں میں پیدا ہوئے

مرغکاں بینند کرم و قوت را — مرغ پندارند آں تابوت را

مرغ کیڑوں کو سمجھتے ہیں غذا — اور جبڑے کو چراگہ بر ملا

چوں دہاں پر شد ز مرغ او ناگہاں — در کشدشان و فرو بندد دہاں

اس کا منہ مرغوں سے جس دم بھر گیا — بند منہ ان کو نگل کر کر لیا

ایں جہان پر ز نقل و پر ز ناں — چوں دہان باز آں تمساح داں

یہ جہاں ہے نقل روٹی سے بھرا — جس طرح گھڑیال کا منہ ہے کھلا

بہر کرم و طعمہ اے روزی تراش — از فن تمساح دہر ایمن مباش

لالچی! تو کیڑے کھانے کے لئے — ہو نہ ایمن دہر کے گھڑیال سے

روبہ افتد پہن اندر زیر خاک — بر سر خاکش حبوب گرد ناک

خاک کے نیچے ہے لیٹی لومڑی — خاک پر ہیں گرد کے دانے اجی

تا بیاید زاغ غافل سوئے آں — پائے او گیرد بہ مکر آں مکر داں

اور کوا غافل آتا ہے ادھر — پاؤں پکڑے لومڑی اس کا مگر

صد ہزاراں مکر در حیواں چو ہست — چوں بود مکر بشر کو مہتر است

مکر لاکھوں ہیں جو حیواں میں بھرے — مکر کیسے ہوں گے پھر انساں کے

مصحفے در کف چو زین العابدین[۱] — خنجرے پر زہر اندر آستیں

ہاتھ میں قرآں مثل زین العابدین[۱] — خنجر پر زہر زیر آستیں

[۱] حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے مراد ہے۔

گر بپرسد تشنگان کای مولای من — در دل او بایدش پر سحر و فن

تجھ سے پوچھیں کر کہتا ہے آقا مرے — دل میں وہ پُر سحر اک بابل رکھے

زهر قاتل صورتش شهدست و شیر — هین مرو بی صحبت پیر خبیر

زہر ہے وہ ظاہر اس کا شہد و شیر — تو نہ جا بے صحبت پیر خبیر

جمله لذات هوا مکرست و زرق — سوز و تاریکیست گرد نور برق

حرص کی ہیں لذتیں پر مکر سے — سوز ظلمت گرد نور برق کے

برق نور کوته و کذب و مجاز — گرد او ظلمات و راه تو دراز

برق جھوٹا نور اور کذب و مجاز — ظلمت اس کے گرد تیری رہ دراز

نه به نورش نامه تانی خواندن — نه به منزل اسب تانی راندن

پڑھ سکے تو خط نہ اس کے نور سے — گھوڑا منزل تک نہ تو لے جا سکے

لیک جرم آنکه باشی رهن برق — از تو رو اندر کشد انوار شرق

اس خطا میں پر کہ تو ہے رہن برق — منہ چھپاتے تجھ سے ہیں انوار شرق

خشم گیرد بر دلت آن آفتاب — گر تو جویی از عطارد نور و تاب

تجھ سے ہوتا ہے خفا وہ آفتاب — تو عطارد سے جو ڈھونڈے نور و تاب

می‌کشاند مکر برقت بی‌دلیل — در مفازهٔ مظلمی شب میل میل

تجھ کو مکر برق کھینچے بے دلیل[1] — غار میں تاریک ہے جو میل میل

بر که افتی گاه و در جو اوفتی — گه بدان سو گه بدین سو اوفتی

تو گرے گا کوہ پر گہ نہر پر — اور گرے گا سو ادھر گا ہے ادھر

خود نبینی تو دلیل ای راه‌جو — ور ببینی رو بگردانی ازو

خود نہ دیکھے اپنا رہبر کہاں — دیکھے تو منہ پھیر کر کہے سے کہاں

[1] رہنما

من سفر کردم دریں رہ شصت میل ۔ مر مرا گمراہ گوید آں دلیل
ساٹھ میل اس راہ میں ہوں میں چلا ۔ پھر بھی گمراہ کہتا ہے وہ رہنما

گر نہم من گوش سوئے آں شگفت ۔ راہ او را ہم ز سر بالا گرفت
کان رکھوں اس کی جانب میں اگر ۔ چاہئے اول پھر سے رستہ سر بسر

من دریں رہ عمر خود کردم گرو ۔ ہرچہ بادا باد اے خواجہ برو
عمر اسی رستے میں گذری رہ ملا ۔ جو بھی ہونا ہو سو ہو اے خواجہ جا

راہ کردی لیک در ظنے چو برق ۔ عشر[١] آں رہ کن پئے وحی چو شرق
تو چلا پر ظن میں جو تھا مثل برق ۔ تھوڑا چل پیرو وحی مثل شرق

ظن[٢] لا یغنی من الحق خواندہ ای ۔ وز چناں برقے ز شرقے ماندہ ای
ظن تو ہے حق سے تو نے پڑھ لیا ۔ شرق سے پھر برق کے باعث چھٹا

ہیں در آ در کشتی ما اے نژند[٣] ۔ یا کہ آں کشتی بایں کشتی ببند
بیٹھ کشتی میں میری بیٹھ جا ۔ اپنی کشتی باندھ اس کشتی سے یا

گوید او چوں ترک گیرم گیر و دار ۔ چوں روم من در طفیلت طفل وار
وہ کہے کیونکر میں چھوڑوں گیر و دار ۔ بچوں کی طرح کیوں چلوں میں طفل وار

کور با رہبر بہ از تنہا یقیں ۔ زاں یکے ننگست و صد ننگ ست ایں
ہونا بصیر رہبر کے ساتھ اندھا بھلا ۔ اس میں ہے اک ننگ اس میں سو ہیں ملا

می گریزی از پشہ در کژدمے[٤] ۔ از نمے تو می گریزی در یمے
سو سے کژدم کو بھاگا تیز سے ۔ نم سے تو دریا کو بھاگتا ہے

[١] نو سواں حصہ ۔
[٢] قولہ تعالیٰ:- اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِی مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا یعنی بیشک گمان کسی چیز کو حق سے بے پروا نہیں کرتا ۔
[٣] غمگین ۔ [٤] بچھو ۔

می گریزی از جفاہائے پدر — سوی پیران لوطیان شوم و شر

بھاگتا ہے تو جفائے باپ کی — لوطیوں کے شر سے بچہ و لبنگی

می گریزی مثل یوسف زان سبب — تا زنی تو تیغ مطلب افتی در چہے

مثل یوسف گاؤں سے ہے بھاگتی — تا کنوئیں میں گر پڑے تو برملا

زین تفرج در چہ افتی ہمچو او — مر ترا البتہ آں عنایت یار کو

تو کنوئیں میں گر پڑا اس سیر[1] سے — لطف حق لیکن کہاں حاصل تجھے

گر نبودے آں بدستوری پدر — بر نیاوردے ز چہ تا حشر سر

وہ نہ ہوتی اذن سے گر باپ کے — کب نکلتے حشر تک وہ چاہ سے

آں پدر بہر دل او اذن داد — گفت چوں این است میلت خیر باد

دی اجازت باپ نے دلجوئی سے — بولے خواہش تیری راس آئے تجھے

ہر ضریرے کز مسیحی سر کشد — او جہودانہ بماند از رشد

گر کوئی اندھا مسیحا سے پھرے — تو ہدایت سے وہ بے بہرہ رہے

قابل ضو بود گرچہ کور بود — شد ازیں اعراض او کور و کبود

نور کے قابل تھا گو اندھا وہ تھا — وہ تو روگردانی سے اندھا رہا

گویدش عیسیٰ بزن در من دو دست — اے عمی کحل عزیزی با من است

بولے عیسیٰ تھام لے مجھ کو ذرا — پاس میرے سرمہ نابینائی کا

از من ار کوری بیابی روشنی — بر قمیص یوسف جاں بر زنی

کوری نہ دل روشنی مجھ سے ملے — پیرہن سے یوسف جاں کے تجھے

کار و بارے کت رسد بعد شکست — اندر آں اقبال و منہاج رہ است

بعد حرماں ہو جو حاصل کاروبار — اس میں ہے اقبال و راہ راست یار

[1] یعنی سیر

کار و بارے کہ ندارد پا و سر — ترک گیر اے پیر خر اے پیر خر

کام وہ جس کا نہیں کچھ پاؤں سر — چھوڑ اُسے اے پیر خر اے پیر خر

کار و بارے کان ندارد پا و دست — ترک گیر اے بوالفضول گیج و مست

بے سر و پا ہے جو کوئی کار و بار — چھوڑ اُسے اے احمق بیہودہ کار

غیر پیر استاد و سر لشکر مباد — پیر گردون نے ولے پیر رشاد

ہو نہ سر لشکر کوئی بھی غیر پیر — پیر بھی کیسا جو ہو روشن ضمیر

در زمان گر پیر باشد زیر دست — روشنائی دید و از ظلمت برست

جس کی بیعت کر کے دل روشن ہوا — نور دیکھا اور ظلمت سے چھٹا

شرط تسلیم است نے کار دراز — سود نبود در ضلالت ترکتاز

اپنا سب کچھ سونپ دے تو پیر کو — گمرہی کی دوڑ سے کب نفع ہو

من نجویم زین سپس راہ اثیر — پیر جویم پیر جویم پیر پیر

اب کبھی ڈھونڈونگا نہ راہِ چرخ پیر — پیر ڈھونڈونگا ولی پیر ڈھونڈونگا پیر پیر

پیر باشد نردبان آسمان — تیر پران از کہ گردد از کمان

پیر سیڑھی ہے برائے آسمان — کون اڑاتا تیر کو ہے بس کمان

نے ز ابراہیم نمرود گران — کرد با کرگس سفر بر آسمان

بے خلیل اللہ نمرود اڑ گیا — چرخ کو ۔ اور ساتھ گدھ تھے برملا

از ہوا شد سوئے بالا او بسے — لیک بر گردون نپرد کرکسے

وہ ہوا سے گو بہت اوپر گیا — آسماں پر کوئی گدھ کب چڑھ سکا

گفتش ابراہیم کاے مرد سفر — کرکست من باشم اینک خوبتر

بولے ابراہیم اے مرد سفر — گدھ بنا کر مجھ کو اڑ سے خوب تر

چون ز من سازی بہ بالا نردبان — بے پریدن بر شوی بر آسمان

تو مجھے سیڑھی بنائیگا اگر — بے اڑے پہنچیگا فوراً چرخ پر

آن چنان کرسی رود تا غرب و شرق — بی ز زاد و راحله چون نور و برق

جس طرح اڑ جاتا ہے تا غرب و مشرق — بے سواری کے مثل بجلی برق

همچنانکه می‌رود شب ز اغتراب — حس مردم شهرها در وقت خواب

جیسے جاتے ہیں اسفار رات کو — لوگوں کی حسیں جہاں وہ محو خواب ہو

آنچنانکه عارف از راه نهان — خوش نشسته می‌رود در صد جهان

جیسے عارف کوئی خفیہ راہ سے — بیٹھے بیٹھے سو جہانوں میں پھرے

گر ندادستش چنین رفتار دوست — این خبرها زان ولایت از کجاست

یہ اگر رفتار دوست سے حاصل نہیں — کس سے خبریں اس ولایت کی ملیں

این خبرها وان روایات محق — صد هزاران پیر بر وی متفق

ہیں تو یہ سب خبریں سچی جہاں سے — متفق لاکھوں ہی پیر اس پر ہوئے

یک خلافی نه میان این عیون — آنچنانکه هست در علم ظنون

اس میں ان سے نہیں کچھ اختلاف — علم و ظنون میں جس طرح سے ہے خلاف

آن تحری آمد اندر لیل تار — وین حضور کعبه و وسط نهار

سمت کعبہ ڈھونڈنا ہے شب کو رات کا — دن میں کعبہ کے حضور کا کیا ڈھونڈنا

خیز ای فرزند پیش آن کسان — کو دیا سے تا بیابی زین کسان

اٹھ اے فرزند مردوں سے — سمجھ پاسکے کر کے ان سے تو کہاں

عقل جزوی کرکس آمد ای مقل — پر او با جیفه‌خواری متصل

عقل جزوی کرگس ہے جان لے — اس کے پر مردار خواری سے ملے

عقل ابدالان چو پر جبرئیل — می‌پرد تا ظل سدره میل میل

عقل ابدال کی ہے جیسے پر جبرئیل — اڑ کے جاتے سدرہ کے سایہ تک میل میل

باز سلطانم گشم نیکو پیم — فارغ از مردارم و کرگس نیم

باز سلطان ہوں نیک ہوں اور حسین — فارغ از مردار ہوں کرگس نہیں

ترک کن کین کہ من با شہ گسست	یک پسر من بہتر از صد کس گسست
چھوڑ کینہ کو ہیں بیٹوں سا کبھی ترا	سو گدھوں سے بہتر اک بیٹا ہے مرا
چند بر گیرد دوانی اسپ را	با پدر استا پیشہ او کسب را
اسپ کیا دوڑے خشکی پہ تا کبھی	فن کو سیکھے استاد لازم ہے ملا
خویش را رسوا مکن در شہر چین	عاقلے چو خویش از دور بہ بیں
رکھتا ہیں بدنام تو خود کو نہ کر	ڈھونڈ عاقل دست دیتا اس سے نظر
آنچنان گو پیش افلاطون مثال	پیش ہر کہ گواہ دو بر وفق آن
جو کہے وہ اس کے افلاطون زبان	حرص کو چھوڑ اور وہی کر جیسے کہا
جملہ می گویند اندر چین بچند	پسر شاہ خویشتن کہ ہم پلید
کہتے ہیں اہل ان سب اہل چین	شاہ نے اچھا کیا کوئی نہیں
شاہ با خود ہیچ فرزندے نزاد	بلکہ سوی خویشتن آن را رہ نداد
کبھی ہمارے شاہ نے کچھ نہ جنا	بلکہ عورت کو نہ پاس آنے دیا
ہر کہ از شاہان ہمین گفت	گردنش با تیغ بران گشت جفت
جس کسی شہ نے ایسا کہا	تیغ سے گردن ہوا اس کی جدا
شاہ گوید چونکہ گفتی این مقال	زود ثابت کن کہ ہم این خیال
شہ کہے گا جب کہا یہ خیال	جلد ثابت کر ہیں رکھتا ہوں خیال
مر مرا ثابت اگر ناید سخن	باز می از تیغ پر خشم اندھی
میری بات تو اگر نا ثبت کرے	اس پاس تیری تیغ تیز سے
ورنہ پیشگہ من بپرم حلق تو	برکنم از صوفی چال ارثیق تو
ورنہ تیرا حلق کاٹ لے گا کیا	تیری چال تن سے جدا کر لوں گا

لہ چھوٹے شہزادے بڑے بھائی سے کہہ رہے ہیں

سر نخواہی برد ہیچ از تیغ تو　　اے بگفتی لاف کذب آمیغ تو

کیا بچا لے جائے گا سر تیغ سے　　جھوٹے دعوے تو نے یہ سب ہیں کئے

بنگر اے از جہل گفتی ناحقے　　پُر ز سرہائے بریدہ خندقے

دیکھ تو تو جہل سے باتیں کرے　　پُر ہے یہ خندق سروں سے جھوٹوں کے

خندقے از قعر خندق تا گلو　　پُر ز سرہائے بریدہ از غلو

نیچے سے خندق ہے اوپر تک بھری　　اتنے سر ہیں حد سے ہے گزری ہوئی

جملہ اندر کار این دعوی شدہ　　گردن خود را بدین دعوی زدہ

ان میں سب نے جھوٹے دعوے تھے کئے　　سر کٹے جھوٹے دعووں کے لئے

ہین ببین آخر بچشم اعتبار　　این چنین دعوی میندیش و میار

چشم عبرت سے تو دیکھ اے بے خبر　　ایسا دعوی بیہودہ ہرگز نہ کر

تلخ خواہی کرد بر ما عمر ما　　گر بدین می دارد ای داور ترا

تلخ کر دے گا ہماری عمر کو　　تو اگر رہے گا قائم اس دعوے پہ جو

گر رود صد سال کان آگاہ نیست　　بر عمی آن از حساب راہ نیست

سو برس گر اندھے چلیں پر خام کار　　رہ پہ چلنے تو کچھ نہ ہو اس کا شمار

بے سلاحے در رود در معرکہ　　ہمچو بیباکان مجو در تہلکہ

معرکے میں جانا بے ہتھیار کے　　تا نہ جوں بے باک آفت میں پڑے

این ہمہ گفتند و گفت آن ناصبور　　کہ مرا زین گفتہا آید نفور

سن کے یہ سب بے صبر وہ کہنے لگا　　مجھ کو نفرت ہے یہ کیوں مجھ سے کہا

سینہ پر آتش مرا چون منقلست　　کال آمد گشت وقت منجلست

آگ سے سینہ انگیٹھی سا بھرا　　کھیت کے کٹنے کا وقت اب آ گیا

صدر را صبرے بُد اکنون آن نماند　　بر مقام صبر عشق آتش فشاند

پیر کے دل کو صبر تھا پر اب کہاں　　صبر کی جا عشق ہے آتش فشاں

صبر من مُرد آں شبے کہ عشق زاد	در گذشت او حاضراں را عمر باد
صبر میرا مر گیا - عشق آ گیا	حاضروں کی خیر ہو اب اے خدا
اے محدث از خطاب و از خطوب	در گذشتم آہنے سرد ہے مکوب
گزرا اے ناصح میں وعظ و پند سے	سرد لوہا کوٹتا ہے کس لئے
سرنگونم ہیں رہا کن پائے من	فہم کن در جملہ اجزائے من
سرنگوں ہوں - چھوڑ دے پاؤں مرا	غور کر کیا حال میرا ہو گیا
اشترے ام تا توانم می کشم	چوں فتادم زار با کشتن خوشم
اونٹ ہوں کھینچا - کھینچا جب تک بھی بار	خوش ہوں مرنے پر گرا جب ہو کے زار
بر سر مقطوع اگر صد خندق است	پیش درد من مزاح مطلق است
سر بریدہ پر جو سو خندق ہو اب	آگے میرے درد کے ہیں ایک سب
من نخواہم زد دگر از خوف و بیم	ایں چنیں طبل ہوا زیر گلیم
اب نہ میں ڈر سے بجاؤں بر ملا	پیچھے کملی کے یہ طبل حرص کا
من علم اکنوں بہ صحرا می زنم	یا سر اندازی و یا روئے صنم
بلکہ اب میداں میں جھنڈا گاڑ دوں گا	پا گیا سر یا ملا وہ دلربا
حلق کاں نبود سزائے آں شراب	آں بریدہ بہ ز شمشیر و ضراب
حلق جو اس مے کے لائق ہی نہ ہو	اچھا ہے - تلوار سے کٹ جائے جو
دیدہ کاں نبود ز وصلش در فرہ	آں چناں دیدہ سفید و کور بہ
آنکھ جو محروم دید یار ہو	اچھا ہے اندھی ہی وہ ہو جائے جو
گوش کاں نبود سزائے راز او	بر کنش کہ نبود آں بر سر نکو
کان جو نا اہل راز یار ہو	سر پہ کب اچھا ہے اس کو کاٹ دو
اندر آں دستے کہ نبود آں نصاب	آں شکستہ بہ ز ساطور قصاب
ہاتھ ایسا جس میں دولت کچھ نہ ہو	وہ قصائی کی چھری سے کاٹ دو

آن چناں پا کہ از رفتار او ۔۔۔ جاں نہ پیوندد بہ نرگس زار او

پاؤں ایسا جس کی بس رفتار سے ۔۔۔ جاں ملے اس سے نہ نرگس زار سے

آں چناں پا در حدید اولیٰ تر است ۔۔۔ کاں چناں پا عاقبت درد سر است

خوب ہے زنجیر ہی میں ہو اگر ۔۔۔ کیونکہ آخر ہے وہ پاؤں درد سر

مجاہدہ کا بیان

یا وریں رہ می بیابم کام من ۔۔۔ یا چو باز آیم ز رہ سوئے وطن

پہنچوں گا منزل پہ یا تو ہے کہاں ۔۔۔ یا وطن لوٹ آؤں گا جوں باز ہاں

چونکہ موقوف است کامم بر سفر ۔۔۔ چوں سفر کردم بیابم در حضر

آرزو شاید ہے موقوف سفر ۔۔۔ پھر اسے پاؤں گا میں وقت حضر

یار را چنداں بجویم جد و چست ۔۔۔ تا بدانم کہ نمی بایست جست

یار کو ڈھونڈوں میں جد و جہد سے ۔۔۔ تا کہ جانوں اب نہ تھا ڈھونڈا چاہئے

آں معیت کے رود در گوش من ۔۔۔ تا نگردم گرد دوران زمن

ہو معیت کا اسے شک ہے کہاں ۔۔۔ خوب جب تک پھر نہ لوں گرد جہاں

کے کنم من از معیت فہم راز ۔۔۔ جز کہ از پیچ سفرہائے دراز

کس طرح سمجھوں معیت کا میں راز ۔۔۔ بالیقیں بغیر سفر کے دراز

حق معیت گفت و دل را مہر کرد ۔۔۔ تا کہ عکس آں بگوش آید نہ طرد

حق معیت بولا دل پر مہر کی ۔۔۔ تا سنے پھر بات وہ برعکس ہی

لہ بڑا سمجھدار اپنے کیا پاؤں سے کر رہا ہے ۔

ٹہ سفر کی ضد، گھر میں رہنا ۔

سہ اشارہ معکم اینما کنتم کی طرف اشارہ ہے یعنی جہاں کہیں تم ہو ۔ اللہ تمہارے ساتھ ہے ۔

چوں سفرہا کرد و داد راہ داد   بعد ازاں مہر از دل او برگشاد

جب سفر دل نے کیے دی راہ بھی   بعد میں مہر اس کے دل سے کھول دی

چوں خطاہا آں صفات با صفا   کرد وش روشن ز بعد دو خطا

جرم جتنے بھی کیے بعد دو خطا   ویسے روشن ہوئیں صفات با صفا

بعد ازاں گوید اگر دانستمی   ایں نہ بستہ بد بدانسو رفتمی

پھر کہے گر یہ جانتا   دیکھنے جاتا ہی کس لیے اس کو بھلا

دانش آں بود موقوف سفر   تا نیاید آں دانش بہ تیزی فکر

جاننا اس کا تھا موقوف سفر   فکر سے حاصل نہ ہوتا تا مگر

آنچناں کہ وجہ وام شیخ بود   بستہ و موقوف گریۂ آں ودود

جیسے اس کا قرض تھا ادا شیخ کا   رو سے بچہ اس طفل کے موقوف تھی

کودک حلوا بگریست زار   توختہ شد وام آں شیخ کبار

رو پڑا حلوائی کا لڑکا زار زار   ہو گئے ادا قرضے شیخ کے کبار

گفتہ شد آں داستان معنوی   پیش ازیں اندر بیان مثنوی

آپ کہی یہ داستان معنوی   پیشتر ہی در بیان مثنوی

در دلت خوف افگند در موضعی   تا نباشد شاد آنجا مطمعی

دل میں خوف اک جگہ سے پیدا ہوا   تا طمع پیدا نہ ہو اس سے سوا

در طمع خود فائدہ دیگر نہد   واں مرادت از کسی دیگر دہد

خود طمع میں فائدہ نہ رکھے   اور دوسرے سے تیری مراد اک اور سے

اے طمع بنہادہ بر یک جائے سخت   کامدہ میوہ ازاں عالی درخت

اک جگہ تو نے طمع رکھی سخت   اس سے آئے میوہ عالی درخت

آں طمع زانجا نخواہد شد وفا   بل ز جائے دیگر آید آں عطا

وہ طمع اس جا سے کب پوری ہوتی   در دوسری جانب سے وہ بخشش آتی

آں طمع راپس چرا در تو نہاد — چوں بنودش نیت اکرام و داد
وہ طمع کیوں تجھ میں رکھتا ہے بھلا — گر نہ ہوتی نیت جود و عطا

از برائے حکمتے و صنعتے — نیز تا باشد دلت در حیرتے
ایک حکمت اور صنعت کے لئے — نیز تیرا دل تعجب میں پڑے

تا دلت حیران بود وا مستفید — کایں مرادم از کجا خواہد رسید
تاکہ دل حیران رہ جائے ترا — یہ مراد اپنی کہاں سے پاؤں گا

تا بدانی عجز خویش و جہل خویش — تا شود ایقان تو در غیب بیش
تاکہ تو سمجھے اپنے عجز و جہل کو — غیب پر زائد یقیں تا تجھ کو ہو

ہم دلت حیراں شود در منتجع — کہ چہ رو باید مصرف ایں طمع
دل چنانکہ ہیں رہے حیراں ترا — اس طمع سے کیا اگاتے وہ بھلا

طمع داری روزیے در درزیی — تا ز خیاطی بری نان تازیی
طمع درزی پن میں روزی کی تجھے — تاکہ کپڑے سینے سے روٹی ملے

رزق تو در زرگری آید پدید — کہ ز وہمت بود آں مکسب بعید
زرگری سے رزق ہے پیدا ہوا — کسب تیرے وہم سے وہ دور تھا

پس طمع در درزیی بہر چہ بود — چوں ترا در جائے دیگر در کشود
طمع درزی پن میں پس کیوں تھی تجھے — دوسرا جب در کھلا تیرے لئے

بہر نادر حکمتے در علم حق — کہ نوشت آں حکمتے در ما سبق
تا ہو ظاہر حکمت حق پر ملا — پیشتر جیسا کہ ہے لکھا گیا

نیز تا حیراں شود اندیشہ ات — تاکہ حیرانی بود کل پیشہ ات
نیز تا حیراں ہو اندیشہ ترا — تاکہ حیرانی ہو کل پیشہ ترا

یا وصال یار زیں سعیم رسد — یا ز راہ خارج از سعی جسد
وصل دلبر یا تو ہو اس سعی سے — جسم کی کوشش سے یا کچھ کر کے

من نگویم زین طریق آید مراد	می طپم تا از کجا خواهد گشاد
کیا کہوں کس طور سے مقصد ملے	ہوں تڑپتا کامیابی کے لئے
سر بریده مرغ هر سو می طپد	تا کدامی سو رهد جان از جسد
جس طرح اک مرغ بسمل ہو طپاں	تا کسی صورت تو نکلے تن سے جاں
یا مراد من برآید زین خروج	یا ز برجے دیگر از ذات البروج
اس سفر سے یا مجھے مقصد ملے	آسماں کے یا کسی اک برج سے

ایک فضول خرچ کی حکایت

بود زر میراثیے را بے شمار	جملہ را خورد و بماند او زار زار
زر کسی کو ورثے میں بے حد ملا	کھا گیا سب اور مفلس ہو گیا
مال میراثی ندارد خود وفا	چوں بنا کام از گذشتہ شد جدا
مال موروثی ہے خود ہی بے وفا	نامرادی سے ہو سابق سے جدا
او نداند قدر ہم کارزاں بیافت	کو بکد و کسب و برنجش کم شتافت
وہ نہ جانے قدر مفت اس کو ملا	محنت و کوشش نہ کی اس نے ذرا
قدر جاں زاں می ندانی اے فلاں	کہ بدادت حق بہ بخشش رائگاں
تو نہ جانے قدر جاں اس واسطے	ازرہ بخشش ملی تجھ کو یہ اللہ سے
نقد رفت و جنس رفت و خانہا	ماند چوں جغداں دراں ویرانہا
نقد و جنس اور گھر جو تھا سب کچھ گیا	خود وہ ویرانوں میں آ کر بس رہا
گفت یا رب برگ دادی رفت برگ	یا بدہ برگے و یا بفرست مرگ
بولا یا رب میرا سب سامان گیا	یا تو اب سامان دے یا کر فنا
چوں تہی شد یاد حق آغاز کرد	یاربے و یاربے اجرنی ساز کرد
جب ہوا مفلس تو کی یاد خدا	ورد سا کر کے یارب یارب کہنے لگا

چون پیمبر گفت مؤمن مزہر است | در زمان خالیی نالہ گر است
بولے پیغمبر کہ مومن بانسری | ہوتی ہے خالی تو وہ بجتی ہی

چون شود پر مطربش بنہد ز دست | پر مشو کآسیب دست او خوش است
بھر گئی جو ہو تو چھوڑے مطرب بجانا | بھر نہ ہو تا تو خوش ہو تیری زبان

خالی آ و باش در بین الاصبعین | کز مے لا این سرمست است این
خالی ہو رہ انگلیوں کے درمیان | مست ہے لا کی تو دیکھے سب جہان

رفت طغیان آب از چشمش گشاد | آب چشمش زرع دین را آب داد
رو پڑا وہ سرکشی جاتی رہی | کشت دین سیراب اس کی ہوگئی

در دعا و لابہ ورزید او درست | زر طلب بشتافت کز آغاز جست
ہاتھ کو اٹھا کے عاجزی سے کی دعا | جیسے تھا پہلے زر کا وہ طالب ہوا

دعائے مومن کے قبول ہونے میں تاخیر کی وجہ

ای بسا مخلص کہ نالد در دعا | تا رود دود خلوصش بر سما
مخلص اکثر کرتے ہیں رو کر دعا | آسماں پر جائے ان کی آہ تا

تا رود بالای این سقف برین | بوی مجمر از انین المذنبین
اور پہنچے جا کے اوپر تا آسمان | مجرموں کے آہ و نالہ کا دھواں

پس ملائک با خدا نالند زار | کای مجیب ہر دعا وی مستجار
پس فرشتے کرتے ہیں رو رو کے آہ | اے مجیب الدعا اے جائے پناہ

بندۂ مومن تضرع می کند | او نمی داند بجز تو مستند
بندۂ مومن ترا ہے رو رہا | اور کسی کو جانتا نہیں تیرے سوا

۱ یعنی خدا کی انگلیوں کے بیچ میں
۲ قبول کرنے والا

صد عطا بیگانگاں را می دہی | از تو دارد آرزو ہر مشتہی
دیتا ہے انعام لوگوں کو بھی | آرزو رکھتا ہے ہر طالب تری

حق بفرماید کہ نز خواری اوست | عین تاخیر عطا یاری اوست
حق کہے اس دم یہ کب خواری سے ہے | یہ عطا میں دیر تو یاری سے ہے

نالۂ مومن ہمی داریم دوست | گو تضرع کن کہ ایں اعزاز اوست
نالۂ مومن پسند آتے ہمیں | کہ وہ روئے دعا یہ عزت ہے یہیں

حاجت آوردش ز غفلت سوئے من | آں کشیدش موکشاں در کوئے من
تھا وہ غافل حاجت اب لائی اُسے | میرے کوچے میں پکڑ کر بالوں سے

گر برآرم حاجتش او وا رود | ہم در آں بازیچہ مستغرق شود
اس کی حاجت ہم اگر پوری کریں | غرق ہو پھر غفلتوں سے کھیل میں

گرچہ می نالد بجاں یا مستجار | دل شکستہ سینہ خستہ گو بزار
روتا ہے گو جان و دل سے سوگوار | دل شکستہ سینہ خستہ اور بزار

خوش ہمی آید مرا آواز او | واں خدایا گفتن و آں راز او
ہے پسند اس کا ہمیں یہ پکارنا | راز کہنا اور کہنا اے خدا

وانکہ اندر لابہ و در ماجرا | می فریباند بہر نوعے مرا
اور خوشامد کرنا اس کا کام ہے | ہر طرح کر دیتا ہے مائل ہمیں

طوطیان و بلبلاں را از پسند | از خوش آوازی قفس در می کنند
طوطی و بلبل کی خوب آواز ہے | قید کرتے ہیں انہیں یہ راز ہے

زاغ را و جغد را اندر قفص | کے کنند ایں خود نیامد در قصص
کوے اور اُلو کو پنجرے میں ڈالنا | کوئی نہ رکھتا ہے یہ قصوں میں آیا

پیش شاہد باز چوں آید دو تن | آں یکے کمپیر آں دیگر خوش ذقن
آجائیں شاہد باز کے آگے جو دو | اک بڑھیا بدنما اک حسین خوش ذقن ہو

هر دو نان خواهند او زود تر بهر	آرد و کمپیر را گوید که گیر
دونوں روٹی مانگیں گے وہ آٹا گوندھا ہوا	دے گا کہے گا بڑھیا کو کہ لے یہ جا
وان دگر را که خوشست آن قند شد	سگ دهد نان بل تنها خیر افگند
دوسری کو جو ہے معشوق حسین	نان کب دے دیر کرے یا یقین
گو بدش بنشین زمانے بے گزند	که بپخانند نان تازه می پزند
اور کہے تو بیٹھ تو رک کچھ یہاں	پکا رہی ہیں گھر میں تازہ روٹیاں
چون رسد آن نان گرمش بعد کد	گویدش بنشین که حلوا می رسد
جب وہ تازہ گرم روٹی آئے گی	پھر کہے گا آتا ہے حلوا ابھی
هم بدین فن دارد ارش می کند	وز ره پنهان شکارش می کند
پس اسے ٹھہرائے اس تدبیر سے	خفیہ رستے سے شکار اس کو کرے
که مرا کاریست با تو یک زمان	منتظر می باش ای خوب جهان
کہ اس سے اک کام ہے مجھ کو ذرا	عرض کرتا ہوں ابھی اے مہ لقا
تا بدین حیلت فریباند ورا	تا مطیع و رام گرداند ورا
تا لبھا سکے اس کو اس تدبیر سے	اور مطیع و تابع فرماں کرے
مثل آن کمپیر آن [illegible]	شاهد خوش روی مثل مومنان
کافروں کو مثل اس بڑھیا کے جان	مومنوں کو وہ حسین معشوق ان
بے مرادی مومنان از نیک و بد	تو یقین می دان که بهر این بود
رنج تکلیف ناکام مومن اس لئے	ہے یہی باعث یقینا جان لے
ای بسا [illegible] زندان مومن [illegible]	کافران را جنت عالی شود
[illegible] زندان ہے مومن کے لئے	اور جنت کا نزول [illegible]

مصر کی طرف فقیر کی روانگی

خواجہ چوں میراث خورد و شد فقیر / آمد اندر یارب و گریہ و نفیر

خواجہ جب میراث کھا بیٹھا تو بھوکا ہوا / گریہ و آہ و فغاں کرنے لگا

خود کہ کوبد ایں در رحمت نثار / کہ نیابد در اجابت صد بہار

کون ہے رحمت کا در جو کھٹکھٹائے / سو بہاریں در گہِ حق سے نہ پائے

خواب دید او ہاتفے گفت و شنید / کہ غنائے تو بہ مصر آید پدید

خواب میں اس کو یہ ہاتف نے کہا / مصر سے دولت ملے گی بر ملا

رو بہ مصر آنجا شود کار تو راست / کرد کدیہ‌ات را قبول او مرتجاست

مصر جا۔ اس جا بنے گا مدعا / ہو گیا مقبول ہے رونا ترا

در فلاں موضع یکے گنجیست زفت / در پئے آں بایدت تا مصر رفت

ہے فلاں جا اک خزانہ بے بہا / مصر جانا اس لئے لازم ہوا

در فلاں کوئے فلاں موضع دفیں / ہست گنجے سخت نادر بس گزیں

اس جگہ۔ اس کوچے میں ہے دفن مال / قیمتی اک گنج۔ لے جا کر وہاں

بے درنگے ہیں ز بغداد اے پسر / رو بسوئے مصر و منبت گاہ زر

جلد جا بغداد سے اے پسر / مصر کی جانب کہ ہے وہ کانِ زر

چوں ز بغداد آمد او تا سوئے مصر / گرم شد پشتش چو دید او روئے مصر

آیا جب بغداد سے وہ سوئے مصر / پا گئی قوت دیکھتے ہی روئے مصر

بر امید وعدہ ہاتف کہ گنج / یابد اندر مصر بہر دفع رنج

اس سے ہاتف نے جو کہا تھا وعدہ کیا / رنج جائے گا۔ خزانہ پائے گی

لیک از نفقہ در انبانے نماند / خواست کدیہ بر عوام الناس راند

کچھ نہ لیکن خرچ تھا پاس اس کے ہے / چاہا اس نے بھیک مانگ لیا بر ملا

لیک شرم و ہمتش دامن گرفت	خویش را بر صبر افشردن گرفت
شرم دامنگیر لیکن ہو گئی	اس نے سینے پر رکھی سل صبر کی
باز نفسش از مجاعت بر طپید	جز گدائی کردن او چارہ ندید
نفس تڑپا اس کا مارے بھوک کے	جز گدائی کچھ نہ تھا چارہ اسے
گفت شب بیروں روم من نرم نرم	تا ز ظلمت ناید از کدیہ شرم
بولا شب کو جاؤں گا میں نرم نرم	مانگنے سے تا نہ آئے مجھ کو شرم
ہمچو شب گوئے کنم من ذکر و بانگ	تا رسد از بامہایم نیم دانگ
مثل شب کو کے کروں میں ذکر و بانگ	تا ملے مجھ کو چھتوں سے نیم دانگ
اندریں اندیشہ بیروں شد بکو	و اندریں فکرت ہمی شد سو بسو
وہ غرض اس سوچ میں باہر گیا	سو بسو اس فکر میں پھرنے لگا
یک زماں مانع ہمی شد شرم و جاہ	یک زمانے جوع می گفتش بخواہ
روکتے تھے گاہ شرم و جاہ اسے	گاہ کہتی بھوک ہاں ہاں مانگ لے
پائے پیش و پائے پس تا ثلث شب	کہ بخواہم یا بخسپم خشک لب
پیش و پس ہی میں تہائی گزری شب	کہہ رہا تھا مانگوں کہ سوؤں خشک لب

گرفتاری کے بعد درویش کی کامیابی

ناگہاں خود عسس او را گرفت	مشت و چوبش زد ز صفرا ناشگفت
اس کو پکڑا کوتوال شہر نے	گھونسوں اور لکڑیوں سے مارا خوب اسے
اتفاقاً اندراں شبہائے تار	دیدہ بد مردم ز شب دزداں ضرار
اتفاقاً راتیں وہ تاریک تھیں	خلق کو چوروں سے تکلیفیں ہوئیں

لہ وہ فقیر جو رات کو درخت پر چڑھ کر اہل محلہ کے لئے دعا یا ذکر وغیرہ کرے۔

بود شبہائے مخوف و منتحس	پس بچیدی جست دزداں را عسس
تھیں وہ راتیں ہولناک اور بدحال	ڈھونڈتا چوروں کو تھا پس کوتوال
تا خلیفہ گفتہ کہ ببرید دست	ہر کہ شب گردد وگر خویش منست
حکم شہ تھا، ہاتھ اس کے کاٹ لو	جو پھرے شب کو ہو میرا خویش گو
بر عسس کردہ ملک تہدید و بیم	کہ چرا باشید بر دزداں رحیم
تھی سپہ کو تنبیہ کی تھی شاہ سے	چوروں پر ہے رحم کرتا کس لیے
عشوہ شاں از چہ و باور کنید	یا چرا زیشاں قبول زر کنید
کیوں یقیں کرتا ہے ان کے مکر پر	کس لیے تو ان سے لیتا ہے زر
رحم بر دزداں و ہر منحوس دست	بر ضعیفاں تو ہمہ بے رحمی است
رحم کرنا چوروں اور ٹھگوں پر ہے	ہے ضعیفوں پر شکنجہ و ستم
ہیں ز رنج خاص مسکل انتقام	رنج او کم بیں نگر در رنج عام
بدلہ مت چھوڑ اک کا جرم جان کر	عام کی تکلیف پر تو کر نظر
اصبع ملدوغ بُر در وقت نیش	در تعدی و ہلاک تن نگر
سانپ انگلی پر جو کاٹے کاٹ دے	جسم کا مسموم ہونا سوچ لے
اتفاقاً اندر آں ایام دزد	گشتہ بود انبوہ پختہ و خام دزد
ان دنوں چوروں کا تھا حد درجہ زور	ہر جگہ پر تھے کچے پکے چور
در چنیں وقتے بدید آشفتہ مرد	چوب پا و زخم ہائے بے عدد
دیکھا ایسے وقت راستہ میں کسے	زخم ڈنڈوں سے تھی اس کو لگے
نعرہ و فریاد آں درویش خاست	کہ مزن تا من بگویم حال راست
کر کے فریاد اس بیچارے نے کہا	مار مت، دیتا ہوں سچ سچ بتا
گفت اینک دادمت مہلت بگو	تا بشب چوں آمدی بیروں بکو
بولا وہ کہ مہلت دی، اب بتا	رات کو گھر سے کیوں نکل آ گیا

تو نۂ زینجا غریب و منکری ۔۔۔ راست گو تا تو چہ منکر اندری

تو یہاں کا تو نہیں پھر سچ بتا ۔۔۔ اجنبی اکس سبب سے تو آ گیا

اہل دیوان بر عسس طعنہ زدند ۔۔۔ کہ چرا دزداں کنوں انبہ شدند

اہل دیوان نے کہ یہ طعنہ دیں ۔۔۔ زور چوروں کا ہوا کیوں شہر میں

انبہی از تست و از یاران تست ۔۔۔ وانما یاران زشت بدسگالت

زور تجھ سے تیرے یاروں سے ہوا ۔۔۔ پہلے اپنے یاروں کا تو دے پتا

ورنہ کین جملہ را از تو کشم ۔۔۔ تا شود ایمن ز شہر ہر محتشم

ورنہ سب کا بدلہ لونگا تجھ سے ہاں ۔۔۔ تاکہ شر سے پائیں اہل شہر اماں

سچائی تسلی ہے اور جھوٹ شک و شبہ

گفت او از بعد سوگندان پُر ۔۔۔ کہ نیم من خانہ سوز و کیسہ بُر

کھا کے قسمیں بولا درویش نے اماں ۔۔۔ میں اچکا اور آتش زن نہیں

من نہ مرد دزدی و بیدادیم ۔۔۔ من غریب مصرم و بغدادیم

میں نہیں چور اور نہ بیدادی ہوں میں ۔۔۔ اک مسافر اور بغدادی ہوں میں

قصۂ آں خواب و گنج زر بگفت ۔۔۔ پس ز صدق او دل آنکس شگفت

قصہ خواب و گنج کا اس نے کہا ۔۔۔ اس کی سچائی سے دل اس کا کھلا

بوئے صدقش آمد از سوگند او ۔۔۔ سوز او پیدا شد از اسپند او

بوئے صدق آئی اسے سوگند سے ۔۔۔ سوز پیدا کر دیا اسپند نے

دل بیارامد ز گفتار صواب ۔۔۔ آنچنانکہ تشنہ آرامد ز آب

دل کو راحت سچی باتوں سے ملے ۔۔۔ جیسے پیاسے کی بجھے پیاس آب سے

لے حدیث شریف: ۔ الصدق طمانینۃ والکذب ریبۃ ۔

جز مگر محبوب کو را علتیست ۔ از نبی اش تا غبی تمییز نیست

پس بجز محبوب جو علت رکھتے ۔ کب نبی ہیں اور غبی ہیں فرق است

ورنہ آں پیغام کز موضع بود ۔ بر سر او بر زند شق فیدہ شود

ورنہ وہ پیغام جو معقول ہو ۔ بکر پڑے تو پھاڑ ڈالے چاند کو

مہ شگافد و آں دل محبوب نی ۔ زانکہ مردود است او محبوب نی

مہ پھٹے لیکن دل محبوب کب ۔ کیونکہ وہ مردود ہے محبوب کب

چشمہ شد چشم عسس ز اشک مبل ۔ بے ز گفت خشک بالائی دل

چشم عسس اشک سے چشمہ تھی ۔ خشک سے کہہ خشکی با تو دل سے نہ

یک سخن از دوزخ آید سوئے لب ۔ یک سخن از شہر جاں در کوئے لب

ایک سخن دوزخ سے آئے سوئے لب ۔ ایک شہر جاں سے سمت کوچۂ لب

بحر جاں افزا و بحر پر حرج ۔ در میان ہر دو بحر ایں لب مرج

ایک بحر جاں افزا ایک پر خطر ۔ درمیاں دونوں کے لب بنا ہے گزر

بحر جاں افزا و بحر مرگ گاہ ۔ ہر دو آں بر لب گرداند راہ

بحر راحت بحر غم اے باصفا ۔ دونوں لب پر راہ رکھیں بر ملا

چوں یپلو در میان شہرہا ۔ از نواحی آمد آنجا بہرہا

جیسے اندر شہروں کے بازار ہو ۔ ہر طرف سے مال آتے بکنے کو

کالۂ معیوب قلب کیسہ بر ۔ کالۂ پر سود مستشرف چو در

کوئی کھوٹا مال سے انتقال بیاں ۔ کوئی سچے پر نفع موتی سا گراں

زاں یپلو ہر کہ بازرگاں ترا ۔ بر ستود بر قلبہا و بہرہ ورا

جو ہے اس بازار میں تاجر بڑا ۔ اور سچے پہچانتا کھوٹا کھرا

۱۔ یپلو سے نفس سے مراد ہے ☆

شد ہیولی مرو را دار الرباح ‏ ‏ وان دگر را از عمی دار الجناح

اس کو ہے یہ نفع کا گھر بنا دیا ‏ ‏ دوسرے کو اندھے پن سے ہے زیاں

ہر یکی زاجزای عالم یک بیک ‏ ‏ بر غنی بند است بر اوشاد فک

ہے کسی پر بند دنیا سر بسر ‏ ‏ بہرہ ہے اک سے آزادی مگر

بر یکی قند است بر دیگر چو زہر ‏ ‏ بر یکی لطف است بر دیگر چو قہر

ایک پر ہے قند اک پر زہر ہے ‏ ‏ ایک پر ہے لطف اک پر قہر ہے

بر یکی دلو است بر دیگر چو گور ‏ ‏ بر یکی نار است بر دیگر چو نور

ایک پر ہے دلو اک پر گور ہے ‏ ‏ ایک پر ہے نار اک پر نور ہے

بر یکی گنج است بر دیگر چو مار ‏ ‏ بر یکی ورد است بر دیگر چو خار

ایک پر گنج اک پر مار ہے ‏ ‏ ایک پر ہے پھول اک پر خار ہے

بر یکی شیرین بر دیگر ترش ‏ ‏ بر یکی مہوش بر دیگر بدمنش

ایک پر شیریں ترش ہے ایک پر ‏ ‏ اک پہ چہرہ ماہوش اک پر بد

بر یکی پنہان و بر دیگر عیان ‏ ‏ بر یکی سود است بر دیگر زیان

ایک پر پوشیدہ اک پر ہے عیاں ‏ ‏ ایک پر ہے نفع اک پر ہے زیاں

بر یکی بند است بر دیگر گشاد ‏ ‏ بر یکی قید است بر دیگر مراد

ایک پر ہے بند اک پر ہے کشاد ‏ ‏ ایک پر ہے قید اک پر ہے مراد

بر یکی نوش است و دیگر چو نیش ‏ ‏ بر یکی بیگانہ بر دیگر چو خویش

ایک پر ہے نوش اک پر نیش ہے ‏ ‏ ایک پر بیگانہ اک پر خویش ہے

بر یکی روز است بر دیگر چو شب ‏ ‏ بر یکی عیش است بر دیگر تعب

ایک پر ہے روز اک پر ہے شب ‏ ‏ ایک پر ہے عیش تو اک پر تعب

بر یکے محبوب بر دیگر عدو	بر یکے راح است و بر دیگر کدو
ایک پر محبوب ہے اک پر ہے عدو	ہے شراب اک پر تو اک پر ہے کدو
بر یکے آب است و بر دیگر چو غول	بر یکے اعجاز و بر دیگر فسول
ایک پر پانی ہے تو اک پر ہے غول	ایک پر ہے معجزہ ۔ اک پر فسول
بر یکے حلوا و بر دیگر چو سم	بر یکے شکر است و بر دیگر شتم
ایک پر حلوا ہے تو اک پر ہے سم	ایک پر شکر ہے تو اک پر شتم
بر یکے تسنیم است و بر دیگر چو زقوم	بر یکے حبس است و بر دیگر فتوح
ایک پر تسنیم تو اک پر ہے زقوم	ایک پر ہے قید تو اک پر فتوح
بر یکے تیر است و بر دیگر کمان	بر یکے نان است و بر دیگر سنان
ایک پر ہے تیر اک پر ہے کمان	ایک پر ہے نان اک پر ہے سنان
بر یکے نقص است و بر دیگر کمال	بر یکے ہجر است و بر دیگر وصال
ایک پر ہے نقص ۔ اک پر ہے کمال	ایک پر ہے ہجر اک پر ہے وصال
ہر جہاودی با نبی افسانہ گو	کعبہ با حاجی گواہ و نطق جو ۔
ہے ہر اک یہ جہاں نبی سے قصہ گو	کعبہ حاجی کا گواہ اور نطق جو
ہر مصلی مسجد آمد ہم گواہ	کو ہمی آمد بمن از دور راہ
ہر نمازی کی ہے مسجد گواہ	دور سے آتا تھا یہ طے کر کے راہ
بر خلیل آتش گل و ریحان بود	باز بر نمرود آتش دال بود
آگ ابراہیم پر تھی پھول کی	تو لے کر نمرود پر آتش تھی
بازہا گفتم این را لیک من [illegible]	می نگردم از بیانش سیر من
اس مضمون میں سے کہا ہے بار ہا	اس بیان سے ہو نہ سیرا جی کبھا

ل زہرہ ملک کشادہ آبادی

لے نزہت

بارہا خوردی تو نان دفع ذبول ۔۔۔ این ہمان نان است چون گشتی ملول

بھوک میں اکثر تو روٹی کھا گیا ۔۔۔ یہ وہی روٹی ہے۔ کیوں غمگیں ہوا

در تو جوعی می رسد تو ز اعتدال ۔۔۔ کز ہمی سوزد ازو تخمہ و ملال

بھوک ہو تجھ کو بوجہ اعتدال ۔۔۔ جس سے جل جاتے ہیں بدہضمی۔ ملال

ہر کرا درد مجاعت نقد شد ۔۔۔ نو شدن با جزو جزوش عقد شد

درد جس کو مل گیا ہو بھوک کا ۔۔۔ جزو جزو اس کا ہو تازہ اور نیا

لذت از جوع است نی از نقل نو ۔۔۔ با مجاعت از شکر بہ نان جو

بھوک لذت دار ہے۔ کب نقل نو ۔۔۔ بھوک میں شکر سے بہتر نان جو

پس ز بی جوعیست وز تخمہ مدام ۔۔۔ این ملالت نی ز تکرار کلام

یہ سبھی سو ہضم و سیری سے ہوا ۔۔۔ باعث غم کب ہے تکرار کلام

چون ز دکان و مکاس و قیل و قال ۔۔۔ در فریب مردمت نآید ملال

کسب و دکانداروں کی قیل و قال سے ۔۔۔ کب فریب خلق سے ہو تم تھکے

چون ز غیبت و اکل لحم مردمان ۔۔۔ شصت سالت سیری نآمد ازان

آدمی کے گوشت اور غیبت سے کبھی ۔۔۔ ساٹھ برسوں میں نہ سیری ہو سکی

عشوہا در صید شلہ گفتہ تو ۔۔۔ بی ملالت ہمچو گل بشکفتہ تو

عورتوں کی مدح تو کرتا رہا ۔۔۔ اور مثل گل کے ہنسا۔ بے رنج تھا

بار آخر گوئیش سوزان و چست ۔۔۔ گرم تر صد بار از بار نخست

پھر تو ان سے بات بل کھن کر کہے ۔۔۔ گرم تر سو بار پہلی بار سے

درد داروی کہن را نو کند ۔۔۔ درد ہر شاخ ملولی خو کند

درد ہی سے ہر دوا پیدا ہوا ۔۔۔ درد ہر شاخ غم زدہ سے کاٹتا

کیمیای نو کنندہ دردہاست ۔۔۔ کو ملولی آن طرف کہ درد خاست

درد ہے تاثیر میں اکسیر کیمیا ۔۔۔ درد اٹھا جس سمت غم جاتا رہا

هین مزن تو از ولی آہ سرد ‌ ‌ درد جو و درد جو ہین درد درد
بھر شہ اندوہ والے سے آہ سرد ‌ ‌ درد ہی کو ڈھونڈ ہاں تو ڈھونڈ درد

خادع دردند درمانہائے ژاژ ‌ ‌ رہزن‌اند و زرستانان رسم باژ
درد کے مکار ہیں درماں تمام ‌ ‌ راہزن ہیں اور لیں محصول عام

آب شوری نیست درمان عطش ‌ ‌ وقت خوردن گر نماید سرد و خوش
پیاس کب بجھتی ہے کھاری پانی سے ‌ ‌ پیتے ہیں گو سرد اور اچھا لگے

لیک خادع گشت و مانع شد ز جست ‌ ‌ ز آب شیرینی کز و صد سبزہ رست
ہے فریبی ڈھونڈنے سے روکتے ‌ ‌ آب شیریں سے کہ اس سے گھاس اگے

ہمچنین ہر زر قلبے مانع است ‌ ‌ از شناس نقد کان ہرجا کہ ہست
ایسے ہی ہر کھوٹا زر مانع ہوا ‌ ‌ زر پرکھنے سے کہ کھوٹا یا کھرا

پال و پرت را بہ تزویرے برید ‌ ‌ کہ مراد تو منم گیر اے مرید
مکر سے تیرے پر بھی کاٹتا ‌ ‌ کہتا ہے لے ہیں ہوں تیرا مدعا

گفت دردت چینم او خود درد بود ‌ ‌ خار بود ار چہ بصورت ورد بود
بولا چن لوں درد گو خود درد تھا ‌ ‌ خار تھا گو شکل میں تھا گل بنا

رو ز درمان دروغین می‌گریز ‌ ‌ تا شود دردت مصیب و مشک بیز
بھاگ تو جھوٹی دوا سے بیباک ہو ‌ ‌ درد تا ہو جائے تیرا مشک بو

کوتوال کا درویش کو اپنا خواب بتانا

گفت نے دزدی و نے فاسقی ‌ ‌ مرد نیکی لیک گول و احمقی
بولا تو چور اور نہ ہے بدکار ہی ‌ ‌ نیک ہے پر سادہ ہی بے عقل ہی

بر خیال و خواب چندین رہ کنی ‌ ‌ نیست عقلت را تسوے روشنی
طے خیال و خواب پر یہ راہ کی ‌ ‌ عقل ہے تیری نہیں کچھ روشنی

بر خیالے این چنیں راہ دراز | پیش گیری از سر جہل و آز

اک گماں پر راہ ایسا لیا راستا | سے طمع جہالت اور لالچ سے کیا

بارہا من خواب دیدم مستمر | کہ بہ بغداد است گنجے مستتر

خواب میں دیکھا ہے میں نے بارہا | گنج اک بغداد میں ہے چھپ رہا

در فلاں کو در فلاں سوئے دفیں | بود آں خود نام کوئے آں حزیں

ہے فلاں کوچے فلاں جا میں چھپا | اور وہ خود اس کی گلی کا نام تھا

ہست در خانۂ فلانے رو بجو | نام خانہ گفت و نام کوئے او

وہ فلاں گھر میں ہے جا کر ڈھونڈنا | نام گھر کا اور کوچے کا لیا

دیدہ ام ایں خوابہا من بارہا | گر بروی آنجا کہ یابی گنج را

میں نے ایسا خواب دیکھا بارہا | جا وہاں تو اک خزانہ پائے گا

ہیچ من از جا نرفتم زیں خیال | تو بیک خوابے بیائی بے ملال

میں نہ بیہودہ ہی جاتا پہ خیال | آ گیا اک خواب سے تو بے ملال

خواب احمق لائق عقل ویست | ہمچو او بے قیمت است و لاشے است

خواب احمق لائق اس کی عقل کے | اور اسی کی طرح ہیں ناچیز سے

خواب زن کمتر ز خواب مرد داں | از پے نقصان عقل و ضعف جاں

خواب زن کمتر ہے خواب مرد سے | اس کا باعث نقص دانش جان کے

خواب ناقص عقل گول آید کساد | پس ز بے عقلی چہ باشد خواب باد

خواب ناقص عقل کا کھوٹا ہوا | خواب احمق کا ہے اک بیہودہ سا

گفت با خود گنج در خانۂ من است | پس مرا آنجا چہ فقر و شیون است

گنج گھر میں ہے مرا اور میں لٹے | کیسی محتاجی سے پھر کیا غم سے

بر سر گنج از گدائی مردہ ام | زانکہ اندر غفلت و در پردہ ام

گنج کے پاس اور گدائی سے مرا | کیونکہ غفلت اور پردے میں رہا

زین بشارت مست شد درویش تند	صد هزاران شکر بر لب او بخواند
رو اس کا اس بشارت سے رہتا	اور دل میں لاکھ شکر ادا کیا
گفت بد موقوف این لت خوردنم	آب حیوان بود در حانوت من
بولا - تھی موقوف لاتوں پر غذا	آب حیواں ورنہ میرے گھر میں تھا
رد که بر لوت شگرفی بر زدم	کوری آن وهم که مفلس بدم
جا کہ نعمت مل گئی مجھ کو عجیب	وہم غارت ہو کہ میں ہوا اک غریب
خواه احمق گو و خواهی عاقلم	یافتم من آنچه می خواهد دلم
خواہ احمق - خواہ کہہ عاقل مجھے	مدعا جو دل ہو تھا حاصل مجھے
من مراد خویش دیدم بیگمان	هرچه خواهی گو مرا ای بدزبان
آرزو بر آئی میری بے گماں	جو تو چاہے کہہ مجھے اے بدزباں
تو مرا پر درد گوی ای محتشم	پیش تو پر درد و پیش خود خوشم
تو سمجھ پر درد کہ اے خوش نہاد	سمجھے تو پر درد لیکن خود ہوں شاد
وانگهی گر برعکس بودی این مطار	پیش تو گلزار و پیش خویش خار
ہوتا اگر برعکس تو افسوس تھا	باغ تجھ کو اور اپنے آگے خار تھا
با فقیری گفت روزی یک غنی	که ترا اینجا نمی داند کسی
ایک غنی نے کہا درویش سے	جانتا کوئی نہیں اس جا تجھے
گفت او گر می نداند عامیم	خویش را من نیک می دانم کیم
بولا گر عامی نہ جانے غم ہے کیا	میں تو خود کو خوب ہوں پہچانتا
وائے گر برعکس بودی درد و ریش	او بدی بینا و من کور از خویش
ہوتا اگر اس کے خلاف افسوس تھا	جانتا وہ - میں نہ خود کو جانتا

ف یعنی افسوس جب تھا کہ تو بیچ کر خوش ہوتا اور میں اس گرفتاری سے غمگین ہوتا +

احمقم گیر احمقم من نیک بخت ‌‌‌‌ ‌ بخت بہتر از لجاج و روئے سخت

ہیں سبھی احمق - ہوں خوش قسمت مگر ‌ ‌ بخت جنگ و غصہ سے ہے خوب تر

این سخن بر وفق ظنت می جہد ‌ ‌ ورنہ بختم داد عقلم می دہد

ایسا کہتا ہوں میں تیرے کہنے سے ‌ ‌ بخت ورنہ مجھ کو عاقل ہی کہے

بغداد کو درویش کا واپس جانا

بازگشت از مصر تا بغداد او ‌ ‌ ساجد و راکع ثنا گو شکر گو

مصر سے بغداد کو واپس چلا ‌ ‌ سجدہ و شکر خدا کرتا ہوا

جملہ رہ حیران و مست او زین عجب ‌ ‌ ز انعکاس روزی و راہ طلب

ساری رہ وہ مست و حیراں ہی رہا ‌ ‌ الٹی روزی اور طلب کا راستا

کز کجا امید وارم کردہ بود ‌ ‌ وز کجا افشاند بر من سیم و جود

کس جگہ مجھ کو کیا امید وار ‌ ‌ اور کہاں برسا دیا زر بے شمار

این چہ حکمت بود کان قبلۂ مراد ‌ ‌ کردم از خانہ برون گمراہ و شاد

کیا یہ حکمت تھی مرے اللہ کی ‌ ‌ پہلے تو بھٹکا دیا پھر دی خوشی

تا شتابان در ضلالت می شدم ‌ ‌ ہر دم از مطلب جدا تر می بدم

جبکہ گمراہی میں میں دوڑا کیا ‌ ‌ اور مطلب سے چھٹا ہر دم جدا

باز آن عین ضلالت را بجود ‌ ‌ حق وسیلت کرد اندر رشد و سود

عین گمراہی میں اب پھر لطف سے ‌ ‌ رہنمائی کی مری اللہ نے

گمرہی را منہج ایمان کند ‌ ‌ کژروی را مقصد عرفان کند

گمرہی کو جادۂ ایماں کرے ‌ ‌ کج روی کو مقصد عرفاں کرے

تا نباشد ہیچ محسن بے وجا ‌ ‌ تا نباشد ہیچ خائن بے رجا

تا نہ ہو بے خوف محسن بھی کوئی ‌ ‌ اور نہ ہو مایوس خائن بھی کوئی

اندرون زہر تریاق آں حفی ۔۔۔ گردد آنگو یند ذو اللطف الخفی

رکھ دیا تریاق اس نے زہر میں ۔۔۔ لطف پوشیدہ ہے اس کا تا کہیں

نیست مخفی در نہاد آں مکرمت ۔۔۔ درکند خلعت شہد از مغفرت

بندگی میں ہے کرم کو بھر دیا ۔۔۔ مغفرت کا جرم میں خلعت رکھا

منکران را قصد اذلال ثقات ۔۔۔ ذل شدہ عز و ظہور معجزات

چاہیں منکر معتقد ہوں سب ذلیل ۔۔۔ پھر ہوئے وہ صاحب اعجاز اور جلیل

قصد شاں زانکار ذل دین بدہ ۔۔۔ عین ذل عز رسولاں آمدہ

قصد انکاریاں کا ذلت دین کی تھی ۔۔۔ پھر وہی عزت رسولوں کی ہوئی

گر نہ انکار آمدے از ہر بدے ۔۔۔ معجزہ و برہاں چرا نازل شدے

ہوتے انکاری نہ یہ کفار اگر ۔۔۔ ہوتے ظاہر معجزے کس بات پر

خصم منکر تا نشد مصداق خواہ ۔۔۔ کے کند قاضی تقاضائے گواہ

ہو عدو منکر نہ جب تک حسب جاہ ۔۔۔ کب کرے قاضی تقاضائے گواہ

معجزہ ہمچوں گواہ آمد زکی ۔۔۔ بہر صدق مدعی در بے شکی

معجزہ ہے مثل شاہد اس لئے ۔۔۔ مدعی کے صدق کو ظاہر کرے

طعنہ چوں می آمد از ہر ناشناخت ۔۔۔ معجزہ می داد حق و می نواخت

طعنہ دیتا تھا جو ہر ناآشنا ۔۔۔ معجزہ دیتا۔ کرم کرتا خدا

مکر آں فرعون سی صد تو بدہ ۔۔۔ جملہ ذل او و قمع او شدہ

مکر تھا فرعون کا اتنا بڑا ۔۔۔ پر سبب اس مکر کا ذلت ہوا

ساحراں آوردہ حاضر نیک و بد ۔۔۔ تا کہ جرح معجزہ موسیٰ کند

تھے بلائے ساحران نیک و بد ۔۔۔ تا کرے وہ معجزہ موسیٰ کا رد

تا عصا را باطل و رسوا کند ۔۔۔ اعتبار او ز دلہا بر کند

تا عصا کو باطل و رسوا کرے ۔۔۔ اعتبار اس کا دلوں سے میٹ دے

عینِ آں بکر آیتِ موسیٰؑ شدہ
اعتبارِ آں عصا بالا شدہ

پھر وہ بکر اعجازِ موسیٰؑ ہو گیا
اس عصا کا مرتبہ بالا ہوا

لشکر آرد بہرِ عدو تا حولِ نیل
تا زند بر موسیٰؑ و قومش سبیل

لایا لشکر جیسے عدو وہ گردِ نیل
تاکہ موسیٰؑ اور ہو قوم ان کی ذلیل

ایمنی امتِ موسیٰؑ شود
کو بہ تحت الارض ہاموں ورود

امن لیکن قومِ موسیٰؑ کو رہے
دشمنت زیرِ ارض میں لشکر گئے

گر بہ مصر اندر بدے و نامدے
وہم از سبطی کجا زائل شدے

مصر میں رہتا نہ آتا وہ اگر
سبطیوں کو وہم رہتا سر بسر

آمد و بر سبط افگند او گداز
تا بدانی کامن در خوف ہاست

آیا فرعون اور کی غارت گری
تا تو جانے خوف میں ہے ایمنی

ایں بود لطفِ خفی کو را صمد
نار بنماید و خود نورے بود

لطف یہ پوشیدہ ہے کہ وہ کردگار
نور ہوتا ہے دکھا دیتا ہے نار

نیست مخفی مزد دادن در تقا
ساحراں را اجر بیں بعد از خطا

ہے عیاں پرہیزگاری کا صلا
دیکھ اجر ساحراں بعدِ خطا

نیست پنہاں وصل اندر پرورش
ساحراں را وصل داد اندر برش

پرورش میں وصل کب پنہاں رہا
ساحروں کو وصل کٹنے میں دیا

نیست مخفی سیر با پائے روا
ساحراں را سیر بیں در قطعِ پا

سیر سب کی پاؤں سے ظاہر ہوئی
ساحروں کی سیر قطعِ پا میں تھی

عارفاں زانند دائم آمنوں
کہ گزر کردند از دریائے خوں

عارفوں کو امن ہے دائم ملا
خوں کے دریا سے گزر ان کا ہوا

امنِ شاں از عینِ خوف آمد پدید
لاجرم باشند ہر دم در مزید

امن ان کا خوف سے ظاہر ہوا
امن سے ہر وقت ان کا بڑھ رہا

امن دیدی گشته در خوفی خفی ۔۔ خوف بین هم در امیدای صفی
امن کو تو خوف میں دیکھا رہنما ۔۔ خوف کو آ امن میں بھی دیکھ رہا

آن امیر از مکر بر عیسیٰؑ تنید ۔۔ عیسیٰؑ اندر خانه رو پنهان کند
پاس عیسیٰؑ کے امیر اک مکر سے ۔۔ آ پایا عیسیٰؑ گھر میں لیکن چھپ گئے

اندر آید تا شود او تاجدار ۔۔ خود شبیه عیسیٰؑ آمد تا جدار
گھر کے اندر آیا۔ تا ہو بادشا ۔۔ شبیہ[1] عیسیٰؑ سے وہ سولی پر چڑھا

هی میاویزید من عیسیٰؑ نیم ۔۔ من امیرم بر جهودان خوش پیم
بولا مت دو سولی۔ میں عیسیٰؑ نہیں ۔۔ میں ہوں سردار یہود اں بالیقیں

زود تر بردار آویزید کو ۔۔ عیسیٰؑ است از دست ما تخلیص جو
بولے دیدو جلد سولی۔ یہ ملا ۔۔ یہ ہے عیسیٰؑ اور رہائی مانگتا

چند لشکر می رود تا بر خورد ۔۔ برگ او پیش گردد و بر سر خورد
کتنے لشکر جاتے ہیں تا پھل ملے ۔۔ لیکن آ لیٹے وہ مصیبت میں پڑے

چند بازرگان رود بر بوی سود ۔۔ عید پندارد بسوزد همچو عود
کتنے تاجر جاتے ہیں بہر نفع و سود ۔۔ عید سمجھیں پر جلیں وہ مثل عود

چند در عالم بود بر عکس این ۔۔ زهر پندارد بود آن انگبین
اس کے برعکس ایسی باتیں بھی ہوئیں ۔۔ زہر سمجھے جس کو نکلا انگبیں

بس سپه بنهاده دل بر مرگ خویش ۔۔ رو نهی با ظفر آمد پیش
فوج اکثر سر ہتھیلی پر رکھے ۔۔ جا سکے۔ پر فتح و ظفر اس کو ملے

ابرهه[2] با پیل بهر ذل بیت ۔۔ آمده تا افکند حی را چو میت
ابرہہ کہ تذلیل کعبہ کے لئے ۔۔ لے کے ہاتھی آیا۔ خونریزی کرے

تا حریم کعبه را ویران کند ۔۔ جمله را زان جا سرگردان کند
تا کہ بیت اللہ کو ویراں کرے ۔۔ اور وہاں سے سب کو سرگرداں کرے

۱ یعنی حضرت عیسیٰؑ کا ہم شکل ہونے کی وجہ سے ۲ بادشاہ حبش کا ابرہہ جو ہاتھی لیکر کعبے کو گرانے گیا تھا

تا ہمہ زوّار گرد او تنند ‏|‏ کعبہ او را ہمہ قبلہ کنند

تاکہ سارے زائر اُس کے گرد آئیں ‏|‏ اور اُس کے کعبے کو قبلہ بنائیں

وز عرب کینہ کشند اندر گزند ‏|‏ کہ چرا در کعبہ ام آتش زنند

اور عرب لوگ سے یہ بدلا لے رہتا ہے ‏|‏ کیوں کیا تم نے مرا کعبہ خراب

عین سعی عزت کعبہ شدہ ‏|‏ موجب اعزاز آں بیت آمدہ

اس کی سعی اعزاز کعبہ ہو گئی ‏|‏ باعث توقیر بیت اللہ ہوئی

مکیّاں را عز یکے بد صد شدہ ‏|‏ تا قیامت عزّشاں ممتد شدہ

قدر اہل مکّہ اک سے سو ہوئی ‏|‏ تا قیامت اُن کی عزت بڑھ گئی

او و کعبہ اش ہمی شود مخسوف تر ‏|‏ از چہ است ایں از عنایات قدر

وہ اور اُس کا کعبہ بالکل گم ہوئے ‏|‏ یہ ہُوا سب کچھ خُدا کے حکم سے

از جہاز ابرہہ ہمچوں دوہ ‏|‏ آں فقیران عرب منعم شدہ

ابرہہ کے مال اور اسباب سے ‏|‏ وہ فقیران عرب پُر زر ہوئے

او گماں بردہ کہ لشکر می کشد ‏|‏ بہر اہل بیت خود زر می کشد

تھا گماں اُس کو کہ لشکر لے چلا ‏|‏ بہر اہل کعبہ لیکن زر وہ تھا

اندر ایں تسخیر عزائم واں ہمم ‏|‏ در تماشا بودہ بہ رہ ہر قدم

توڑ دیا اُن کے قصد و عزم کا ‏|‏ ہر قدم پر تھا تماشا دیکھتا

خانہ آمد گنج زر را باز یافت ‏|‏ کارش از لطف خدائی ساز یافت

کعبے پہنچا حق سے زر واپس لیا ‏|‏ لطف حق سے کام کعبے کا بنا

تا بدانی حکمت رب قدیم ‏|‏ ایمنہا می نہد در خوف و بیم

تا تو جانے حکمت رب تھا ‏|‏ خوف میں سے خوبیاں رکھی ہے کیا

یاد ہم آمد قصۂ شہزادگاں ‏|‏ گوش ہوش آور ز من بشنو بیاں

یاد آیا قصۂ شہزادگاں ‏|‏ سن لے گوش ہوش سے پیارا بیاں

بڑے بھائی کا شاہِ چین کے پاس جانا

آن دو گفتندش که اندر جان ما	هست پاسخها چو نجم اندر سما
دونوں بولے - ہیں جواب پُر ضیا	آسماں پر جیسے تارے برملا
گر نگوییم آن نیاید راست نرد	ور بگوییم آن دلت آید بدرد
کام بگڑے ہے - ہم رہیں خاموش اگر	گر کہ دیں تو تیرا دُکھے دل سربسر
همچو چغزیم اندر آب از گفت الم	ور خموشی اختناق است و سقم
ہم ہیں مینڈک جیسے - بولیں تو الم	اور اگر چپ رہتے ہیں - گھٹتا ہے دم
گر نگوییم آتشی را نور نیست	ور بگوییم این سخن دستور نیست
نور آتش کو نہ کہنا ناروا	اور جو کہ دیں تو نہیں دل مانتا
در زمان برجست کای یاران وداع	انما الدنیا و ما فیها متاع
وہ مٹا اُٹھا - کہا بس الوداع	کچھ نہیں دنیا بجز مال و متاع
پس برون جست او چو تیر از کمان	که مجال گفت کم بود آن زمان
پس گیا وہ صورت تیر کمان	گفتگو کی تھی مجال اس دم کہاں
اندر آمد مست پیش شاه چین	زود مستانه ببوسید او زمین
مست و بیخود آیا پیش شاہ چین	جلد مستوں کی طرح چومی زمین
شاه را مکشوف یک یک حالشان	اول آخر غم و زلزالشان
شاہ کو اُن کا حال سب تھا جانتا	اُن کے غم کی ابتدا و انتہا
میش مشغول است در چرای خویش	لیک چوپان واقف است از حال میش
چر رہی ہے بھیڑ - چرواہا مگر	اس کے سارے حال سے ہے باخبر
کلکم راع بداند آن رمه	که علف خوار است گر دید ماتمه
تم ہو راعی الم اور پیمبر راعی جانتا	گلّہ کی کھانے کی گھاس پاسے اٹھا رہے

لہ چرواہا ۱۲

گرچه در صورت از آن صف دور بود	لیک چون دف در میان سور بود
گو تھا جہاں کی صف سے تھا وہ دور	مثل دف شادی میں لیکن تھا ضرور
واقف از سوز و لهیب آن وفود	مصلحت آن بد که خشک آورده بود
ان کے سوز قلب سے واقف وہ تھا	مصلحت سے تھا وہ ناداں بن گیا
در میان جان شان بد آن سمی	لیک خود را کرده قاصد اعجمی
ان کی جانوں میں وہ مثل تیر تھا	عمداً اس نے خود کو گونگا کر لیا
صورت آتش بود پایان دیگ	معنی آتش بود در جان دیگ
آگ کی صورت سے نیچے دیگ کے	آگ کے معنی ہیں جان دیگ سے
صورتش بیرون و معنی اندرون	معنی معشوق جان در رگ چو خون
شکل باہر اور معنی درمیاں	خون رگ میں معنی معشوق جاں
شاهزاده پیش شه زانو زده	ده معرف شارح حالش شده
شاہزادہ بیٹھا شہ کے سامنے	دس معرف شارح حال اس کے تھے
گرچه شه عارف بد از کل پیش پیش	لیک می کرد آن معرف کار خویش
شہ اسے پہلے سے گو تھا جانتا	کام اپنا تھا معرف کر رہا
در درون یک ذره نور عارفی	به بود از صد معرف ای صفی
دل میں ہو اک ذرہ نور عارفی	سو معرف سے ہے بہتر اے صفی

ا؎ یعنی جس طرح شادی کے موقع پر دف بجتی ہے۔ اور درد و رنج والے سبب اسے سنتے ہیں۔ اسی طرح شاہ چین کو بھی ان شہزادوں کی دوری و نزدیکی برابر تھی۔ اور وہ ان کے حال سے واقف تھا۔

۲؎ یعنی کچھ علامتیں ان کی حالت کا پتہ دے رہی تھیں۔

۳؎ وہ شخص جو بادشاہ کے سامنے ہر شخص کی تعریف بیان کرکے اسے پہچنواتا ہے۔

گوش را رهن معرف داشتن | آیتی محجوبی است و حزر و ظن

کان کو رہن معرف جو رکھے | پردہ و ظن ہیں ابھی ہے جان لے

آنکه او را چشم دل شد دیده بان | دید خواهد چشم او عین العیان

جس کی چشم باطنی جاسوس ہو | دیکھے وہ چیزوں کی ذات خاص کو

با تواتر نیست قانع جان او | بل ز چشم دل رسد ایقان او

اس کی جان قانع تواتر پر نہیں | چشم دل سے اس کو آتا ہے یقین

پس معرف پیش شاه منتجب | در بیان حال او بگشود لب

شاہ کے آگے معرف نے کیا | شاہزادے کا بیاں سب ماجرا

گفت شاها چیست احسان تو است | پادشاهی کن که او آن تو است

بولا یہ ہے تیرے احساں کا شکار | بادشاہی کر کہ شہ والا ترا

دست در فتراک این دولت زده است | بر سرش نه دست او بیدل است

اس نے پکڑا دامن دولت ترا | دست شفقت پھیر سر پر برملا

گفت شه هر منصب و هر ملکتی | کالتماسش هست یابد آن فتی

بولا شہ ہر منصبے ہر ملک کو | پائے گا وہ آرزو جو رکھتا ہو

بیست چندان ملک کو شد زان بری | بخشمش اینجا و با خود بری

بیس حصے زیادہ اس کے ملک سے | اس کو بخشوں گا وہ سرداری کرے

گفت تا شاهیت در وی عشق کاشت | جز هوای تو هوایی کی گذاشت

بولا شاہی نے تری الفت جو کی | بجز تیری الفت نہ کچھ خواہش رہی

بندگیت آنچنان درخورد شد | کو شهی اندر دل او سرد شد

ایسی تیری بندگی اچھی لگی | بادشاہی سے اسے نفرت ہوئی

لہ یعنی اس کے ساتھ بادشاہی کے موافق سلوک کر ؎

شاہی و شاہزادگی در باختہ است	از پئے تو در غریبی تاختہ است
شاہی و شہزادگی کو چھوڑ کر	تیرے پیچھے ہے کیا اس نے سفر
صوفیے کانداخت خرقہ وجد در	کے رود او بر سر خرقہ دگر
وجد میں صوفی جو گدڑی پھینکدے	کس طرح گدڑی کو پھر واپس وہ لے
میل سوئے خرقہ دادہ ندم	آنچناں باشد کہ من مغبون شدم
پھر بھی رغبت ہو جو گدڑی کی اسے	ہو ندامت ہے زیاں جیسے مجھے
باز دہ آں خرقہ ایں سو اے قریں	کہ نمی ارزد بدآں لینی بدیں
اور کہے دے مجھ وہ گدڑی پھٹی ہیں	پھینک دینے کے تو وہ قابل نہیں
دور از عاشق کہ ایں فکر آیدش	ور بیاید خاک بر سر بایدش
دور ہے عاشق سے جو یہ فکر اسے	ہو تو سر پر خاک پڑنی چاہئے
عشق ارزد صد چو خرقہ کالبد	کہ حیاتے دارد و حس و خرد
مثل خرقہ کالبد سو ہوں اگر	جن میں عقل و زندگی ہو سربسر
خاصہ خرقہ ملک دنیا کابتر است	پنج دانگ مستیش دردسر است
خاص کر دنیا کا خرقہ ہو اگر	نشہ پورا بھی عاشق کو ہے وہ دردسر
ملک دنیا تن پرستاں را حلال	ما غلام ملک عشق بے زوال
ملک دنیا تن پرستوں کو حلال	ہم غلام ملک عشق بے زوال
عامل عشق است معزولش مکن	جز بعشق خویش مشغولش مکن
وہ ہے عاشق تو نہ کر معزول اسے	عشق میں اپنے ہی رکھ مشغول اسے
منصبے کانش زرویت محجب است	علت معزولیست نامش منصب است
دور جس منصب میں وہ تجھ سے رہا	علت معزولی ہے منصب نام کا
موجب تاخیر ایں جا آمدن	فقد استعداد بود و ضعف تن
دیر سے آنے کا باعث یہ ہوا	پہلے لیاقت نہ اور دوم ضعف تھا

بے ز استعداد بر کانے روی ۔۔۔ بر نیابی حبۂ نگردی محتوی

بے لیاقت کان میں بھی پہنچے گر ۔۔۔ پھوٹی کوڑی کا بھی وہ مالک نہ ہو

ہمچو عنینے کہ بکرے را خرد ۔۔۔ گرچہ سیمینش بر بود کے بر خورد

مول لے دوشیزہ کو نامرد اگر ۔۔۔ فائدہ کیا ۔ گرچہ ہو وہ سیم بر

چوں چراغے بے ز زیت و بے فتیل ۔۔۔ نے کثیرستش ز نور و نے قلیل

تیل بتی سے جو ہو خالی دیا ۔۔۔ روشنی دیگا نہ وہ ہرگز ذرا

در گلستاں اندر آید اخشمے ۔۔۔ کے شود مغزش ز ریحاں خرمے

باغ میں آئے جو خوشبو ناشناس ۔۔۔ شاد اس کو کیا کرے پھولوں کی باس

ہمچو خوبی دلبرے مہمان غر ۔۔۔ بانگ چنگ و بربطے در پیش کر

جیسے دلبر گھر میں اک نادان کے ۔۔۔ چنگ جیسے بہرے کے آگے بجے

یا چو مرغ خاک کاید در بحار ۔۔۔ زاں چہ یابد جز ہلاک و جز خسار

مرغ خشکی جیسے دریا میں گرے ۔۔۔ کیا ہلاکت کے سوا اس کو ملے

یا چو بے گندم شدہ در آسیا ۔۔۔ جز سفیدی ریش و مو نبود عطا

پاس چکی کے جو بے گندم گیا ۔۔۔ تو[۱] سفید اس کی ہوئی ریش اے فتا

آسیائے چرخ بر بے گندماں ۔۔۔ مو سفیدی بخشد و ضعف جناں

آسیائے چرخ بے گندم کو ہاں ۔۔۔ مو سفیدی ضعف دل دیتی ہے گماں

لیک با گندم‌داں ایں آسیا ۔۔۔ ملک بخشش آمد و دہد کار کیا

جو ہیں باگندم انھیں یہ آسیا ۔۔۔ سلطنت اور ملک کرتی ہے عطا

اول استعداد جنت بایدت ۔۔۔ تا ز جنت زندگانی زایدت ۔

پہلے استعداد جنت چاہئے ۔۔۔ زندگی جنت کی تا تجھ کو ملے

۱؎ یعنی آٹا اڑ کر داڑھی سفید ہو گئی۔

طفل نو را از شراب از کباب ۔ چہ حلاوت وز قصور از قباب

لطف بچے کو بھلا کیا دے شراب ۔ کیا محل سے قبے مزہ دیں اور کباب

حد ندارد ایں مثل کم گو سخن ۔ تو برو تحصیل استعداد کن

حد نہیں اس کی بیاں کر مختصر ۔ جا سکے تو تحصیل استعداد کر

بہر استعداد تا اکنوں نشست ۔ شوق از حد رفت آں نامد بدست

اب تک استعداد کو بیٹھا رہا ۔ کب ملی پر شوق حد سے بڑھ گیا

گفت استعداد ہم از شہ رسد ۔ بے ز جاں کے مستعد گردد جسد

بولا استعداد بھی شہ سے ملے ۔ جسم کب ہو مستعد بے جان کے

لطف ہائے شہ غمش را در نوشت ۔ شد کہ صید شہ کند خود صید گشت

لطف شہ سے دور اس کا غم ہوا ۔ پھانسنے آیا تھا خود ہی پھنس گیا

ہر کہ در اشکار چوں او صید شد ۔ صید را ناکردہ قید او قید شد

صید کرنے کو سمجھے جو بھی گیا ۔ صید اس نے کب کیا خود ہی پھنسا

ہر کہ جویائے امیرے شد یقیں ۔ پیش ازاں او را اسیری شد رہیں

جو ڈھونڈتا دنیا میں جو پاسکے امیر ۔ اس سے پہلے ہو گیا خود ہی اسیر

عکس می داں نقش دیباچہ جہاں ۔ نام ہر بندہ جہاں خواجہ جہاں

جان لے الٹا ہے سب نقش جہاں ۔ نام ہر بندے کا ہے خواجہ جہاں

اے تن کژ فکرت معکوس رو ۔ صد ہزار آزادہ را کردہ گرو

اے تن کج فکر الٹا پیشہ سے ۔ لاکھوں ہی آزادوں کو تو پھانس لے

مدتے بگذار ایں حیلت پزی ۔ چند دم پیش از اجل آزاد زی

چھوڑ دے کچھ عرصہ یہ حیلہ گری ۔ موت سے پہلے ذرا آزاد جی

سے اچھی آٹا از کر بڑھنے سے داڑھی سفید ہوگئی

ور بود آزادیت چون خر رانیست — ہمچو دولت سیر جز در جانیست

اور جو آزادی ہیں جوں خر رہ نہیں — ڈول ہے تو یہ سیر بھی جز جاہ نہیں

مرتے رو ترک جان من بگو — رو حریفے دیگرے جز من بجو

میری جاں چھوڑ اب مرتے کے لئے — دوسرا کوئی حریف اب ڈھونڈ لے

نوبت من شد مرا آزاد کن — دیگرے را غیر من داماد کن

میری باری ہو چکی - آزاد کر — اور کو میرے سوا داماد کر

اے زن صد کارہ ترک من بگو — شوہر من بردی کسے دیگر بجو

اے زن صد کارہ مجھ کو چھوڑ دے — شوہر میری لوٹی اور اب ڈھونڈ لے

جوحی کی عورت کا قصہ

ہر زماں جوحی ز درویشی بُدن — زد بہ زن گردے کہ اے دل خواہ من

ہر گھڑی جوحی جو اک نادار تھا — اہلیہ سے کہتا تھا اے دل ربا

چوں سلاحت ہست رو صیدے بگیر — تا بدوشا نیم از صید تو شیر

رکھتی ہے ہتھیار - تو جا کر شکار — تا ہیں دو ہوں دودھ اس سے بار بار

قوس ابرو، تیر غمزہ، دام کید — بہر چہ دادت خدا از بہر صید

قوس ابرو، تیر غمزہ - دام کید — تجھ کو اللہ نے دئے ہیں بہر صید

رو بے مرغ شگرفے دام نہ — دانہ بنما لیک در خوردش مدہ

جال پھیلا مرغ نادر کے لئے — ڈال دانہ پر نہ کھانے دے اسے

کام بنما و کن او را تلخ کام — کے خورد دانہ چو شد محبوس دام

اس کو مقصود تو دکھا رکھنا تلخ کام — دانہ کب کھاتا ہے جب ہو قید دام

[illegible]

شد زن او نزد قاضی با گله	که مرا افغان ز یار ده دله
جا کیا عورت نے قاضی سے گلا	میرا شوہر ستاتا ہے مجھ پہ جفا
قصہ کوتہ کن کہ قاضی شد شکار	از جمال و از مقال آں نگار
مختصر یہ ہو گیا قاضی شکار	حسن اور باتوں سے اس کی ایک بار
گفت اینجا محکمہ ست و غلغلہ	من نتانم فہم کردن این گلہ
بولا یہ ہے محکمہ اور شور سا	میں سمجھ سکتا نہیں شکوہ ترا
گر بخلوت آیی اے سرو سہی	وز ستمکاری شوہر حم دہی
تو جو تنہائی میں اے سرو رواں	ظلم شوہر کا کرے مجھ سے بیاں
فہم آں بہتر کنم بدہم سزاش	آنچہ حق باشد تو زیں غمگیں مباش
خوب سمجھوں اور دوں اس کو سزا	جیسا حق ہے۔ تو نہ ہو غمگیں ذرا
گر مرا معلوم گردد حال تو	شوہرت را زہر سازم بے غلو
مجھ پہ کھل جائے اگر حالت تری	تیرے شوہر کو کروں تابع ابھی
گفت خانہ تو ز ہر نیک و بدے	باشد از بہر گلہ آمد شدے
بولی عورت نیک و بد گھر میں ترے	آتے ہیں شکوے شکایت کے لئے
خانۂ سر جملہ پر سودا بود	صدر پر وسواس و پر غوغا بود
خانۂ سر میں ہے سب سودا بھرا	سینے میں وسواس ہے غوغا بپا
باقی اعضا ز فکر آسودہ اند	واں صدور از صادراں فرسودہ اند
باقی اعضا فکر سے فارغ ہوئے	سینہ و سر مشغول وسواس سے
ہمچو شاخ از برگ و از میوہ کہن	گرد خالی تا رسد از امر کن
شاخ پر برگ و میوہ سے خالی ہوئی	تا کہ امر کن سے حاصل ہو نئی
[illegible] میوہ [illegible]	[illegible]
شیب سے اس کو [illegible] برگ و ثمر	[illegible] کے بعد [illegible]

در خزان و باد خوف حق گریز　　آن شقائق ہائے پاریں گو بریز

تو خزان و باد خوف حق میں جا　　وہ پرانے پھول ہونے دے جدا

کیں شقائق ہا صد انگوفہاست　　کہ درخت دل برائے آں نماست

کیونکہ ہیں یہ پھول صد انگوفوں کی　　نخل دل سے جن کی ہے بالیدگی

خویش را در خواب کن زیں افتکار　　سر ز زیر خواب در یقظہ بر آر

خواب میں جا چھوڑ دے اس فکر کو　　خواب سے پھر سر اٹھا بیدار ہو

ہمچو آں اصحاب کہف اے خواجہ زود　　رو بہ ایقاظاً کہ تحسبہم رقود

صورت اصحاب کہف اے خواجہ ہاں　　جاگ یوں ۔ ہو خواب کا جس پر گماں

گفت قاضی اے صنم امروز چیست　　گفت خانہ ایں کنیزک بس تہیست

بولا قاضی ۔ فیصلہ پھر کیا ہوا　　بولی ۔ میرا گھر ہے بس خالی پڑا

خصم در دہ رفت و حارس نیز نیست　　بہر خلوت سخت نیکو مسکنیست

ہے سفر پر خصم ۔ غائب پاسباں　　خوب ہے خلوت کا موقع بے گماں

امشب ار امکاں بود آنجا بیا　　کار شب بے سمعہ است و بے ریا

ہو جو ممکن آج شب اس جا پہ آ　　کام شب کا ہے نمود و بے ریا

جملہ جاسوساں ز خمر خواب مست　　زنگی شب جملہ را گردن زدہ است

سارے مخبر لوگ سوتے ہیں بہ ملا　　قتل گویا زنگی شب نے کیا

خواند بر قاضی فسونہائے عجب　　آں شکر لب وانگہانے از چہ لب

پڑھ کے قاضی پر یہ منتر دم گئے　　اس شکر لب نے لب انجان سے

چند با آدم بلیس افسانہ کرد　　چوں بگفتش حوا خور آں گاہ خورد

کیا ہی کیا آدم سے کہا ابلیس نے　　پھر جو حوا نے کہا کیا پا لیے

لہ یعنی دانہ گندم کو

اولیں خوں در جہاں ظلم وداد	درکف قابیل بہر زن فتاد
خون پہلا اس جہاں میں دیکھئے	کر دیا تھا بہر زن قابیل نے
نوح تا بہ خانہ می پرداختے	واہلہ بر تابہ سنگ انداختے
تبلیغ کرتے نوح تو گھر کا تھا	واہلہ پتھر سے دیتی تھی ہٹا
مکر زن برفن او چیرہ شدے	آب صافی وعظ او تیرہ شدے
ان کے فن پر مکر زن غالب رہا	صاف پانی وعظ کا گدلا ہوا
قوم را پیغام کردے از نہاں	کہ نگہ دارید دیں از گمرہاں
قوم کو پیغام دیتی تھی نہاں	دیں بچاتے رکھنا گمراہوں سے ہاں
لوط را زن ہم چنیں بد کافرہ	خواندہ باشی قصۂ آں فاجرہ
لوط کی زن کافرہ تھی بر ملا	قصہ اس کا تو نے تو ہوگا پڑھا
یوسف از کید زلیخائے جواں	ماند در زنداں برائے امتحاں
مکر یوسف سے زلیخا نے کیا	قید کر کے امتحاں ان کا لیا
ہر بلا کاندر جہاں آید عیاں	باشد از شومی زن ہر کمال
اس جہاں میں جو بھی آتی ہے بلا	شومی زن سے ہوتا ہر بلا

زن جوجی کے گھر میں قاضی کا جانا

مکر زن پایاں ندارد رفت شب	قاضی زیرک سوئے زن بہر طلب
مکر عورت کی نہیں کچھ انتہا	رات کو قاضی گیا بہر زنا
زن دو شمع و نقل مجلس ساز کرد	زاں نوازش شاد شد قاضی فرد
زن نے شمع و نقل سے ساماں کیا	تہیں عشرت کا تھا قاضی خوش ہوا

لہ حضرت نوح کی بد زوجہ کا نام +

چونکه بنشستند با هم ساعتی ۔۔۔ تا بر آساینده اندر خلوتی

ایک ساعت دونوں بیٹھے ایک جا ۔۔۔ قصد پھر خلوت میں جانے کا کیا

چون نشست او پہلوی زن با مراد ۔۔۔ گشت جان پر نقش زان وصل شاد

جب وہ بیٹھا پاس زن کے بامراد ۔۔۔ جان پر نقش وصل سے کی اس نے شاد

اندر آن دم جوحی آمد در بزد ۔۔۔ جست قاضی مہربی تا در خزد

اتنے میں جوحی گئی در پہ آ گیا ۔۔۔ ڈھونڈی قاضی نے نہاں ہونے کو جا

غیر صندوقی ندید او خلوتی ۔۔۔ رفت در صندوق از خوف آن فتی

دیکھی تنہائی نہ جز صندوق کے ۔۔۔ گھس گیا صندوق میں وہ خوف سے

اندر آمد جوحی و گفت ای حریف ۔۔۔ ای وبالم در ربیع و در خریف

جوحی آ کر بولا اے ہمسر مری ۔۔۔ اے کہ تو ہے آفت جاں ہر گھڑی

من چہ دارم کہ فدایت نیست آن ۔۔۔ تا ز من فریاد داری ہر زمان

میری کیا شے جو نہیں تجھ پر فدا ۔۔۔ تو جو کرتی ہے مرا ہر دم گلا

گفت شخصی تو بقاضی رفتہ ۔۔۔ در حضم تا گفتنیہا گفتہ

سنتا ہوں تو پاس قاضی کے گئی ۔۔۔ بات کہنے کی نہ تھی جو وہ کہی

بر لب خشکم گشادستی زبان ۔۔۔ گاہ مفلس خوانیم گہ قلتبان

فقر پر میرے ہوئی تو لب کشا ۔۔۔ گہ دیا مفلس کبھی کبڑوا کہا

این دو علت گر بود ای جان مرا ۔۔۔ آن یکی از تست و آن دیگر خدا

مجھ میں پائیں یہ علتیں گر جاں مری ۔۔۔ اک تیرے باعث سے ہے اک قہر کی

من چہ دارم غیر این صندوق کان ۔۔۔ ہست مایہ تہمت و پایہ گمان

پاس میرے کیا ہے جز صندوق کا ۔۔۔ ہر کوئی رکھتا گماں تہمت سے ہے

خلق پندارند زر دارم درون ۔۔۔ صلہ ہی گیرند از من این ظنون

لوگ سمجھے ہیں کہ زر ہے اس میں بہا ۔۔۔ چاہیں ہیں انعام اس گماں سے کیا

صورت صندوق بس عالیست لیک	از زکوٰة سیم و زر خالیست نیک
صورت صندوق عمدہ ہے مگر	اس میں کیا ہے، یا ہے یا سیم و زر
چوں تن زراق خوب و باوقار	وندر آں سلوہ نیابی غیر مار
جیسے تن مکار کا ہو باوقار	پر نہیں اس میں پٹارہ غیر مار
من برم صندوق را فردا بکو	پس بسوزم در میان چار سو
کل ہی اس صندوق کو لے جاؤنگا	چوک میں پس پھونک دونگا برملا
تا ببیند مومن و گبر و یہود	کاندریں صندوق جز لعنت نبود
گبر و مومن اور یہودی دیکھ لیں	کچھ نہیں جز لعنت اس صندوق میں
گفت زن ہی درگذر اے مرد زن	خورد سوگند او کہ نکنم جز چنیں
بولی عورت - چھوڑ یہ کیا ہے جنوں	کھائی سوگند اس نے ایسا ہی کروں
بارسن صندوق را او ہم ببست	خویشتن را کردہ پیدا نیز سست
رسی سے صندوق باندھا اس نے اور	سست کی صورت بنایا اپنا طور
از پگہ حمال آورد او چو باد	زود آں صندوق بر پشتش نہاد
لایا وہ حمال کو وقت سحر	رکھ دیا صندوق اس کی پشت پر
اندروں شد قاضی از بیم نکال	بانگ می زد کاے حمال اے حمال
قاضی اندر درد سے چلّا اٹھا	کہتا تھا اے مزدور اے مزدور کہا
کرد آں حمال از ہر سو نظر	کز چہ سو در می رسد بانگ و خبر
کی نظر ہر سمت اس مزدور نے	آتی ہے آواز یہ کس سمت سے
ہاتف است ایں داعی من اے عجب	یا پری ام می کند پنہاں طلب
یہ فرشتہ ہے بلاتا اسے عجب	یا پری پوشیدہ کرتی ہے طلب
چوں پیاپے گشت آں آواز بیش	گفت ہاتف نیست باز آمد بخویش
جب سنی آواز پیہم درپے بوہیا	ہوش میں آکر کہا ہاتف نہیں

عاقبت آنست کان بانگ و فغان
بد ز صندوق و کسے در وے نہاں

جانا آخر کرنے والا یہ فغاں
ہے اسی صندوق کے اندر نہاں

عاشقے کو در پئے معشوق رفت
گرچہ بیرون است در صندوق رفت

جانے عاشق در پئے معشوق جو
جانے وہ صندوق میں باہر ہو گو

عمر در صندوق برد از اندہاں
جز کہ صندوقے نہ بیند از جہاں

عمر اسی صندوق میں کر دے بسر
کچھ نہ دیکھے صندوق دیگر پہ نظر

آں سرے کہ نیست فوق آسماں
از ہوس او را در آں صندوق داں

آسماں پر جو ہوس سے سر نہیں
وہ ہے صندوق ہوس میں بالیقیں

چوں ز صندوق بدن بیروں شود
او ز گور سوئے گورے می رود

نکلے وہ صندوق تن سے جس گھڑی
گور سے جائے گا سوئے گور ہی

ایں سخن پایاں ندارد قاضیش
گفت اے حمال اے صندوق کش

پس کہا قاضی نے یہ مزدور سے
اے اٹھانے والے اس صندوق کے

از من آگہ کن درون محکمہ
نائبم را زود تر با ایں ہمہ

محکمے میں جا کے کر دے بے گماں
میرے نائب سے یہ کیفیت بیاں

تا خرد ایں را بزر زیں بے خرد
ہمچنیں بستہ بخانہ ما برد

تا وہ اس بے عقل سے یہ مول لے
بند ہی یوں گھر میں لے جائے مرے

اے خدا بگمار قومے رحم مند
تا ز صندوق بدن ما را خرند

اے خدا اک قوم مشفق بھیج دے
جو ہمیں صندوق تن سے مول لے

خلق را از بند صندوق فسوں
کہ خرد جز انبیا و مرسلوں

سحر کے صندوق سے خلقت بھلا
ہو رہے کیونکر بغیر انبیا

از ہزاراں کس یکے خوش منظر است
کہ بداند کو بہ صندوق اندر است

ہے ہزاروں میں بس اک خوش منظر
جانے جو صندوق کا حال اے پسر

آنکه داند تو نشانش آن شناس ـــ کو ز رنج این جہان دارد ہراس

باخبر کا یہ نشاں تو جان لے ـــ اس جہاں کے جفت ہونے سے ڈرے

آن جہان را دیدہ باشد پیش ازان ـــ تا بدان ضد این ضدش گردد عیان

اس نے دیکھا اس سے پہلے وہ جہاں ـــ ضد سے ضد کا حال اس پر ہے عیاں

زین سبب کہ علم ضالہ مومن است ـــ عارف ضالہ خود است و موقن است

علم ہے مومن کی اک گم گشتہ شے ـــ باخبر اس سے یقیں بھی اس پہ ہے

آنکہ ہرگز روز نیکو را ندید ـــ او درین ادبار کے خواہد طپید

جس نے روز نیک دیکھا ہی نہیں ـــ وہ بھی اس ادبار میں تڑپے کہیں؟

یا بہ طفلی در اسیری اوفتاد ـــ یا خود اول روز مادر بندہ زاد

یا تو بچپن سے اسیری میں پڑا ـــ یا وہ بندہ پہلے ہی پیدا ہوا

ذوق آزادی ندیدہ جان او ـــ ہست صندوق صور میدان او

ذوق آزادی سے کب واقف ہوا ـــ اس کو یہ صندوق ہی میدان بنا

دائماً محبوس عقلش در صور ـــ از قفس اندر قفس دارد گذر

عقل اس کی صورتوں میں قید ہاں ـــ پنجرے سے پنجرے میں جاتا ہے گماں

منفذش نے از قفس سوئے علا ـــ در قفسہا می رود او جا بجا

وہ قفس سے کب اڑ سکے سوئے علا ـــ جاتی ہے پنجروں ہی میں وہ جا بجا

در نبی ان استطعتم فانفذوا ـــ این سخن با انس و جن آمد ز ہو

ہے اگر مقدور تو گزرو ذرا ـــ انس و جن سے یہ خدا نے کہہ دیا

۱؎ یعنی دنیا ۔ ۲؎ بلندی آسمان ۔ ۳؎ قولہ تعالیٰ یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطان یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! اگر تم آسمانوں اور زمین کے کناروں سے گزر سکتے ہو تو گزر جاؤ لیکن سلطان حقیقی کی مدد کے بغیر نہیں گزر سکتے ۔

گفت منفذ نیست از گردونتان | جز به سلطان و به وحی آسمان

پاس سے اہل سما کے راہ کب | جز بہ وحی غیبی و امداد رب

گر ز صندوقی به صندوقی رود | او سمائی نیست صندوقی بود

جائیں گر صندوق میں صندوق سے | وہ سمائی کب ہیں صندوقی ہوئے

فرجهٔ صندوق نو نو مسکر است | در نبیند کو به صندوق اندر است

کھلتا ہوا ان صندوقوں میں ہے فاصلا | دیکھتا کیا صندوق میں وہ ہے پڑا

گر نشد غره بدین صندوقها | همچو قاضی جوید اطلاق و رها

جو نہ ان صندوقوں پر شیدا ہوا | مثل قاضی سے رہائی ڈھونڈتا

آنکه داند این نشانش آن نشان | کو نباشد بی‌هراس و بی‌فغان

جو ہے واقف ہے جان اس کا یہ نشان | وہ نہ ہوگا بے ہراس و بے فغان

همچو قاضی باشد او را ارتعاد | کی برآید یک نفس از جانش شاد

مثل قاضی خوف سے کانپے گا وہ | سانس اطمینان کا کب لے گا وہ

رهروی را گفت آن حمال شاد | که برو دریابی قاضی چه باد

بولا وہ مزدور اک رہ گیر سے | دوڑ کر جا دیکھئے ہیں قاضی سے کے

نایبش را گوی کین شد واقعه | بر سر قاضی بیامد قارعه

کہدے نائب سے یہ قصہ ہے اٹھا | سر پہ قاضی کے قیامت آ گئی

مشتغل را بگو او زودا بیا | زر و بخشش بستد این صندوق را

کام چھوڑ اور جلد آ مشغلت نہ ہو | مول لے کے بند اس صندوق کو

چونکه رهرو شد رسالت را رساند | هر که زو بشنید این خیره بماند

جب گیا راہ گیر اور قصہ کہا | جس کسی نے بھی سنا حیران ہوا

مرد القصه خبر صندوق کش | نایب قاضی حسن را از غمش

الغرض مزدور وہ خود ہی گیا | اور نائب سے کہا سب ماجرا

نائب آمد گفت صندوقت بچند	گفت نهصد بیشتر زر می دهند
بولا نائب - قیمت اس صندوق کی	بولا - نو سو مل رہی ہے اشرفی
من نمی آیم فروتر از هزار	گر خریداری گشا کیسه شمار
ہیں مگر لونگا یقیناً ایک ہزار	لینا ہے گر - کھول تھیلی کر شمار
گفت شرمی دار ای کوته نمد	قیمت صندوق خود پیدا بود
بولا - اے کم ظرف کچھ تو کر حیا	مول ہے صندوق خود ہی کہہ رہا
گفت بی رؤیت شرا خود فاسدست	بیع ما زیر گلیم این راست نیست
بولا - بے دیکھے بیچا سودا نہیں	بیع پوشیدہ مناسب ہے کہیں
بر گشایم گر نمی ارزد مخر	تا نباشد بر تو حیفی ای پدر
کھولتا ہوں - گر نہ مرضی ہو نہ لے	تا نہ کچھ بھی ظلم تجھ پر ہو سکے
گفت ای ستار بر مگشای راز	سر ببسته می خرم با من بساز
بولا - پردہ پوش! پردہ رہنے دے	بند ہی تو مول اسے دے دے مجھے
ستر کن تا با تو ستاری کنند	تا نبینی ایمنی بر کس مخند
پردہ رکھ - تا تیرا بھی پردہ رہے	ہنس نہ - بے خوفی نہ جب تک دیکھ لے
بس درین صندوق چون تو مانده اند	خویش را اندر بلا بنشانده اند
تجھ سے اس صندوق میں اکثر ہے	اور خود بیٹھے بلا میں - جان سے
آنچه بر خود خواهدت بودن پسند	بر دگر کس آن کن از رنج و گزند
جو تو چاہے اپنے پر رنج و گزند	دوسرے پر بھی وہی کر لے پسند
آنچه تو بر خود روا داری همان	می بکن از نیک و بد با کسان
اپنے اوپر تو جو رکھتا ہے روا	رکھ روا سب پر ہی اچھا برا
آنچه نپسندی بخود از نفع و ضر	بر کسی مپسند هم ای بی هنر
جو نہ خود پر چاہے تو نفع و ضرر	رکھ نہ اوروں پر روا اے بے ہنر

زانکہ بر مرصاد حق اندر کمیں
می دہد پاداش پیش از یوم دیں
حق تجھے رستے پہ رکھتا ہے نظر
دے وہ بدلا حشر سے بھی پیشتر

آں عظیم العرش عرش او محیط
تخت دادش بر ہمہ جانہا بسیط
وہ ہے صاحب عرش عرش اس کا محیط
تخت بخشش ساری جانوں پر بسیط

گوشۂ عرشش بتو پیوستہ است
ہیں مجنباں جز بدین و داد دست
گوشۂ عرش اس کا تجھ سے ہے ملا
ہاتھ جز دین و عطا کے مت ہلا

تو مراقب باش بر احوال خویش
نوش بیں در داد و بعد ظلم نیش
دیکھ اپنے حال کو تو پہلے سے
داد میں ہے شہد اور ستم میں نیش ہے

پس ہمیں جا خود جزائے نیک و بد
می رسد با ہر کسے چوں بنگرد
پس سمجھ لے نیک اور بد کی جزا
ملتی ہے ہر اک کو اس جا برملا

واں جزا کانجا رسد در یوم دیں
ہیچ آں با ایں نماند نیک بیں
دن قیامت کے ملیگی جو جزا
اس جزا سے اس کو کیا نسبت بھلا

گفت آں یک کآنچہ کردم ہم ستمست
لیک ہم می داں کہ بادی ظلم است
بولا - جو کچھ ظلم ہاں میں نے کیا
پر ہے ظلم جس نے کی ہے ابتدا

گفت نائب یک بیک با دیگیم
با سواد وجہ اندر شادیم
ہم سبھی ظالم ہیں - نائب نے کہا
روسیاہی [illegible] خوش ہیں برملا

ہمچو آں زنگی کہ ہر شاداں و خوش
او نہ بیند غیر او بیند رخش
مثل اس زنگی کے جو شاداں ہوا
وہ نہ دیکھے خود کو - دیکھے دوسرا

ماجرا بسیار شد در من یزید
داد صد دینار آں الٹے خرید
الغرض قیمت میں بس جھگڑا ہوا
مول سو دینار دیکر آخر لیا

ف فراخ - کشادہ

ہر زباں صدق و فتی اش ناپسند	تا لقان فی نیابت می خرند
تو بھی صدق ہے ہر دم بجان سے	مول لیں پر لطف و خوبی سے

من کنت مولاہ فعلی مولاہ کی تفسیر

زین سبب پیغمبر با اجتہاد	نام خود وان علی مولا نہاد
مصطفیٰ نے اس سبب سے مولا رکھا	نام اپنا اور علی کا مولا
گفت ہر کس را منم مولا و دوست	ابن عم من علی مولای اوست
یوں فرمایا جس شخص کا مولا میں ہوا	اس کے مولا ہیں علی ابن عم [illegible]
کیست مولا آنکہ آزادت کند	بند رقیت ز پایت بر کند
کون مولا جو رہا کر دے تجھے	بندگی کی بیڑیوں کو توڑ دے
چوں بہ آزادی نبوت ہادی است	مومناں را ز انبیا آزادی است
چونکہ نبوت ہے حریت کی رہنما	مومنوں کو کردیں آزاد انبیا
اے گروہ مومناں شادی کنید	ہمچو سرو و سوسن آزادی کنید
اے گروہ مومناں اب شاد ہو	سرو و سوسن کی طرح آزاد ہو
لیک می گوئید ہر دم شکر آب	بے زباں چوں گلستان خوش خضاب
شکر دل سے ہر گھڑی کرتے رہو	بے زباں چمن خوش رنگ سے شکر کو
بے زباں گویند سرو و سبزہ زار	شکر آب و شکر عدل نو بہار
بے زباں کرتے ہیں سرو و سبزہ زار	شکر آب اور شکر عدل نو بہار
حلہا پوشیدہ و دامن کشاں	مست و رقاص و خوش و عنبر فشاں
پوشاک پہنے ہیں پر شاں کے اور دامن کشاں	مست و رقاص و خوش اور عنبر فشاں

۱۔ حدیث شریف ہے یعنی جس کا میں مولا و دوست ہوں اس کے حضرت علی مولا [illegible]
[illegible] مولا و دوست [illegible]

جزو جزوش آبستن از شاہ بہار
جسمشان چون درج پُر دُر از نثار

اُن کے ہر جزو ہیں نہال شاہ بہار
جیسے ڈبے ہیں بھرے موتی آبدار

مریمان بی شوی آبست از مسیح
خامشان بی لاف گفتار فصیح

مثل مریمؑ حامل عیسیٰؑ تمام
چپ ہیں اور بے لاف ہے ان کا خوش کلام

ماہ ما بی نطق خوش بر تافتست
ہر زبان نطق از فر او یافتست

خوب ہے بے نطق چمکا ماہ آب
ہر زباں نے اس کے دم سے فیض پایا ہے

نطق عیسیٰؑ از فر مریمؑ بود
نطق آدمؑ پرتو آن دم بود

نطق عیسیٰؑ فیض سے مریمؑ کے تھا
نطق آدمؑ عکس سے اس دم کے تھا

تا زیادت گردد از شکر ای ثقات
پس نبات دیگر است اندر نبات

شکر ادا کرنے سے تا نعمت بڑھے
جیسے سبزے میں سے اک سبزہ اُگے

عکس آن اینجاست ذل من قنع
اندرین طور است عز من طمع

اب الٹ ہے یعنی قانع ہے ذلیل
اور طامع ہے معزز بے دلیل

در جوال نفس خود چندین مرو
از خریداران خود غافل مشو

نفس کی بوری میں یوں داخل نہ ہو
اور خریداروں سے تو غافل نہ ہو

تا نمانی تو پریشان حال از آن
آنچنان فرمودہ صاحبدلان

تا نہ تو اس سے پریشاں حال ہو
یاد رکھ صاحب دلوں کے قول کو

دوسرے سال جوحی کی بیوی کا قاضی کے پاس آنا

باز بعد سالی آن جوحی ز فن
رو بزن کرد و بگفتا ای خجستہ زن

سال بھر کے بعد جوحی ایک بار
بولا بیوی سے کہ ہاں اے ہوشیار

ملک یعنی لغت قید میں ڈالی ہے۔ یعنی ہے اس میں اپنی روح کھپا رکھی ہے

آن وظیفه پار را تجدید کن | پیش قاضی از گله من گو سخن

بس پچھلی بات کو پھر کر نیا | جا کے تو قاضی سے کر جھگڑا کھڑا

زن بر قاضی در آمد با زنان | مر زنی را کرد آن زن ترجمان

عورتوں میں رل کے وہ عورت گئی | ترجماں ان میں سے اک اس کی بنی

تا نہ بشناسد ز گفتن قاضیش | یاد ناید از بلای ماضیش

بات سے قاضی نہ پہچانے کہیں | اور بلا گذری نہ یاد آئے کہیں

هست فتنه غمزهٔ غماز زن | لیک آن صد تو شود ز آواز زن

غمزۂ زن اک ہے فتنہ جان کے | سو گنا ہو جاتا ہے آواز سے

چون نمی تانست آوازی فراشت | غمزهٔ تنها زن سودی نداشت

جب نہ وہ آواز اونچی کر سکی | غمزۂ پنہاں تھوڑا سا سود ہی

گفت قاضی رو تو خصمت را بیار | تا دهم کار ترا با او قرار

بولا قاضی۔ جا تو شوہر اپنا لا | تاکہ تیری بات کا ہو فیصلہ

جوحی آمد قاضیش نشناخت زود | کو بوقت لقیه در صندوق بود

جوحی آیا۔ تاڑ اسے قاضی گیا | دیکھا تھا صندوق میں جب تھا گھسا

ز و شنیده بود آواز درون | در شرا و بیع و در نقص و فزون

اس کی آواز اس نے اندر سے سنی | جبکہ تھی صندوق کی بکری ہو رہی

گفت نفقه زن چرا ندهی تمام | گفت از جان شرع را هستم غلام

بولا۔ کیوں دیتا نہیں نفقہ تمام | بولا۔ جاں سے ہوں شریعت کا غلام

لیک گر میرم ندارم من کفن | در قمارم مفلس و شش پنج زن

پر جو مر جاؤں کفن پاؤں کہاں | ہیں جوئے میں پنج و شش کہتا ہوں ہاں

زین سخن قاضی مگر بشناختش | یاد آورد آن دغل و آن باختش

جانا تا قاضی نے اسے اس بات سے | اس کی یاد آئی دغابازی اسے

از شش و از پنج عارف گشت فرد / محو گشتہ اندریں شش پنج نرد

جو ہے عارف سو پنج و شش سے جدا / نرد و شش پنج جہاں سے ہے بچا

رست او زیں پنج حس و شش جہت / از ورائے آں ہمہ کرد آگہت

پانچ حس اور شش جہت سے وہ چھٹا / باخبر اس پار سے تجھ کو کیا

شد اشارتہاش اشارات ازل / جاوز الاوہام طرّا و اعتزل

بھید ازل کے اس کی رمزوں میں ہیں سب / جا نہیں سکتے جہاں اوہام سب

زیں چہ شش گوشہ گر نبود بروں / چوں برآرد یوسفی را از دروں

چاہ شش پہلو کا جو قیدی ہی بنا / کیسے یوسف کو نکالے گا بھلا

وارہیدہ بالائے چرخ بے ستن / جسم او چوں دلو در چہ چارہ کن

ہاں مگر وہ جو ہے اوپر چرخ کے / جسم[3] اس کا چاہ میں چارہ کرے

یوسفاں چنگال در دلوش زدہ / رستہ از چاہ و شہ مصری شدہ

یوسفوں نے اس کے ڈول کو بس تھام کے / چھٹ سے نکلے مصر کے سلطاں بنے

دلوہائے دیگر از چہ آب جو / دلو او فارغ ز چہ اصحاب جو

ڈول اکثر پانی ڈھونڈیں چاہ سے / چھٹ سے فارغ ۔ طالب اہل نظر کے

دلوہا غوّاص آب از بہر قوت / دلو او قوت و حیات جان حوت

ڈول اکثر غوطہ خور آب ہی / جیسے مچھلی پانی کی طالب ہوئی

دلوہا وابستہ چرخ بلند / دلو او در اصبعین زورمند

ڈول ہیں وابستہ چرخ بلند / چرخ کا ہے ڈول تھامے زورمند

۱ یعنی وہ بیمار گمراہی کا علاج کرتا ہے ۔

۲ یعنی چاہ دنیا میں پھنسے ہوئے لوگ ۔

۳ یعنی جسم ۔

دلو چہ و حبل چہ و چرخ چہ ۔۔ ایں مثال است اے رکیک اے اخی

ڈول کیا ہے رسی کیا ہے چرخ کیا ۔۔ یہ مثالیں ہیں بہت گھٹیا سی اے باصفا

از کجا آرم مثالے بے شکست ۔۔ کفو او نے آمد و نے آمدست

لاؤں اس کی کہاں سے میں بے عیب مثال ۔۔ وہ رہا ہے اور رہے گا بے مثال

صد ہزاراں مرد پنہاں در یکے ۔۔ صد کمان و تیر درج ناوکے

سو ہزاروں مرد ہیں اک میں نہاں ۔۔ ایک ناوک میں نہاں سو تیر و کماں

ما رمیت اذ رمیت فتنہ ۔۔ صد ہزاراں خرمن اندر حفنہ

ما رمیت اذ رمیت ایک فتنہ ہوا ۔۔ لاکھ خرمن مشت گندم میں چھپا

آفتابے در یکے ذرہ نہاں ۔۔ ناگہاں آں ذرہ بکشاید دہاں

وہ ہے آں خورشید ذرہ سے عیاں ۔۔ کھول دے جب منہ وہ ذرہ ناگہاں

ذرہ ذرہ گردد افلاک و زمیں ۔۔ پیش آں خورشید چوں جست از کمیں

ذرہ ذرہ ہوگا سب چرخ و زمیں ۔۔ جب وہ سورج کود کر نکلے کمیں

ایں چنیں جانے چہ درخورد تن است ۔۔ ہیں بشو اے تن ازیں جاں ہر دو دست

جان ایسی کب ہے لائق جسم کے ۔۔ ہاتھ دھو لے جان سے تو اے جسم

اے تن گشتہ وثاق جان بس است ۔۔ چند تاند بحر در مشکے نشست

سچ ہے کیا ہو تن جو قصر جاں بنا ۔۔ مشک میں دریا سما سکتا ہے کیا

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر ۔۔ اے مسیحاں نہاں در جوف خر

آدمی میں ہیں بہت جبریل ہاں ۔۔ ہاں گدھے میں ہیں مسیحا بھی نہاں

اے کلیم اللہ نہاں اندر نمد ۔۔ وا فروشند از تو [illegible]

اس گڈری میں کلیم اللہ ہے ۔۔ [illegible] سے وا قف [illegible]

؎ قولہ تعالیٰ۔ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ۔ یعنی جب تو نے تیر پھینکا تو تو نے نہیں پھینکا۔ بلکہ اللہ نے پھینکا۔ ؎ یعنی اللہ کا [illegible]

اے حبیب اللہ نہاں در خارتن ۔ گنج ربانی نہاں در مار تن

خارِ تن میں ہے حبیب اللہ کا ۔ مارِ تن میں گنج ربانی چھپا

اے ہزاراں کعبہ پنہاں در کنیس ۔ اے غلط انداز عفریت و بلیس

تو یہ ہیں کعبے ہزاروں ہیں چھپے ۔ دیو اور شیطان ہیں گمرہ کرنے

سجدہ گاہ لامکانی در مکاں ۔ مر بلیساں را ز تو ویراں دکاں

سجدہ گاہ لامکاں تیرا مکاں ۔ اور بلیسوں کی ویراں ہے دکاں

کہ چرا من سجدہ ایں طیں کنم ۔ صورتے را چوں لقب شہ دیں کنم

سجدہ مٹی کو کروں کس واسطے ۔ صورت ایک کو کیوں دیں کا کروں شہ

نیست صورت چشم را نیکو بمال ۔ تا ببینی شعشعۂ نور جلال

آنکھ مل کر دیکھ نہ یہ صورت نہیں ۔ تا تو دیکھے نور رب العالمیں

شہزادے کے قصے کی طرف رجوع

شاہزادہ پیش شہ حیران ایں ۔ ہفت گردوں دیدہ در یک مشت طیں

پیش شہ حیراں تھا شہزادہ وہاں ۔ مشت گل میں دیکھے ساتوں آسماں

ہیچ ممکن نے بہ بحثے لب کشود ۔ لیک جاں با جاں دمے خامش نبود

گرچہ وہاں گفتگو کی نہ تھی مجال ۔ جان سے لیکن ایک دم بھی چپ نہ تھی

آمدہ در خاطرش کیں بس خفیست ۔ ایں ہمہ معنیست پس صورت ز چیست

راز سے یہ سوچا یہ شہزادے نے ۔ چیز معنی ہے پھر ہے صورت کس لئے

صورتے از صورتے آباد کن ۔ خفتۂ ہر خفتہ را مشتاق کن

صورتوں سے تو آگاہ ہو یہ ملا ۔ تو ہے غافل نفس کو تابع بنا

لے یعنی وجود

سلے یعنی ظاہر کی بادشاہی

آں کنایت می رہاند از کلام ۔ واں سقامت می رہاند از سقام

بات غیبی تجھ کو باتوں سے چھڑائے ۔ وہ مرض امراض سے تجھ کو بچائے

پس سقام عشق جان صحت است ۔ رنجہااش حسرت ہر راحت است

جان صحت کی مرض ہے عشق کا ۔ رنج اس کا حسرت راحت ہوا

اے تن اکنوں دست خود زیں جان بشو ۔ ور ہمی شوئی جز ایں جانے بجو

اے تو اے تن ہاتھ دھو لے جان سے ۔ اور کوئی جان دوسری ڈھونڈ لے

شہزادے پر شاہ چین کی نوازش

حاصل آں شہ نیک او را می نواخت ۔ او ازاں خورشید چوں مہ می گداخت

شاہ چین شہزادے پر تھا مہرباں ۔ پھر بھی جوں مہ وہ گھلتا ہی گیا

آں گداز عاشقاں باشد نمو ۔ ہمچو ماہ اندر گدازش تازہ رو

ہے گداز عاشقاں نشو و نمو ۔ چاند گھٹنے میں بھی ہے تازہ رو

جملہ رنجوراں دوا دارند امید ۔ نالد ایں رنجور کم افزوں کنید

سارے بیماروں کو امید دوا ۔ بولے عاشق کم مرض ہے دو سوا

جملہ رنجوراں شفا جویند ایں ۔ رنج افزوں جوید و درد و حنین

کل مریض اپنی شفا چاہیں مگر ۔ چاہے عاشق رنج و نالہ بیشتر

خوب تر زیں سم ندیدم شربتے ۔ زیں مرض خوشتر نباشد صحتے

خوب تر اس زہر سے شربت نہیں ۔ اس مرض سے بڑھ کے تو صحت نہیں

زیں گنہ بہتر نباشد طاعتے ۔ سالہا نسبت بدیں دم ساعتے

اس گنہ سے بہتر اک طاعت نہیں ۔ سال عاشق کو ہیں ساعت بالیقیں

مدتے بد پیش آں شہ زیں نسق ۔ دل کباب و جاں نہادہ بر طبق

پاس شہ کے یوں وہ عرصے تک رہا ۔ دل کباب اور جان حاضر بر ملا

گفت شہ از ہر کسے یکسر پدید | من از و ہر لحظہ قربانم جدید
سب سے تھوڑا اس کو قول شاہ سے | اس کی قربانی ہوں ہر دم وہ کہے

من فقیرم از زر و از سر غنی | صد ہزاراں سر خلف دارد سنی
ہیں فقیر اور زر سے سر سے ہوں غنی | لاکھ سر کی اس نے دولت مجھ کو دی

پا دو پا در عشق نتواں تاختن | با یکے سر عشق نتواں باختن
چلے نہ دو پاؤں سے ہو راہ عشق کی | ایک سر سے عشق بازی کب ہوئی

ہر کسے را خود دو پا و یک سر است | با ہزاراں پا و سر تن نادر است
ہر کسی کے پاؤں دو سر ایک ہاں | پر ہزاروں پاؤں سر کا تن کہاں

زیں سبب ہنگامہا کل شد ہدر | ہست ایں ہنگامہ ہر دم گرم تر
مٹ گئے دنیا کے ہنگامے مگر | ہر گھڑی ہنگامہ یہ ہے گرم تر

معدن گرمیست اندر لامکاں | ہفت دوزخ از شرارش یک دخاں
لامکاں میں یہ ہے معدن گرم ہاں | سات دوزخ جس کے شعلے کا دھواں

ز آتش دوزخ گریزاں شد جحیم | زانکہ ایشاں راست جنت و نعیم
آگ سے دوزخ گریزاں ہو گئی | کیونکہ وہ عشاق پر جنت بنی

جز یا مومن فان نورک اطفا ناری[۱] کا بیان

ز آتش مومن ازیں رو اے صفی | می شود دوزخ ضعیف و منطفی
مومنوں کی آگ سے اس واسطے | عاجز آ جائے دوزخ آگ اس کی بجھے

گویدش بگذر سبک اے محتشم | ورنہ ز آتشہائے تو مرد آتشم
اس سے کہتا ہے - گزر تو جلد ہی | ورنہ میری آگ تجھ سے بجھ چلی

۱ حدیث شریف ۔ یعنی اے مومن! آگ سے جلد نکل جا ۔ بیشک تیرا نور میری آگ بجھائے دیتا ہے ۔

کفر که کبریت دوزخ است و بس ۔ هین به شعله نیز اورا این نفس

کفر جو کبریت دوزخ کی ہوا ۔ دیکھ اسے اس وقت پژمردہ کیا

زود کبریتت بدین سودا سپار ۔ تا نه دوزخ بر تو تازد نه شرار

جلد دے اس کبریت اپنی بھید سے ۔ تا نہ دوزخ تجھ پہ حملہ کر سکے

گو بدین جنت که گردون پیچ باد ۔ ورنه گردد هم چمن دارم کساد

بولیگی جنت — ہوا اس کو گزر ۔ ورنہ ہوگا — مجھ کو نقصاں سربسر

که تو صاحب خرمنی من خوشه چین ۔ من نیم اهل ولایت های چنین

صاحب خرمن ہے تو — ہیں خوشہ چیں ۔ میں نہیں ہوں اک جہت — تو کہے یہ چیں

هست لرزان زو جحیم و هم جنان ۔ نه مر این را نه مر او را زو امان

کانپتی ہے اس سے دوزخ اور جناں ۔ اس کو اور اس کو نہیں اس سے اماں

بڑے شہزادے کی وفات

رفت عمرش چاره را فرصت نیافت ۔ صبر بس سوزان بد و جان برنتافت

عمر گزری — کچھ نہ اس کا بس چلا ۔ صبر سوزاں سے نہ وہ جانبر ہوا

مدتی دندان کنان این می کشید ۔ نارسیده عمر او آخر رسید

خوف و زاری تھا یہی گزرے صبح و شام ۔ عمر آخر ہو گئی اس کی تمام

صورت معشوق ازو شد در نهفت ۔ رفت و شد با معنی معشوق جفت

چہرہ کو معشوق کا اس سے چھپا ۔ معنیٔ معشوق سے پھر جا ملا

گفت[1] لبسش گر ز شعر و ششتر است ۔ اعتناق بی حجابش خوشتر است

معشوق کا تن ہے گو کہ ریشم کا مگر ۔ وصل ہے بے پردہ اس سے خوب تر

[1] یہ معنوی کا قول ہے ۔

من شدم عریان ز تن او از خیال
می خرامم در نہایات الوصال

تن سے میں عریاں ہوں وہ افکار سے
خوب ہو لے سکے لطف وصل کلی سے

این مباحث تا بدینجا گفتنی ست
ہر چہ آید زین سپس بنہفتنی ست

بس یہاں تک بحث قابل کہنے کے
اس سے آگے سب چھپانے کے لئے

گر بگوئی ور بکوشی صد ہزار
ہست بیگار و نگردد آشکار

گر چھپاوے یا سہے تو لاکھ بار
فائدہ کیا ہو وہ نہ ہوگی آشکار

تا بدریا سیر اسپ و زین بود
بعد ازانت مرکب چوبین بود

اسپ و زین کی سیر دریا تک ہوئی
بعد اس کے چاہئے اک کشتی بھی

مرکب چوبین بخشکی ابتر ست
خاص آن دریائیان را رہبر ست

کشتی خشکی میں لنگڑا ابتر ہوئی
رہبر دریائیوں کے لئے شک نہیں

این خموشی مرکب چوبین بود
بحریان را خامشی تلقین بود

یہ خموشی ایک کشتی جان سے
بحریوں کو سیکھنی ہے رہنما ہے

ہر خموشی کہ ملولت می کند
نعرہاۓ عشق زان سو می زند

جو تجھے خاموش اور تجھے ملول کرے
مارے ہے اس جانب سے نعرے عشق کے

تو ہمی گوئی عجب خامش چراست
او ہمی گوید عجب گوشش کجاست

تو کہے یہ کس لئے خاموشیاں
وہ کہے حیرت ہے کان اس کے ہیں کہاں

من ز نعرہ کر شدم او بے خبر
تیز گوشان زین سمر ہستند کر

میں ہوا بہرا نعروں سے وہ بے خبر
تیز گوش ان سب سے بہرے ہیں گے

آن یکی در خواب نعرہ می زند
صد ہزاران بحث و تلقین می کند

خواب میں کوئی جو نعرے مارتا
بحث و تلقین لاکھ ہی وہ کرتا

این نشستہ پہلوی او بے خبر
خفتہ خود آنست و کر زان شور و شر

پاس جو بیٹھا ہے وہ بے خبر
خفتہ خود ہے سنتا نہیں وہ شور و شر

آں کسے کش مرکب چوبیں شکست — غرق شد در آب او خود ماہیست
جس کسی کی ٹوٹی کشتی بہ ملا — غرق دریا میں ہوا مچھلی بنا

نہ خموش ست و نہ گویا نادریست — حال او را در عبارت نام نیست
وہ نہ چپ ہے اور نہ گویا ہے عجب — حال اس کا ہو سکے تحریر کب

نیست زیں دو ہر دو ہست آں بوالعجب — شرح آں گفتن بروں ست از ادب
وہ نہیں ان دو سے دونوں ہے عجیب — شرح کرنا اس کی بیرون از ادب

ایں مثال آمد رکیک و بے ورود — لیک محسوسی ازیں بہتر نبود
گو ہے ناقص یہ مثال اور ناروا — حسی یہ لیکن سب سے بہتر ظاہرا

منجھلے شہزادے کا بڑے بھائی کے جنازے پر آنا

حاصل آں شہزادہ از دنیا برفت — جانش پر آذر جگر پرسوز تفت
الغرض شہزادہ دنیا سے گیا — جان پر آتش جگر پرسوز تھا

کوچکیں رنجور بود و آں وسط — بر جنازہ آں بزرگ آمد فقط
چھوٹا تھا بیمار اور منجھلا جو تھا — اپنے بھائی کے جنازے پر گیا

شاہ دیدش گفت قاصد کیں کیست — کہ ازاں بحر است ایں ہم ماہیست
شاہ نے دیکھا تو قصداً بول اٹھا — ہے اسی دریا کی مچھلی یہ بھی کیا

پس معرف گفت پور آں پدر — ایں برادر زاں برادر خردتر
پس معرف نے کہا ہے بیٹا اس کا — یہ برادر خرد اور وہ تھا کلاں

شہ نوازیدش کہ ہستی یادگار — کرد او را ہم بدیں پرسش شکار
کی نوازش شہ نے تو ہے یادگار — کر لیا اس طرح اس کو بھی شکار

از نوازشہاے آں شاہ وحید — در تن خود غیر جان جانے دید
شاہ یکتا کے کرم سے بے گماں — کچھ نہ دیکھا تن میں غیر جان جاں

در دل خود یافت عالی عالمے	کاں نیابد کس بہ صد خلوت همے
اک بڑی دنیا ملی دل میں اسے	جو نہ سو خلوت سے کوئی پا سکے
در دل خود یافت عالی گلشنے	کہ نیابد صوفی آں در صد چلہ
دل میں اپنے پاتے ایسے گلشنے	جو نہ سو چلوں میں صوفی پا سکے
عرصۂ دیوار و سنگ و کوہ ہا	پیش او چوں نار خنداں می شگفت
سب در و دیوار۔ دشت و کوہسار	اس کے آگے ہنستے کھلتے مثل انار
ذرہ ذرہ پیش او چوں آفتاب	و ہمدم می کرد صد گوں فتح باب
ذرے اس کے آگے مثل آفتاب	کر رہے تھے سو طرح گویا فتح باب
باب گہ روزن شدے و گہ شعاع	خاک گہ گندم شدے گہ کاہ و صاع
در کبھی روزن بنا اور گہ شعاع کبھی	خاک گہ گندم کبھی کاہ ہے کبھی صاع کبھی
در نظرہا چرخ بس کہنہ قدید	پیش چشمش ہر دمے خلقے جدید
چرخ نظروں میں تھا سوکھے گوشت سا	دیکھتا تھا ہر گھڑی عالم نیا
روح زیبا چونکہ وارست از جسد	از قضا بیناں چناں پیشش رسد
روح زیبا جسم کو جب چھوڑ دے	تو قضا سے آنکھ اسے ایسی ملے
صد ہزاراں غیب پیشش شد پدید	آنچہ چشم محرماں بیند بدید
ہو گئیں لاکھوں چھپی چیزیں عیاں	دیکھا جو کچھ دیکھے چشم محرماں
آنچہ او اندر کتب برخواندہ بود	چشم را از صورت آں بر گشود
جو کچھ اس نے تھا کتابوں میں پڑھا	دیکھا اپنی آنکھ سے وہ بر ملا
از غبار موکب آں شاہ نر	یافت او کحل عزیزے در بصر
شاہ کے لشکر کی گرد راہ سے	سرمہ بینائی کا ہاتھ آیا اسے
بر چنیں گلزار دامن می کشید	جزو جزوش نعرہ زناں ہل من مزید
چلتا تھا ایسے چمن میں وہ سعید	اس کی رگ رگ کہتی تھی ہل من مزید

گلشن کز نقل روید یک دم است
گلشنی کز عقل روید خرم است

نقل کا گلزار ہے بے اعتبار
عقل کا گلزار لیکن پر بہار

گلشنی کز گل دمد گردد تباہ
گلشنی کز دل دمد وا فرحتاہ

جو چمن گل سے اگا ویراں ہوا
جو چمن دل سے اگا ہے دلکشا

علمہای با مزہ دانستہ ایم
زان گلستان یک دو سہ گلدستہ ایم

بے مزہ جو علم ہم نے پا لئے
اک دو گلدستے وہیں اس گلزار سے

زان زبون این دو سہ گلدستہ ایم
کہ در گلزار بر خود بستہ ایم

مست ہیں ہم جو ان گلدستوں پہ
کر لیا بند اس چمن کا ہم نے در

آنچنان مفتاح ہا ہر دم بیال
می فتد ای جان ز دستہا از ملال

کنجیاں افسوس اس گلزار کی
وہ جو تالوں سے ہاتھ سے ہیں گر رہی

ور دوی خوف و فا بیع آید زوال
گرچہ با در گردی و خوشہ نال

گر بچے گا رونا تجھ کو شوق سے بس یہی
کام لیتا ہے وفا سے بالیقین

باز استسقات چون شد موجزن
ملک شہرے با پرشہ پیمان زن

پھر اگر ہو پیاس تیری موجزن
ملک تجھ کو چاہئے پر تاں ودن

مار بودی اژدہا گشتی مگر
یک سرت بود این زمان ہفت سر

سانپ تھا تو اب ہوا اژدر مگر
پہلے تو یک سر تھا اب ہے ہفت سر

اژدہای ہفت سر دوزخ بود
حرص تو دانہ است دوزخ فخ بود

ہفت سر اژدر تو ہے دوزخ کا نام
حرص تیری دانہ ہے دوزخ ہے دام

دام را بدران بسوزان دانہ را
باز کن درہای نو این خانہ را

دام کو پھاڑ اور دانہ پھونک دے
کھول لے اس گھر کے نئے دروازے

چون تو عاشق نیستی ای نرگدا
ہمچو کوہی بی خبر داری صدا

اور اگر عاشق نہیں تو اے گدا
ہے تو بے خبر پہاڑ گویا صدا

کوه را گفتار کی باشد ز خود — عکس غیرست آن صدا ای معتمد

پہاڑ کا از خود کہنا کب ہو سکتا — عکس ہے وہ غیر کی آواز کا

گفت تو زان سان که عکس دیگریست — جمله احوالت بجز عکسی نیست

بات تیری غیر کا ہے عکس سب — حال تیرا ہے بجز عکس کب ہے

خشم و ذوقت هست عکس دیگران — شادی قواده و خشم عوان

عکس غیراں ذوق اور غصہ ترا — شادی دلال سے غصہ شحنہ کا

آن عوان را آن ضعیف آخر چه کرد — کو مر او را به کینه زجر و درد

کیا بیچارے نے بگاڑا شحنہ کا — کینہ سے اس پر جفا سے ہو رہا

تا بکی عکس خیال لامعه — جهد کن تا گردد این حال واقعه

تو رہیگا تا بکجا عکس خیال — کر ذرا کوشش کہ ہو سچا ترا حال

تا که گفتارت ز حال تو بود — سیر تو با پر و بال تو بود

ہو تری گفتار تیرے حال سے — سیر تیری تیرے پر و بال سے

صید گیرد تیر هم با پر غیر — لاجرم بی بهره است از لحم طیر

صید پکڑے تیر بھی غیر کے پر سے — رہتا ہے بے بہرہ گوشت طیر[1] سے

باز صید آرد بخود از کوهسار — لاجرم شاهش خوراند کبک و سار

باز خود کہسار سے لاتا شکار — تب کھلاتا ہے کبک اور سار شہریار

باز از پیش خود آرد صید شکار — لاجرم شاهش خوراند لحم کبک

کھلاتا ہے باز جو ہو سے شکار — کبک سے اس کو رکھتا ہے شہریار

منطقی کز وحی نبود از هواست — همچو خاکی در هوا و بر هباست

منطقی ہوس جو نہیں الہامی ہو — خاک ہے تا چیز اوپر جا سکے گو

[1] یعنی پرندے کا گوشت

گر نماید خواجہ را این وہم غلط ۔ ز اوّل والنجم برخوان چند خط
گر نظر آئے یہ اسے خواجہ غلط ۔ اوّل والنجم[1] سے پڑھ چند خط

تا کہ ما ینطق محمدؐ از ہوا ۔ ان ہو الا بوحی احتویٰ
بات آنحضرتؐ نہ خود کہتے کوئی ۔ وحی جو آئی تھی - فرماتے وہی

احمدا چون نیستت از وہم پاس ۔ جسمیان را دہ تحری و قیاس
بولا حق - احمد! تجھے ہے وہم اگر ۔ جسمیوں کو دے ہدایت سر بسر

تا بدانی کہ محمد از ہوا ۔ وا نگفتہ و گفتہ از وحی خدا
مصطفیٰؐ کا قول ہے غیر از ہوا ۔ ہے سراسر وحی و الہام خدا

کز ضرورت ہست مرداری حلال ۔ کہ تحری نیست در کعبہ وصال
ہے ضرورت ہیں تو مردہ بھی حلال ۔ ہیں ہدایت سے بری اہل وصال

بے تحری و اجتہادات ہدیٰ ۔ ہر کہ بدعت پیشہ گیرد از ہوا
بے طلب نیکی کے - سیدھی راہ ہدیٰ ۔ جو ہوا حرص و ہوا میں مبتلا

ہمچو عادش می برد باد و کشد ۔ نے سلیمان است تا تختش کشد
مثلِ عاد اس کو ہوا کر دے فنا ۔ کب سلیمان ہے کہ تخت اس کا اڑا

عاد را باد است حمّال خذول ۔ ہمچو برہ در کف مرد اکول
تھی ہوا حمال قوم عاد کو ۔ جیسے برہ ہاتھ میں پیٹو کے ہو

ہمچو فرزندش نہادہ بر کنار ۔ می برد تا کشدش قصاب وار
جیسے ماں فرزند کو گودی میں لے ۔ اس کو لے جاتی ہوا تا مار دے

[1] قولہ تعالیٰ: وَالنَّجْمِ اِذَا ہَوٰی ۔ مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی ۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْہَوٰی ۔ اِنْ ہُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۔
یعنی اس ستارے کی قسم ہے جب وہ ڈوبتا ہے تمہارا صاحب رفیق جو پیغمبر ہے نہ گمراہ ہے نہ بھٹکا ہوا۔ اور نفس کی خواہش سے کوئی بات نہیں کہتا۔ اور جو کچھ کہتا ہے وحی کے سوا نہیں جو اس پر القا کی جاتی ہے۔ [2] آیات سے مراد ہے۔

عادیان را باد ز انکسار بود | یار می‌پنداشتند اغیار بود

تھی نگہ سے ہوا وہ عاد پر | جانتے تھے یار ۔ تھی دشمن مگر

چون بگردانید ناگہ پوستین | خرد و شان بشکست آن بئس القرین

جب ہوا نے چولا بدلا ناگہاں | عادیوں کو پیس ڈالا بے گماں

باد را بشکن کہ بس فتنہ است باد | پیش از آن کت بشکند او ہمچو عاد

توڑ دے اس باد کو ۔ فتنہ ہے باد | توڑنے پائے نہ تجھ کو مثل عاد

ہود دادے پند کای پر کبر خیل | بر کند از دستتان این باد ذیل

ہود کہتے تھے کہ اے گروہ پر غرور | یہ ہوا دامن چھڑا دے گی ضرور

لشکر حق است باد و از نفاق | چند روزے با شما کرد اعتناق

ہے ہوا اک لشکر حق پر نفاق | چند روزہ تم سے اس کا اتفاق

او بسر با خالق خود راست است | چون اجل آید برآرد باد دست

وہ ہے پوشیدہ خدا کے ساتھ پاک | جب اجل آ جاتی ہے ہو گی عیاں

این جہان باد است کاین می گذشت | بود ہمچون جان و ہمچون مرگ گشت

یہ ہوا جیسے نظر جو چلتی تھی | جان تھی ۔ اب موت لیکن ہو گئی

دست آن کس کو بکردت دست بوس | وقت خشم آن دست می گردد دبوس

جیسے تو چومے کسی کے ہاتھ کو | وقت غصہ ۔ ہاتھ وہ اک گرز ہو

باد را اندر دہان بین رہگذر | ہر نفس آنان روان با کر و فر

منہ کے اندر بھی ہوا ہے دیکھ لے | سانس ان کی ہے روانی اک شان سے

حلق و دندانہا ازو ایمن بود | حق چو فرماید بدندان در فتد

اس سے حلق اور دانت ہیں محفوظ سب | پیٹتے دانتوں میں خدا فرمائے جب

کوہ گردد ذرۂ باد و ثقیل | درد دندان داردش زار و علیل

اس کا ذرہ ہو پہاڑ اور ہو ثقیل | دانت کا درد اس کو رکھتا ہے علیل

یارب و یارب برآرد او زجان   که بیرایں باور اے مستعان
یارب و یارب وہ سچے دل سے کر رہا   دور کر دے اس بلا کو اے خدا
اے دہاں غافل ہمی گوئی بیا کو   از بن دنداں در استغفار شو
اے دہن! غافل ہو اس سے تو جو کہتا   تو ہو کر اب سجدہ اور زاری سے جا
چشم سستش اشکہا باراں کند   منکراں را درد و افغاں کند
دونوں آنکھیں اس کی آنسو بہاتے   منکروں کو درد افغاں کراتے
چوں ہم پیچاں شدہ رفتی ز مرد   ذکر حق را ہیں بپیدا شو ز درد
تو سنا قول حق نہ مانا مرد سے   ذکر حق کو مان لے اپنے درد سے
یاوہ گوید پیش از شاہ بشر   گر خبر آرد ہم اکنوں بے بشر
یاوہ گوئے پیش ہوں قاصد شاہ کی   خبر کی لاؤں خبر شہ کی سبھی
زانکہ ناموس ہم اسیر شود بیم   من ہم چو تو غافل ز شاہ خود بیم
کہو کیونکہ میں تجھ کو بھی ہوں حاکم نہیں   شہ سے تیری طرح غافل ہوں کہیں
گر سلیماں وار باشی حال تو   چوں سلیماں گشتہ حمال تو
جوں سلیماں ہو تیرا حال اگر   ہیں تری حمال دیو بھی بے خطر
تا دیو و قسم گشتہ یک گشت   گر شدے پر راز تو دیو و فرشت
تا دیو تو و فرشتہ تری یک اگر   بادشاہ بھی تجھ کو بنا لے بسر
لیک چوں تو یاغی و من مستعار   نی گشتم خدمت ترا پوشیدہ کار
تو مگر باغی ہے میں ہوں مستعار   تیری خادم ہوں فقط دن تین چار
پس چو عادت مستمر بنہادہ ام   زاں سبب تو با غیابہ شدہ ہم
پھر ہیں جیسے عادت کردوں کی خراب   با غیابہ تو ہے سے کھا کر لب ستاب
تا بغیب ایمان تو محکم شود   آں زماں کایمان بیاید یقیں شود
اس سے غیبی ایماں تیرا محکم ہوا   جبکہ ایماں با یقیں ہو گیا

آن زمان چون بچگان مؤمن شوند | آن زمان خود سرکشان بر سر زنند
اس وقت سب مومن اس زمانے میں تمام | سرکش اس دم سوکے بل دوڑیں گے تمام

آن زمان زاری کند و افتقار | همچو دزد دور ادار زیر دار
پھر لیں گے عاجزی سب وہ زار زار | جس طرح چور اور رہزن زیر دار

یک گہر در شیشہ گردی یک سبوی | باک نے از این و شیشہ خود تو نوی
شیشہ میں لیکن جو تو مومن ہوا | کر زوال اور شاہ دو عالم ہے سدا

شیشگی و پادشاہی مستقیم | نہ دو روزہ مستعار است سقیم
اور وہ شاہی ہمیشہ دائم قیام | عارضی ہے اور نقص کو اس میں نہ کلام

رستہ از پیکار و کار خود و کمی | ہم تو شاہ و ہم تو طبل خود زنی
جنگ سے چھوٹ گئے وہ کام اپنا کرے | خود ہی شہ ہے خود طبل زن اپنا ہے

چون رگ گاو تنک آورد پر یا جہان | کاش شب رفتی خاک این حلق و دہان
جب وہ کہ گاؤ کے دن جہاں | کاش یہ کھاتا یہ حلق و دہاں

این دہان خود خاکی خواری آمدہ است | یک دہان خاک کان رنگین شدہ است
یہ دہن کیا ہے خاک کی | خاک وہ رنگین جو ہے

این کباب و این شراب و این شکر | خاک رنگین است و نقشین ای پسر
یہ کباب اور یہ شراب اور یہ شکر | خاک ہے رنگین و منقش اے پسر

چونکہ خوردی و شد آنہا لحم و پوست | رنگ لحمش داد این ہم خاک کوست
کھا کے کھال اور گوشت ان سے بنا | خاک کر کی گوشت کی رنگت عطا

ہم ز خاکی بخیہ بر گل می زند | جملہ را ہم باز خاکی می کند
خاک میں پھر لگا دی ہے قضا | خاک پھر سب کو بنا دیتی ہے ملا

ہندو و ترک و رومی و حبش | جملہ یک رنگ اند اندر گور خوش
ہندو و ترکی و رومی زنگی اے پسر | قبر میں یک رنگ ہیں یہ سر بسر

تا بدانی کاں ہمہ نقش و نگار ۔ جملہ روپوش است و مِلک مستعار
تاکہ تو جانے وہ سب نقش و نگار ۔ تھے نہاں اور اک متاع مستعار

رنگ باقی صبغۃ اللہ است و بس ۔ غیر آں بربستہ داں ہمچون جرس
رنگ باقی رنگ اللہ کا ہے بس ۔ دوسرے تو رنگ ہیں مثل جرس[1]

رنگ صدق و رنگ تقوی و یقیں ۔ تا ابد باقی بود بر صادقیں
صدق و تقوی اور یقیں کا رنگ ہاں ۔ صادقوں پر ہوگا دائم بے گماں

رنگ کفران و شک و شرک و نفاق ۔ تا ابد باقی بود بر جانِ عاق
رنگ کفران و نفاق و شرک کا ۔ تا قیامت جانِ سرکش پر رہا

چوں سیہ روئی فرعون دغا ۔ رنگ او باقی و جسم او فنا
رنگ چہرے پر دغا فرعون کا ۔ رنگ باقی جسم اس کا مٹ گیا

برق و فرِّ روئے خوب عابدیں ۔ تن فنا شد واں بقا تا یوم دیں
دیکھو نیکوں کے چہروں کی چمک ۔ مٹ گیا تن ۔ وہ ہے باقی حشر تک

زشت آں زشت است و خوب آں خوب و بس ۔ دائم ایں ضحّاک و آں اندر عبس
جو یہاں جیسا ۔ وہاں ویسا بنے ۔ ترش رو بد ۔ نیک ہنستا ہی رہے

خاک را رنگے و فرہنگے دہد ۔ ہمچو کودک باراں جنگے دہد
خاک کو عقل اور رنگینی ملی ۔ ہم کو لڑکوں کی طرح جنگ اس نے دی

از خمیرے اشتر و شیرے پزند ۔ کودکاں از حرص آں کف می گزند
اونٹ اور شیر آٹے سے پکتے ہیں تمام ۔ ہاتھ چباتے ہیں حرص سے لڑکے تمام

شیر و اشتر ناں شود اندر دہاں ۔ در نگیرد ایں سخن با کودکاں
ناں منہ میں شیر اور اشتر بنے ۔ کب اثر یہ بات لڑکوں پر کرے

[1] یعنی جیسے چاہا ۔ اتار لیا

دامن پر خاک ما چون کودکان	رفته از سر جامهٔ اسباب دکان
دامن[1] پر خاک مثل کودکاں	کچھ نہیں پروا ہے اسباب[2] دکاں
کودک اندر جهل و پندار و شک است	شکر باری قوت او اندک است
لڑکا اندر جہل اور پندار کے	شکر باری کی نہیں طاقت ہے
وای زان طفلان که پیری می کنند	آنکه سوزانند و پیری می کنند
حیف اُن لڑکوں پر جو پیری کریں	لڑکے چھوٹے ہیں مگر پیری کریں
طفل با استیزه و بس آفت است	شکر آن کو بی فن و بی آلت است
طفل کو جھگڑے ہیں اور سو آفتیں	بے فن و بے آلہ سے کے شکر دیں
وای زان پیران طفل نا ادیب	گشته از قوت بلای هر لبیب
وائے پیر طفل نا ہموار پر	راہ دانا سے پھرا جو سر بسر
چون سلاح و جهل جمع آمد بهم	گشت فرعونی جهان سوز از ستم
جب سلاح و جہل اکٹھے ہو گئے	اک بنا فرعون ظلم و جور سے
شکر کن ای مرد درویش از قصور	که ز فرعونی رهیدی وز کفور
شکر اے درویش کر نقصان کا	تو ہو فرعونی سے کفراں سے بچا
شکر که مظلومی و ظالم نه ای	ایمن از فرعونی و هر فتنه ای
شکر کر ظالم نہیں مظلوم ہے	فتنۂ فرعونی سے ایمن چونکہ ہے
خالی اشکم لاف اللهی نزد	که آتشش را نیست از هیزم مدد
بھوکے نے اپنے کو کب اللہ کہا	آگ کو اس کی نہ پہنچا ایندھن کا
اشکم خالی بود زندان دیو	کش غم نان مانع است از مکر و ریو
پیٹ خالی دیو کا زنداں بنا	ناں کا غم مکر سے مانع ہوا

۱؎ یعنی جسم ۔
۲؎ یعنی سامان آخرت ۔

اشکم پر لوت دان بازار دیو ‏ ‏ تاجران دیو را در وی غریو

پیٹ شکم بازار ہے اک دیو کا ‏ ‏ تاجران دیو کا ہے غل مچا

تاجران ساحران لاشه فروش ‏ ‏ عقل ها را تیره کرده از خروش

ساحر دل نے سحر سے دھوکا دیا ‏ ‏ شور و غل سے عقل کو حیران کیا

خم روان گرد ز سحرش [illegible] ‏ ‏ کرده کرباسی ز مهتاب و غلس

سحر سے چوں [illegible] خم کو [illegible] کیا ‏ ‏ چاندنی تاریکی کو کپڑا کیا

چون به سحر خاک را زر می کنند ‏ ‏ خاک بر چشم تمیزی می زنند

خاک کو وہ [illegible] چشم سے [illegible] ‏ ‏ خاک ڈالیں چشم و [illegible] سند ہیں

چند سی را که سحرشان [illegible] ‏ ‏ بر کلوخ آن جسوسی می نهند

محو [illegible] سخت کو [illegible] کیا ‏ ‏ [illegible] ہم کو [illegible] لگا

پاک آن کو خاک را رنگی دهد ‏ ‏ همچو کودک آن بر آن جنگی نهد

پاک ہے [illegible] خاک کو جو رنگ دے ‏ ‏ مثل اطفال ہم کو اس پر جنگ ہے

دامن پر خاک ما چون کودکان ‏ ‏ در نظرمان خاک همچون زر کان

دامن پر خاک مثل اطفال کے ‏ ‏ خاک سونا ہے ہمارے واسطے

طفل را با کودکان چون جدال ‏ ‏ طفل را حق کی نشاند با رجال

طفل کو لڑکوں سے [illegible] جدالی ‏ ‏ کب [illegible] ہم مرتبہ طفل و رجال

میوه گر کهنه شود تا هست خام ‏ ‏ پخته نبود غوره خوانندش به نام

گو پرانا میوہ ہو جب تک ہے خام ‏ ‏ اور نہیں پختہ ہے غورہ اسکا نام

گر شود صد ساله آن خام ترش ‏ ‏ طفل و غوره است او بر هر تیزهش

ہو وہ خام ترش صد سالہ بھی گو ‏ ‏ طفل و غورہ ہے وہ دانا [illegible]

[illegible] شیطان اور [illegible] اولاد ہے

گرچه باشد ریش و موی او سپید | هم ورا آن طفلی خوف است و امید
بال اور داڑھی سفید اس کی ہو گو | وہ امید و خوف کی طفلی میں ہو

مانده خواهم نارسیده یا رسم | حق کند یا من عقب بنشسته خود و رم
تا رسا رہ جاؤں یا میں ہوں رسا | حق سے کچھ ہو یا عقب بیٹھا ہو جدا

گر رسم یا نارسیده مانده ام | ای عجب با من کند آن قوم کرم
ہوں رسا یا نارسا کچھ ڈر سے مجھے | ہے عجب قوم وہ کچھ کرم کرے

با چنین ناقابلی و دوری ہی | ہست شد اہل غوره مرا انگوری
دوری اور نااہلی کے ہوتے ہوئے | میرا خام انگور وہ پختہ کرے

نیستم امیدوار از هیچ سو | وان کرم می گویدم لا تیاسوا
ہے کہاں مجھ کو کسی جانب سے آس | وہ کرم کہتا ہے مت ہو وقف یاس

دائما خاقان ما کرده است خو | گوش ما را می کشد لا تقنطوا
شہ نے دستور ہی سے دائم رکھی ہے خو | کھینچتا ہے کان کہہ لا تقنطوا

گرچه ما زین ناامیدی در گلیم | چون صلا زد دست اندازان شویم
پاس سے گو ہم پڑے ہیں کیچڑ میں | جب بلاتا ہے وہ تو [illegible] چلیں

دست اندازیم چون مستسقیان | در دویدن سوی مرعای آن اولیا
لپٹا اس سے مثل استسقا لیے گماں | ہوں چراگاہ کی جانب کو دواں

گام اندازیم آنجا گام نے | جام پرانیم آنجا جام نے
گام رکھ لیں ہوں گام پر اس جا کہاں | جام پی لیں جام پر اس جا کہاں

زانکه آنجا جمله اشیا جانی است | معنی اندر معنی اندر معنی است
اس جگہ کی ساری چیزیں جانی ہیں | معنی اندر معنی اندر معنی ہیں

هست صورت سایه معنی آفتاب | نور بی سایه بود اندر خراب
سایہ ہے صورت معنی سورج ہے کہا | اندر سایہ بے سایہ ہے [illegible]

چونکہ آنجا خشت بر خشتے نماند	نور مہ را سایۂ زشتے نماند
اینٹ پہ اینٹ اس جگہ کب ہے بھلا	نور مہ کا سایۂ بد کب رہا
خشت اگر زرین بود بر کندنیست	چوں بجائے خشت وحی روشنیست
خشت زر بھی ہو تو ہے بر کندنی[۲]	اینٹ کے بدلے ہے وحی و روشنی
کوہ بہر دفع سایہ مندکیست	پارہ گشتن بہر ایں نورانگیست
کوہ سایہ کے مٹانے کو پھٹا	پھٹنا خاطر نور کی نا چیز تھا
بر بروں کہ چو زد نور صمد	پارہ شد تا در درونش ہم زند
نور حق کا کوہ پر جس دم پڑا	پھٹ گیا۔ تا اس میں وہ جائے سما
گرسنہ چوں بر کفش زد قرص ناں	وا شگافد از ہوس چشم و دہاں
بھوکے کو مل جاتی ہیں جب روٹیاں	کھولتا ہے حرص سے چشم و دہاں
صد ہزاراں پارہ گشتن ارزد ایں	از میان چرخ برخیز اے زمیں
لاکھوں ٹکڑے ہونا زیبا بالیقیں	دور میاں سے چرخ کے بھاگ اے زمیں
تا کہ نور چرخ گردد سایہ سوز	شب ز سایہ ہست اے باغی روز
تا کہ نور آسماں ہو سایہ سوز	شب ترا سایہ سے ہے اے باغی روز
ایں مکاں گہوارہ کودکاں	بالغاں را تنگ می دارد مکاں
یہ مکان[۳] جھولا ہے بچوں کے لئے	بالغوں پر تنگ ہے اس واسطے
بہر طفلاں حق زمیں را مہد خواند	شیر در گہوارہ بر طفلاں فشاند
حق نے جھولا اس زمیں کو ہے کہا[۴]	اس میں اس کا دودھ سے بھر رکھدیا

۱ یعنی وہاں قبر تن یا جسم نہیں ہوگا۔

۲ کھود ڈالنے کے قابل ہے۔

۳ یعنی دنیا۔

۴ قولہ تعالیٰ:۔ وَجَعَلْنَا الْاَرْضَ مِہَادًا یعنی ہم نے زمین کو جھولا بنایا۔

خانہ تنگ آمد ازیں گہوارہا ‌ ‌ طفلگاں را زود بالغ کن شہا

تنگ ان گہواروں سے گھر ہو گیا ‌ ‌ جلد کر بچوں کو بالغ اے خدا

ہاں مکن اے گاہوارہ خانہ تنگ ‌ ‌ تا تواند رفت بالغ بے درنگ

تو بھی اے محبوب اندر اس گہہ کو تنگ ‌ ‌ تاکہ بالغ اس سے نکلے بے درنگ

خانہ اے گہوارہ زو تضییق دار ‌ ‌ تا تواند کرد بالغ انتشار

گھر کو اے محبوب اندر رکھ تو تنگ و تار ‌ ‌ تاکہ اس میں آ سکے بالغ کو قرار

شہزادے کا بے پروا و مغرور ہو جانا

چوں مسلم گشت بے بیع و شری ‌ ‌ از دروں شاہ در جانش جری

شاہزادہ مفت ہی میں برملا ‌ ‌ باطن شہ سے غذا کھانے لگا

قوت می خورد از نور جان شہ ‌ ‌ ماہ جانش ہمچو از خورشید مہ

شاہ سے یہ وہ نور لیتا تھا ضرور ‌ ‌ چاند جیسے لیتا ہے سورج سے نور

راتبہ جانی ز شاہ بے ندید ‌ ‌ دم بدم در جان مستش می رسید

شاہ سے پاتا تھا روحانی غذا ‌ ‌ ہر دم اس کی جان کو ملتی برملا

آں نہ کش ترسا و مشرک می خورند ‌ ‌ زاں غذائے کش ملائک می چرند

وہ نہیں ۔ حاصل کریں مشرک جسے ‌ ‌ بلکہ ایسی جو فرشتوں کو ملے

اندروں خویش استغنا بدید ‌ ‌ گشت طغیانی ز استغنا پدید

اس نے دل میں دیکھی بے پروائی سی ‌ ‌ سرکشی پھر اس سے ظاہر ہو گئی

کہ نہ من ہم شاہ و ہم شہزادہ ام ‌ ‌ چوں عناں خود بدیں شہ دادہ ام

ہیں ہوں شہزادہ بھی شہ بھی بیگماں ‌ ‌ کیوں پھر اس سلطان کو دوں اپنی عناں

چوں مرا ماہے برآمد با لمع ‌ ‌ پس چرا باشم غبارے را تبع

چاند جب میرے لئے روشن ہوا ‌ ‌ گرد کا تابع بنوں پھر کیوں بھلا

آب در جوئے منست وقت ناز | ناز غیر از چہ کشم من بے نیاز
نہر میں پانی ہے اور ہے وقت ناز | کیوں اٹھاؤں ناز ہو کر بے نیاز

سر چرا بندم چو درد سر نماند | وقت روئے زرد و چشم تر نماند
سر کیوں باندھوں جو درد سر نہیں | زرد چہرہ اور آنکھیں تر نہیں

چوں شکر لب گشتہ ام عارض قمر | باز باید کرد دکان دگر
جب شکر لب اور قمر رو ہو گیا | پھر دکاں اپنی نہ کیوں کھولوں جدا

سرو قد و ماہ رخساری مراست | ہمچو من شہزادہ اکنوں کجاست
سرو قد ہوں ماہ رو ہوں ہے کمال | اب کوئی مجھ سا نہ شہزادہ کہاں

زیں منی چوں نفس زائیدن گرفت | صد ہزاراں ژاژ خائیدن گرفت
اس تکبر سے جو نفس اس کا بھرا | وہ بکثرت بیہودہ بکنے لگا

صد بیاباں زاں سوئے حرص و حسد | تا بداں جا چشم بد ہم می رسد
دشت ہا سو حرص و حسد کے کئی | چشم بد پڑتی تھی اس پر جہاں سے

بحر شد کہ مرتع ہر آب اوست | چوں نداند آنچہ اندر سیل چیست
بحر شد جو مرتع ہر آب تھا | نہر کی حالت نہ کیونکر جانتا

شاہ را دل درد کرد از فکر او | نا سپاسی عطاے بکر او
اس کی ان باتوں سے شہ کا دل دکھا | اس سے ناشکری ہوئی وہ دکھا دیا

گفت آخر اے خس واہی ادب | ایں جزائے داد من بود اے عجب
شاہ نے آخر کہا اے بے ادب | میری بخشش کی سزا یہ تھی عجب

من چہ کردم با تو زیں گنج نفیس | تو چہ کردی با من از خوئے خسیس
کیا کیا میں نے تجھے یہ دیا | اپنی بد خوئی سے تو نے کیا کیا

ا دشتی دو حرص و حسد میں ایسا کامل ہوا کہ آسمان تک لگی تھی ٭

من ترا با سے نہادم در کنار	کہ غرورش نیست تا روز شمار
ایسا تھے تیری بغل میں رکھ دیا	حشر تک روشن رہے گا یہ دیا
در جزائے آں عطائے نور پاک	تو زدی در دیدہ من خار و خاک
تو نے بدلے میں نور پاک کے	خاک و خار آنکھوں میں میری بھر دیئے
من ترا بر چرخ گشتہ نردبان	تو شدہ در حرب من تیر و کمان
چرخ کی تیرے لئے ہیں نردبان	تو ہوا میرے لئے تیر و کماں
درد غیرت آمد اندر شہ پدید	عکس درد شاہ اندر شیشہ رسید
درد غیرت شاہ میں پیدا ہوا	عکس شیشہ کے درد کا اس کو ملا
مرغ دولت در عتابش بر طپید	پردۂ آں گوشہ گشتہ بر درید
مرغ دولت غصہ کا تڑپا وہیں	پردہ دل کے گوشے کا پھاڑا وہیں
چوں درون خود بدید آں خوش پسر	از سیہ کاری خود گردہ اثر
دل پہ شہزادے نے جس دم کی نظر	اپنی بدکاری کا دیکھا اک اثر
آں وظیفہ لطف و نعمت کم شدہ	خانۂ شادی او پر غم شدہ
لطف و نعمت کا وظیفہ کم ہوا	اس کا راحت خانہ غم سے بھر گیا
با خود آمد او ز مستی عقار	ز آں گنہ گشتہ سرش خانہ خمار
مستی مے سے آ کے ہوش آ گیا	اس گنہ سے نشہ آترا پر ملا
ہر کہ خود بینی کند در راہ دوست	مغز را بگذاشت کلی بہر پوست
دوست سے خود بیں رہا کوئی اگر	مغز چھوڑا چھلکا ہی پر کی نظر
دشمن من شد جہاں خود بیں مباد	زانکہ از خود بیں نیاید جز فساد
میرا دشمن ہو نہ خود بیں بد نہاد	اس سے ہوتا ہے فقط ظاہر فساد

۱؎ یعنی دل ۱۲

مے ازاں آمد حرام اندر جہاں ۔۔ کہ خوری خود بیں شوی اندر زماں
مے حرام اس وجہ سے ہیں ہو گئی ۔۔ پیتے ہی اس کو ہو خود بیں آدمی

بہتر از خود در تصور نایدت ۔۔ ور بیابد از نفس خود بیں بایدت
اپنے سے بہتر نہیں آتا نظر ۔۔ نفس سے کر توت ہیں یہ سر بسر

آنکہ با خود می خورد مے با خود است ۔۔ ہمچنیں مے خوارہ خوار و ہر بد است
ساتھ اپنے پی سکے جو ہوشیار ہے ۔۔ ایسا مے آشام ہر بد خوار ہے

وانکہ با او مے خورد باوے حلال ۔۔ وانکہ بے او دم زند باشد وبال
جو پیئے ساتھ اس کے مے وہ ہو حلال ۔۔ دم بغیر اس کے جو مارے ہو وبال

۲ چونکہ با خود مے خورد از جام ہو ۔۔ چشم بکشایم بہ بینم روئے او
جام ہو سے مے پیئے ہشیار اگر ۔۔ اس کا منہ دیکھوں گا آنکھیں کھول کر

بعد ازاں از خود بکلی بگسلم ۔۔ ہم نہ مے خوردن بود ایں حاصلم
بعد اس کے بے خودی ہو جائیگی ۔۔ دینگی یہ مجھ کو بس اس کی مے کشی

اے کہ می خواہی کہ از خود بگسلی ۔۔ تا کہ اندر شید ایں جان و دلی
تو جو چاہے چھوٹ جائے اپنے سے ۔۔ تا کہ شیدا اس دل و جاں میں رہے

جاں بجاناں در گزار اے جان من ۔۔ تا بہ بینی یار دل رنجان من
جان من! جاناں کو یہ جاں سونپ دے ۔۔ تاکہ میرا آفت جاں دیکھ لے

دل بہ دلدارے دہ و آزاد شو ۔۔ غم خور او باش و از وے شاد شو
دے کے دل دلدار کو آزاد ہو ۔۔ اس کا غم کھا اور اس سے شاد ہو

نفس خود بر خود مگرداں چیرہ تو ۔۔ زود او را باز گیر از شیر تو
نفس کو غالب نہ اپنے پر بنا ۔۔ جلد اس کو شیر خواری سے چھڑا

ہر چہ ہست آں مستحق دارد یقیں ۔۔ خواہ شیر و خواہ خمر و انگبیں
جو بھی ہے مستحق ہے اس میں بالیقیں ۔۔ دودھ ہو یا مے ہو یا ہو انگبیں

مستی گندم بدان اے آدمی | کہ بکرد آں آدمی را اعجمی

مستی گندم ہی تھی وہ اے ہر ملا | حضرت آدمؑ کو گونگا کر دیا

خورد گندم حلہ زاں بیروں شدہ | خانہ بر وے بادیہ ہاموں شدہ

کھا لی گندم حلہ اترا خلد کا | ان پہ فردوس ایک جنگل ہو گیا

دیدگاں شربت را بیمار کرد | زہر آں ما و منی ہا کار کرد

کیا بیمار ان کو شربت نے کیا | ما و من وہ زہر سارا بن گیا

جان چوں طاؤس در گلزار ناز | ہمچو جغدے شد بہ ویرانہ مجاز

باغ میں طاؤس کی صورت تھی جان | آگئی مثل الو کے جنگل میں یہاں

ہمچو آدمؑ دور ماند او از بہشت | در زمیں می راند گاوے بہر کشت

مثل آدمؑ دور جنت سے ہوئی | یہاں زمیں کو تھی بہ پر ہانکتی

اشک می راند او کہ اے استاد زاد | شیر را کردی اسیر دُم گاؤ

رو کے کہتی تھی کہ اے مرشد تو ہی | تو نے باندھا شیر دُم سے بیل کی

کردی اے نفس بد بارد نفس | بے حفاظی با شہ فریاد رس

نفس بد ایسی تو نے بد تمیزیاں | اپنے شاہ دادرس سے بے نکال

دام بگزیدی ز حرص از گندمے | بر تو شد ہر گندم او کژدمے

حرص گندم سے پھنسا تو آپ ہی | تجھ پہ گندم ایک بچھو بن گئی

در سرت آمد ہوائے ما و من | قید بیں بر پائے خود پنجاہ من

بھر گئی سر میں ہوائے ما و من | دیکھ بیڑی پاؤں پہ پنجاہ من

نوحہ می کرد ایں نمط بر جان خویش | کہ چرا گشتم ضد سلطان خویش

اپنی جان پر نوحہ کر اس طرح تھی | ہیں مخالف اپنے شہ کی کیوں ہوئی

آمد او با خویش و استغفار کرد | با انابت چیز دیگر یار کرد

ہوش میں پھر آگئی۔ استغفار کی | اور بھی اک چیز سے امداد لی

لہٰ یعنی اس ارشاد باری تعالیٰ سے کہ ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین [illegible]
ربنا ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے اور ہم پر رحم نہ فرمائے گا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں [illegible]

درد کان از وحشت ایمان بود — رحم کن کان درد بے درمان بود

درد جو ایماں کی وحشت سے ہوا — رحم کر۔ وہ درد بے درماں بنا

مر بلیسی را خود مبا جامہ درست — چون رہید از صبر در حین صدر جست

حق بلیس کو جامہ زیبا نہ ہوئے — صدر و صدور سے جب چھوٹے صبر سے

مر بلیسی را پنجہ و ناخن مباد — کو نہ دین اندیشد آنگہ نے سداد

حق بلیس کو پنجہ و ناخن نہ دے — چھوڑ دے راہ دین و حق پر وہ چلے

آدمی اندر بلا کشتہ بہ است — نفس کافر نعمت است و گمرہ است

خوب ہے۔ انساں رہے وقف بلا — نفس کافر نعمت و گمرہ ہوا

نفس کافر خود ہمی نہ داماں — گشت طاغی چونکہ فارغ شد بیاں

نفس کافر امن دیتا ہی نہیں — حد سے گذرا۔ رو بیاں جب ہل گئیں

آدمی خود مبتلا بہتر بود — تا کہ زار و عاجز و مضطر بود

مبتلا ہی آدمی بہتر رہے — تا کہ زار و عاجز و مضطر رہے

اللہ تعالیٰ اور عزرائیل میں سوال و جواب

حق بہ عزرائیل می گفت اے نقیب — بر کہ رحم آمد ترا از ہر کئیب

پوچھا عزرائیل سے اللہ نے — رحم کس کس پر آیا تجھ کو کہئے

گفت بر جملہ دلم سوزد بدرد — لیک ترسم امر را اہمال کرد

بولا سب پر درد سے دل جل اٹھے — پر نہ تیرا حکم ہرگز ٹل سکے

تا بگویم کاشکے یزداں مرا — در عوض قرباں کند بہر فتیٰ

تا کہوں قرباں مجھے کرتا خدا — اس جواں سے کاش لیں تو خوب تھا

گفت بر کہ بیشتر رحم آمدت — از کہ دل پر سوز و بریاں شدت

بولا جس پر رحم آیا تجھ کو بہت — کس سے دل پر سوز و بریاں تر ہوا

گفت روزی کشتیی بر موج تیز | من شکستم ز امر تا شد ریز ریز

بولا ایک دن کشتی ایک تلاطم میں تھی | توڑ دی میں نے حکم سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی

پس بگفتی قبض کن جان همه | جز زنی با طفلکی اندر رمه

پھر کہا تو نے کہ سب کی جان لے | چھوڑ کر ایک زن اور اس کے طفل کے

هر دو آن بر تخته‌ای درماندند | موجها آن تخته را می‌راندند

تختہ تھا پر وہ دونوں رہ گئے | موجیں اس تختے کو بہاتی تھیں لئے

چون بساحل اوفگندم آن تخته را | از خلاص هر دو هم دل گشت شاد

لے گئی ساحل پہ تختے کو ہوا | ان کے بچنے سے مرا دل خوش ہوا

باز گفتی جان مادر قبض کن | طفل را بگذار تنها ز امر کن

پھر کہا تو نے کہ ماں کی جان لے | بچہ تنہا چھوڑ کر اپنے حکم سے

چون ز مادر بگسلیدم طفل را | خود تو می‌دانی چه تلخ آمد مرا

ماں سے بچے کو جدا پایا جب کیا | دل دکھا معلوم ہے یہ تجھ کو بھی

پس بدیدم دود ماتم‌های زفت | تلخی آن طفل از یادم نرفت

درد و ماتم میں نے دیکھے ہیں بڑے | رنج بچے کا نہیں بھولا مجھے

گفت حق آن طفل را از فضل خویش | موج را گفتم فکن در بیشه‌ایش

بولا حق نے میں نے کہا یہ موج سے | ایک جنگل میں یہ بچہ ڈال دے

بیشه‌ای پر سوسن و ریحان و گل | پر درخت میوه‌دار خوش اکل

تھا گلوں و ریحان سے وہ جنگل بھرا | پھر شجر تھا شیریں میوہ دار سے لدا

چشمه‌های آب شیرین زلال | پروریدم طفل را با صد دلال

چشمے پانی کے لطافت سے بھرے | میں نے پالا بچے کو بہت ناز سے

صد هزاران مرغ مطرب خوش‌صدا | اندر آن روضه فکنده صد نوا

لاکھوں مرغ گانے والے تھے خوش صدا | اس چمن میں تھے وہ نغمہ سرا

بسترش کردم زبر گلستان · کردم او را ایمن از صد فتن

یہ بستر اس کا پھولوں سے کیا · آفتوں سے اس کو امن کر دیا

گفتہ ام خورشید را کو را مپز · باد را گفتم برو آہستہ رو

کہو یا سورج سے تو اسے مت جلا · اور ہوا سے کہہ دیا آہستہ چل

ابر را گفتم برو باران مریز · برق را گفتم بر او بگذر بتیز

کہہ دیا بادل سے اس پر مت برس · کہہ دیا بجلی سے تیزی کر کے بس

از چنین لطفی ز بہر اعتدال · پختہ است این میوہ ہا بی ہمہ حال

یہ خزاں سے گزریا رگوں اعتدال · پیری گلشن پہ شد وہ پامال

شیبانؒ کی کرامت اور ہودؑ کا معجزہ

ہمچو آن شیبان که از گرگ عنید · وقت جمعه بر رعا خطی کشید

جیسے حضرت شیبانؒ بھیڑیے کے خوف سے · جمعہ کو گئے تو خط کھینچ دیتے

تا برون ناید از آن خط گوسپند · نه در آید گرگ و دزد با گزند

تا نہ بکری اس سے باہر جا سکے · اور نہ اس میں چور یا گرگ آ سکے

بر مثال دایرہ تعویذ ہود · کاندر آن صرصر امان آل بود

دائرہ کھینچا تھا جیسے ہودؑ نے · امن تھا صرصر سے آل ان کی سب

ہشت روزی اندرین خط تن زنید · وز برون مثلہ تماشا می کنید

آٹھ روز اس دائرے میں چپ رہو · اور باہر قطع اعضا دیکھ لو

بر ہوا بردی فکندی بر حجر · تا شکستی لحم و عظم از ہمدگر

ہوا میں لے جا کے پتھر پر پٹکتی · گوشت کو توڑتی اور ہڈی توڑتی

[illegible]

آں گروہ را بر ہوا برہم زدے	تا چو خشخاش استخواں ہا ریزہ شد
اس طرح اُن کو ہوا پر مار دی	چور چور ہوئیں ہڈیاں خشخاش سی
آں سیاست را کہ از پیدا آسماں	مثنوی اندر نگنجد شرح آں
اس سزا کے کا جو اُٹھا آسماں	مثنوی میں کب سما سکے وہ بیاں
گر طبیعی ایں ہمی کنی اے بوالفضول	گر خط دائرہ آں ہود گرد
یہ جو خود ہی کرے ہی سے ہوا	گرد خط ہود کے تو جا [illegible]
ور بجز حس ایں ہمی آید گرفت	گو بیا در خط راعی کن گزند
حرص سے [illegible] تو [illegible]	خط شیباں [illegible] ہیں بھی تو جا ذرا
اے طبیعی فوق طبع ایں ملک بیں	یا بیا و محو کن از مصحف ایں
دیکھ لے اے فلسفی احکام خدا	یا پھر آ قرآں سے یہ آیت مٹا
مقریاں را منع کن بندے بنہ	یا معلم را بمال و خوف دہ
قاریوں کو روک کر دے قید یا	یا معلم کو سزا دے اور ڈرا
عاجزی و خیرہ کاں عجز از کیست	عجز تو تابے ازاں روز جزاست
تو ہے عاجز عجز یہ کیونکر ہوا	عجز تیرا تاب سے روز جزا
عجز ہا داری تو در پیش اے لجوج	وقت شد پنہانیاں را نک خروج
عجز کا اقرار کر سب سے گیا	وقت آیا ہوں چھپی چیزیں عیاں
خرم آنکو عجز و حیرت قوت اوست	در دو عالم خفتہ اندر ظل دوست
وہ مبارک عجز ہے جس کی غذا	زیر ظل حق دو عالم میں رہا
ہم در اول عجز خود را او بدید	مردہ شد دین عجائز برگزید
اس نے اپنا عجز پہلے دیکھا تھا	مردہ ہو کر دین بڑھیوں کا لیا

لے یعنی ان [illegible] قتال ملا [illegible] ارادہ کرتا ہے [illegible] حدیث شریف [illegible] علیکم بدین العجائز [illegible]

[illegible]

چوں زلیخا یوسفے بر وے بتافت | از عجوزی در جوانی راہ یافت

جب زلیخا پر یوسف کی آنچ پہنچی تب | نوجواں وہ ہو گئیں بڑھاپے سے تب

زندگی در مردن و در محنت است | آب حیواں در درون ظلمت است

زندگی مرنے میں اور محنت میں ہے | چشمۂ حیواں نہاں ظلمت میں ہے

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است | زیر او صد فائدہ بنہادہ است

ہر بلا جو عاشقوں کو حق نے دی | اس میں رکھا سو فائدے پنہاں ابھی

قصہ نمرود کی طرف رجوع

حاصل آں روضہ چو باغ عارفاں | از سموم صرصر آمد در اماں

الغرض تھی مثل باغ عارفاں | اس چمن کو باد صرصر سے اماں

یک پلنگے بچگاں نو زادہ بود | گفتمش او را شیر دہ طاعت نمود

مادہ چیتا نے جنے تھے بچے | دے اسے دودھ اس کو میں نے کہے

پس بدادش شیر و خدمتہاش کرد | تا کہ بالغ گشت و زفت و شیرمرد

دودھ دے کر اس کی خدمت اس نے کی | ہو گیا جب کہ وہ بالغ ۔ قوی

چوں فطامش شد بگفتم با پری | تا در آموزند نطق و داوری

دودھ جب چھوٹا تو پریوں سے کہا | نطق اور شاہی سکھا دیں اس کو جا

پرورش دادم مر او را زاں چمن | کے بگنجد در بیان و گفت من

میں نے پالا اس کو اس گلزار سے | کب بیاں ہو سکتے ہیں یہ فن مرے

دادہ من ایوب را مہر پدر | بہر مہمانی کرماں بے ضرر

دی تھی شفقت باپ کی ایوب کو | تاکہ کیڑوں کی وہ مہمانی کرے

دادہ کرماں را بر او مہر ولد | بہر پروردن بہ بخشش قوت بدند

بچوں کی سی کی محبت باپ سے | کیڑوں کو دی ہے کہ تا پرورش و تگ

بازوان را مهر من آموختم — چون بدو شمعی که من افروختم

بازؤں نے سکھایا ہی بازوں کو — شمع وہ کیسی جلائی ہیں نے جو

صد عنایت کردم و صد رابطه — تا به پیوندد لطف من بی واسطه

سو عنایتیں میں نے کی سو رابطہ — دیکھے تا میرا کرم بے واسطہ

تا نباشد از سبب در کشمکش — تا بود همراه استادش مشق

تا سبب سے وہ نہ حیرت میں پڑے — تاکہ اس کو ہر مدد مجھ سے ملے

تا خود از ما هیچ عذری نبودش — شکوه نبود ز هر یار بدش

تا نہ اس کو عذر پھر ہم سے رہے — اور نہ یار بد کا وہ شکوہ کرے

این جنایت کرد با صد رابطه — که ببرید او ز ما در رابطه و واسطه

یہ جفائیں دیکھی با صد رابطہ — ہم سے توڑا پالا رشتہ و واسطہ

شکر او آن بود ای بنده جلیل — که شد او همدرد سوزندهٔ خلیل

شکر یہ کردو اس کا کیا — تھا جلا دینے والا ابراہیم کا

همچنین کای بی شاهزاده شکر شاه — کرد از شکر شاهی رفعت جاه

جیسے شہزادہ نے شکر شاہ کیا — اس سے اپنا مرتبہ بڑھا دیا

که چرا من تابع غیری شوم — چونکه صاحب ملک شاهانه بوم

غیر کا تابع بنوں میں کس لیے — مالک دولت ہوں جب بے رشتہ و واسطہ

آن لطف‌ها مه که ذکر آن گذشت — از تکبر بر دلش پوشیده گشت

لطف شہ کے جو بیاں آگے ہو چکے — کبر سے شہزادہ کے دل پہ چھپے

همچنان نمرود آن الطاف را — زیر پا بنهاد از جهل و عمی

ایسے ہی الطاف حق نمرود نے — روندے ڈالے اندھے پن سے جہل

این زمان کافر شد و ره می زند — کبر و دعوای خدایی می کند

اس گھڑی کافر ہوا رہزن ہوا — کبر سے دعوی خدائی کا کیا

رفت سوئے آسمان با جلال / با سہ کرگس تا کند بر من قتال

آسمان پر تین گدھ لے کر اڑا / مجھ سے لڑنے پر وہ آمادہ ہوا

صد ہزاراں طفل بے جرم را / کشت او تا یابد ابراہیم را

لاکھوں بچے مارے کتنے معصوم جو / تاکہ یوں پائے وہ ابراہیم کو

کہ منجم گفت اندر حکم سال / زاد خواہد دشمنے بہر قتال

تھا نجومی نے کہا یہ ہے وہ سال / ہوگا پیدا اک عدو بہر قتال

پس بکن در دفع آں خصم احتیاط / ہر کہ می زایید می کشت از خباط

پس تو اس کے دفع میں ہشیار رہو / مارتا تھا اس لئے وہ بچوں کو

کوری او رست طفل وحی کش / ماند خونہائے دگر در گردنش

حکم حق پہنچانے والا بچ گیا / اوروں کا خون اس کی گردن پر رہا

از پدر یابید آں ملک اے عجب / تا غرورش داد قلبش نسب

باپ سے کیا ملک پایا اے عجب / ہو گیا جس سے وہ مغرور نسب

دیگراں را گر اب و ام شد حجیب / او زبابا یافت گوہر یا عجیب

باپ ماں اوروں کو پردہ ہو گئے / اس نے میرے ہاتھ سے موتی لئے

گرگ درندہ است نفس بد یقیں / چہ بہانہ می نہی بر ہر قریں

نفس پر تیرا ہے ظالم بھیڑیا / ہمنشیں پر رکھتا ہے الزام کیا

در ضلالت ہست صد کل را کلہ / نفس زشت و کفرناکے پر سفہ

تاج بخشا اس نے گمرہ گنجوں کو / نفس ان کا بد تھا اور پُر کفر تھا

زیں سبب می گویم اے بندۂ فقیر / سلسلہ از گردن سگ بر مگیر

اس لئے کہتا ہوں اے صاحب کمال / طوق گردن سے نہ اس سگ کی نکال

گر معلم گشت ایں سگ ہم سگ است / باش ذلت نفسہ کو بد رگ است

پڑھ گیا بھی سگ تو کیا سگ ہی تو ہے / خوار اس بدبخت کو کر چاہیے یہ

فرض می آری بجا گر طاقتی ‌‌ ‌ بر سہیلے چوں ادیم طائفی
فرض ہے گر طوف کعبہ ہے سہیل ‌ ‌ طائفی چمڑا ہے تو پیش سہیل

تا سہیلت وا خرد از ننگ پوست ‌ ‌ ہم شوی چوں موزہ بر پائے دوست
جب سہیل اس کھال سے کر دے رہا ‌ ‌ پھر بنے موزہ تو پائے دوست کا

جملہ قرآں شرح خبث نفس ہاست ‌ ‌ بنگر اندر مصحف آں چشمت کجاست
شرح خبث نفس ہے قرآں میں ہاں ‌ ‌ دیکھ اس میں وہ آنکھ ہی تیری کہاں

ذکر نفس عادیاں کالت بیافت ‌ ‌ در قتال انبیا مو می شگافت
عادیوں کے نفس کا ذکر آ گیا ‌ ‌ تھے وہ کوشاں بہر جنگ انبیا

قرن قرن از نفس شوم بے ادب ‌ ‌ ناگہاں اندر جہاں می زد لہب
گم ہوئیں صدہا نفس بد سے بیگماں ‌ ‌ آگ دنیا میں لگی تھی ناگہاں

قصہ کوتہ کن کہ رائے نفس کور ‌ ‌ برد او را بعد سالے سوئے گور
نفس سے شہزادے کو آخر لے گیا ‌ ‌ سوئے گور اک سال بعد شہ با صفا

شہزادے کے قصے کی طرف رجوع

شاہ چوں از محو شد سوئے وجود ‌ ‌ چشم مریخیش آں خوں کردہ بود
چشم باطن سے جو دیکھا شاہ نے ‌ ‌ خوں کیا تھا اس نے تیر خشم سے

چوں بہ ترکش بنگرید آں بے نظیر ‌ ‌ دید کم از ترکشش یک چوبہ تیر
دیکھا ترکش کو جو اس سلطان نے پھر ‌ ‌ ایک تیر اس میں سے کم آیا نظر

گفت کو آں تیر و از حق باز جست ‌ ‌ گفت اندر حلق او و آں تیر تست
پوچھا حق سے کہ تیر وہ کس جا گیا ‌ ‌ بولا اس کے حلق میں وہ ہے گڑا

۱؎ میلان ۔ رغبت ۔

عفو کرد آن شاه دریادل ورا	آمده بد تیر رو شد مقبلا
شاہ دریادل نے عفو اس کو کیا	تیر لیکن جان ہی لے کر ٹلا
کشته شد در نوحهٔ او می‌گریست	اوست جمله هم کشنده هم ولیست
مر گیا وہ شہ نے کی نوحہ گری	کیونکہ خود قاتل تھا وہ خود ہی ولی
ور نباشد هر دو او پس کل نیست	هم کشنده خلق و هم ماتم کنیست
دونوں یہ باتیں نہ ہوں تو کل نہیں	کل سے قاتل، ماتمی بھی بالیقیں
شکر می‌کرد آن شهید زرد خد	کان بزد بر جسم و بر معنی نزد
کرتا تھا شہزادہ شکر اس بات کا	تیر معنی پر نہیں، تن پر لگا
جسم ظاهر عاقبت هم رفتنیست	تا ابد معنی بخواهد شاد زیست
جسم ظاہر جا سکے آخر سرے	زندہ جاوید معنی رہے مگر
آن عتاب ار رفت هم بر پوست رفت	دوست بی آزار سوی دوست رفت
سرزنش عشقیہ پوست پر ظاہر ہوا	دوست بے آزار دوست کی جانب گیا
گرچه او فتراک شاهنشه گرفت	آخر از عین الکمال او ره گرفت
اس نے گو پکڑا تھا دامن شاہ کا	لیکن آخر چشم بد سے مر گیا
وان سوم کاهل‌ترین هر سه بود	صورت و معنی به کلی او ربود
تیسرا دونوں سے کرتھا سست تر	پا گیا کل صورت و معنی مگر
وین دو را کافی فنا شد او گرفت	می‌سزد گر زین نمانی در شگفت
اس کو ملا کچھ بھی - خلافت بھی ملی	یہ مناسب ہے کہ ہو حیران کوئی
ای ز طول قصه گشته ملول	من غرض جز معنی تو جهول
ہے ہوا عاجز جو طول قصہ سے	غرض معنی ہیں حروف، تو جو دل کر
آنکه از ذلت و عجز و نیاز	یافت مقصود از کریم کارساز
اس نے ذلت اور عجز و آہ سے	اپنا مقصد پالیا اللہ سے

ایک شخص کی وصیت کا اس کے بیٹے کے حق میں

آن یکی شخصی بوقت مرگ خویش | گفته بد اندر وصیت پیش پیش

کی وصیت مرتے دم اک شخص نے | سنا ہے پہلے کہ وہ اپنی حیات میں خوش تھے

سه پسر بودش چو سه سرو روان | وقف ایشان کرده او جان و روان

تین بیٹے اس کے تھے سرو رواں | وقف جن پر کی تھی اس نے اپنی جاں

گفت هر چه در کفم کاله و زرست | او برد زین هر سه کو کاهل ترست

بولا - جو کچھ بھی ہے میرا سیم و زر | لے وہ ذی - لیوے اس جو ہے سب سے سست

گفت با قاضی و پس اندرز کرد | بعد از آن جام شراب مرگ خورد

اس نے قاضی کو نصیحت خوب کی | اس کے بعد اس نے شراب مرگ پی

گفت فرزندان قاضی کای کریم | نگذریم از حکم او ما سه یتیم

عرض کی لڑکوں نے قاضی سے کریم | حکم سے کیا باپ کے پھریں ہم تینوں یتیم

سمع و طاعت می کنیم او راست دست | آنچه او فرمود بر ما نافذ است

وہ سنے مختار اس کا حکم مانیں کہا | ہم پہ واجب ہے جو کچھ اس نے کہہ دیا

ما چو اسمعیل ز ابراهیم خود | سر نپیچیم ارچه قربان می کند

مثل اسمعیل ابراہیم سے | ہم نہ سر پھیریں وہ گو قربان کرے

گفت قاضی هر یکی با عاقلیش | تا بگوید قصه از کاهلیش

بولا قاضی ہر اک اپنی عقل سے | کاہلی کا اپنی [illegible]

تا ببینم کاهلی هر یکی | تا بدانم حال هر یک بی شکی

تاکہ دیکھوں کاہلی ہر ایک کی حال | تاکہ جانوں حال سب کا بے گماں

عارفان از دو جهان کاهل ترند | زانکه بی شد یار خرمن می برند

[illegible] عارف [illegible] | کیونکہ بے [illegible] خرمن [illegible]

کاہلی را کردہ اندیشان سند | کار ایشان را چو یزدان می کند

بکیہ سستی پر انہوں نے سہارا کر لیا | کیونکہ ان کا کام کرتا ہے خدا

کار یزداں را نمی بینند عام | می نیاسایند از کد صبح و شام

کام حق کا وہ سمجھتے ہیں کب عوام | چین نہ لیتے ہی نہیں وہ صبح و شام

کار دنیا را ز کل کاہل ترند | در رہِ عقبی ز مہ گو می پرند

کار دنیا میں وہ کاہل تر ہوئے | کار عقبے میں بڑھے ہیں چاند سے

این گروہ بندہ ہر کو باشد شید | ہین کہ دنیا رفت عقبی شد پدید

جو ولی ہے سالہا کرتا ہے دہی | آخرت اب آ گئی دنیا گئی

مہتری گفت قاضی باز گو | قصہ از کاہلی لبے بال جو

پھر بڑے بیٹے نے قاضی سے کہا | قصہ اپنی کاہلی کا کہ ذرا

ہین ز حد کاہلی گوید باز | تا بدانم حد آں از کشف راز

اپنی اپنی کاہلی کرو بیان | تاکہ میں حد اس کی جانوں بیگماں

بے گماں ختم و مہر زبان پردہ دل است | چوں بجنبید پردہ و بیند حاصل است

دل کا پردہ ہے بلا شک ہر زباں | جب ہلے پردہ تو چہرہ ہو عیاں

پردہ گو چاک چو یک شمہ کباب | می نماید صورت صد آفتاب

پھٹ گیا پردہ جیسے اک ٹکڑا کباب | ہے چھپا تا صورت صد آفتاب

گر بیان نطق کاذب نیز ہست | لیک بوی از صدق و کذبش مخبر است

گرچہ سچے نطق کا بھی ہو بیاں | بو سے سچ جھوٹ کو کرتے عیاں

آں نسیمی کہ بیاید از چمن | ہست پیدا از سموم گولخن

جو نسیم آتی چمن سے ہے کہاں | گلخنے کی گندی ہوا سے ہے عیاں

بوئے صدق و بوئے کذب گول گیر | ہست پیدا در نفس چوں مشک و سیر

بو سچائی جھوٹ کی ہے جدا | جیسے ہو ظاہر ہو حسن مشک کی

بوی اخلاص و نفاق پیشه مرد — هست ظاهر همچو عود و همچو گرد

بوے اخلاص و نفاق اسے ظاہر ہیں — جیسے کہ ... اور عود کی صورت عیاں

گر نفاقی یار را آزرده دل — از نشانم فاش گردد کن گله

گر منافق یار کو آزرده کرے — نشانی ... تو داغ پڑ گیا ہو

ور نفاقی تو بجز او شاه ... — بیچگان گر شد است ...

فرق ... میں شد ... — تو ... آنکه ... جہان ...

ور تو شناسی شکر را از شبیر — بی گمان شد حسن ذوق تو ...

گر تو ... شکر اور ... — ... حسن ... ذائقه ... آگیا

ور یکے شد صوت بلبل یا غراب — هست پیدا حسن سمع تو ...

اگر ... گر زاغ و بلبل کی صدا — فرق ... سامعه ... آگیا

ور یکی گشته سمور و خار پشت — حس لمس تو ... درشت

گر سمور اور ... ایک ہی — ... لامسه ... رہی

با تگ ... حیران و شجاعان دلیر — هست پیدا چون ... روباه و شیر

با ... نامرد و جوامرد و دلیر — ہے عیاں ... روباه و شیر

چاره کار حواس خویش کن — ور ... طلب در پیش کن

گر حواس ... تو ... — ... راه طلب کر اختیار

با زبان ... سر ... — چون ... تو ... است

... سر ... اک ... — ... کیا ...

از ... آن ... — ... را ...

... — ...

دست ... چون ... — وقت ... ان ... را

... — ... وو ... ان

آں یکے پرسید صاحب درد را	گفت در بیشہ شناسی مرد را
ایک نے پوچھا ایک صاحب درد سے	مرد کو سکتے ون میں تو پہچان سے
گفت دانم مرد را در حین ز پوز	ور نگوید دانمش اندر سہ روز
بولا صورت دیکھ کر پہچان لوں	ایسی دن میں نہایت و پر سو جان لوں
آں دگر گفت ار بگوید دانمش	ور نگوید در سخن پیچانمش
اس کا نیک و بد میں جانوں پھر کہا	چپ رہے تو لوں میں باتوں میں لگا
گفت گر ایں مکر بشنیدہ بود	لب ببندد در خموشی در رود
بولا یہ حیلہ اگر وہ جان لے	لب نہ کھولے اور کم سخن ہی رہے
گفت می بر گویمش تا بشنود	تا ابد پوشیدہ ماند حال او
بولی کہ میں بات ہیں جا کر کھیسے	تا ابد حال اس کا پوشیدہ رہے
حال باشد گر تنہا کم چہ بود	واندراں نقصان و بیمم چہ شود
حال دیکھ کر کہ نہ جانوں کیا ہوا	اس میں کیا نقصان میرے ڈر کا

مثال

آں یکے طفلے بگفت مادر را	گر خیالے آیدت در شب فرا
جیسے اک بالک نے کہا ماں سے	گر خیال آوے کوئی شب کو تجھے
یا بگورستان و جائے سہمگیں	تو خیالے زشت بینی پر زکیں
یا ہو قبرستان تنگ ہو پڑ و بال	اور تو دیکھے زشت پکے کینہ خیال
دل قوی دار و بکن حملہ برو	او بگرداند ز تو در حال رو
دل قوی رکھ اور حملہ اس پہ کر	تا وہ فوراً پھیر لے تجھ سے نظر
زانکہ پیش شیر لیسپش سر گرفت	آں خیالے بود و پیش ہیچ گفت
کیونکہ جو اس کی طرف سے ڈر گیا	دیو جیسا وہ خیال آکے دم چلا

گفت کودک با خیال بدوشی | این چنین گر گفته باشد مادرش

بچہ بولا گر خیال بد سے کبھی | اس کی ماں نے کہہ دیا ہو ایسا ہی

حملہ آرد افتد اندر گردنم | ز امرِ مادر نیست من آنگہ چون کنم

کیا کروں ڈر یہ ہے کبھی گر حملہ کرے | ماں کے فرمانے سے گردن پر چڑھے

تو ہمی آموزیم کہ چست ایست | وان خیال زشت را ہم مادریست

تو سکھے ہے وہ چست اور ہشیار رہاں | اس خیال بد کی بھی کوئی ہے ماں

دیو و مردم را ملقن آن خدا | غالب آمد پیش شاہان گر گداست

دیو و انساں کو کرے تلقین خدا | غالب آئے شاہوں پر گو ہے گدا

تا کجا این سگ یے باشد آن ہراش | اللہ اللہ زو تو ہم آشفتہ باش

بھاگ کر جائیں بھی تو جائیں کہاں | اللہ اللہ! تو بھی جا اس سمت ہاں

گفت اگر از مکر ناید در کلام | حیلہ را دانستہ باشد آن ہمام

بولا۔ چپ بھی وہ اگر چپ ہی رہے | اور ہو آگاہ حیلے سے ترے

سرِ او را چون شناسی راست گو | گفت من خامش نشینم پیش او

بھید اس کا سچ بتا کیونکر ملے | بولا چپ بیٹھوں گا اس کے سامنے

صبر را سلم کنم پیشش درج | تا بر آید بر سرِ بامِ فرج

صبر کی سیڑھی لگا لوں سامنے | تا وہ بامِ کامرانی پر چڑھے

ہست ہر صبرے را آخر ظفر | ہست روزی بعد ہر تلخی شکر

صبر کے ہے واسطے آخر ظفر | بعد ہر تلخی کے اک دن ہے شکر

چون بجوشد در حضورش از دلم | منطقی بیرون ازین شادی و غم

اس کے آگے صبر سے دل میں اٹھے گر | بات اس شادی و غم سے دور تر

من بدانم کو فرستادہ است جان | از ضمیر چون سہیل اندر یمن

سمجھوں اس کے دل سے آئی ہے کہاں | دل جو ہے مثلِ سہیل ضو فشاں

لہ یعنی اگر چپ ہو گا ہے۔

در دل من این سخن زان میمنه است	زانکه از دل جانب دل روزنه است
میرے دل میں ہے خوشی اس بات سے	دل سے دل کو راہ ہے یہ جان لے
مر بزرگی ورا گردن نہم	منتش ہم بر دل و بر تن نہم
اس کی عظمت کو کروں تسلیم ہاں	اس کے ہوں ممنون میرے تن بجاں

چون فتاد از روزن دل آفتاب

دل کے روزن سے ہٹا وہ آفتاب

ختم شد واللہ اعلم بالصواب

ختم ہوا واللہ اعلم بالصواب

تمت

خاتمہ

(حضرت بہاء الدین خلف حضرت مولانا رومؒ کی طرف سے)

مدتی زین مثنوی چون والدم ۔۔۔ شد خمش گفتم ورا کای زندہ دم

مثنوی کی والد نے جس دم چھوڑ دی ۔۔۔ عرض کی میں نے کہ صاحبدل! ولی!!

از چہ رو دیگر نمی گوئی سخن ۔۔۔ از چہ بربستی در علم لدن

شعر کہنا ترک اب کیوں کر دیا ۔۔۔ کردیا کیوں بند در عرفان کا

قصۂ شہزادگان نامد بسر ۔۔۔ ماند ناسفتہ در سوم پسر

قصہ شہزادوں کا ادھوری رہ گیا ۔۔۔ بیچ اور سوم پسر کا ماجرا

گفت نطقم چون شتر زین پس بخفت ۔۔۔ نیستش با ہیچ کس تا حشر گفت

بس کہ میرا نطق سویا ہے بیک ۔۔۔ مثل اشتر بیٹھ رہیگا حشر تک

ہست باقی شرح این لیکن درون ۔۔۔ بستہ شد دیگر نمی آید برون

شرح باقی ہے مگر باطن مرا ۔۔۔ بند ہے ۔ اب کچھ نہ کہا جائیگا

چون شتر این ناطقہ اینجا بخفت ۔۔۔ او بگوید بعد ازین بستم زگفت

ناطقہ اشتر سا سو گیا ۔۔۔ کہتا ہے بس اب نہ بولوں گا ذرا

وقت رحلت آمد و جستن ز جو ۔۔۔ کل شیء ہالک الا وجہہ

کوچ کرنے کا نہر سے وقت آگیا ۔۔۔ جز خدا ہے سب کچھ فنا ہوجائیگا

باقی این گفتہ آید بے زبان ۔۔۔ در دل آن کس کہ دارد نور جان

اب کہا جائیگا باقی بے زبان ۔۔۔ اس کے دل میں رکھتا ہے جو نور جان

گفتگو آخر رسید و عمر ہم ۔۔۔ ہردو را آمد وقت گزشتن از عدم

گفتگو اور عمر دونوں ختم ہیں ۔۔۔ ہر دو ۔ وقت آیا ۔ رہا ہوں عدم سے میں

در جہان جان کنم جولاں ہمی	بگذرم زین تخم و آیم در نمی
جان کی دنیا میں اب دوڑوں گا یاں	تخم سے نکلوں نمی میں آؤں بے گماں
زانکہ ایں عالم ز نم زندہ است و خوش	از نمی تخم یافت زاں تخم است کش
زندہ و تازہ ہے نم سے یہ جہاں	نم سے تخم پائی تو خوبی ہے عیاں
چونکہ جاں در خاک و نم زندہ بود	در جہان ہم ہمچنیں تا چوں شود
خاک و نم میں جاں سے زندہ ہر بلا	پھر جہان یم میں حالت ہو گی کیا
یم چو شہر است و چو دروازہ است نم	نم چو قطرہ واں جہاں بے اندازہ یم
یم ہے مثل شہر مثل در ہے نم	نم ہے مثل قطرہ ہے بے اندازہ یم
زیں نمی کو ہمچو جان است اندر آ	در یم جاناں کہ تا یابی لقا
مثل جاں یہ نم ہے اس سے اندر آ	تو یم جاناں میں تا پائے لقا
چونکہ نم از بحر جان است ایں طرف	پس ز راہ جاں طلب کن ایں شرف
چونکہ نم ہے بحر جاں سے اس طرف	پس طلب کر راہ جاں سے یہ شرف
تا ترا آنجا برد کو بودہ است	جستن اندر خاک و نم بیہودہ است
بحر جاں تجھ کو وہاں لے جائے تا	بیہدہ ہے خاک و نم میں ڈھونڈنا
چونکہ سوی خاکستان برد	موج بحر جاں سوئے جاناں برد
خاک خاکستاں ہی کو لے جائے گی	موج بحر جاں سوئے جاناں اٹھی
پس ز جاں کن وصل جاناں را طلب	بے لب و بے کام ہی گو نام رب
جان سے کر وصل جاناں کو طلب	بے لب و بے حلق تو لے نام رب
تا رہی از حبس ایں فانی جہاں	در جہان جاں بمانی جاوداں
تا چھٹے فانی جہاں کی قید سے	جان کی دنیا میں تو دائم رہے
تخم ہائے عمر را در شورہ خاک	می بکاری تا شوی آخر ہلاک
تخم ہائے عمر تو نے بو رہا	خاک شورہ میں کہ ہو جائے فنا

این چنین عمر عزیز بے بہا — بے عوض ضائع کنی ہر دم چرا

زندگی ایسی عزیز و بے بہا — بے عوض تو کیوں ہے ضائع کر رہا

غبن ہی نا پدیر اے مرد کار — تا دہی گلزار و گیری خار زار

کیا سمجھتے نقصاں نہیں اسے مرد کار — باغ دے کر لے رہا ہے خار زار

عمر کاں شد صرف در دنیا تباہ — خرم آں کش حق بسوئے خویش خواند

عمر دنیا میں جو گزری — ہو چکی — خوش وہ — حق جس کو بلاتے ہی

عمر مشغود و شمردہ چوں رہی — در رہ حق گر دو آں نا منتہی

عمر گنتی کی گذارے گیا اگر — راہ حق میں — ہو گی بے حد سر بسر

بے شمار و بے عدد بے حد شود — عمر وہ روزہ کہ در طاعت رود

بے شمار و بے عدد بے حد ہوئی — عمر وہ روزہ جو طاعت میں گئی

ہیں تجارت کن دریں بازار تو — صد ہزاراں گل برآید از خار تو

ہاں تجارت کر تو اس بازار میں — پھول لاکھوں کھلیں اک خار میں

از یکے دانہ کہ کاری صد ہزار — دانہ برگیری ز فضل کردگار

دانہ گر اک بوئے گا — تو سو ہزار — دانے لے گا تو بفضل کردگار

خود شمار آنجا بود کاخر بود — بے شمار است آں طرف کاں اول بود

ہے شمار اس جا — جہاں ہو اختتام — بے طرف بخشش کی ہے حد نا تمام

شستہ کن خود را ز جزو و جدا — از خودی بگذر زمانے با خود آ

اپنے کل کی سمت جا جز و جدا — یہ خودی چھوڑ — آپ میں اب آ ذرا

در تن ہمچو سبو ہستی چو آب — گفتگو و صلح و جنگست چوں حباب

تو سبو سے تن میں ہے مانند آب — قول و صلح و جنگ ہے جوں حباب

چوں سبا است ایں نقوش و ایں صور — بر سر آب و درون است نا مور

نقش و صورت جیسے ہیں سر بسر — سطح پر آب و درون کی نا مور

یا چو کفی بر سر آب درون
تا شود سرّ درون پیدا برون
جھاگ کی مانند پانی پر سے یا
بھید اندر کا تب سے ظاہر ہو تا

از لطافت از کف و از جوش قدر
می نماید خورد پنهان در تنور
بو سے کف سے بھاپ سے دیگچی کی
حال ہو جاتا ہے کل ہنڈی کا عیاں

تا که شیرین است یا ترش است آن
می شود ظاهر به پیر و جوان
ترش ہوں۔ شیریں ہوں۔ کچھ ہوں بیگمان
ہوتا ہے آگاہ ہر پیر و جوان کو

همچنین از قول و فعل مردمان
می شود پیدا که چه سانست جان
ایسے ہی لوگوں کے قول و فعل سے
بھید ہو جاتے ہیں ظاہر جان کے

جان او در مرتبه چونست و چیست
مومن است و یا که کافر یا ولیست
جان نے اسکے مرتبے کیسی اور ہے کیا
وہ ہے مومن یا ولی۔ کافر ہے یا

آب را اندر سبوئے هم بدار
تا نه گردد آب شیرین ناگوار
رکھو نہ ہے ہم تو سبو میں آب کو
بد مزہ تا آب شیریں ہے نہ ہو

کاب ساکن چه بود ناخوش بود
رنگ و بو و طعم او از وی رود
آب جو ساکن ہے وہ بے لطف سا
رنگ و بو اور ذائقہ جاتا رہا

گفت احمد هر که در روزش یکیست
همچو شیطان و گرفتار شکیست
بولے حضرتؐ جنکے دو دن اک سے ہیں
وہ شیطاں سے ہیں اور وہمی ہے

بے یقینی می نهد در راه دی
پس ز باد است همچو انبان تهی
بے یقینی کی احمقانہ زندگی
پھر ہوا سے جیسے خالی دھونکنی

هر دمے بیں می رود از پیش
می شود صافیش دُردی همچو کف
اگلی حالت سے یاں سے پیچھے ہر گھڑی
اس کو صافی دُرد مثل کف ہوئی

رنج او هر لحظه بدتر می شود
هر دمے او زشت و ابتر می شود
رنج اس کا ہر گھڑی بدتر ہوا
وہ ہمیشہ زشت اور ابتر ہوا

سوئے دوزخ می‌رود آں رہ‌یاب ۔۔۔ بے عذاب بحر در بحر عذاب

سو سے دوزخ جاتا ہے وہ رہ یاب ۔۔۔ بحر سے ہے لطف یہ وقت عذاب

پیش ازاں کہ کار تو انجام شد ۔۔۔ ہر سے غفلت تراد ابلیس برد

پیشتر اس سے کہ تو سمجھے نہ لے ۔۔۔ تجھ کو غفلت سے بچا لے ...

رو لبیں سے اصل خود چوں بلبل ۔۔۔ بجو راز راستار گل پژمردہ تبیل

وصل کی جانب تو جا مثل بلبل ۔۔۔ چھوڑ دے یہ افسردہ چمن بلبل

پائے ہمت بر غرور و بر راہ نہ ۔۔۔ سر بر آں ایوان آں درگاہ نہ

پائے ہمت مہر پر اور رہ پہ رکھ ۔۔۔ سر کو اس ایوان پہ اس درگہ پہ رکھ

ایں خودی را خرچ کن اندر خدا ۔۔۔ تا بمانی تو ہمہ پیشش جدا

اس خودی کو تو خدا ہی میں مٹا ۔۔۔ تا رہے ... کی صورت جدا

آب جاں را ریز اندر بحر جاں ۔۔۔ تا شوی دریا شے بے حد کراں

آب جاں کو بحر جاں میں ڈال دے ۔۔۔ تاکہ تو دریا ... بے پایاں ہے

قصہ کوتہ کن کہ رفتم در حجاب ۔۔۔ ہیں خمش واللہ اعلم بالصواب

چھوڑ قصہ میں ہوا وقت حجاب ۔۔۔ چپ ہو اب ہوا ۔ واللہ اعلم بالصواب

شکر کیں نامہ بعنوانش رسید ۔۔۔ گر نشد نقدو با خویشش رسید

پہنچا عنواں کو یہ خط شکر خدا ۔۔۔ ... نقد ۔ اخواں کو ملا

نردبان آسمان است ایں کلام ۔۔۔ ہر کہ ازیں بر رود آید بہ بام

ہے سیڑھی آسمان کا یہ سخن! ۔۔۔ جو چڑھے اس سے پہنچے وہ بام پر

نے بہ بام چرخ کاں اخضر بود ۔۔۔ بل بہ بامے کز فلک برتر بود

بام وہ گردون اخضر کا نہیں ۔۔۔ بلکہ وہ جس کو کہیں عرش بریں

بام گردوں را ازو آید نوا ۔۔۔ گردشش باشد ہمیشہ زاں ہوا

اس سے بام چرخ کو قوت ملے ۔۔۔ وہ اسی سے عرش میں گردش کرے

فیروز اللغات اردو

اس میں تاریخ الوقت اردو کے پچاس ہزار الفاظ و محاورات ضرب الامثال و مستعملات سے
سے زیادہ و معنے بتائے گئے ہیں۔ اور قریباً تمام عربی۔ فارسی۔ انگریزی۔ ترکی
یونانی۔ الفاظ جمع ہو چکے ہیں جو اس وقت اردو تحریر و تقریر میں کام دے رہے ہیں چنانچہ علما
دوست اہل الرائے نے اس لغت کو زبان اردو میں ایک بیش بہا اضافہ قرار دیا۔
ہز ایکسیلنسی گورنر صاحب بہادر صوبہ پنجاب نے اسے اپنے نام نامی سے ڈیڈیکیٹ
کرنے کی عزت عطا فرمائی۔ اور محکمہ تعلیم کی طرف سے یا اندر دیو سرکاری
رجسٹری ہوئی۔ پنجاب۔ شمال مغربی سرحدی۔ سنٹرل پراونس و برٹش بلوچستان بلکہ تمام ہندوستان
کے تمام مدارس کی سکول لائبریریوں کیلئے منظور فرمایا۔ اور بعض مدارس کے مدرسوں نے بھی تقریر کی
ہے کتاب کی ہر دلعزیزی کا اس سے زیادہ ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ اسکا تیسرا ایڈیشن بالکل فروخت ہو گیا
ہر اردو داں سکول ماسٹر طالب علم اور اہل حکام و ممتحنین کے لئے جنہیں اردو
میں کام کرنا پڑتا ہے۔ اس کتاب کا خریدنا بہت ضروری ہے کتاب ۱۲۰۰ صفحہ
میں مکمل ہوئی ہے جو دو جلد میں۔ سائز ۲۹×۲۳ ، بارہ سو (۱۲۰۰) صفحات
قیمت مکمل کتاب دس روپیہ ـ عہ

فیروز اللغات عربی

اس میں سولہ ہزار سے زائد جدید و قدیم عربی کے کثیر الاستعمال الفاظ اور انکے معنی
سلیس اردو میں بیان کئے ہیں۔ بلکہ جہاں جہاں ضرورت دیکھی ہے صیغہ بھی لکھ
دیا ہے اور ثلاثی مجرد کے ہر مصدر کے ساتھ باب بھی تحریر ہے چونکہ طلبائے عربی کو اس
بیش بہا فائدہ پہنچنا یقینی ہے اسلئے عربی معلمین و متعلمین کیلئے اسکی موجودگی ضروری ہے سائز
۴۶۴ صفحات۔ کاغذ چکنا لکھائی چھپائی دیدہ زیب۔ کتاب مجلد ہے قیمت تین روپیہ